

دیوان سید البطحاء

علیہ السلام

حضرت ابو طالب

مترجم

سید تلمیذ حسنین رضوی

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

دیوانِ سید البطحاء

(حضرت ابوطالبؑ)

مترجم و محقق

سید تلمیذ حسنین رضوی

ناشر

نشر دانش ریسرچ اکیڈمی (امریکا)

دیوان سید البطحاء (حضرت ابوطالبؑ)

کتاب کی شناخت

نام کتاب..... دیوان سید البطحاء (حضرت ابوطالبؑ)
مترجم و محقق..... سید تلمیذ حسنین رضوی
طبع..... اول
تعداد اشاعت..... ۱۰۰۰
کمپوزر..... قائم گرافکس۔ جامعہ علمیہ ڈیفنس فیزم کراچی
پیج سیننگ..... مجاہد حسین حرّ
سن اشاعت..... 2016ء
طابع..... سید غلام اکبر

نشر دانش ریسرچ اکیڈمی (امریکا)

NASHR-E-DANISH RESEARCH ACADEMY

128 Oak Creek Road

East Windsor, NJ 08520

Phone: +609-426-8663

امیر المؤمنینؑ اور اشعار ابوطالب

كَانَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ ۖ يُعْجِبُهُ أَنْ يُرْوَى شَعْرُ أَبِي
طَالِبٍ وَأَنْ يُدَوَّنَ ۖ قَالَ تَعَلَّمُوهُ وَاعْلَمُوهُ
أَوْلَادَكُمْ فَإِنَّهُ كَانَ عَلَى دِينِ اللَّهِ وَفِيهِ عِلْمٌ كَثِيرٌ.
ابوالفرج اصفہانی نے اسناد کے ساتھ امام جعفر صادق علیہ السلام
سے اس روایت کی تخریج کی ہے انھوں نے فرمایا کہ
امیر المؤمنین علیہ السلام کو یہ بات اچھی لگتی تھی کہ حضرت ابوطالبؑ
کے اشعار کی روایت کی جائے اور اسے مُدَوَّن کیا جائے
اور فرمایا تم لوگ ان اشعار کو پڑھو اور اپنی اولاد کو بھی ان
اشعار کی تعلیم دو اس لیے کہ حضرت ابوطالبؑ اللہ کے دین
پر تھے اور ان کے اشعار میں بے انتہا علم ہے۔^[۱]

[۱] ایمان ابی طالب المعروف بکتاب الحجۃ علی الذاہب الی تکفیر ابی طالب۔ ۱۳۰

دیوانِ سید البچاء (حضرت ابوطالبؑ)

انتساب

والدِ گرامی حجۃ الاسلام مولانا سید اظہار الحسنین رضوی

کے نام

جن کے فیض تربیت نے اس منزل تک پہنچایا

اور

والدہ ماجدہ نجمہ خاتون

کے نام

جن کی دعائیں اور نیک تمناؤں میں میرے لئے مشعلِ راہ ہیں

سید تلمیذ حسنین رضوی

فہرست کتاب

11.....	اظہارِ تشکر
13.....	طُلُوع
14.....	حضرت ابوطالبؑ سے مربوط جو کتابیں میری لائبریری میں موجود ہیں۔
16.....	حضرت ابوطالبؑ
17.....	حضرت ابوطالبؑ کا نسب
17.....	والدہ کا نسب
17.....	زوجہ
17.....	حضرت ابوطالبؑ کا نام
21.....	حضرت ابراہیمؑ کی دعا اور ابوطالبؑ
26.....	ابوطالبؑ کے آباؤ اجداد
32.....	حضرت عبدالمطلب کی وصیت
35.....	عبدالمطلب کی وفات
35.....	نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن اور ابوطالبؑ کا ان کے وسیلے سے طلب باران
37.....	حضرت ابوطالبؑ اور بحیرا راہب
48.....	حضرت ابوطالبؑ اور قریش
52.....	کفار مکہ کا دوسرا وفد
52.....	دعوت ذوالعشیرہ اور ابوطالبؑ کا کردار
58.....	عقد پنجم کے موقع پر حضرت ابوطالبؑ کا خطبہ

دیوان سید البطحاء (حضرت ابوطالبؑ)

59.....	ابوطالبؑ اور بادشاہ حبشہ
61.....	شعب ابی طالب
64.....	قدرت الہی کا ایک عجیب کرشمہ
65.....	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر کھانا نہ کھانا
66.....	بیٹوں کا قربان کرنا
68.....	ابوطالبؑ کی وصیتیں
69.....	حضرت ابوطالبؑ کے بارے میں برصغیر کے نام ور مورخ اور سیرت نگار شبلی نعمانی کے نظریات
70.....	حضرت ابوطالبؑ کی وفات
72.....	حضرت ابوطالبؑ کا انتقال
73.....	اولاد ابوطالبؑ
75.....	نقش خاتم ابوطالب
76.....	قبر ابوطالبؑ..... عہد بہ عہد (سید الرضیٰ عباس نقوی)
88.....	حضرت ابوطالبؑ کے خلاف روایات پر تنقید و تبصرہ
91.....	صحیح بخاری ۴ باب قصۃ ابی طالب
109.....	قافیۃ الباء
109.....	(۱) سید البطحاء اور صحیفہ قریش
118.....	(۲) حضور کی تعریف اولادِ قصی سے شکوہ
124.....	(۳) مدح پیغمبر اور مقاطعہ کی دستاویز
130.....	نجاشی
133.....	(۴) نجاشی کو مومنین کی حمایت پر آمادہ کرنا
135.....	(۵) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا انتظام
139.....	(۶) اپنے بیٹوں کو حمایت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تلقین
142.....	(۷) قریش کی بے جا خواہش

دیوانِ سید البطحاء (حضرت ابوطالبؑ)

- 144..... (۸) عبدالمطلب کی وصیت اور ابوطالب کا جواب
- 146..... (۹) بنی عبد شمس سے خطاب
- 147..... (۱۰) عبد اللہ کے ذبح سے متعلق
- 148..... رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی حضرت عبد اللہ کے ذبح ہونے کا واقعہ
- 155..... (۱۱) قریش کی دشمنی کے بارے میں
- 158..... (۱۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب
- 159..... (۱۳) زبیر بن عبدالمطلب کا مرثیہ
- 160..... (۱۴) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام اور حمایت کا اعلان
- 163..... (۱۵) ولائے علیؑ اور ولادت علیؑ
- 166..... قافیۃ الثاء
- 166..... (۱۶) حضور انورؐ کی ہمت افزائی اور وعدہ نصرت
- 168..... (۱۷) زبیر ابن عبدالمطلب کی خوبیوں کا بیان
- 171..... (۱۸) خواب اور تعبیر خواب
- 172..... قافیۃ الدال
- 172..... (۱۹) مقاطعہ کو ختم کرانے والوں کو توصیف
- 183..... (۲۰) آنحضرتؐ اور بصری (شام) کا سفر
- 190..... (۲۱) ابوطالب کے ساتھ تجارتی سفر
- 193..... (۲۲) نعت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
- 196..... (۲۳) ابوطالب اور اعلان دین
- 198..... (۲۴) توصیف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
- 203..... (۲۵) خداوند عالم کی صفات
- 206..... (۲۶) اپنے حقیقی بھائی عبد اللہ کی وفات پر
- 208..... (۲۷) ربیعہ ابن حارث کو نصرت پیغمبر کی دعوت

- 211..... (۲۸) معجزہ شق القمر کا بیان
- 212..... معجزہ شق القمر
- 214..... (۲۹) ابوہب کو پیغام اور ابوالعاصی کی تعریف
- 216..... (۳۰) ایمان بالغیب اور قوم کی حالت
- 218..... (۳۱) کار رسالت کے بارے میں پیش گوئی
- 219..... (۳۲) اپنے ماموؤں پر فخر مباہات
- 221..... (۳۳) ولید بن مغیرہ کا تعارف
- 225..... قافیۃ الزاء
- 225..... (۳۴) افراد قوم کے رویوں کا ذکر
- 231..... (۳۵) عاتکہ بنت عبدالمطلب کے شوہر کے انتقال پر
- 236..... (۳۶) ابولہب کی مذمت
- 239..... (۳۷) رسول کی گمشدگی اور حمایت نبیؐ
- 245..... (۳۸) حضرت حمزہ کو دعوت اسلام اور نصرت کی تمنا
- 247..... (۳۹) فاطمہ بنت اسد سے شادی کے موقع پر
- 250..... (۴۰) خاندان والوں کو تنبیہ
- 253..... (۴۱) عبدالمطلب کے اوصاف حمیدہ کا بیان
- 255..... (۴۲) حجر اسود کو نصب کرتے وقت
- 256..... (۴۳) خاندان بنی ہاشم اور سرور کائنات کا قصیدہ
- 258..... (۴۴) ابولہب سے خطاب
- 259..... (۴۵) سب سے عظیم حق اور بڑا جرم
- 260..... (۴۶) ہشام بن المغیرہ کا مرثیہ
- 263..... (۴۷) نجاشی کے پاس جانے کا ارادہ

دیوانِ سید البطحاء (حضرت ابوطالبؑ)

- 265..... قافیۃ السین
- 266..... (۴۸) عزیز و اقارب کو نصرتِ نبی کی وصیت
- 267..... قافیۃ العین
- 268..... (۴۹) ابو جہل کو تہدید
- 269..... قافیۃ الفاء
- 269..... (۵۰) ابولہب کو نصیحت اور نصرت کی دعوت
- 275..... (۵۱) اپنی قوم کی تعریف و توصیف
- 278..... (۵۲) رب سے دعا اور تمنا
- 280..... قافیۃ القاف
- 281..... (۵۳) ابو جہل کی گستاخی کا بیان
- 287..... (۵۴) ابوطالب اور نصرتِ رسولؐ
- 289..... (۵۵) بڑے بیٹے طالب کو نصیحت
- 291..... قافیۃ الکاف
- 292..... (۵۶) حضرت علیؑ کو وصیت
- 292..... قافیۃ اللام
- 292..... (۵۷) قصیدہ دربارہٴ ارکانِ حج، حمایتِ پیغمبر اور قبائل کا سلوک
- 348..... (۵۸) بنی ہاشم اور اولادِ مطلب کو دشمنوں سے مقابلے کی دعوت
- 352..... (۵۹) قوم سے خطاب اور اعلانِ جنگ
- 358..... (۶۰) رسول کی آمد کا اعلان اور مدد کی تلقین
- 360..... (۶۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی
- 361..... (۶۲) ایک رسی کی خاطر قتل
- 363..... (۶۳) حمایت کا برملا اعلان
- 365..... (۶۴) ابولہب کا کردار

- 366..... (۶۵) امام شافعی مدارج ابوطالب
- 367..... قافیۃ الہیم
- 368..... (۶۶) ابولہب کو دعوت حق اور نصیحت
- 370..... (۶۷) خاندان نبی ہاشم کی مدح سرائی
- 376..... (۶۸) مقاطعہ کی تحریر میں حصہ لینے والوں کی ہجو
- 379..... ابوسفیان کے حالات
- 383..... (۶۹) دشمنوں کی منصوبہ بندی اور دفاع پیغمبر کا تذکرہ
- 388..... (۷۰) صفات پیغمبر اور مقاطعہ کرنے والوں کے منصوبے
- 395..... (۷۱) سفر بصری اور بحیرہ راہب
- 399..... بحیرا کے حالات
- 401..... (۷۲) نجاشی سے نبی کا تعارف اور مسلمانوں کی سفارش
- 403..... ہجرت حبشہ
- 404..... (۷۳) رسول ساحر نہیں بلکہ نبی ہیں
- 406..... (۷۴) حضرت عبدالطلب کی وفات پر مرثیہ
- 409..... (۷۵) ابوطالب کا قول اور معاویہ
- 410..... (۷۶) قریش کی تعریف و توصیف
- 414..... (۷۷) علی نام رکھنے کی وجہ
- 417..... (۷۸) قریش کو دندان شکن جواب اور نبی کی حمایت کا اعلان
- 420..... (۷۹) ابولہب اور بنی ہاشم سے خطاب
- 422..... (۸۰) عثمان ابن مظعون اور قریش کا ظلم
- 426..... (۸۱) مسافر ابن عمر کی موت پر
- 430..... قافیۃ الیاء
- 430..... (۸۲) ابوطالب کی دعا
- 433..... حیات ابوطالبؑ پر شائع ہونے والی کتب

دیوانِ سید البطحاء (حضرت ابوطالبؑ)

اظہارِ تشکر

خدا کا شکر ہے کہ دیوانِ سید البطحاء یعنی حضرت ابوطالب علیہ السلام کے اشعار کا مجموعہ اور ان کے حالات زندگی پر مشتمل کتاب جو ۲۰۱۶ء کو زیور طبع سے آراستہ ہو کر منصفہ شہود پر آئی تھی اسے قارئین کرام کی جانب سے توقع سے زیادہ پذیرائی ملی اور اب یہ دیوان طباعت کے دوسرے مرحلے میں داخل ہو رہا ہے۔ نقش ثانی انشاء اللہ نقش اول سے بہتر ہوگا اور تشنگانِ علم و دانش کی سیرابی کا سامان مہیا کرے گا۔ اس کی علمی پروف ریڈنگ حجۃ الاسلام مولانا فیروز علی بناری نے کی ہے جو جامعہ امامیہ لکھنؤ کے استاد اور تنظیم المکاتب لکھنؤ سے وابستہ ہیں۔ سابقہ طباعت میں جو غلطیاں رہ گئی تھیں ان کی اصلاح کر دی گئی ہے اور میرے دوست اور رفیق کار جناب نصرت علی صاحب نے بھی سید البطحاء کے دیوان کو بالاستیعاب دیکھا ہے تاکہ غلطیوں کا امکان باقی نہ رہے اور اس کی نشر و اشاعت میں میرے فرزند حجۃ الاسلام مولانا رضوان رضوی اور میرے بڑے صاحبزادے ندیم افتخار کی کوششوں اور کاوشوں کا کافی دخل ہے۔

اس کی طباعت کے لیے جناب محمد راشد علی صاحب، جناب نشید انور صاحب، جناب فیض علی صاحب، جناب ڈاکٹر ہاشم رضا صاحب، جناب ثناء علی شاہ صاحب اور جناب ڈاکٹر آفتاب حسین زیدی نے خصوصی تعاون کیا ہے۔ ہم صمیم قلب سے ان معاونین کے شکر گزار ہیں۔ کوشش ہے کہ یہ اشاعت بھی صوری و معنوی اعتبار سے پرکشش اور جاذب نظر ہو اور قارئین کرام کی توجہات کو منعطف کرانے میں کامیاب ہو سکے۔ خداوند منان میری اس سعی کو بارگاہ حضرت ابوطالب علیہ السلام میں شرفِ قبولیت عطا کرے اور یہ میری نجات کا سامان بن جائے۔

والسلام

سید تلمیذ حسنین رضوی

نیوجرسی امریکہ

یکم جنوری ۲۰۱۹ء

دیوانِ سید البچاء (حضرت ابوطالبؑ)

خالی صفحہ

امیر المومنینؑ اور اشعار ابوطالب

كان امير المومنينؑ يعجبه ان يروى شعر ابى
طالبؑ و ان يدون، و قال: تعلّموه، و علّموه
اولادكم، فانّه كان على دين الله و فيه علم
كثير.

ابوالفرج اصفہانی نے اسناد کے ساتھ امام جعفر صادقؑ سے اس روایت کی تخریج کی ہے انھوں نے فرمایا کہ امیر المومنینؑ کو یہ بات اچھی لگتی تھی کہ حضرت ابوطالبؑ کے اشعار کی روایت کی جائے اور اسے مُدَوَّن کیا جائے اور فرمایا تم لوگ ان اشعار کو پڑھو اور اپنی اولاد کو بھی ان اشعار کی تعلیم دو اس لیے کہ حضرت ابوطالبؑ اللہ کے دین پر تھے اور ان کے اشعار میں بے انتہا علم ہے۔^[۱]

^[۱] ایمان ابی طالب المعروف بکتاب الحجّة علی الذاہب الی تکفیر ابی طالب۔ ۱۳۰

طُلوُع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمین والصلوة والسلام علی محمد وآله والطاهرین

اما بعد مکرمہ کے سردار، شیخ البطحاء حضرت ابوطالب علیہ السلام کے دیوان کا تشریحی ترجمہ حاضر خدمت ہے۔ ۶۱ صفحات پر مشتمل ان کے مختصر حالاتِ زندگی اور خدمات کا تذکرہ ہے۔ اسی سے متصل صفحہ ۶۲ سے ۷۳ تک سید ارتضیٰ نقوی نے قبر ابوطالب سے متعلق مبسوط معلومات فراہم کی ہیں۔ میں صمیم قلب سے اُن کا شکر گزار ہوں۔ اور آخر میں صفحہ ۷۶ سے ۹۵ تک بخاری و مسلم و دیگر کتب کی روایات پر تبصرہ اور تحلیل اور تنقید ہے۔ علمِ رجال کی روشنی میں ان احادیث کو باطل اور من گھڑت ثابت کیا گیا ہے۔ صفحہ ۹۶ قافیۃ الباء سے دیوان کا آغاز ہوتا ہے اور ص ۴۰۲ پر منتہی ہوتا ہے۔ آخر میں صفحہ ۴۰۳ سے ۴۰۷ تک ۴۶ مشہور کتب کی فہرست ہے جو حضرت ابوطالب علیہ السلام کے بارے میں زیورِ تحریر سے آراستہ ہوئیں۔

کافی عرصے سے میری یہ خواہش تھی کہ محسنِ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت عبدالمطلب کے فرزند ارجمند حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے والدِ گرامی حضرت ابوطالب کے گراں قدر اشعار جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں ان کی زبانِ مبارک سے جاری ہوئے جنہوں نے حمایت اور نصرتِ پیغمبر اکرم کا حق ادا کر دیا، جن کے اشعار آیاتِ قرآنی کے ترجمان اور دین و آئین شریعت کے پاسبان نظر آتے ہیں حضرت ابوطالب علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ کا ہر لمحہ اور زندگی کا ہر پل اسی فکر میں گذرا کہ کس طرح خاتم النبیین کی جان بچائیں اور کیسے انہیں دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھیں۔ اشعارِ ابوطالب کی قوت و طاقت کا آپ اس طرح اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہر شعر تلوار کی دھار سے زیادہ تیز اور تیر و سناں سے زیادہ مؤثر اور ہدف تک رسائی حاصل کرنے والا ہے۔ آپ کے اشعار نے دشمن کے سامنے ایک بند باندھ دیا تھا یہ اشعار سدِّ سکندری بن گئے تھے اور آپ کے ان پُراثر، پر مغز محاسنِ شعری سے مملو اور ادب

عالیہ سے بھرپور اشعار نے دشمنوں کی بساط الٹ کر رکھ دی، ان کے منصوبوں کو خاک میں ملا دیا، ان کی کوششوں، کاوشوں، ریشہ دوانیوں اور فتنہ پروازیوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا۔ حضرت ابوطالب سینہ سپر رہے، اپنے موقف پر جمے اور ڈٹے رہے۔ اور ۴۲ سال تک آنحضرت ﷺ کی نگہ بانی، نگہ داشت، حمایت، حفاظت اور نصرت کرتے رہے۔ اور دشمنانِ رسول اور دشمنانِ دین کا ڈٹ کرتن تنہا مقابلہ کیا جب تک زندہ رہے کسی کافر اور مشرک کی مجال نہ تھی کہ رسول اکرم ﷺ کی طرف میلی آنکھ سے دیکھ سکے۔

ترجمہ کرتے وقت کافی دشواریاں تھیں حضرت ابوطالب علیہ السلام کے اشعار زمانہ جاہلیت کے شعراء، امرؤ القیس نابغہ طرفہ، لبید اور زُبیر سے شعری محاسن میں کسی طرح کم نہ تھے۔ اور آپ کی نثر قس بن ساعدہ، عمرو بن معدی کرب، اکثم بن صیفی اور سبحان بن وائل سے اعلیٰ اور ارفع نظر آتی ہے۔

میں نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ مفہوم شعر سے قریب تر ہو اور مشکل الفاظ اور اُن کے معانی بھی کہیں کہیں دیے گئے ہیں، مختلف دواوین میں اشعار یا الفاظ کے اختلاف کو بھی مد نظر رکھا گیا ہے۔ اشعار میں جن واقعات اور افراد و اشخاص کی جانب اشارہ ہے اُن کی وضاحت کر دی گئی ہے۔ حوالہ جات کا خاص اہتمام کیا گیا ہے۔ اکثر کتب حوالہ میری لائبریری میں موجود ہیں ان سے براہ راست استفادہ کیا ہے۔

اس دیوان کو مرتب کرتے وقت جن کتابوں سے مدد لی گئی ان کی فہرست پیش خدمت ہے۔

جن کتابوں اور دواوین سے اس دیوان کو مرتب کرنے میں مدد ملی ہے:

۱۔ الدُّرَّةُ الغُرَّةُ فی شعر شیخ البطحاء (دیوان ابی طالب) جمع و تحقیق و شرح باقر قربانی زریں تقدیم العلامة جعفر

مرتضیٰ العالمی موسسہ دائرۃ المعارف الاسلامیہ طہران طبعۃ اولیٰ ۱۳۱۶ھ

۲۔ غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب عم النبی ﷺ لجامعہ و شارحہ شاعر النبی ﷺ محمد خلیل الخطیب

المدرس فی الازھر الشریف ۱۹۵۰-۱۹۵۱

۳۔ دیوان ابی طالب، عم النبی ﷺ جمعہ و شرحہ الدكتور محمد تونجی، الناشر دار الکتب العربی ۱۴۱۲ھ ۱۹۹۴ء

الطبعۃ الاولیٰ

۴۔ دیوان ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ عبدالحق العانی۔ کوفان للنشر۔ الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۱۱ھ ۱۹۹۱ء

۵۔ دیوان ابی طالب عبد مناف بن عبدالمطلب المتوفی فی العام الثالث قبل الهجرة جمع ابی هفان عبد اللہ

المہز می متوفی ۵۷۵ھ تقدیم محمد حسین الجلالی ۱۲۲۷ھ قلمی نسخہ جسے عقیف بن اسعد نے تحریر کیا
۳۸۰ھ بغداد

۶۔ دیوان ابی طالب بن عبد المطلب صنعہ ابی ہقان المہز می البصری المتوفی ۵۷۵ھ وصنعہ علی بن حمزہ
البصری التمیمی المتوفی ۵۷۵ھ، تحقیق الشیخ محمد حسن آل یاسین، منشورات دار و مکتبۃ الهلال ۲۰۰۹ء
۷۔ شعر ابی طالب و اخبارہ و المستدرک علیہ، للادیب اللغوی ابی ہقان عبد اللہ بن احمد المہز می المتوفی ۵۷۵ھ
۵۷۵ھ جمع تحقیق قسم الدراسات الاسلامیہ۔ موسسہ البعث، منشورات دار الثقافتہ عن نسخۃ بخط ابی
الفتح عثمان جنی الطبعة الاولى فی ایران ۱۴۱۲ھ

۸۔ نصوص الدراسة تالیف جمع من القداماء، تقدیم و تحقیق محمد حسین الحسینی الجلالی، منشورات مؤسسہ العلمی
بیروت۔ لبنان ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء۔ اس مجموعے میں ۱۵ ویں کتاب دیوان شیخ الابطاح ابی طالب ہے۔
جمع ابی ہقان عبد اللہ بن احمد المہز می العبدی روایۃ عقیف بن اسعد عن عثمان بن جنی النخوی مشروحاً، صححہ و علق
علیہ العلامة السید محمد صادق آل بحر العلوم

۹۔ دیوان ابی طالب، عبد مناف بن عبد المطلب عم النبی ﷺ کافلہ فی صغرہ و حامیہ من قریش اعلنی بہ الشیخ محمد
علی قطب، المکتبۃ العصریہ۔ صیدا۔ بیروت الطبعة الاولى ۲۰۱۱ء ۱۴۳۲ھ

۱۰۔ کلام ابی طالب رضوان اللہ علیہ۔ اردو ترجمے کے ساتھ، پروفیسر مولانا علی حسنین شفیقہ ایم۔ اے تاج
الافاضل، ناشر مجلس علوم آل عباس سرگودھا۔ طبع اول دسمبر ۱۹۷۵ء۔ براہ راست تاریخ و حدیث کی قابل
اعتماد عربی کتابوں سے کلام ابوطالب کو مرتب کیا

۱۱۔ دیوان ابی طالب عم النبی۔ اردو ترجمہ، مرتب ڈاکٹر محمد التوحی، مترجم مولانا سید رضی جعفر نقوی، اشاعت
اول ۲۰۰۴ء، پرنٹر کاروان پرنٹنگ پریس

۱۲۔ شعر ابی طالب، دراسة ادبیة، دهناء عباس علوی کشلول، مکتبۃ الروضة الحیدریہ۔ الخف الاشراف،
الطبعة الثانية ۱۴۳۲ھ ۲۰۱۱ء صفحات ۴۹۵

حضرت ابوطالب علیہ السلام سے مربوط کتابیں جو میری لائبریری میں موجود ہیں:

اردو کتب:

- ۱۔ ابوطالب، ترجمہ مولوی سید ظفر مہدی، شیخ الاباطح السید محمد علی شرف الدین موسوی، تعداد صفحات ۱۰۱
- ۲۔ جناب ابوطالب علیہ السلام، مؤلفہ محمد باقر نقوی مدیر رسالہ اصلاح کجوا۔ بہار، عراق کے عالم آقا سید محمد علی خان آل سید علی خان، ابوطالب و بنوہ کا اضافے کے ساتھ ترجمہ
- ۳۔ محافظ رسالت۔ سید اکبر مہدی، ادارہ نشر علوم صاحب العصر، حیدرآباد دکن، طبع اول اکتوبر ۱۹۸۴ء صفحات ۸۷
- ۴۔ عمران و آل عمران، تصنیف علامہ السید محمد قاسم، ادارہ تذکرۃ الطاہرین، نواب شاہ۔ صفحات ۷۹
- ۵۔ فیضان ابوطالب از ڈاکٹر سید بدر الحسن عابدی، بنارس ہندو یونیورسٹی، وارانسی ناشر الجواد بک ڈپو پرہلا د گھاٹ۔ وارانسی، سن طباعت ۱۹۷۲ء، کل صفحات ۳۲۰
- ۶۔ ابوطالب مومن قریش، تحریر علامہ عبداللہ الخنیز ی، ترجمہ علامہ ذیشان حیدر جوادی، چوتھا ایڈیشن ۱۹۷۷ء
- ۷۔ ابوطالب مظلوم تاریخ، علامہ امینی، اصل اردو ترجمہ محمد فضل حق، طبع دوم ۱۹۹۷ء، صفحات ۲۶۸
- ۸۔ اسلام ابوطالب حصہ اول اثبات المطالب فی ایمان ابی طالب، مصنف سید حشمت حسین جعفری بی۔ اے ایل ایل بی ایڈوکیٹ حیدرآباد ۱۹۷۲ء
- ۹۔ معارج العرفان در عصمت صغریٰ ابی طالب عمران، مورخ اسلام پروفیسر خواجہ محمد لطیف انصاری، مکتبہ لطیف سٹیٹ ٹاؤن سرگودھا، تاریخ اشاعت محرم ۱۳۹۹ھ
- ۱۰۔ مطلوب طالب از ایمان ابوطالب، علامہ اثیر جاڑوی، مکتبہ انوار الخف دریا خان، ضلع بھکر
- ۱۱۔ ابوطالب محسن رسالت بجواب شرح المطالب فی بحث ابی طالب، نذیر احمد انصاری، صفحات ۳۸۹
- ۱۲۔ عیون المطالب فی اثبات ایمان ابی طالب رضی اللہ عنہ، حضرت علامہ صائم چشتی، چشتی کتب خانہ، جھنگ بازار، فیصل آباد، چھپیویں بار، جون ۲۰۱۲ء صفحات ۹۶۰
- ۱۳۔ دیوان ابی طالب، مترجم سید شائق حسین، سن اشاعت ۱۴۳۰ھ ۲۰۰۹ء، حضرت ابوطالب کی ۲۷ نظمیں (قصائد) اس کتاب کی زینت ہیں اور اس کا مسلسل ترجمہ اردو میں کیا گیا ہے۔
- ۱۴۔ انوار ابوطالب، تحقیق و ترجمہ پروفیسر نصیر عباس نقوی، پروفیسر حسن حامد نقوی، انگریزی اور اردو

دونوں زبانوں میں کیا گیا ہے، تحقیقی کتاب ہے اور درمیان کتاب مختلف موضوعات زیر بحث آئے ہیں، صفحات ۵۱۸ ہیں۔

عربی کتب

۱۔ منیۃ الراغب فی ایمان ابی طالب۔ آیۃ اللہ شیخ محمد رضا الطبری (۱۳۱۷-۱۴۰۵ھ)۔ دار الولاء بیروت لبنان، طبعہ ثانیہ ۱۴۲۵ھ - ۲۰۰۴ء

۲۔ ابوطالب مومن قریش۔ عبداللہ الشیخ الخیرزی۔ الطبعۃ الخامسۃ ۱۴۱۸ھ - ۱۹۹۷ء بیروت لبنان
۳۔ ایمان ابی طالب المعروف بکتاب الحجۃ علی الذاہب الی تکفیر ابی طالب۔ تالیف: الامام شمس الدین ابی فحار بن معد الموسوی، المتوفی ۶۳۰ھ تحقیق السید محمد بحر العلوم، انتشارات سید الشہداء۔ قم تاریخ نشر ۱۴۱۰ھ

۴۔ عطاءات ابی طالب، تالیف: عبدالحسین الخزاعی، دار الکفیل الطبعۃ الاولیٰ ۱۴۳۶ھ - ۲۰۱۵ء
الخجف الاشرف

۵۔ ابوطالب عملاق الاسلام الخالد، محمد علی اسبر، دار الاصالۃ۔ بیروت۔ لبنان ۱۴۱۱ھ - ۱۹۹۱ء
۶۔ اسنی المطالب فی نجات ابی طالب، تالیف: العالم العلامة مولانا السید احمد بن زینی دحلان شیخ العلماء الاعلام ببلد اللہ الحرام رحمہ اللہ تعالیٰ

۷۔ ابوطالب مظلوم تاریخ، علامہ امینی۔ فارسی ترجمہ انتشارات بدر

حضرت ابوطالب علیہ السلام

نام: ابوطالب، عبد مناف، عمران

کنیت: ابوطالب جو نام کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔

القاب: مومن قریش، سید البطحاء، شیخ قریش، رئیس مکہ، بیضۃ البلد

جب مشہور شاعر تائبط شمر آ سے دریافت کیا گیا: مَنْ سَيِّدُ الْعَرَبِ عرب کا سردار کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا: سَيِّدُ الْعَرَبِ ابوطالب بن عبد المطلب (سید عرب ابوطالب ابن عبد المطلب) ہیں جب اکثم بن صیف تیمی سے پوچھا گیا کہ تم نے حکمتیں، سرداری، حلم، بردباری اور سیاست کس سے سیکھی تو اس نے جواب دیا:

من حليف الحلم والأدب سيد العجم والعرب أبو طالب بن عبد المطلب.

حلیف حلم وادب سید عرب و عجم ابوطالب بن عبد المطلب سے۔

(حاشیہ احتجاج طبری از سید محمد باقر خراسانی جلد اول ص ۳۴۲۔ نجف اشرف۔ مطبوعہ ۱۹۶۶)

سید محمد باقر خراسانی کتاب احتجاج کے حاشیے پر لکھتے ہیں:

كان أبو طالب رضي الله عنه: شيخاً، وسيماً، جسيماً، عليه بهاء الملوك، ووقار الحكماء، وكانت قریش تسمیہ: الشيخ و كانوا يهابونه، و يخافون سطوته، و كانوا يتجنبون أذية رسول الله صلى الله عليه وآله في أيامه.

حضرت ابوطالبؑ بزرگ قوم حسین و جمیل اور قد آور شخصیت کے مالک تھے ان میں بادشاہوں کی شان و شوکت اور دانش مندوں کا وقار تھا۔ قریش انھیں شیخ کہہ کر پکارتے تھے۔ اور ان کی سطوت و جلالت اور عظمت سے

لرزہ بر اندام اور خائف رہتے تھے اور ان کے دورانِ حیات رسول اللہ کو اذیت پہنچانے سے اجتناب کرتے تھے۔
(حاشیہ احتجاج طبری از سید محمد باقر خراسانی جلد اول ص ۳۴۲۔ نجف اشرف۔ مطبوعہ ۱۹۶۶)

حضرت ابوطالبؑ کا نسب

ابوطالب بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن
فہر بن مالک بن النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

والدہ کا نسب

فاطمہ بنت عمرو بن عائد بن عمران بن مخزوم بن یقطہ بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن
النضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان

زوجہ

فاطمہ بنت اسد بن ہاشم بن عبد مناف
ولادت کے وقت جو نام رکھا گیا وہ عبد مناف یا عمران تھا جب ان کے بڑے فرزند کی ولادت ہوئی تو اسی کی
مناسبت سے ان کی کنیت ابوطالب قرار پائی جو بعد میں اُن کا نام بن گیا اور اب پوری دنیا میں آپ اسی نام سے
موسوم ہیں حضرت علیؑ نے قرآن کریم کی تکمیل کے بعد یہ تحریر کیا تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم کتبہ علی ابن ابی طالب

اس قرآن کو علی ابن ابی طالب نے تحریر کیا ہے۔

عمدة الطالب فی انساب آل ابی طالب میں جمال الدین احمد بن علی الحسینی متوفی ۸۲۸ھ ص ۲۲ پر تحریر

فرماتے ہیں:

اما اسمہ فقيل انه عمران

جہاں تک نام کا تعلق ہے تو کہا گیا ہے ان کا نام عمران تھا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں:

وہی روایت ضعیفہ رواها ابو بکر محمد بن عبد اللہ العباسی الطرطوسی النسابة
یہ ضعیف روایت ہے جسے روایت کیا ہے ابو بکر محمد بن عبد اللہ عیسی طرطوسی نے جو نسب کے ماہر تھے۔
رجال کی مشہور کتاب اصابع فی تمیز الصحابہ جلد ۳ ص ۵۴ میں ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ فرماتے ہیں:

القسم الرابع

أبو طالب بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي القرشي الهاشمي، عمّ
رسول الله صلى الله عليه وسلم شقيق أبيه، أمهما فاطمة بنت عمرو بن عائذ المخزومية،
اشتهر بكنيته، واسمه عبد مناف على المشهور. وقيل عمران. وقال الحاكم: أكثر
المتقدمين على أن اسمه كنيته.

ولد قبل النبي بخمس وثلاثين سنة. ولما مات عبد المطلب أوصى بمحمد صلى الله
عليه وسلم إلى أبي طالب، فكفله وأحسن تربيته، وسافر به صحبته إلى الشام، وهو شاب،
ولما بعث قام في نصرته وذبح عنه من عاداة ومدحه عدة مدائح منها قوله لما استسقى أهل
مكة فسقوا:

ابوطالب بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي القرشي الهاشمي رسول الله صلى الله عليه وسلم کے عم محترم ان
کے والد (عبد اللہ) کے حقیقی بھائی ان کی والدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ المخزومیہ تھیں انھوں نے اپنی کنیت سے
شہرت پائی اور ان کا نام عبد مناف ہے۔ جیسا کہ مشہور ہے اور کہا گیا ہے کہ ان کا نام عمران ہے اور حاکم نے کہا کہ
اکثر متقدمین اس بات پر متفق ہیں کہ ان کا نام ان کی کنیت (ابوطالب) ہے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے
۳۵ سال پہلے پیدا ہوئے جب حضرت عبد المطلب کی وفات ہوئی تو انھوں نے ابوطالب کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے
بارے میں وصیت کی تھی حضرت ابوطالب نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کی ان کی بہترین تربیت کی اور شام
کے سفر کے دوران انھیں اپنے ساتھ رکھا جب کہ وہ جوان تھے اور جب آنحضرت مبعوث ہوئے تو ان کی نصرت
کے لیے کھڑے ہو گئے اور ان کے دشمنوں سے انھیں بچایا اور ان کی بے حد مدح سرائی کی اور جب اہل مکہ نے
طلب باران کے لئے کہا اور اہل مکہ سیراب ہو گئے تو اس وقت آپ نے فرمایا:

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصمة للأرامل

سورہ آل عمران کی آیت (۳۳) «إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ» سے مراد آل محمد علیہ السلام ہیں جنہیں قیامت تک منتخب کیا جا چکا ہے اور اسی لئے درود میں «اللہم صل علی محمد و آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و علی آل ابراہیم انک حمید مجید» تمام مسلمان کہتے ہیں اور اس درود کے بغیر نماز درست نہیں ہے۔

تفسیر شیخ ابو الفتوح رازی جو چھٹی صدی ہجری کے نامی گرامی مفسر ہیں وہ جلد سوم ص ۱۵ پر آیت ان اللہ اصطفیٰ..... الخ کے ذیل میں فرماتے ہیں:

کہ اصطفیٰ اور اجتنبی اور اختار ایک ہی مفہوم رکھتے ہیں اللہ نے آدمؑ کو منتخب کیا کہ وہ ابو البشر ہیں اور حضرت نوحؑ کو منتخب کیا کہ وہ شیخ الانبیاء ہیں اور اولو العزم ہیں اور انہیں تمام مخلوقات کے لئے مبعوث کیا گیا تھا اور آل ابراہیم کو منتخب کیا اور اس سے مراد حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو ان سے افضل ہیں اور ان سب کے درمیان مصطفیٰ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لقب ہے اور آل عمران کو منتخب کیا اور ایک قول یہ ہے اس سے مراد حضرت موسیٰ بن عمران ہیں اور دوسرا قول یہ ہے جو اہل بیت کی احادیث میں وارد ہوا ہے اور ان کی تفاسیر میں موجود ہے کہ آل عمران سے مراد امیر المؤمنین علیؑ ہیں اور عمران حضرت ابوطالبؑ کا نام ہے جو توریت میں موجود ہے۔

تفسیر مجمع البیان میں آیت ان اللہ اصطفیٰ الخ کے ذیل میں علامہ طبرسیؒ نے فرمایا جو چھٹی صدی ہجری کے عالم ہیں:

وفي قراءة أهل البيت وآل محمد على العالمين وقالوا أيضاً إن آل إبراهيم هم آل محمد الذين هم أهلہ و يجب أن يكون الذين اصطفاهم الله مطهرين معصومين عن القبائح لأنه تعالى لا يختار ولا يصطفى إلا من كان كذلك ويكون ظاهراً مثل باطنه في الطهارة والعصمة فعلى هذا يختص الاصطفاء بمن كان معصوماً من آل إبراهيم وآل عمران سواء كان نبياً أو إماماً.

اور اہل بیت کی قرأت میں یہ ہے وال محمد علی العالمین اور یہ بھی کہا ہے کہ آل ابراہیم سے مراد آل محمد ہیں اس لیے کہ وہی اُن کے اہل ہیں اور لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنہیں مصطفیٰ بنایا ہے وہ پاک و پاکیزہ معصومین اور تمام برائیوں سے منزہ ہوں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ اسی کو چنتا ہے جو ایسا ہو اور طہارت و عصمت میں اس کا ظاہر باطن کی

طرح ہو اس بنیاد پر اصطفیٰ مخصوص ہو جائے گا اس کے لئے جو آل ابراہیم اور آل عمران میں معصوم ہو خواہ وہ نبی ہو یا امام ہو۔

حضرت ابوطالب ابوالائمہ ہیں اور اسی وجہ سے امام حسین علیہ السلام نے عاشور کے دن حضرت علی اکبر علیہ السلام کو میدان جنگ میں رخصت کرتے ہوئے بلند آواز میں اس آیت کی تلاوت کی تھی:

إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ﴿۸۲﴾ ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۸۳﴾ (آل عمران ۳۳۳)

اس کے بعد حضرت علی اکبر علیہ السلام نے حملہ کرتے ہوئے یہ اشعار پڑھے تھے:

أنا علي بن الحسين بن علي	نحن وبيت الله أولى بالنبى
والله لا يحكم فينا ابن الدعى	أطعنكم بالرمح حتى يثنى
أضربكم بالسيف أحمى عن أبى	ضرب غلام هاشمى علوى

(مقتل للحسين الخوارزمي ج ۲ ص ۳۰)

دوسرا مصرع اس طرح بھی ہے:

اضربكم بالسيف حتى يلتوى

علامہ مجلسی نے فرمایا ہے کہ میں نے اپنے اصحاب کی تالیف کردہ کتابوں کے ایک قدیم نسخہ میں نبی اکرم کی ایک زیارت دیکھی ہے:

السلام عليك يا رسول الله..... والسلام على عمك عمران ابى طالب
يا رسول الله! آپ پر سلام ہو اور آپ کے چچا عمران ابوطالب پر سلام ہو۔ (بحار الانوار ۱۰۰/۱۸۹)

حضرت ابراہیم کی دعا اور ابوطالب

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَا أُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۖ

پروردگار! تو ہم دونوں (ابراہیم، اسماعیل) کو اپنا مسلم بنا اور ہماری ذریت میں سے ایک امت مسلمہ بناتا رہ۔

(۱۲ البقرہ ۱۲۸)

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ. (البقرہ ۱۲۹)

اے ہمارے پروردگار انھیں میں سے ایک رسول مبعوث فرما جو تیری آیتوں کی تلاوت کرے۔

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِنْ أَنْفُسِهِمْ

اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان کیا کہ انھیں میں سے ایک رسول کو مبعوث فرمایا۔ (آل عمران ۱۶۴)

(۱) ان آیات بالا سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام کی ذریت میں ہر دور میں مسلمان رہے ہیں اور حضرت ابوطالب اسی ذریت کے ایک فرد ہیں جو پیدائشی اعتبار سے مسلمان ہیں اس لئے کہ انھوں نے کبھی بھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔

(۲) پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن ہی مسلمانوں میں سے رسول کو مبعوث فرمایا ہے اور یہ خاندان بنی ہاشم ہے جن کے پوتے کے کا نام ابوطالبؑ ہے

(۳) آل عمران کی آیت یہ بتلاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کر کے اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان کیا ہے یعنی جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ خاندان بنی ہاشم کے بزرگ کی حیثیت سے موجود تھے اور آپ کے گرد مومنین کرام کی ایک جماعت تھی۔

شیخ صدوق اکمال الدین میں اپنی سند سے اصغ بن نباتہ سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں نے امیر المومنین کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

وَاللّٰهُ مَا عَبَدَ اَبِيَّ وَلَا جَدِّي عَبْدُ الْمُطَّلِبِ وَلَا هَاشِمٌ وَلَا عَبْدُ مَنْصَفٍ صَنِيعًا قَطُّ.

خدا کی قسم نہ تو میرے والد (ابوطالب) نے نہ میرے جد عبدالمطلب نے اور نہ ہی جد اکبر عبدمناف نے کبھی بھی بتوں کی پرستش کی تھی۔

اُن سے سوال کیا گیا کہ پھر وہ کس کی عبادت کیا کرتے تھے؟ تو امیر المومنینؑ جواب دیا:

يُصَلُّونَ اِلَى الْبَيْتِ عَلَى دِينِ اِبْرَاهِيْمَ ؑ مُتَمَسِّكِينَ بِهٖ.

کہ وہ خانہ کعبہ کی طرف رُخ کر کے حضرت ابراہیمؑ کے لائے ہوئے دین سے تمسک کرتے ہوئے نمازیں

پڑھا کرتے تھے۔ (اکمال الدین ۱/۷۴ ح ۳۲)

بحار میں روضۃ الواعظین سے روایت نقل کی گئی ہے کہ جابر بن عبد اللہ انصاری فرماتے ہیں کہ میں نے عرض

کی: یا رسول اللہ ﷺ، اللہ اکبر! لوگ کہتے ہیں کہ ابوطالب کافر مر گئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: اے جابر! غیب کا علم تو اللہ کے پاس ہے جب مجھے معراج کی شب آسمانوں پر لے جایا گیا اور میں عرش کے قریب پہنچا تو میں نے وہاں چار انوار دیکھے میں نے دریافت کیا: میرے معبود! یہ انوار کس کے ہیں؟ تو آواز آئی اے محمد! یہ عبدالمطلب ہیں اور یہ تمہارے چچا ابوطالب ہیں اور یہ تمہارے والد عبد اللہ ہیں اور یہ تمہارے بھائی طالب ہیں۔

میں نے سوال کیا: اے میرے معبود! اے میرے آقا! انھوں نے کس طرح سے یہ درجہ حاصل کیا تو ارشاد فرمایا، ایمان کو چھپانے اور کفر کو ظاہر کرنے کی وجہ سے اور اس پر صابر رہنے کی وجہ سے یہاں تک کہ وہ لوگ موت سے ہم آغوش ہو گئے سلام اللہ علیہم اجمعین (الحجرات ۱۵، ۱۶)

کراچکی نے اپنی سند سے عبد اللہ بن عباس سے روایت نقل کی ہے کہ انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا:

ماتر جولابی طالب؟

آپ کو حضرت ابوطالب کے بارے میں کیا توقع ہے۔

آنحضرت نے فرمایا:

کل خیر ارجو من ربی عزوجل

مجھے اپنے رب خدائے ذوالجلال سے ہر طرح کے خیر کی امید ہے (کنز الفوائد ۱۸۴)

امام صادق علیہ السلام اپنے آباء سے وہ امیر المومنین سے روایت کرتے ہیں کہ وہ ایک دن صحن میں تشریف فرما تھے اور ان کے گرد لوگ جمع تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر ان سے کہا اے امیر المومنین اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس عظیم شرف اور منزلت سے نوازا ہے جب کے آپ کے والد عذاب جہنم میں گرفتار ہیں۔ یہ سن کر حضرت علیؑ نے فرمایا: ذرا رکو! خدا تمہاری زبان کو لنگ کر دے خدا کی قسم! جس نے محمد ﷺ کو نبوت کے ساتھ معبود فرمایا، اگر میرے والد زمین کے اوپر جتنے گنہ گار ہیں ان کی شفاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُن کے بارے میں میرے والد کی شفاعت کو قبول کر لے گا۔ میرے والد آتش جہنم میں عذاب میں مبتلا ہوں جب کہ اُن کا بیٹا قسیم النار والجنة ہے (جنت و دوزخ کا تقسیم کرنے والا ہے)۔ قسم ہے اس ذات کی! جس نے محمد ﷺ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے کہ ابوطالب کا نور تمام مخلوقات کے نور کو خاموش کر دے گا سوائے پانچ انوار کے نور محمد، نور فاطمہ،

نور حسن، نور حسین اور ان کی اولاد میں آنے والے ائمہ کا نور، آگاہ ہو جاؤ ان کا نور ہمارے نور سے ہے اللہ نے اس نور کو آدم کی تخلیق سے دو ہزار سال پہلے خلق فرمایا تھا (الحجرات ۵۳/۱۱۰ ج ۳۹)

ابوطالب مومن تھے اور وہ حضرت عبدالمطلب کے دین پر تھے اور یہی اُن کے آخری الفاظ تھے جو موت کے وقت ان کی زبان مبارک سے جاری ہوئے:

انا علی دین عبدالمطلب۔

شیعوں کا عقیدہ یہ کہ حضرت ابوطالب رسالت محمدیہ پر ایمان رکھتے تھے اور جب اُن کی وفات ہوئی تو وہ مسلمان تھے اور اسی طرح اہل سنت کے ایک فریق کا یہی نظریہ ہے اور احمد بن الحسین موصلی حنفی جو ابن وحشی کے نام سے مشہور ہیں انھوں نے علامہ محمد بن سلامہ القضاعی متوفی ۵۴۲ھ کی کتاب کی شرح جو شہاب الاخبار کے نام سے ہے اُس میں فرماتے ہیں کہ

ان بُغَضَ ابْنِ طَالِبٍ كُفْرًا

حضرت ابوطالب کی دشمنی کفر ہے۔

اور اس بارے میں مالکی ائمہ میں سے علامہ علی الاجہوری نے اپنے فتاویٰ میں اور تلمسانی نے 'شفاء' کے حاشیے پر حضرت ابوطالب کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:

لا ينبغي ان يذكر إلا بحماية النبي ﷺ لانه حماة و نصره بقوله و فعله. وفي ذكره بمكروه اذية للنبي ﷺ و كفر و الكافر يقتل. (نقل از اسنی المطالب في نجات ابی طالب)

لازم ہے کہ ابوطالب کا ذکر نبی ﷺ کے حامی کی حیثیت سے کیا جائے کیوں کہ حضرت ابوطالب نے اپنے قول و فعل سے آنحضرت ﷺ کی حمایت و نصرت کی تھی اگر ابوطالب کا ذکر برائی کے ساتھ کیا جائے گا تو اس سے بنی ﷺ کو اذیت ہوگی اور یہ کفر ہے اور کافر واجب القتل ہے۔

ابن کثیر فرماتے ہیں:

وكان استمرار أبو طالب على دين قومه من حكمة الله تعالى، ومما صنعه لرسوله من الحماية، إذ لو كان أسلم أبو طالب لما كان له عند مشركي قريش وجاهة ولا كلمة، ولا كانوا

یہا بونہ و یحترمونہ، ولا جترأوا علیہ، ولمدوا أیدیہم وألسنتہم إلیہ۔

(السیرۃ النبویۃ ج ۱ ص ۲۲۶)

حضرت ابوطالبؑ کا اپنے قوم کے دین پر باقی رہنا اللہ تعالیٰ کی حکمت کے تحت تھا کہ وہ رسول اللہ کی حمایت کر سکیں اس لئے کہ اگر ابوطالبؑ اسلام قبول کر لیتے تو مشرکین کے نزدیک نہ تو ان کی وجاہت باقی رہتی اور نہ ہی ان کی بات تسلیم کی جاتی اور مشرکین نہ تو ابوطالبؑ سے خوف زدہ ہوتے اور نہ ان کا احترام ملحوظ خاطر رکھتے اور اس کے برعکس ان کے خلاف جری ہو جاتے اور دست درازی کرتے اور انہیں ناسزا کہتے۔

قال الامام ابو العزائم و الحقیقة ان سیدنا ابوطالب هو رجل السياسة الاول في دعوة الاسلام فالشواهد التي مرّت من كلام الكهان و علامات النبوة جعلته يؤمن سيّدنا رسول الله ﷺ من البداية سرّاً و اظهر امام قريش عدم النطق بكلمة الاسلام حتى يتمكن من فض المنازعات بين الرسول الكريم و بين صناديد الكفر و الشرك في قريش و كان له ما اراد و الا دلة على ذلك كثيرة. (النجاة في سيرة رسول الله ص ۱۴۳)

امام ابو العزائم نے کہا حقیقت یہ ہے کہ ہمارے سردار ابوطالبؑ اسلام کی دعوت میں پہلے سیاسی شخص ہیں وہ شواہد جو کہ انہوں کی باتوں سے سامنے آئے اور علامات نبوت ظاہر ہوئیں انہوں نے آغاز کار سے ہی ابوطالبؑ کو پوشیدہ طور سے مومن بنادیا تھا اور وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لاکچے تھے لیکن انہوں نے قریش کے سامنے کلمہ اسلام کو ظاہر نہیں کیا تھا تا کہ وہ اس بات پر قادر رہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور قریش کے وہ سرآوردہ لوگ جو شرک و کفر میں گرفتار ہیں ان کے تنازعات کا منہ توڑ جواب دے سکیں اور وہ اس طرح اپنے عزائم میں کامیاب رہے اور اس سلسلے میں بے شمار دلائل موجود ہیں۔

قال الامام جعفر الصادقؑ:

هَبْطُ جَبْرِئِيلَ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَ جَلَّ قَدْ شَفَّعَكَ فِي خَمْسَةٍ فِي بَطْنِ حَمْلِكَ وَ هِيَ أَمْنَةُ بِنْتُ وَهَبٍ بِنُ عَبْدِ مَنَافٍ وَ فِي صُلْبٍ أَنْزَلَكَ وَ هُوَ عَبْدُ اللَّهِ بَنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ وَ فِي جِجْرٍ كَفَّلَكَ وَ هُوَ عَبْدُ الْمُطَّلِبِ بَنُ هَاشِمٍ وَ فِي بَيْتٍ آوَاكَ وَ هُوَ عَبْدُ مَنَافٍ بَنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ أَبُو طَالِبٍ وَ فِي أَخٍ كَانَ لَكَ فِي الْجَاهِلِيَّةِ. (الخصال ۲۹۳ ج ۵۹)

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جبرئیلؑ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اُن سے کہا اے محمدؐ! اللہ تبارک و تعالیٰ نے پانچ ہستیوں کے بارے میں آپ کو شفاعت کا حق دیا ہے وہ شکم جس نے آپ کو اٹھائے رکھا اور وہ آمنہ بنت وہب بن عبد مناف ہیں اور وہ صلب جو آپ کو اس دنیا میں لایا اور وہ عبد اللہ بن عبد المطلب ہیں اور وہ گود جس نے آپ کی پرورش کی اور وہ حضرت عبد المطلب بن ہاشم ہیں اور وہ گھر جس نے آپ کو پناہ دی اور وہ عبد مناف بن عبد المطلب ابوطالبؑ ہیں اور آپ کا ایک بھائی جو زمانہ جاہلیت میں تھا۔

اور دوسری حدیث میں ہے:

نَزَلَ جِبْرِئِيلُ ﷺ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ رَبَّكَ يُقْرِئُكَ السَّلَامَ وَيَقُولُ إِنِّي قَدْ حَرَّمْتُ النَّارَ عَلَى صُلْبِ أَنْزَلْتُكَ وَبَطْنِ حَمَلِكَ وَحَجَرٍ كَفَلَكَ فَالْصُّلْبُ صُلْبُ أَبِيكَ - عَبْدُ اللَّهِ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ - وَ الْبَطْنُ الَّذِي حَمَلَكَ فَأَمِنَتْهُ بِنْتُ وَهْبٍ وَ أَمَّا حَجَرٌ كَفَلَكَ فَحِجْرُ أَبِي طَالِبٍ. (الكافي ۲۱۲/۳۳۶)

جبرئیلؑ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور فرمایا: اے محمدؐ! آپ کا رب آپ کو تحفہ سلام بھیجتا ہے اور فرما رہا ہے میں نے جہنم کو حرام کر دیا ہے اس صلب پر جو آپ کو زمین پر لایا اور وہ بطن آپ جس میں رہے اور وہ گود جس نے آپ کی کفالت کی۔

صلب سے مراد آپ کے والد عبد اللہ بن عبد المطلب کا صلب ہے اور جس شکم نے اٹھائے رکھا وہ آمنہ بنت وہب ہیں اور جس گود نے کفالت کی وہ ابوطالبؑ کی گود ہے۔

حضرت ابوطالبؑ بڑے بہادر اور شجاع اور بڑے ذہین اور فطین، زیرک، ہوشیار اور ایک ذمہ دار حساس شاعر تھے انھوں نے اپنے اشعار کو رسالت محمدیہ کی تائید کے لیے وقف کر دیا تھا اور انھوں نے اپنے ان اشعار کے ذریعے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو اُن سے دور رکھا اور دعوت اسلامیہ کے لئے زمینیں ہموار کرتے رہے۔

ابن الحدید معترلی فرماتے ہیں:

”جہاں تک ابوطالبؑ بن عبد المطلب کا تعلق ہے ان کا نام عبد مناف تھا اور وہ قریش میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کفیل اور حامی، ناصر ساتھ دینے والے مہربان اور عبد المطلب کے وصی تھے اور وہ بنی ہاشم کے سردار تھے اور زمانہ جاہلیت میں جس نے بغیر دولت کے سرداری کی وہ ابوطالبؑ تھے حضرت ابوطالبؑ وہ تھے جنھوں نے

زمانہ جاہلیت میں 'قسامہ' کی سنت کا اجرا کیا عمر بن علقمہ کے خون کے بارے میں اسلام نے جس سنت کو باقی رکھا اور سقایت کا منصب زمانہ جاہلیت میں حضرت ابوطالب کے پاس تھا انھوں نے اپنے بھائی عباس کے سپرد کر دیا اور ابوطالب اعلیٰ پایہ کے شاعر تھے۔" (شرح ابن الحدید ج ۳ ص ۶۸۸)

ابوطالب کے آباؤ اجداد

اولئک آبائی فِجَئِی، مثلہم یہ ہیں میرے آباء و اجداد تم ذرا ان کی مثل لے آؤ۔
ان کے جد اعلیٰ قصی بن کلاب نے مکہ مکرمہ میں تنظیم کی بنیاد ڈالی اور قریش کے بکھرے ہوئے لوگوں کو یکجا کیا اس لئے انھیں مُجَبِّع جمع کرنے والا کہا جاتا ہے اس بارے میں شاعر کہتا ہے:
أبوکم قصی کان یُدعی مُجَبِّعاً بہ جمع اللہ القبائل من فہر
تمہارے جد اعلیٰ قصی تھے جنہیں مجمع کہہ کر پکارا جاتا تھا ان ہی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے فہر کے قبائل کو اکٹھا کر دیا تھا۔

اور ان کے دادا حضرت ہاشم نے ایلاف قائم کیا اور دو حلتوں یعنی دو تجارتی سفروں کی بنیاد ڈالی۔
رحلة الشتاء والصیف. موسم سرما اور موسم گرما کا سفر۔ قرآن کریم نے سورہ قریش میں جسے بیان کیا ہے:

لِإِيلَافِ قُرَيْشٍ ۝۱ الْفِہِمِ رِحْلَةِ الشِّتَاءِ وَالصَّیْفِ ۝۱

قریش کو مانوس رکھنے کے لیے۔ انھیں موسم سرما اور موسم گرما کے سفر سے مانوس رکھنے کے لیے۔
اور حضرت ہاشم نے لوگوں کے اوپر آسانیوں اور اجتماعی عدالت کا پرچم لہرایا ان کا نام عمرو ہے انھیں ہاشم اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ روٹیوں کو پُور کر اس پر شور با اور گوشت ڈال کر قحط سالی کے دنوں میں قریش کو کھلایا کرتے تھے۔ اور اپنے والد کے بعد ریاست، سقایت اور رفادہ کے متولی ہوئے جب حج کا موسم آیا تو انھوں نے قریش کے درمیان خطبہ دیا۔

یا معشر قریش انکم جیران اللہ و اہل بیتہ و اِنہ یأتیکم فی هذا الموسم زوار اللہ
يعظمون حرمة بیتہ فہم اضیاف اللہ و أحق الضیف بالکرامة ضیفہ وقد خیرکم اللہ بذلك

وَأَكْرَمَكُمْ بِهِ ثُمَّ حَفِظَ مِنْكُمْ أَفْضَلَ مَا حَفِظَ جَارٌ مِنْ جَارِهِ فَأَكْرَمُوا ضَيْفَهُ وَزَوَّارَهُ فَأِنْهُمْ
يَأْتُونَ شَعَثًا غَيْرًا مِنْ كُلِّ بَلَدٍ عَلَى ضَوَامِرٍ كَالْقِدَاحِ وَقَدْ أَعْيُوا وَتَفَلُّوا وَقَمَلُوا وَأَرْمَلُوا
فَأَقْرَبَهُمْ وَأَعْيَنَهُمْ.

اے قریش کے لوگو! تم اللہ کے ہمسائیگی میں ہو اور اس کے بیت الحرام کے ذمہ دار ہو اس موسم حج میں اللہ
کے زوار تمہارے پاس آئیں گے جو اس کے گھر کی تعظیم کرتے ہیں وہ اللہ کے مہمان ہیں اور وہ اس حیثیت سے
تکریم کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس کام کے لئے منتخب کر لیا ہے اور پسندیدہ قرار دیا ہے اور تمہیں اس کی
وجہ سے مکرم بنایا ہے۔ پھر تم سے حفاظت کا تقاضا کیا ہے وہ افضل حفاظت جو ایک پڑوسی اپنے پڑوسی کی کرتا ہے،
لہذا اس کے مہمان اور اس کی زیارت کرنے والوں کی تکریم کرو اس لیے کہ وہ تمہارے پاس بال بکھرائے ہوئے،
گرد آلود ہر شہر سے دہلی پتلی اوٹنیوں پر آئیں گے جب کہ وہ تھک چکے ہوں گے سفر کی صعوبتیں برداشت کی ہوں
گی گرد و غبار میں اٹے ہوئے اور مسکین وضعیف ہوں گے دیکھو تم ان کی مہمان نوازی کرنا اور ان کی مدد کرنا۔

نبی اکرم ﷺ سے مردی ہے کہ آپ نے وصیت میں فرمایا ہے یا علی! حضرت عبدالمطلب نے زمانہ جاہلیت
میں پانچ طریقے رائج کیے تھے اللہ تعالیٰ نے ان طریقوں کو اسلام میں بھی رائج کیا ہے۔

(۱) باپ کی بیویوں کو بیٹوں پر حرام قرار دیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آیت نازل فرمائی:

وَلَا تَنْكِحُوا مَا نَكَحَ آبَاؤُكُمْ مِنَ النِّسَاءِ (النساء ۲۲)

جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو تم ان سے نکاح نہ کرو۔

(۲) حضرت عبدالمطلب نے خزانہ پایا تو اس میں سے خمس نکالا اور صدقہ دیا۔ تو خداوند عالم نے یہ آیت نازل

فرمائی:

وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ (انفال ۴۱)

اے مسلمانو! جان لو کہ تم جو بھی مال غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ یقیناً اللہ کے لیے ہے۔

(۳) اور جب انھوں نے زمزم کھودا اور اس کا نام سقایۃ الحاج (یعنی حاجیوں کو پانی پلانا) رکھ دیا تو اللہ تعالیٰ

نے نازل فرمایا

أَجْعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ (التوبة ۱۹)

کیا تم نے حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجد الحرام کو آباد کرنا اس شخص کے اعمال کے مانند قرار دیا ہے جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان لایا ہے۔

(۴) عبدالمطلب نے قتل کی دیت میں سواونٹوں کو رائج کیا تو اللہ تعالیٰ نے بھی اسی طریقے کو جاری کر دیا۔

(۵) قریش کے پاس طواف کی تعداد متعین نہ تھی پہلی مرتبہ حضرت عبدالمطلب نے سات چکر کو رائج کیا اللہ تعالیٰ نے اسلام میں بھی سات چکر کو واجب کیا۔

اے علی! حضرت عبدالمطلب تیروں سے تقسیم نہیں کرتے تھے اور نہ ہی بٹوں کو پوجتے تھے اور نہ ہی اس جانور کا گوشت کھاتے تھے جسے بتوں پر ذبح کر کے چڑھایا جاتا تھا وہ فرمایا کرتے تھے میں ابرہیمؑ کے دین، ملت اور شریعت پر ہوں۔ (الحصال ۳۱۲/۱-۳۱۲)

امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے حضرت عبدالمطلب قیامت کے دن ایک امت کی حیثیت سے مبعوث کیے جائیں گے ان میں انبیاء کی علامات ہوں گی اور بادشاہوں کی شان و شوکت ہوگی (الکافی ۱/۴۷۷) یقیناً حضرت عبدالمطلب حجت خدا ہیں اور حضرت ابوطالب ان کے وصی ہیں۔

زمزم مرور زمانہ کے ساتھ دنیا کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا حضرت عبدالمطلب نے خواب دیکھا اور اسی بنیاد پر زمزم کو کھود کر حاجیوں کے پانی پلانے کا بندوبست کیا جو اس وقت سے آج تک جاری ہے۔

شہرستانی نے مل والنحل میں الفصل والاهواء والنحل کے حاشیہ پر ۲۲۵:۳ حضرت عبدالمطلب کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ اس امر سے واضح ہوتا ہے کہ وہ رسالت کی کیفیت اور شرف نبوت سے کتنے آشنا تھے جب اہل مکہ کو خشک سالی اور قحط کا سامنا کرنا پڑتا اور دو سال تک بارش کا ایک قطرہ تک نہیں ٹپکا تو حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹے ابوطالب کو حکم دیا کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو لے کر آئیں جب کہ وہ ابھی دودھ پیتے ہوئے بچے تھے ابوطالب ایک کپڑے میں لپیٹ کر انھیں لے آئے اور عبدالمطلب کے ہاتھوں پر رکھ دیا اور انھوں نے کعبہ کو اپنے سامنے رکھا اور حضرت محمد کو آسمان کی طرف اُچھال دیا اور فرمایا:

یا رب بحق هذا الغلام

اے رب! تجھے اس بچے کا واسطہ۔

پھر دوسری دفعہ اور پھر تیسری دفعہ اچھالا اور مسلسل فرماتے:

بحق هذا الغلام

اے اللہ! تجھے اس بچے کا واسطہ۔

اسقنا غيثاً مغيثاً دائماً طلاً

تو ہمیں سیراب کر دے ایسی بارش کے ذریعے جو جھل تھل کر دے جاری و ساری رہے اور مسلسل برستی رہے۔
ابھی کچھ دیر گزری تھی کہ آسمان بادلوں سے بھر گیا اور بادلوں نے آسمان کے چہرے کو ڈھانپ دیا اور ایسی
موسلا دھار بارش ہوئی کہ لوگوں کو خانہ کعبہ کے بارے میں خوف لاحق ہو گیا تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے قافیہ
لام والاشعر کہا جو یہ ہے:

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ ثِمَالُ الْيَتَامَى عَصْبَةُ لَلْأَرَامِلِ

(الغدير ج ۷ ص ۳۶۴)

حضرت ابوطالبؑ کے پدر عالی قدر حضرت عبدالمطلب نے قریش کو ہلاکت سے بچایا اور مجد و شرف کے بلند
وبالا قلعے تعمیر کیے وہ کرم سخاوت میں شہرت کے حامل ہوئے یہاں تک کہ انھیں مُطْعَم الطَّيْرِ کہا جاتا تھا
عبدالمطلب نے اپنے چچا مطلب کے انتقال کے بعد امر مکہ کی ذمہ داری سنبھالی اور شرف و سیادت کے مالک ہوئے
انھوں نے اپنے بیٹے ابوطالبؑ سے کہا کہ اے میرے بیٹے! تم نے انسانوں کو کھانا کھلا دیا ان جزیروں میں جاؤ اور
اونٹوں کو ابوقبیس کی پہاڑی پر ذبح کرو اور پرندوں کو کھلاؤ، حضرت ابوطالبؑ نے ایسا ہی کیا پرندے اور
درندوں نے نہایت اطمینان سے کھایا۔ اس بارے میں وہ فرماتے ہیں:

وَنُطْعَمُ حَتَّى يَأْكُلَ الطَّيْرُ فَضْلَنَا إِذَا جَعَلْتَ أَيْدِيَ الْبَفِيزِيِّينَ تَرَعْدُ

اور ہم کھاتے ہیں یہاں تک کہ پرندے بھی ہمارا بچا کچھا کھاتے ہیں ایسے مقام پر جہاں فیض پہنچانے والوں
کے ہاتھ بھی کانپتے اور لرزتے ہیں۔

حضرت عبدالمطلب کے کارہائے نمایاں میں زمزم کو دوبارہ کھود کر اُسے نمایاں کرنا ہے۔

ابرہہ کے حملہ کرتے وقت اللہ سے مدد کی درخواست کرنا اور اللہ کا اصحابِ فیل کو ابانیل کے ذریعے تباہ
کر دینا۔

جب ابرہہ بادشاہ حبشہ صاحبِ الفیل مکہ مکرمہ کی جانب آیا تاکہ وہ کعبہ کو منہدم کر دے تو قریش ڈر

کے مارے پہاڑ کی چوٹیوں پر چڑھ گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے قریش کے لوگوں سے کہا کہ ہمیں چاہیے کہ ہم مجتمع ہو کر اس لشکر کو بیت اللہ سے دور کریں۔

قریش نے کہا: ہاں! اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں۔

حضرت عبدالمطلب حرم میں ٹھہر گئے اور فرمایا: میں حرم الہی سے ہرگز جدا نہیں ہوں گا اور نہ ہی غیر خدا کی پناہ حاصل کروں گا۔

ابرہہ کے ساتھی عبدالمطلب کے اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے۔ حضرت عبدالمطلب ابرہہ کے پاس تشریف لے گئے جب آپ نے ملاقات کی اجازت طلب کی تو اس سے کہا گیا کہ عرب کا سردار، قریش کا باعظمت شخص اور تمام انسانوں میں شرافت کا پیکر تم سے ملنے آیا ہے جب حضرت عبدالمطلب اس کے پاس پہنچے تو ابرہہ نے ان کی تعظیم کی اور اس کے دل میں اُن کی جلالت کا رعب قائم ہو گیا، جب اس نے عبدالمطلب کے جمال و کمال اور ذہانت پر نظر کی تو ترجمان سے کہا: پوچھو کیوں تشریف لائے ہیں؟

عبدالمطلب نے فرمایا: میرے اونٹوں کو تیرے لوگ لے آئے ہیں انھیں واپس کر دے۔

اس نے کہا: میں نے جب آپ کو دیکھا، آپ کی تجلیل و تعظیم کی اور آپ جانتے ہیں کہ ہم آپ کی جائے عزّت و شرف یعنی کعبہ کو منہدم کرنے آئے ہیں آپ ہم سے پلٹ جانے کے لیے نہیں کہتے بلکہ اپنے اونٹوں کی بات کر رہے ہیں؟

تو عبدالمطلب گویا ہوئے:

اِنَّا رَبُّ هَذِهِ الْاِبِلِ وَهَذَا الْبَيْتِ الَّذِي زَعَمْتُمْ تَرِيدُوهُ دَمَهُ رَبِّي مَنَعَكَ مِنْهُ

میں ان اونٹوں کا مالک ہوں اور تم جس گھر کو اپنی زعم میں ڈھانے کے لیے آئے ہو اس کا مالک تم سے اس کی حفاظت کرے گا ابرہہ نے اونٹ واپس کر دے اور عبدالمطلب کی باتیں سن کر اس کا باطن لرز اٹھا جب عبدالمطلب وہاں سے واپس آئے تو آپ نے اپنی اولاد اور جوان کے ساتھ تھے انھیں جمع کیا کعبہ کے دروازے پر پہنچے اس سے چٹ گئے اور فرمایا

لَا هُمْ اِنْ تَعَفَّوْا عَنْهُمْ عِيَالُكَ الْاَفْشَحِيُّ مَا بَدَا لَكَ

اے اللہ! اگر تو معاف کر دے تو یہ تیرے عیال ہیں ورنہ جو تو چاہتا ہے تو وہ کر گزر۔

حضرت عبدالمطلب اپنی جگہ ٹھہرے رہے جب دوسرا دن ہوا تو انھوں نے اپنے فرزند عبد اللہ کو روانہ کیا تاکہ وہ کوئی خبر لے کر آئیں ان کے ساتھ قریش کی ایک جماعت مجتمع ہو گئی تاکہ اپنے امکان بھر عبدالمطلب کی قیادت میں ابرہہ سے قتال کریں تو کیا دیکھا عبد اللہ ایک گھوڑے پر سوار جو سرخی مائل بھورا ہے ایڑ لگاتے ہوئے تشریف لا رہے ہیں اور ان کے زانو کھلے ہوئے ہیں تو حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:

قد جاءكم عبد الله بشيرا ونذيرا والله ما رايت ركبتة قط قبل هذا اليوم
تمھارے پاس عبد اللہ خوش خبری دینے والے اور ڈرانے والے بن کر آئے ہیں، خدا کی قسم! میں نے آج سے پہلے ان کے گھٹنے کبھی کھلے ہوئے نہیں دیکھے۔
عبد اللہ نے آکر خبر دی کہ اللہ تعالیٰ نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا سلوک کیا۔

(تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۱ چاپ نجف)

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِأَصْحَبِ الْفِيلِ ۚ
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمھارے رب نے ہاتھی والوں سے کیا کیا۔

حضرت عبدالمطلب کی وصیت

حضرت فاطمہ بنت اسد سے روایت ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنی اولاد سے پوچھا: من یکفل هذا ان (محمد ﷺ) کی کفالت کون کرے گا؟ تو انھوں نے جواب دیا: وہ ہم سے زیادہ ذہین ہیں انھیں سے کہیے کہ وہ جسے چاہیں پسند کر لیں، تو اس وقت حضرت عبدالمطلب نے کہا: اے محمد! تمھارا دادا قیامت کی جانب سفر کے لئے تیار ہے تم اپنے چچاؤں اور پھوپھیوں میں سے کس کو چاہتے ہو کہ وہ تمھاری کفالت کرے حضرت محمد ﷺ نے ان سب کے چہروں کو دیکھا اور پھر نہایت تیزی کے ساتھ حضرت ابوطالبؑ کے قریب پہنچ گئے تو اس وقت حضرت عبدالمطلب نے فرمایا:

يَا أَبَا طَالِبٍ إِنِّي قَدْ عَرَفْتُ دِيَانَتَكَ وَأَمَانَتَكَ فَكُنْ لَهُ كَمَا كُنْتُ لَهُ.

اے ابوطالب! میں تمھاری دیانت داری اور امانت داری کو بخوبی جانتا ہوں تم محمد کے ساتھ اسی طرح برتاؤ

کرنا جیسا میں نے کیا ہے

فاطمہ بنت اسد فرماتی ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب کی وفات ہو گئی تو ابوطالبؑ نے حضرت محمد ﷺ کو اپنے ذمے لے لیا اور میں بھی ان کی خدمت کرنے لگی اور وہ مجھے ماں کہہ کر پکارا کرتے تھے۔

(البحار ۳۵/۸۳ حدیث ۲۶)

سیرت نبویہ ابن ہشام میں یہ واقعہ موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے دادا کے زیر کفالت تھے اور حضرت عبدالمطلب کے لیے کعبہ کے سائے میں قالین کا خصوصی فرش بچھایا جاتا تھا حضرت عبدالمطلب کے تمام فرزند اس قالین کے ارد گرد بیٹھتے تھے یہاں تک کہ حضرت عبدالمطلب تشریف لاتے اور وہ وسط میں تشریف رکھا کرتے تھے اور ان کی جلالت کے پیش نظر ان کے فرزندوں میں سے کوئی بھی اس قالین پر نہیں بیٹھتا تھا ابن اسحاق نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب تشریف لاتے اس وقت وہ کمسن بچے تھے وہ بھی آکر اس قالین پر بیٹھ جاتے تھے ان کے چچا انھیں وہاں سے اٹھا کر دور لے جانے کی کوشش کرتے تھے حضرت عبدالمطلب نے جب اپنے بیٹوں کو یہ کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا:

دعوا ابني، فوالله إن له لشأناً ثم يجلسه معه على الفراش ويمسح ظهره ببسرة ويسره ما يراه يصنع.

میرے بیٹے کو چھوڑ دو؛ خدا کی قسم! یہ ایک خاص شان کا مالک ہے پھر وہ انھیں اپنے ساتھ قالین پر بٹھاتے اور ان کی پشت کو اپنے ہاتھوں سے مس کرتے تھے اور اس عمل سے انھیں یک گونہ مسرت ہوتی تھی۔

(السيرة النبوة لابن هشام ص ۱۱۴ مکتبہ الموارد ۲۰۰۳ء)

اور بحار میں ہے حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: اے ابوطالب! میں اپنے بعد تمہیں ایک وصیت کرنا چاہتا

ہوں۔

ابوطالبؑ نے کہا: وہ کون سی وصیت ہے

عبدالمطلب نے فرمایا: اے میرے بیٹے! میں اپنے بعد تمہیں اپنے نور نظر محمد ﷺ کے بارے میں وصیت کرنا چاہتا ہوں تم جانتے ہو کہ میرے نزدیک ان کا کیا مقام ہے اور کیسی منزلت ہے لہذا تم ان کی بے حد تکریم کرنا اور جب تک دنیا میں رہو وہ تمہارے پاس دن رات رہیں اور پھر اس کے بعد اللہ اپنے حبیب کا نگران ہوگا۔

پھر اپنی اولاد سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم محمدؐ کی تکریم و تحلیل کرو اور ان کا اعزاز و اکرام ملحوظ خاطر رکھو تم عن قریب ان سے ایک امر مشاہدہ کرو گے جو بلند و بالا ہوگا اور آخر میں تم وہ امر دیکھو گے جب وہ پہنچ جائے گا میں جس کا تذکرہ کر رہا ہوں۔

ان سب نے کہا: اے والد گرامی! ہم نے سن لیا اور ہم سب ان کی اطاعت کریں گے ہم ان پر اپنی جانیں اور اپنے اموال نچھاور کر دیں گے بلکہ ہم اُن کے لیے فدیہ بن جائیں گے۔

پھر حضرت عبدالمطلب اپنی قوم کے لوگوں سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: اے میری قوم والو! کیا تم پر میرا کوئی حق واجب نہیں ہے؟

ان سب نے مل کر کہا بے شک! آپ کا حق ہر صغیر اور کبیر پر واجب ہے آپ بہترین قائد اور بہترین سائق (رہنما) بن کر ہمارے درمیان رہے ہیں اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے اور آپ پر موت کی سکرات کو آسان بنائے اور آپ کے تمام گناہوں کی مغفرت فرمائے۔

تو حضرت عبدالمطلب نے فرمایا: میں تم سب کو اپنے بیٹے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں وصیت کرنا چاہتا ہوں تم اپنے درمیان انھیں کرامت و عزت کے مقام پر فائز رکھنا اور ان سے نیکی سے پیش آنا اور ان پر ظلم نہ ڈھانا اور نہ ہی ناپسندہ طریقے سے ان کا سامنا کرنا۔

سب نے بیک آواز کہا: ہم نے آپ کی بات سن لی ہم اس سلسلے میں آپ کی اطاعت کریں گے۔

(بحار الانوار ۱۵۲/۱۵۳-۱۵۳)

اعیان الشیعہ میں ہے کہ جب حضرت عبدالمطلب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے اپنے بیٹے ابوطالبؑ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کی وصیت کی اور یہ کہا کہ انھیں اپنے حصار میں لیے رکھنا اور ان کی کفالت کرنا ابوطالبؑ اپنے بھائیوں کے مقابلے میں نہ تو عمر میں سب سے بڑے تھے اور نہ ہی ان کے پاس دولت کی فراوانی تھی۔

حارث ان سے بڑے تھے اور عباس صاحب ثروت تھے لیکن حضرت عبدالمطلب نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت کے لیے حضرت ابوطالبؑ کو منتخب فرمایا، اس لئے انھوں نے حضرت ابوطالبؑ کے چہرے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رعایت و حفاظت کے آثار کو دیکھ لیا تھا اور دوسری وجہ یہ تھی ابوطالبؑ باوجود فقر کے اپنے بھائیوں میں

سب سے زیادہ شریف، دانا اور قریش کے نزدیک مکرم و محترم اور قدر منزلت میں سب سے بہتر تھے۔

(اعیان الشیعہ ۹/۲)

مسعودی نے اثبات الوصیہ میں لکھا ہے کہ جب عبدالمطلب اس بیماری میں مبتلا ہوئے جس میں ان کا انتقال ہو گیا تو انھوں نے حضرت محمد ﷺ کو حضرت ابوطالبؑ کی آغوش میں رکھ دیا اور اس بارے میں فرمایا: اے میرے بیٹے یہ محمدؐ تم پر اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے اور میری جانب سے تمھارے لئے ایک ہدیہ ہے تمھارے بارے میں مجھے الہام کیا گیا ہے اور یہ محمدؐ ماں باپ دونوں کی طرف سے دوسرے بھائیوں کے مقابلے میں تمھارا حقیقی بھتیجا ہے۔ اس کے بعد حضرت عبدالمطلب نے انھیں اپنے علم کے راز ہائے سرستہ اور دلائل و براہین سے مطلع فرمایا اور انبیاء و مرسلین کے بارے میں انھیں جو بشارت دی گئی تھی اس سے باخبر کیا اور ان باتوں سے بھی آگاہ کر دیا جو علمائے یہود اور راہب عبادت گزاروں نے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں عبدالمطلب سے کہی تھیں عرب کے باشندوں کے نبی اکرم ﷺ کے استقبال اور عجم کے کاہنوں کی باتوں سے بھی ابوطالبؑ کو مطلع کر دیا۔

(اثبات الوصیہ ۱۱۲-۱۱۳)

عبدالمطلب کی وفات

عبدالمطلب کی وفات مکہ مکرمہ میں ہوئی جب ان کی عمر ۸۰ سال تھی اور کہا گیا کہ ان کی وفات ۹ عام الفیل میں ہوئی اور اس وقت نبی اکرم ﷺ آٹھ سال کے تھے اور حضرت عبدالمطلب نے رسول اکرم کے چچا ابوطالبؑ کو یہ وصیت کی تھی کہ وہ رسول اکرم ﷺ کا خاص خیال رکھیں اس کا سبب یہ تھا کہ ابوطالبؑ اور عبد اللہ ایک ماں اور باپ کی اولاد تھے اور زبیر کی والدہ بھی وہی تھی لیکن رسول کی کفالت حضرت ابوطالبؑ نے کیوں کی اس بارے میں تین قول ہیں:

(۱) حضرت عبدالمطلب نے حضرت ابوطالبؑ کو وصیت کی تھی۔

(۲) دوسرے یہ کہ قرعہ اندازی کی گئی جس میں ابوطالبؑ کا نام نکلا تھا۔

(۳) خود رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوطالبؑ کو اس مقصد کے لیے چنا تھا

نبی اکرم ﷺ کا بچپن اور ابوطالبؑ کا ان کے وسیلے سے طلب باران

ابن عساکر نے تخریج کی ہے حلیمہ بن عرفہ سے وہ کہتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں آیا تو یہ دیکھا کہ مکہ والوں کو قحط سالی کا سامنا ہے۔ قریش ابوطالبؑ کے پاس آئے اور ان سے کہا: اے ابوطالبؑ! وادی کو قحط نے آگھیرا ہے اور بچے خشک سالی کا شکار ہیں آؤ تاکہ ہم طلب باران کریں تو ابوطالبؑ نکلے اور ان کے ساتھ ایک لڑکا تھا گویا وہ تاریکی میں شمس عالم تاب ہو اور اس سے برسنے والے بادل ظاہر ہو گئے ہوں اور اس کے گرد بہت سے نوخیز جوان تھے ابوطالبؑ نے اس لڑکے کو تھاما اور اس کی پشت کو کعبہ سے لگا دیا ابوطالبؑ نے اپنی انگلی سے لڑکے کے ذریعے پناہ طلب کی اور آسمان پر بادلوں کا نام و نشان تک نہ تھا یہاں اور وہاں سے بادل جمع ہونے لگے اور موسلا دھار بارش ہوئی اور وادی میں ہر سمت پانی بہنے لگا اور ہر طرف ہریالی ہو گئی اور اسی بارے میں حضرت ابوطالبؑ نے یہ شعر کہا:

وَ أَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهِ
ثَمَالُ الْيَتَامَى عَصْبَةً لِلْأَزَامِلِ

وہ گورے مکھڑے والا جس کی وساطت سے طلب باران کی جاتی ہے وہ یتیموں کا رکھوالا اور بیواؤں کی پناہ گاہ ہے (تاریخ الخمیس ۱/ ۲۸۷)

الغدير ج ۷ ص ۳۶۲ اور ردو شعر اس کے ذیل میں موجود ہیں:

يلوذ به الهلاك من ال هاشم
فهم عنده في نعمة و فواضل
و ميزان عدل لا يخيس شعيرة
و زان صدق وزنه غير هائل

شرح بخاری قسطلانی ۲/ ۲۲۷، المواهب اللدنیہ ۱/ ۴۸، الخصائص الکبریٰ ۱/ ۸۶، ۲۶۷ السیرة

الخلیة ۱/ ۱۲۵ السیرة النبویہ لزیینی و حلاں

صاحبان سیرت روایت کرتے ہیں کہ ایک دن بنی اکرم ﷺ کعبہ کی جانب روانہ ہوئے اور وہاں نماز پڑھنے کا ارادہ کیا جب انھوں نے نماز شروع کر دی تو ابو جہل (لعنہ اللہ) نے کہا کہ کون ہے جو اس شخص کے

پاس جائے اور اس کی نماز کو باطل اور فاسد کر دے؟ ابن الزبیری اٹھا اس نے گوبر اور خون لیا اور اس سے نبی اکرم ﷺ کے چہرہ اقدس کو آلودہ کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے اپنی نماز تمام کی اور اپنے چچا حضرت ابوطالبؑ کے پاس تشریف لے گئے اور اُن سے کہا چچا آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا ہے؟

ابوطالبؑ نے پوچھا: اے بیٹے! یہ کس نے کیا ہے؟

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: عبد اللہ بن الزبیری نے حضرت ابوطالبؑ اُٹھے اور اپنی تلوار حمال کی اور اُن کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ لوگوں کے پاس پہنچ گئے جب لوگوں نے ابوطالبؑ کو آتے دیکھا تو وہ وہاں سے کھسکنے لگے تو ابوطالبؑ نے کہا: خدا کی قسم! اگر کوئی اپنی جگہ سے اُٹھا تو میں اپنی تلوار سے اس کا کام تمام کر دوں گا یہ سن کر سب سہم گئے۔ حضرت ابوطالبؑ آنحضرت ﷺ کے قریب آئے اور اُن سے دریافت کیا؟ اے میرے بیٹے! کس نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: عبد اللہ بن الزبیری نے۔

آپ نے گوبر اور خون لے کر اُن سب کے چہروں ڈاڑھیوں اور کپڑوں پر مل دیا اور انھیں ناسزا کہا۔

(ایمان ابوطالبؑ ۲۲۱ تفسیر قرطبی ۴۰۵/۶-۴۰۲ الغدیر ج ۷ ص ۳۵۸-۳۰۹)

یہ سمجھ لو کہ حق والوں کا یہ اجماع ہے کہ حضرت ابوطالبؑ اور عبد اللہ بن عبد المطلب اور آمنہ بنت وہب سب کے سب مومن تھے اور ان صاحبان حق کا اجماع حجت ہے (روضۃ الواعظین ج ۱ ص ۱۳۹-۱۳۸) اور یہ بھی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کو رسول ﷺ سے جو محبت تھی اور انھوں نے آنحضرت ﷺ کی جو نصرت کی تھی اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو جاہل اور غبی ہو جسے سیرت کا علم نہ ہو نبی اکرم ﷺ سے مروی ہے کہ آپ نے دعائے استسقاء کے بعد فرمایا:

لِلّٰهِ دَرْءُ أَبِي طَالِبٍ لَوْ كَانَ حَيًّا لَقَرَّتْ عَيْنَا،

ابوطالبؑ کی خوبی کو اللہ جانتا ہے اگر وہ زندہ ہوتے تو ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔ تم میں سے کسے ان کا شعر

یاد ہے:

وَأَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْعِمَامُ بِوَجْهِهِ
يَمْتَلُ الْيَتَامَى عِصْمَةً لِلْأَرَامِلِ

حضرت ابوطالبؑ اور بحیرا راہب

یونس بن کبیر محمد بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ ابوطالبؑ وہ ہیں جنھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے بعد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذمہ داری قبول کی وہ ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے اور ان کے ذمہ دار رہے۔

پھر حضرت ابوطالبؑ تجارت کی غرض سے ایک قافلے کے ساتھ شام کی جانب روانہ ہوئے جب کوچ کی تیاری ہو گئی اور سامان سفر اونٹوں پر لادنا چکا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالبؑ سے چمٹ گئے اور نائقے کی مہار تھام لی اور کہا: چچا جان آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں میرے نہ باپ ہیں اور نہ میری ماں زندہ ہیں ابوطالبؑ کو ان پر ترس آیا اور انھوں نے فرمایا: خدا کی قسم! آپ ضرور میرے ساتھ سفر پر جائیں گے اور نہ میں آپ سے جدا ہوں گا اور نہ ہی آپ مجھ سے جدا ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوطالبؑ کے ساتھ سفر پر روانہ ہوئے جب قافلہ سرزمین شام میں بصری کے مقام پر ٹھہرا تو وہاں پر ایک راہب تھا جس کا نام بحیرا تھا وہ اپنے گرجا گھر میں تھا اور وہ عیسائیوں کا بہت بڑا عالم تھا اور وہ شروع سے اسی عبادت خانے میں تھا اور اس کے پاس ایک کتاب تھی اس کے خیال میں اس کا علم وراثت کے طور پر منتقل ہوتا رہا تھا اکثر قافلے اس گرجا گھر کے پاس ٹھہرا کرتے تھے اور بحیرا نے ان سے گفتگو کرتا نہ ہی ان کے بارے میں دریافت کرتا تھا مگر جب اس سال قافلہ وہاں سے گذرا تو اس نے قافلے والوں کی دعوت کا خاص اہتمام کیا اور اس کا سبب یہ تھا جیسا کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ اس نے اپنے گرجا گھر سے کسی شے کا مشاہدہ کیا تھا جو اس قافلے میں اسے نظر آئی تھی جب وہ آئے تھے تو اس نے دیکھا کہ ایک بادل کا ٹکڑا ان پر سایہ لگن ہے پھر وہ آگے بڑھے اور اس کے قریب ہی ایک درخت کے سایہ تلے اتر پڑے اور درختوں کی ٹہنیاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جھک گئیں جب بحیرا نے یہ منظر دیکھا تو وہ اپنے گرجا گھر سے اتر آیا اور اس نے دعوت کا اہتمام کیا پھر قافلے والوں کی طرف اپنا پیغام بھیجا کہ اے قریش کے لوگو! میں نے تمھارے لیے دعوت کا اہتمام کیا ہے اور میری خواہش ہے کہ تم میں سے ہر چھوٹا اور بڑا اور غلام اس دعوت میں شریک ہو۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا: اے بحیرا! آج کیا خاص بات ہے، تم نے اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں کیا ہم کتنی بار یہاں سے گزرے لیکن آج کی شان ہی نرالی ہے۔

بحیرا نے کہا: تم نے سچ کہا؛ تمہارے ساتھ ایک مہمان ہے میں نے چاہا میں اس کی تعظیم کروں جن میں سے ہر چھوٹا اور بڑا آکر کھانا کھائے۔

سب دعوت میں شریک ہوئے اور انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو ان کی کم سنی کی وجہ سے درخت کے نیچے قوم کے مال و اسباب کے پاس چھوڑ دیا تھا جب بحیرا نے قریش کے لوگوں کو دیکھا تو ان میں وہ خوبی نہ تھی اس نے جس کا پہلے مشاہدہ کیا تھا بحیرا نے کہا: اے قریش والو! اس دعوت میں سب شریک ہوں میں کوئی چھوٹے نہ پائے۔ انھوں نے جواب دیا اے بحیرا! ہم میں کوئی بھی پیچھے نہیں رہا سوائے ایک لڑکے کے جو کم سنی کی وجہ سے شریک نہیں ہوا وہ ان کے اسباب کے ساتھ ہے۔

بحیرا نے کہا: تم ایسا نہ کرو اسے بھی لے آؤ تاکہ وہ تمہارے ساتھ شریک ہو جائے۔

قریش کے ایک فرد کہا: لات وعزیٰ کی قسم! وہ تمہارے لیے باعث ملامت ہوگا ہمارے درمیان میں سے صرف عبد اللہ بن عبد المطلب کا فرزند کھانا کھانے کے لیے نہیں آیا، پھر ابوطالبؑ اٹھے انھیں اپنی گود میں لیا پھر انھیں لا کر قوم کے دیگر افراد کے ساتھ بٹھا دیا۔ بحیرا نے انھیں غور سے گھور گھور کر دیکھنا شروع کر دیا اور اس نے جسم پر نشانات تلاش کرنا شروع کر دیے جسے اس نے اپنی کتابوں میں دیکھا تھا بحیرا نے کہا: اے لڑکے! میں تمہیں لات وعزیٰ کی قسم کا واسطہ دے کر سوال کرتا ہوں کہ میں جو تم سے پوچھوں اس کا جواب دینا۔ (بحیرا نے یہ قسم اس لیے دی کہ) اس نے قریش کے افراد کو لات وعزیٰ کی قسمیں کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے بحیرا سے کہا: تم مجھ سے لات وعزیٰ کے واسطے سے سوال مت کرو، خدا کی قسم! مجھے اس سے زیادہ ناپسندیدہ کوئی اور چیز نہیں ہے۔

تو بحیرا نے کہا: میں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں تم میرے سوالوں کا جواب دو۔

حضرت محمد ﷺ نے کہا: تمہیں جو پوچھنا ہے وہ مجھ سے پوچھ لو۔

پھر اس نے آنحضرت ﷺ کے احوال کے بارے میں دریافت کرنا شروع کیا ان کی نیند کے بارے میں ان کی ہیبت کے بارے میں ان کے مشاغل کے بارے میں، رسول اللہ ﷺ نے بحیرا کو بتانا شروع کیا، بحیرا نے ان کے بارے میں جو پڑھا تھا یہ تمام باتیں اس سے ملتی جلتی تھی پھر اس نے ان کی پشت دیکھی تو اُسے دونوں کندھوں کے درمیان ختم نبوت کا نشان نظر آیا جو بحیرا کی پڑھی ہوئی باتوں سے ملتا جلتا تھا پس جب وہ یہ معلومات

کر چکا تو وہ ان کے چچا ابوطالبؑ سے مخاطب ہوا اور ان سے پوچھا: یہ بچہ آپ کا کیا لگتا ہے؟
ابوطالبؑ نے کہا: یہ میرا بیٹا ہے۔

بحیرانے کہا: یہ آپ کا بیٹا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ اس کا باپ میرے نزدیک زندہ نہیں ہو سکتا ہے۔

ابوطالبؑ نے کہا: یہ میرے بھائی کا بیٹا ہے۔

بحیرانے پوچھا: اس کے باپ کے ساتھ کیا ہوا؟

ابوطالبؑ نے کہا: جب یہ شکم مادر میں تھا تو اس کا باپ انتقال کر گیا تھا۔

بحیرانے کہا: تم نے سچ کہا، تم اپنے بھتیجے کو لے کر اپنے شہر چلے جاؤ اور یہودیوں سے اس کے بارے میں ڈرو
خدا کے قسم! اگر ان میں سے کسی نے محمد (ﷺ) کو دیکھ لیا اور اسے ان باتوں کا پتا چل گیا جو میرے علم میں ہیں تو
پھر وہ ان سے ناروا سلوک کریں گے تمہارے بھتیجے کی ایک خاص شان ہے لہذا انہیں جلدی وطن واپس لے جاؤ۔

لہذا ان کے چچا ابوطالبؑ تجارت سے فارغ ہو کر فوراً انہیں لے کر مکہ واپس آ گئے اور خیال ہے کہ جیسا لوگ
بیان کرتے ہیں کہ زبیر (زریر) تمام اور دریس جن کا تعلق اہل کتاب سے تھا انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے اس
سفر کے دوران جس میں وہ اپنے چچا کے ساتھ تھے کچھ چیزوں کا مشاہدہ کیا تھا انہوں نے نبی اکرم ﷺ کو ستانے
کا ارادہ کیا تھا بحیرانے انہیں اس کام سے باز رکھا اور انہیں اللہ عزوجل کی یاد دلائی اور انہیں بتایا کہ کتاب
(توریت اور انجیل) میں ان کی کون سی صفتیں بیان ہوئی ہیں اور یہ کہ اللہ ان کا محافظ ہے اس لیے وہ سب مل کر بھی
ان کا بال بیکا نہیں کر سکتے ان یہودیوں نے ان کی بات مان لی آنحضرت ﷺ کا پیچھا چھوڑ دیا اور حضرت
ابوطالبؑ نے اشعار میں اس کا ذکر کیا ہے:

إِنَّ ابْنَ أَمِنَةَ النَّبِيِّ مُحَمَّدًا عِنْدِي يَفُوقُ مَنَازِلَ الْأَوْلَادِ

ابن اسحاق نے ۱۲ اشعار لکھے ہیں

اور اس کے بعد ۱۸ اشعار میں اس واقعہ کا ذکر ہے۔

المد ترنی من بعدہم ہمتہ بِفَرْقَةِ خَيْرِ الْوَالِدِينَ كَرَامِ

اور آخر میں ۱۳ اشعار مزید لکھے ہیں آغاز اس شعر سے ہوتا ہے:

بکی ظرباً لما رانی محمد کان لایرانی راجعاً لمعاد

(سیرۃ ابن اسحاق محمد بن اسحاق ۸۵-۱۵۱ھ ص ۷۳-۷۸)

حضرت کے سترہویں سال کی عمر میں زبیر بن عبدالمطلب اور بقولے عباس بن عبدالمطلب آپ کو حضرت ابوطالب سے اجازت لے کر اور حفاظت کا وعدہ کر کے بغرض برکت و نفع کثیر تجارت اپنے ہمراہ ملک یمن کو لے گئے تھے راستہ میں اہل قافلہ نے بہت خوارق عادات اور امور عجیبہ حضرت کے مشاہدہ کیے اور تجارت میں نفع کثیر حاصل ہوا (مرقع اسلام فی احوال سید الانام۔ سید انصار حسین نقوی)

جامع ترمذی میں ابو عیسیٰ ترمذی (۲۰۹-۲۷۹) حدیث ۳۲۶۹ میں فرماتے ہیں:

ابو موسیٰ اشعری اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ حضرت ابوطالب شام کی طرف روانہ ہوئے اور اشیاخ قریش میں ان کے ساتھ نبی اکرم ﷺ بھی روانہ ہوئے جب وہ راہب کے پاس پہنچے وہاں اتر پڑے اور انھوں نے اپنے کجاوے اتار لئے۔ راہب ان کے پاس آیا اس سے پہلے جب وہ آیا کرتے تھے تو راہب ان کے پاس نہیں آتا تھا اور نہ ہی ان کی طرف توجہ مبذول کرتا تھا ابھی وہ کجاوے اتار رہے تھے کہ راہب ان کے پاس آیا اور اس نے رسول ﷺ کا ہاتھ تھام کر کہا:

هذا سيد العالمين هذا رسول رب العالمين يبعثه الله رحمة للعالمين

یہ عالمین کا سردار ہے، یہ رب العالمین کا پیغامبر ہے، اللہ نے انھیں عالمین کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے

اشیاخ قریش نے اس کہا: تم نے یہ کیسے جانا؟

اس نے جواب دیا: جب تم اس گھاٹی سے آگے بڑھے تو ہر درخت اور پتھر سجدے میں گر گیا اور یہ سجدہ نہیں کرتے مگر اس کے لئے جو نبی ہو اور میں جانتا ہوں کہ یہ نبوت کے خاتم ہیں ان کے کندھوں کے نیچے نرم ہڈی سیب کی طرح ہے۔

پھر وہ واپس گیا اور اس نے لوگوں کے لئے کھانا تیار کروایا جب وہ لوگ بحیرا کے پاس آئے تو اس وقت نبی اکرم ﷺ اونٹوں کی نگہبانی کر رہے تھے بحیرا نے کہا: انھیں بلواؤ، جب نبی اکرم ﷺ تشریف لائے تو کیا دیکھا تو ان کے سر پر بادل ہے جو سایہ فگن ہے، جب بحیرا قوم کے پاس آیا تو کیا دیکھا کہ وہ سب اس سے پہلے درخت کے سائے تلے پہنچ گئے ہیں جب حضور درخت کے نیچے تھے تو درخت کا سایہ ان کی جانب جھک گیا تھا بحیرا

نے کہا: دیکھو! درخت کا سایہ ان کی طرف جھکا ہوا ہے۔

راوی نے کہا کہ وہ ان کے درمیان موجود تھا اور انھیں اللہ کی قسم دے کر یہ کہہ رہا تھا کہ وہ حضرت محمد ﷺ کو لے کر روم نہ جائیں اس لئے کہ اگر رومیوں نے انھیں دیکھ لیا اور ان کی خوبیوں کو جان لیا تو وہ ان کو قتل کر دیں گے۔

جب وہ متوجہ ہوا تو کیا دیکھا سات افراد روم کی جانب سے چلے آ رہے ہیں راہب نے ان کا استقبال کیا اور ان سے دریافت کیا کہ تم اس طرف کیوں آتے ہو؟

انھوں نے جواب دیا: اس مہینے میں نبی باہر نکلنے والا ہے ہر راستے پر آدمیوں کو روانہ کر دیا ہے اور ہمیں ان کے بارے میں مطلع کر دیا گیا ہے اور ہمیں تمہاری طرف بھیجا گیا ہے۔

راہب نے پوچھا: کیا تمہارے پیچھے کوئی ایسا شخص ہے جو تم سے بہتر ہو؟

انھوں نے جواب دیا: اس راستے میں ہمیں منتخب کیا گیا ہے۔

راہب نے کہا: کیا تم سمجھتے ہو کہ اگر اللہ کسی امر کو پورا کرنے کا ارادہ کر لے تو کیا انسانوں میں سے کوئی اسے رد کر سکتا ہے۔

انھوں نے جواب دیا: نہیں۔

فرمایا: ان لوگوں نے راہب کی بیعت کر لی اور اس کے ساتھ ٹھہرے رہے راہب نے کہا کہ میں تمہیں اللہ کا واسطہ دیتا ہوں تم میں کون ان کا ولی ہے قریش نے جواب دیا ابوطالبؑ۔ وہ مسلسل انھیں قسمیں دیتا رہا یہاں تک کہ ابوطالب انھیں واپس لے گئے۔ راہب نے ابوطالب کو کیک اور زیت (زیتون کا تیل) بطور زادِ راہ دیا۔ ابو عیسیٰ نے کہا:

هذا حديث حسن غريب لا نعرفه الا من هذا الوجه

یہ حدیث حسن اور غریب ہے ہم اس حدیث کو اسی سلسلے سے جانتے ہیں

سید علی خان نے اپنی کتاب الدرجات الرّفعہ ص ۴۸ پر بیان کیا ہے۔

یہ جان لو کہ ہمارے نزدیک حضرت ابوطالبؑ کے مسلمان ہونے کے بارے میں کوئی اختلاف نہیں ابن

الاخیر نے جامع الاصول میں نقل کیا ہے کہ اجماع اہل بیت علیہم السلام ہے کہ حضرت ابوطالبؑ مومن تھے اور ان کا اجماع

حجت ہے اور اس کے بارے میں زیدیہ کی اکثریت اور بعض شیوخ معتزلہ جن میں ابو قاسم بلخی اور ابو جعفر اسکانی ہیں وہ ہمارے نظریے سے موافقت کرتے ہیں۔

السید علی خان شیرازی رحمۃ اللہ علیہ درجات رفیعہ میں فرماتے ہیں کہ زیدیہ اس بات کے قائل ہیں کہ تمام مسلمانوں پر حضرت ابوطالبؑ کا حق واجب ہے اس لیے کہ انھوں نے نبی اسلام کی نصرت کی اور لوگوں کو کفر و شرک کے چنگل سے بچایا اگر ابوطالبؑ نہ ہوتے تو سب کچھ نسیاً منسیاً ہو جاتا ابوطالبؑ وہ ہیں جنھوں نے دین کی بنیادوں کو مستحکم کیا اور ان بنیادوں پر اسلام کی عمارت قائم کی اپنی حمایت اور نصرت کے سبب جس طرح وہ دعوائے پیغمبر اکرم کے پہلے مصدق (تصدیق کرنے والے) تھے۔

ان کے بعض علماء نے کہا ہے:

حماہ ابونا ابو طالبؑ	ہمارے والد ابوطالبؑ نے آنحضرت کی حمایت کی
واسلم والناس لم تسلم	وہ اس وقت اسلام لائے جب کوئی مسلمان نہ تھا
وقد کان یکتہ ایمانہ	ابوطالبؑ تو اپنے ایمان کو مخفی رکھے ہوئے تھے۔
واما الولاء فلم یکتہ	جہاں تک محبت و دوستی کا تعلق ہے اسے چھپایا نہیں جاسکتا

ہے۔

حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزرے جب وہ مسجد الحرام میں نماز ظہر ادا فرما رہے تھے اور علیؑ ان کے دائیں طرف نماز پڑھ رہے تھے تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے اپنے فرزند جعفر سے کہا تم بھی اپنے چچا زاد بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ اور نماز ادا کرو تو جعفر آگے بڑھے اور علیؑ نے پیچھے ہٹ کر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز ادا کی اور اس واقعے سے متعلق حضرت ابوطالبؑ فرماتے ہیں:

إِنَّ عَلِيًّا وَ جَعْفَرًا ثِقَتِي	عِنْدَ مُلِمِّ الزَّمَانِ وَ النُّبُ
اجعلهما عرضة العدا اذا	اترك ميثا انتمى الى حسي
لا تخذلا و انصرا ابن عمكما	أخي لأخي من بينهم و أبي

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے کہ جب نماز کا وقت ہوتا تھا تو رسول اللہ ﷺ مکہ کی گھاٹیوں میں نکل جاتے تھے اور ان کے ساتھ حضرت علیؑ بھی اپنے والد ابوطالب اور دیگر چچاؤں سے چھپ کر جایا کرتے تھے اور وہ دونوں وہاں نماز ادا کرتے تھے جب شام ہوتی تو واپس آ جاتے تھے وہ اسی طرح جب تک چاہتے وہاں ٹھہرے رہتے ایک دن حضرت ابوطالبؑ نے انھیں اس وقت جالیا جب وہ نماز پڑھنے میں مصروف تھے تو انھوں نے حضرت محمد ﷺ سے پوچھا اے میرے بھتیجے یہ کون سا دین ہے آپ جس پر عمل پیرا ہیں آنحضرتؐ نے جواب دیا بچا جان یہ اللہ کا دین ہے اور اس کے فرشتوں کا دین ہے اور ہمارے والد ابراہیم کا دین ہے

یہ بیان کیا گیا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے علیؑ سے پوچھا اے میرے بیٹے یہ کون سا دین ہے جسے تم نے اختیار کیا ہوا ہے حضرت علیؑ نے جواب دیا پدر عالی قدر میں ایمان لایا ہوں اللہ پر اور اس کے رسول اللہ ﷺ پر اور جو کچھ رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں میں نے اس کی تصدیق کی ہے۔ میں نے ان کے ساتھ اللہ کے لیے نماز پڑھی ہے اور ان کا اتباع کیا ہے لوگوں نے یہ سمجھا انھوں نے حضرت علیؑ سے فرمایا تم پر لازم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا اتباع کرو اور ان کے ساتھ رہو یہ تم کو خیر کے علاوہ کسی اور چیز کی دعوت نہیں دیں گے۔ اور حضرت علیؑ سے دوسرے الفاظ میں یہ آیا ہے کہ جب انھوں نے اسلام کا اظہار کیا تو حضرت ابوطالبؑ نے ان سے کہا: الزم ابن حمّك۔ اے علیؑ اپنے چچا زاد بھائی کا ساتھ نہ چھوڑنا۔

سیرت ابن ہشام۔ ج ۱، ص ۲۶۵ تاریخ طبری ۲ / ۲۱۴

تفسیر ثعلبی، عیون الاثر ۱: ۹۴ الاصابہ ۴: ۱۱۶ اسنی المطالب ص ۱۰ اور شرح ابن الحدید ۳: ۳۱۴ میں ہے حضرت علیؑ سے مروی ہے فرمایا کہ میرے والد نے کہا: اے میرے بیٹے! الزم ابن عمك فانك تسلم به من كل باس عاجلٍ و آجلٍ تم اپنے چچا کے بیٹے کا ساتھ نہ چھوڑنا اس لیے کہ وہ تم کو دنیا اور آخرت دونوں میں ہر مصیبت اور تکلیف سے محفوظ رکھیں گے۔

پھر اس کے بعد فرمایا:

إِنَّ الْوَثِيقَةَ فِي لُزُومِ مُحَمَّدٍ
فَأَشْدُدْ بِصُحْبَتِهِ عَلَيَّ يَدَيْكَ
فرمایا: اس مفہوم سے مناسبت رکھتے ہوئے حضرت ابوطالبؑ نے یہ شعر کہے:

ان علیا و جعفر ثقی
عند ملّم الزمان والنوب
لا تخلّلا و انصرا ابن عمکما
اخی لاهی من بینہم وابی
و اللہ لا اخذل النبی و لا
یخذلہ من بنی ذوحسب

یہ تینوں اشعار دیوان ابوطالبؑ میں موجود ہیں۔

اور ان کا ذکر عسکری نے اپنی کتاب الاوائل میں کیا ہے انھوں نے کہا کہ حضرت ابوطالبؑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے جعفر بھی تھے حضرت ابوطالبؑ نے دیکھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت علیؑ ان کے ساتھ ہیں تو حضرت ابوطالبؑ نے جعفر سے کہا اے بیٹے تم بھی اپنے فرزند عم کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز ادا کرو تو جعفر حضرت علیؑ کے برابر کھڑے ہو گئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ محسوس ہوا تو آپ دونوں سے آگے بڑھ گئے اور اس طرح انھوں نے اپنا عمل مکمل کر دیا ابوطالبؑ یہ دیکھ کر نہایت مسرور و شاداں واپس آئے اور یہ اشعار کہے:

ان علیا و جعفر ثقی
عند ملّم الزمان والنوب
اور انھوں نے یہ شعر بھی نقل کیا

نحن وهذا النبی ننصرہ
نضرب عند الاعداء کا لشہب

(د) ابوبکر شیرازی نے اپنی تفسیر میں تخریج کی ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی کا نزول ہوا تو آپ مسجد الحرام تشریف لائے اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے حضرت علیؑ کا وہاں سے گزر ہوا اُن کی عمر اس وقت نو سال تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں پکارا؛

یا علی! اقبل الیّ

اے علی میرے پاس آؤ۔

علیؑ ان کی جانب لبیک کہتے ہوئے بڑھے۔

آنحضرت نے فرمایا: میں خاص طور پر تمھارے لیے اور بالعموم تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تم میری داہنی طرف کھڑے ہو جاؤ اور میرے ساتھ نماز پڑھو تو حضرت علیؑ نے کہا: آپ مجھے مہلت دیں

کہ میں اپنے والد سے اجازت لے لوں۔

آنحضرت نے فرمایا: جاؤ وہ تمہیں اجازت دے دیں گے۔

حضرت علی ابوطالبؑ کی خدمت میں اجازت لینے کے لیے تشریف لائے تاکہ وہ نبی اکرم ﷺ کا اتباع کریں۔ حضرت ابوطالبؑ نے ان سے کہا: اے میرے بیٹے! تم جانتے ہو کہ محمد ہمیشہ سے امین اللہ ہیں تم ان کے پاس جاؤ اور ان کا اتباع کرو تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے اور فلاح پاؤ گے۔

جب علیؑ مسجد الحرام میں آئے تو نبی اکرم ﷺ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو وہ ان کا اتباع کرتے ہوئے داہنی طرف کھڑے ہو گئے حضرت ابوطالبؑ کا وہاں سے گزر ہوا جب کہ وہ دونوں نماز پڑھنے میں مشغول تھے جب انھوں نے نماز تمام کر لی تو حضرت ابوطالبؑ نے آنحضرت ﷺ سے دریافت کیا: اے محمد! تم کیا کر رہے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا کہ میں زمینوں اور آسمانوں کے خدا کی عبادت کر رہا تھا اور میرے ساتھ میرے بھائی علیؑ بھی اسی کی عبادت کر رہے تھے میں جس کی عبادت میں مصروف تھا میں آپ کو بھی اس واحد اور قہار کی عبادت کی دعوت دیتا ہوں حضرت ابوطالبؑ یہ سن کر اتنا مسرور ہوئے کہ آپ کے دندان مبارک دکھائی دینے لگے انھوں نے اسی وقت یہ اشعار کہے:

(۵)

و الله لن يصلوا اليك بجمعهم حتى اوسد في التراب دفينا

فاصدع بامرک ما عليك غضاضة و ابشر بذاك و قر منك عيونا

و دعوتی و علمت انک ناصحی و لقد دعوت و كنت ثم امينا

و لقد علمت ان دين محمد من خير اديان البرية دينا

خزانة الادب بغدادی ۱: ۲۶۱ تاریخ ابن کثیر ۳: ۴۲ شرح ابن الحدید ۳: ۳۶ فتح الباری ۱۵۳

الاصابه ۴/ ۱۱۶، المواهب اللدنیة ۱: ۶۱ السيرة الحلبیة ۱: ۳۰۵

قرطبی اور ابن کثیر نے اس میں ایک شعر کا اضافہ کیا ہے:

لو لا البلامة او حذاری سبة لوجدتني سمحا بذاك مبينا

سید احمد زینی دحلان اپنی کتاب اسنی المطالب میں فرماتے ہیں:

ان هذا البيت موضوع ادخلوه في شعر ابی طالب وليس من كلامه
کہ یہ شعر موضوع (گھڑا ہوا) ہے لوگوں نے اسے حضرت ابوطالبؑ کے اشعار میں داخل کر دیا ہے یہ ان کا
کلام نہیں ہے۔

ابن اثیر نے تخریج کی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نے رسول اکرم ﷺ اور حضرت علیؑ کو ایک ساتھ نماز پڑھتے
دیکھا علیؑ ان کی دائیں طرف تھے تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے اپنے فرزند جعفرؑ سے کہا صلّ جناح ابن
عمک صلّ عن یسارہ اے جعفر تم اپنے فرزند عم کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو تم ان کی بائیں جانب
کھڑے ہو جاؤ جعفر نے حضرت علیؑ کے اظہار اسلام کے کچھ وقفے کے بعد ہی اسلام کا اعلان کیا تھا۔

إن علیا و جعفرا ثقتی عند ملم الزمان و النوب

أجعلها عُرْضَةً العداء إذا أترك میتنا و أنتمی إلى حسب

اسد الغابہ ۱: ۶۸۷، شرح ابن الحدید ۳: ۳۱، الاصابة ۱۱۶، السيرة الحلبیة ۱: ۲۸۶، اسنی المطالب ص ۶،
المواهب اللدنیة ص ۲۰۳ اور برزنجی نے کہا ہے:

تواترت الاخبار أنّ اباطالب كان يحب النبی و يحوطه و ينصره و يعينه علی تبليغ دينه
و يصدقہ فيما يقوله و يأمر أولاده كجعفر و علی باتباعه و نصرته

احادیث متواتر ہیں کہ ابوطالبؑ نبی اکرم ﷺ سے بہت محبت فرماتے تھے انھیں اپنے حلقے میں گھیرے
رہتے تھے ان کی نصرت فرماتے تھے تبلیغ دین میں ان کی مدد فرماتے تھے اور نبی اکرم ﷺ کے ہر قول کی تصدیق
فرماتے تھے اور اپنی اولاد کو نبی اکرم ﷺ کی نصرت اور اتباع کا حکم دیتے تھے جیسے انھوں نے جعفر اور علیؑ کو حکم
دیا تھا ص ۱۰ پر برزنجی فرماتے ہیں:

یہ تمام روایات واضح طور پر ثابت کر رہی ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ کا دل نبی اکرم ﷺ پر ایمان لانے کے
لیے نہ صرف یہ کہ مکمل طور سے بھرا ہوا تھا بلکہ چھلک رہا تھا۔

حضرت ابوطالبؑ اور قریش

ابن اسحاق نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنی قوم کو واضح انداز میں اسلام کے بارے میں بتلایا اور جس طرح اللہ نے حکم دیا تھا اسے ظاہر کر دیا تو قوم نہ ان سے دور ہوئی اور نہ ہی اس بات کو مسترد کیا یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے خداؤں کا ذکر کرنا شروع کیا اور ان خداؤں پر عیب لگائے آنحضرت نے ایسا کیا تو یہ بات مشرکین کو بے حد شاق گذری اور انھوں نے اسے ناپسند کیا اور وہ سب کے سب ان کے خلاف ہو گئے اور ان کی دشمنی پر یکجا ہو گئے بس وہی بچ رہے اللہ تعالیٰ نے جنھیں اسلام کے ذریعے محفوظ کیا اور ایسے افراد بہت کم اور مخفی تھے البتہ حضرت ابوطالبؑ رسول اللہ ﷺ کے چچا علانیہ طور پر ان کی حمایت و نصرت اور حفاظت کا حق ادا کر رہے تھے وہ کفار و مشرکین کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے لیے سینہ سپر تھے اور رسول اللہ ﷺ امر خداوندی کے مطابق اس امر کو ظاہر فرما رہے تھے اور کسی بات کو مسترد نہیں ہونے دے رہے تھے۔

اور فرمایا کہ قریش نے یہ بات جس وقت ابوطالبؑ سے کہی تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بلوایا اور ان سے کہا اے میرے بھتیجے تمھاری قوم کے افراد میرے پاس آئے تھے اور انھوں نے مجھ سے یہ یہ کہا ہے مجھ پر اور خود پر رحم کرو اور مجھ پر اتنا بوجھ مت ڈالو جتنا میں اٹھا نہ سکوں فرمایا: رسول اللہ ﷺ سمجھے کہ میرے چچا پر کوئی نیا امر ظاہر ہوا ہے اور اب یہ انھیں تنہا چھوڑ دیں گے اور انھیں مشرکین کے حوالے کر دیں گے اور اب وہ ان کی نصرت اور حمایت سے کمزور پڑ گئے ہیں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

يَا عَمَّ وَاللّٰهُ لَوْ وَضَعُوا الشَّمْسُ فِي يَمِينِي وَالْقَمَرُ فِي يَسَارِي عَلَىٰ اَنْ اَتْرَكَ هَذَا الْاَمْرَ حَتّٰى يَظْهَرَ اللّٰهُ اَوْ اَهْلَكَ فِيْهِ مَا تَرَكْتُهُ.

چچا جان خدا کی قسم! اگر یہ لوگ میرے ایک دائیں ہاتھ پر سورج کو لا کر رکھ دیں اور بائیں ہاتھ پر چاند کو لا کر رکھ دیں اور یہ چاہیں کہ میں یہ امر ترک کر دوں تو میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس امر کو غالب کر دے یا میں اُس میں اپنی جان دے دوں۔ فرمایا پھر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور وہ گریہ کرنے لگے پھر اٹھ کر کھڑے ہوئے جب وہ پلٹ کر جانے لگے تو ابوطالبؑ نے انھیں آواز دے کر بلایا اور کہا:

اذھب یا بن اخی فقل ما أحببت فواللہ لا أسلمک لشیء أبدا۔

اے میرے بھتیجے جاؤ اور جو تمھارا جی چاہے وہ کہو خدا کی قسم! میں ہرگز تمھیں کسی کے سپرد نہیں کروں گا۔

ابن اسحاق نے کہا پھر قریش نے یہ سمجھ لیا کہ ابوطالبؑ نے رسول اللہ ﷺ کو تنہا نہ چھوڑنے، انھیں سپرد نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے اور رسول اللہ ﷺ کی حمایت میں قریش سے علاحدگی اختیار کرنے اور دشمنی مول لینے کا فیصلہ کر لیا ہے تو وہ لوگ عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو ابوطالبؑ کے پاس لیے گئے اور ان سے کہا: اے ابوطالبؑ! یہ عمارہ بن ولید قریش کا سب سے بہادر اور حسین و جمیل جوان ہے تم اسے لے لو تمھارے لیے اس کی عقل اور نصرت ہوگی تم اسے اپنا بیٹا بنا لو اور وہ تمھارے لیے ہے اور تم اپنے اس بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو جو تمھارے اور ہمارے باپ دادا کے دین کی مخالفت کرتا ہے اس نے تمھاری قوم میں تفرقہ ڈال دیا ہے اور ان کے خداؤں کو پراگندہ کر دیا ہے ہم انھیں قتل کر دیں گے ایک فرد کے بدلے ایک فرد لے لو۔

حضرت ابوطالبؑ نے جواب دیا: خدا کی قسم! تم بہت برا سودا کر رہے ہو، تم اپنا بیٹا مجھے دے دو تاکہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں اور میں تم کو اپنا بیٹا دے دوں کہ تم اسے قتل کر دو۔ ”خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔“
مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی نے ابوطالبؑ سے کہا: اے ابوطالبؑ! بخدا تمھاری قوم تم سے انصاف کی بات کر رہی ہے اور تم جس بات کو ناپسند کرتے ہو اس سے تمھیں چھٹکارا دلانا چاہ رہی ہے۔
تو اس وقت ابوطالبؑ نے مطعم سے کہا: خدا کی قسم! تم نے انصاف سے کام نہیں لیا البتہ تم مجھے تنہا کرنے پر مجتمع ہوئے ہو اور قوم کو میرے خلاف ابھارنے پر لگے ہوئے ہو جو تمھارا دل چاہے وہ کر کے دیکھ لو۔ یا اسی طرح کچھ کہا۔

ابن اسحاق نے کہا: امر شدت اختیار کر گیا اور جنگ کی آگ بھڑکنے لگی اور دشمنی کی وجہ سے قوم پراگندہ ہو گئی اور قوم واضح طور پر الگ الگ ہو گئی تو اس وقت ابوطالبؑ نے مطعم بن عدی سے مخاطب ہو کر کہا اور بالعموم عبد مناف کے جن لوگوں نے انھیں تنہا چھوڑ دیا تھا اور قبائل قریش کے جن لوگوں نے حضرت ابوطالبؑ سے دشمنی کا آغاز کر دیا تھا ان سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا، ان کے سوالوں کے جواب دیے اور جو چیز انھیں امر سے دور لے گئی تھی اس بارے میں اشعار کہے:

الاقول لعبرو والولیدو مطعباً الالیت حظی من حیاطتکم بکر

(یہ کل گیارہ اشعار ہیں جنہیں ابن اسحاق نے نقل کیا ہے اور سیرۃ النبویہ میں ابن ہشام نے بھی اتنے ہی اشعار نقل کیے ہیں۔

ابن ہشام کہتے ہیں کہ میں نے ان میں سے دو اشعار چھوڑ دیے ہیں جس میں منقصدت بیان کی ہے۔
 امینی الغدیر ج ۷ ص ۳۶۱ پر فرماتے ہیں کہ ابن ہشام نے ان میں سے تین اشعار حذف کر دیے ہیں کسی شخص سے ان اشعار کو حذف کرنے کی غرض پوشیدہ نہیں ہے ہر انسان اپنے نفس پر بصیرت رکھتا ہے خواہ وہ کتنی ہی معذرتیں کیوں نہ پیش کرتا رہے۔
 یہ تین اشعار یہ ہیں:

وَمَا ذَاكَ إِلَّا سُودٌ خَصَّنَا بِهِ إِلَهُ الْعِبَادِ وَاصْطَفَانَا لَهُ الْفَخْرُ
 رِجَالٌ تَمَالَوْا حَاسِدِينَ وَبَغْضَةً لِأَهْلِ الْعُلَى قَبِيئُهُمْ أَبَدًا وَثَرُ
 وَلِيدٌ أَبَوْهُ كَانَ عَبْدًا لِحَدْنَا إِلَى عِلْجَةٍ زَرْقَاءَ جَالٍ بِهَا السَّحَرُ

اس ولید سے مراد ولید بن مغیرہ ہے جو بنی اکرم ﷺ کا مذاق اڑانے والوں میں سے تھا اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جو حضرت ابوطالبؑ کے پاس نبی اکرم ﷺ کے معاملے میں گئے تھے اسی لئے اللہ تعالیٰ کا یہ قول نازل ہوا:

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۖ (سورۃ مدثر: ۱۱)
 اس کا نام قوم میں وحید رکھا گیا۔

(تفسیر بیضاوی ۵۶۲:۲، الکشاف، ۲۲۰:۳، تاریخ ابن کثیر، ۴:۴۲۲، تفسیر خازن ۴:۳۲۵)
 ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اس کے بعد قریش نے اصحاب رسول اللہ ﷺ میں سے جن لوگوں نے ان کے ساتھ اسلام قبول کر لیا تھا ان سے جنگ چھیڑ دی اس طرح ہر وہ قبیلہ جن میں صاحبان ایمان موجود تھے انہیں اذیتیں پہنچاتے اور دین کے بارے میں انہیں آزمائش میں ڈالتے تھے اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنے رسول کو ان کے شر سے محفوظ رکھنے کے لیے ان کے چچا حضرت ابوطالبؑ کو مقرر فرما دیا تھا جب ابوطالبؑ نے دیکھا قریش بنی ہاشم اور بنو المطلب سے نہایت برا سلوک کر رہے ہیں تو حضرت ابوطالبؑ نے انہیں رسول اللہ ﷺ کی حمایت و نصرت

اور دفاع کے لیے دعوت دی اور یہ کہا کہ تم لوگ رسول اللہ ﷺ کی حمایت کے لئے سیدہ پلائی دیوار بن جاؤ وہ سب کے سب ابوطالب کے گرد جمع ہو گئے اور سب نے ان کی دعوت پر لبیک کہی سوائے ابولہب کے وہ نہیں آیا (جو اللہ کا دشمن اور ملعون تھا)

جب ابوطالب نے اپنی قوم کی فداکاری و جاں نثاری کو دیکھا کہ وہ کس طرح آنحضرت ﷺ کا دفاع کرنے کے لیے تیار ہیں تو اس وقت ان کی مدح سرائی کی اور ان کے قدیمی شرف اور ان کے درمیان رسول اللہ ﷺ کی فضیلت اور ان کی منزلت کا تذکرہ کیا تاکہ ان کی رائے میں استحکام پیدا ہو اور وہ سب اس امر پر ابوطالب کے ہمنوا بن جائیں فرمایا:

إِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا قَرِيشٌ لِمَفْخَرٍ
فَعَبْدُ مُنَافٍ سِرُّهَا وَصَمِيمُهَا
اور ابن ہشام نے سات اشعار نقل کیے ہیں۔ (السيرة النبوة لابن هشام جزء الاول)

ابن اسحاق نے کہا جو بیان کیا ابن حمید نے، اس نے کہا ہم سے بیان کیا سلمہ نے کہ رسول اللہ ﷺ نے امر الہی کی علانیہ تبلیغ شروع کر دی اور اپنی قوم کے سامنے اسلام کو ظاہر کر دیا جب حضرت نے ایسا کیا تو صرف اُس پر ان کی قوم والے اور جیسا کہ مجھے معلوم ہوا نہ آپ سے بیگانہ ہوئے اور نہ ہی کسی قسم کی تردید کی یہاں تک کہ انھوں نے ان کے معبودوں کا ذکر کیا اور ان پر عیب لگائے جب حضور نے ایسا کیا تو قریش کو یہ بات ناگوار گزری اور وہ ان کے خلاف ہو گئے اور ان کی دشمنی پر اکھٹے ہو گئے صرف وہی بچ رہے اللہ نے ان میں سے جن لوگوں کی اسلام کے ذریعے حفاظت کی تھی اور یہ لوگ بہت کم تھے اور پوشیدہ تھے ان کے چچا ابوطالب ان پر مہربان تھے اور رسول اللہ ﷺ امر الہی کو ظاہر کرنے میں مصروف تھے اور کوئی شے انھیں اس بات سے رکاوٹ نہیں بن رہی تھی جب قریش نے یہ دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ باوجود ان کی مخالفت اور ترک تعلق کے ان کے معبودوں کو برا کہنا نہیں چھوڑتے اور ابوطالب ان کے سپر اور محافظ ہیں۔ وہ ان قریش کے عمائدین عتبہ بن ربیعہ، ابوالختر می بن ہشام، اسود بن المطلب، ولید بن مغیرہ، ابو جہل بن ہشام، عاص بن وائل اور نبیہ اور منبہ حجاج کے فرزند یا خود ان پاس چل کر گئے انھوں نے کہا: ابوطالب! تمہارے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو برا کہا ہے، ہمارے دین کو معیوب قرار دیا ہے اور ہم کو احمق قرار دیا ہے اور ہمارے آباؤ اجداد کو گم راہ قرار دیا ہے تم ان کو ان باتوں سے روک دو ان کی حمایت نہ کرو ہمیں خود ان سے نمٹ لینے دو کیوں کہ عقائد میں تم بھی ہمارے مانند ہو لہذا ہم تم کو بھی ان کی طرف

سے مطمئن کر دیں گے۔

ابوطالبؑ نے نہایت نرم لہجے میں گفتگو کی اور بہت خوش اسلوبی سے اُن کو رد کر دیا اور وہ پلٹ گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بدستور اللہ کے حکم کی تبلیغ اور اس کی دعوت دیتے رہے۔

کفار مکہ کا دوسرا وفد

رفتہ رفتہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور قریش کے تعلقات بہت خراب ہو گئے اور انھوں نے آپ سے قطعی علیحدگی اختیار کر لی اور وہ آپ کے دشمن ہو گئے اکثر آپ کا ذکر دشمنی اور برائی سے کرنے لگے اور ایک دوسرے کو برا بھونچتا کیا اس کے بعد وہ پھر دوسری مرتبہ ابوطالبؑ کے پاس گئے اور کہا: اے ابوطالبؑ! بہ اعتبار سن اور شرافت کے ہمارے قلوب میں تمھاری خاص وقعت و منزلت ہے ہم نے تم سے درخواست کی تھی تم اپنے بھتیجے کو ہماری مذمت اور منقصت سے روک دو مگر تم نے ایسا نہیں کیا اور ہم بخدا اس بات کو کبھی گوارا نہیں کریں گے کہ وہ ہمارے آباء کو گالیاں دے ہم کو بیوقوف بتائے اور ہمارے معبودوں کی مذمت کرتا رہے یا تو تم اسے ان باتوں سے روکو ورنہ اس معاملے میں ہم اس کا اور تمھارا مقابلہ کریں گے اب ہم میں سے جو چاہے تباہ ہو۔

یہ کہہ کر وہ چلے گئے ایک طرف ابوطالبؑ کو اپنی قوم کی علاحدگی اور عداوت گراں گزری مگر دوسری طرف ان کو یہ بھی گوارا نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے حوالے کریں یا ان کی حمایت کرنا چھوڑ دیں۔
(تاریخ الامم والملوک لابن جعفر محمد بن جریر الطبری المجلد الثانی ص ۴۰۷)

دعوت ذوالعشیرہ اور ابوطالبؑ کا کردار

ہم سے بیان کیا احمد نے ہم سے بیان کیا، یونس نے ابن اسحاق سے انھوں نے کہا کہ جو شخص رسول اکرمؐ کی دشمنی میں انتہا کو پہنچا ہوا تھا اور اس بارے میں حسد اور دشمنی سے بھر پور تھا وہ ابوجہل تھا جب کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کرامت و شرف سے اپنے رسول کو مخصوص کیا تھا۔

اس کے بعد اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا تھا کہ وہ جو کچھ رب کے پاس سے لے کر آئے ہیں اس کو ظاہر کر دیں اور یہ کہ لوگوں کو منادی کر کے امر کو واضح کر دیں اور انہیں اللہ کی طرف بلائیں آنحضرت نے پہلے اپنے پیغام کو مخفی رکھا اور اسے پوشیدہ کیے رہے یہاں تک اسے ظاہر کرنے کا حکم آگیا اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿٩٣﴾ (حجر ۹۳)

جو آپ کو حکم دیا گیا ہے اسے واضح طور سے بیان فرما دیجیے اور مشرکین سے کنارہ کشی اختیار کر لیجیے۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿٩٤﴾ وَخَفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٩٥﴾

اور اے نبی آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے اور اپنا بازو جھکا دیجیے ان مومنین کے لیے جو آپ کا اتباع کرتے ہیں۔ (سورہ الشعراء ۲۱۴، ۲۱۵)

رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا گیا کہ جو کچھ ان کے پاس اللہ کی جانب سے نازل ہوا ہے اسے واضح انداز میں بیان کر دیں اور لوگوں کو علانیہ طور پر آگاہ کر دیں اور یہ کہ انہیں اللہ کی جانب بلائیں اس لیے کہ پیغام نبوت ملنے کے بعد وہ تین سال تک مخفی انداز میں تبلیغ کرتے رہے یہاں تک علانیہ تبلیغ کا حکم آگیا۔

(تاریخ طبری جلد ۲ ص ۶۰۶)

ابن عباس "علی ابن طالب سے روایت کرتے ہیں" انھوں نے فرمایا: جب یہ آیت

”وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴿٩٤﴾ وَخَفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٩٥﴾“

(سورۃ الشعراء۔ ۲۱۴، ۲۱۵)

رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ اگر میں نے یہ بات اپنی قوم کے سامنے رکھی تو پھر مجھے ان کے ناپسندیدہ امر کا سامنا کرنا پڑے گا میں خاموش ہو کر بیٹھا رہا جبریل میرے پاس تشریف لے کر آئے اور کہا:

يَا مُحَمَّدُ، إِنَّكَ إِن لَّمْ تَفْعَلْ مَا أَمَرْتُ بِهِ عَذَّبَكَ رَبُّكَ.

اے محمد! تمہیں جس بات کا حکم دیا گیا ہے اگر تم نے وہ نہ کیا تو تمہارا رب تم کو معذّب کرے گا۔

حضرت علیؑ نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے طلب کیا اور فرمایا: اے علیؑ! اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا کہ میں اپنے قرابت داروں کو ڈراؤں تو پھر میں نے جانا کہ اگر میں اس امر کو ظاہر کروں گا تو وہ مجھے ان سے ناپسندیدہ

چیزوں کا سامنا کرنا پڑے گا لہذا میں نے چپ سادھ لی تھی یہاں تک کہ جبرائیلؑ میرے پاس آئے اور کہا: اے محمدؐ! جو حکم تم کو دیا گیا ہے اگر وہ تم نے نہیں کیا تو تمہارا رب تمہیں عذاب دے گا، لہذا اے علیؑ تم بکری کی ایک ران اور ایک صاع کھانا (گندم) ہمارے لئے مہیا کرو اور ایک بڑا پیالہ دودھ کا پھر اولاد عبدالمطلب کو جمع کرو۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں: میں نے ایسا ہی کیا وہ سب رسولؐ کے لئے جمع ہوئے اور وہ چالیس افراد تھے یا اس سے کم آنحضرت کے چچا ابوطالبؑ، حمزہ، عباس اور ابولہب کا فرخیت۔ میں نے ان کی طرف پیالہ بڑھایا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں گوشت کا ٹکڑا اٹھایا اور اپنے دانتوں سے اسے شق کیا پھر اس ٹکڑے کو برتن کے کنارے کی طرف ڈال دیا پھر فرمایا: تم سب اللہ کے نام سے شروع کرو۔

قوم نے کھانا کھایا یہاں تک کہ سب کھا کر سیر ہو گئے بس کھانے پر ان کی انگلیوں کے آثار دکھائی دے رہے تھے۔

خدا کی قسم! اس میں سے ایک شخص تنہا اتنا کھا سکتا تھا۔

پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے علیؑ! انھیں سیراب کرو۔

میں وہ بڑا پیالہ جو دودھ سے بھرا ہوا تھا لے آیا سب نے اس میں سے پیا اور سب کے سب اُس سے سیراب ہو گئے۔

خدا کی قسم! اس میں سے ایک آدمی تنہا اتنا پی سکتا تھا، جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے گفتگو کا ارادہ کیا تو ابولہب نے گفتگو شروع کی اور کہا: تمہارے ساتھی نے جادو کر دیا ہے۔ وہ لوگ یہ سن کر منتشر ہو گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ نہ کہہ سکے۔

جب دوسرا دن ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کل کی طرح کھانے پینے کا انتظام کرو یہ شخص آگے بڑھ گیا اور مجھے بولنے سے روک دیا جیسا کہ تم نے خود ملاحظہ کیا۔

حضرت علیؑ کہتے ہیں: میں کھانے اور پینے کا انتظام کر دیا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ویسا ہی عمل کیا جیسا کہ کل کیا تھا سب نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور سیر ہو کر دودھ پیا۔

پھر رسولؐ نے فرمایا: اے اولاد عبدالمطلب! میں عرب کے کسی جوان کو نہیں جانتا کہ وہ اپنی قوم کے لئے اس

سے بہتر کوئی چیز لایا ہو جو میں لایا ہوں میں تمہارے لیے دنیا اور آخرت کے امر کو لے کر آیا ہوں۔

(سیرت ابن اسحاق ص ۱۴۶)

تاریخ کامل میں یہ اضافہ ہے: اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے اس امر کی دعوت دوں۔ تم میں سے جو اس میں میرا مدگار ہوگا وہ میرا بھائی میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا خلیفہ ہوگا۔ قوم کا ہر فرد پیچھے ہٹ گیا حضرت علیؑ فرماتے ہیں میں نے کہا کہ میں ان کے مقابلے میں کم عمر ہوں اور میری آنکھوں میں آشوب ہے، میرا پیٹ بڑا ہے اور میری پنڈلی کمزور ہے، اے اللہ کے نبی! میں آپ کا وزیر بنوں گا؟ آنحضرت نے میری گردن کو پکڑا پھر فرمایا کہ یہ میرا بھائی میرا وصی اور تمہارے درمیان میرا خلیفہ ہے تم لوگ اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو فرمایا: قوم کے لوگ ہنستے ہوئے اٹھے اور ابوطالبؑ سے کہنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ نے تم کو حکم دیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ (تاریخ کامل۔ ابن اثیر جزری۔ بیت الافکار۔ ص ۲۰۶)

تاریخ طبری میں آخری جملہ اس طرح ہے:

فقام القوم يضحكون ويقولون لأبي طالب قد امرك ان تسمع لابنك وتطيع.

قوم ہنستے ہوئے اٹھی اور وہ ابوطالب سے مخاطب ہو کر کہنے لگے: محمدؐ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ تم اپنے بیٹے کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو۔ (تاریخ طبری جلد ۲ ص ۴۰۵۔ مطبوعہ دار الفکر)

بعثت کے تیسرے سال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حکم دیا کہ اپنے امر کو جو، اب تک پوشیدہ تھا اسے علانیہ طور پر انجام دیں اور جو پیغام ان تک پہنچا ہے اسے واضح انداز میں لوگوں تک پہنچا دیں اور وحی نازل ہوئی۔

وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ۖ وَخَفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٥﴾

(سورۃ الشعراء ۲۱۴-۲۱۵)

وَخَفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِينَ ۖ وَقُلْ إِنِّي أَنَا النَّذِيرُ الْمُبِينُ ﴿٧٥﴾ (۸۸-۸۹ الحجر ۱۵)

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿٧٦﴾ (۹۴ الحجر ۱۵)

تو اس وقت حضرت محمد ﷺ نے اپنے خاندان والوں کو کھانے پر مدعو کیا اور یہ چاہا کہ ان سے بات کریں اور انہیں اللہ کی طرف دعوت دیں ان کے چچا ابولہب نے ان کا کلام منقطع کر دیا اور قوم کے افراد کو وہاں سے بھگا دیا حضرت محمد نے انہیں دوسرے روز مدعو کیا اور جب لوگ کھانا کھا چکے تو نبی اکرم ﷺ نے ان سے کہا کہ میں

عرب میں دوسرے کسی بھی انسان کو نہیں جانتا جو اپنی قوم کے لئے اس بہتر پیغام لایا ہو جو میں تمہارے پاس لایا ہوں میں تمہارے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی کا پیغام لایا ہوں اور میرے رب نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اس کی طرف دعوت دوں تم میں سے کون ہے جو اس امر میں میرا بوجھ اٹھائے؟ وہ میرا بھائی، میرا وصی اور تم میں میرا خلیفہ ہوگا سب نے نبی اکرم سے روگردانی کی اور انھیں چھوڑ کر جانے لگے لیکن علی اٹھے وہ ابھی بچے تھے بلوغت تک نہیں پہنچے تھے انھوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کی مدد کروں گا میں اس سے جنگ کروں گا جس سے آپ کی جنگ ہوگی بنو ہاشم مسکرائے اور بعض نے قمقمے لگائے پھر وہ مذاق اڑاتے ہوئے واپس چلے گئے۔

(حیاء محمد از محمد حسین ہیکل مطبعہ مصر ۱۳۵۲ھ - ص ۱۰۴)

دعوت ذوالعشیرہ بعثت کے تیسرے سال ہوئی اور اس کا انتظام اور انصرام حضرت علی کے سپرد تھا۔ اور روایت کی گئی ہے کہ جب آیت ”وَإِذْ عَشِيرَتُكَ الْأَقْرَبِينَ“ نازل ہوئی تو اولاد عبدالمطلب حضرت ابوطالبؑ کے گھر پر جمع ہوئے اور وہ کل چالیس آدمی تھے اور ”امتناع“ میں ہے کہ ۴۵ مرد اور ۲ عورتیں تھیں حضرت علی علیہ السلام نے ان کے کھانے کا اہتمام کیا تھا۔

(سیرۃ الحلبيہ علی بن برہان حلبی ۹۷۵-۱۰۴۴ جزء اول ص ۴۶۰)

یعنی سیرت حلبیہ کے مطابق حضرت ابوطالبؑ کے گھر پر دعوت ذوالعشیرہ کا اہتمام کیا گیا اور حضرت علی علیہ السلام اس دعوت کے منتظم تھے

ابن سعد نے اپنی کتاب طبقات الکبریٰ ۱: ۱۷۱ میں دعوت ذوالعشیرہ کی حدیث کو حضرت علی کی زبانی بیان کیا ہے اور اس میں ہے:

ثم قال لهم: من يؤازرنی علی ما أنا علیہ وبجیبنی علی أن یکون أخی وله الجنة؛ فقلت: أنا یا رسول الله، وإني لأحدثهم سنأ، وأحشهم ساقاً. وسكت القوم، ثم قالوا: یا أبا طالب الاتری ابنک؟ قال: دعوة فلن یألو ابن عمه خیرا.

پھر آنحضرتؐ نے ان سے کہا: میں جس پیغام کو لے کر آیا ہوں اس میں کون میرا بوجھ اٹھائے گا اور میری آواز پر لبیک کہے گا ایسا کہنے والا میرا بھائی ہوگا اور اس کے لیے جنت ہوگی۔

حضرت علی علیہ السلام فرماتے ہیں میں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں حال آں کہ میں ان کے مقابلے

میں کم سن ہوں اور میری پنڈلی کمزور ہے۔

قوم پر خاموشی طاری تھی پھر سب نے کہا: اے ابوطالب! کیا تم اپنے بیٹے کو دیکھ رہے ہو۔

ابوطالب نے کہا: اسے چھوڑ دو، وہ اپنے فرزند عم کی بھلائی کو خواہاں ہے۔

اور روایت ہے کہ ابو عمر الزہد طبری نے تغلب سے اور انھوں نے ابن الاعرابی سے انھوں نے لفظ ”العور“ کے ذیل میں رقم کیا ہے کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ناکارہ ہو۔ ابن عباس حضرت علیؑ سے روایت کرتے ہیں کہ دعوت ذوالعشیرہ کے موقع پر جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گفتگو کا ارادہ کیا تو ابولہب آڑے آگیا اُس نے کچھ باتیں کیں اور لوگوں سے کہا: اُٹھ کر چلے جاؤ تو لوگ اُٹھ کر چلے گئے۔ جب دوسرا دن آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا اور میں نے کھانے پینے کا ویسا ہی کیا جیسا پہلے روز کیا تھا۔ میں نے لوگوں کو دعوت دی وہ تشریف لائے اور انھوں نے کھانا کھایا اور دودھ پی کر سیراب ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گفتگو کرنے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوئے، ابولہب نے انھیں گفتگو سے روکنا چاہا تو حضرت ابوطالب نے اس سے مخاطب ہو کر کہا:

أُسْكُنْتَ يَا أَعْوَرُ مَا أَنْتَ وَهَذَا قَالَ ثُمَّ قَالَ لَا يَقُومَنَّ أَحَدٌ قَالَ فَجَلَسُوا ثُمَّ قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ قُمْ يَا سَيِّدِي فَتَكَلَّمْ بِمَا تُحِبُّ وَبَلِّغْ رِسَالَةَ رَبِّكَ فَإِنَّكَ الصَّادِقُ الْمُصَدِّقُ.

اے عور! چپ ہو جا تجھے اس بات سے کیا پھر ابوطالب نے کہا کوئی بھی یہاں سے اُٹھ کر نہیں جائے گا سب بیٹھ گئے پھر ابوطالب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر گویا ہوئے: اے میرے سردار! آپ کھڑے ہو جائیے اور ارشاد فرمائیے جو بھی آپ چاہتے ہیں اور اپنے رب کا پیغام پہنچا دیجیے اس لئے کہ آپ صادق ہیں اور آپ کی بات مصدقہ ہے (الغدیر ج ۷ ص ۳۵۱-۳۵۲۔ لسان العرب ۶/۲۹۴-تاج العروس ۳/۴۲۸)

لسان العرب میں لفظ ”عور“ کے ذیل میں ابن منظور لکھتے ہیں:

وَالْعَوْرُ: شَيْئٌ وَقُبْحٌ. وَالْأَعْوَرُ: الرَّدِيُّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ.

فی الحدیث: لَمَّا اعْتَرَضَ أَبُو لَهَبٍ عَلَى النَّبِيِّ، صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، عِنْدَ إِظْهَارِ الدَّعْوَةِ قَالَ لَهُ أَبُو تَالِبٍ: يَا أَعْوَرُ، مَا أَنْتَ وَهَذَا؟ لَمْ يَكُنْ أَبُو لَهَبٍ أَعْوَرَ وَلَكِنَّ الْعَرَبَ تَقُولُ لِلَّذِي لَيْسَ لَهُ أَحٌّ مِنْ أُمِّهِ وَأَبِيهِ أَعْوَرٌ،

(ابن منظور۔ لسان العرب۔ دارصادر۔ بیروت۔ ج ۴/۶۱۵، ۶۱۶۔ مطبوعہ ۱۹۹۰ء)

”عمور“ کے معنی ہیں باعث عیب اور برا ہونا اور ”اعور“ ہر چیز کی ناکارہ شے کو کہا جاتا ہے۔ حدیث میں وارد ہوا ہے کہ دعوت ذوالعشیرہ کے اظہار اور اعلان پر جب ابولہب نبی اکرم ﷺ کے لیے رکاوٹ ڈالنے لگا تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے یہ الفاظ کہے اے اعور تجھے اس بات سے کیا لینا دینا۔

”ابولہب“ اعور (یک چشم) نہ تھا لیکن عرب کے لوگ سوتیلے بھائی کو اعور کہا کرتے تھے۔

عقد پیغمبر کے موقع پر حضرت ابوطالبؑ کا خطبہ

جب حضور سرور کائنات فخر موجودات کا عقد حضرت خدیجہ الکبریٰ سے ہوا تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے یہ خطبہ پڑھا جو تمام کتابوں میں موجود ہے خطبہ کے الفاظ یہ ہیں

الحمد لله الذي جعلنا من ذرية إبراهيم، وزرع اسمعيل وضئضئ معد وعنصر مضر
وَجَعَلَنَا حَضَنَةً بَيْتَهُ وَسَوَّاسَ حَرَمِهِ وَجَعَلَهُ لَنَا بَيْتًا مَحْجُوجًا وَحَرَمًا أَمِنًا وَجَعَلَنَا حَكَّامَ
النَّاسِ ثُمَّ إِنَّ ابْنَ أَخِي هَذَا مُحَمَّدَ بْنَ عَبْدِ اللَّهِ لَا يوزن به رَجُلٌ إِلَّا رَجَّحَ بِهِ شَرَفًا وَنُبْلًا وَفَضْلًا وَ
عَقْلًا وَإِنْ كَانَ فِي الْمَالِ قُلٌّ فَإِنَّ الْمَالِ ظِلٌّ زَائِلٌ، وَأَمْرٌ حَائِلٌ، وَعَارِيَةٌ مُسْتَرْجَعَةٌ وَهُوَ وَاللَّهُ
بَعْدَ هَذَا نَبَأٌ عَظِيمٌ وَخَطَرٌ جَلِيلٌ.

وقد خطب إليكم رغبة في كريمتكم خديجة، وقد بذل لها من الصداق ما عاجله وآجله
اثنتي عشر أوقية ونشأ (ای و هو عشرون درهما) والاوقية: اربعون درهماً.

قال الحب الدين الطبري ای فيكون جملة الصداق خمس مائة درهم شرعي.
(انسان العيون فی سيرة الامين المامون الشهير بالسيرة الحلبية علی بن برهان الحلبی (۹۷۵-۱۰۴۴) جزء اول ص ۲۲۶)
تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جس نے ہمیں ابراہیم کی ذریت اور اسماعیل کی نسل اور معد کے معدن اور مضر
کی اصل سے قرار دیا اور ہمیں اپنے گھر کا رکھوالا اور اپنے حرم کا منتظم بنایا ہے اور اسی نے ہمارے لیے ایسا گھر بنایا
جس کا حج کیا جاتا ہے وہ حرم بنایا جو جائے امن ہے اور اسی نے ہمیں انسانوں کا حاکم بنایا ہے پھر یہ کہ میرے بھائی
کا بیٹا جس کا نام محمدؐ ہے جب بھی اس کا مقابلہ کسی شخص سے کیا جائے گا تو بہ اعتبار شرافت و نجابت اور فضیلت و دانش

مندی ہر ایک سے بڑھ کر ہوگا اگرچہ مال دنیا اس کے پاس کم ہے تو مال تو زوال پذیر سائے کی مانند ہے اور ایسا امر ہے جو بدلتا رہتا ہے اور ایسی امانت ہے جو واپس کر دی جاتی ہے اور جہاں تک محمد کا تعلق ہے تو خدا کی قسم ان کے لیے آئندہ دنوں میں ایک بہت بڑی خبر آنے والی ہے اور انھیں جلیل القدر منصب ملنے والا ہے۔ اور انھوں نے تمھاری بیٹی خدیجہ سے عقد کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے اور مہر عاجل اور آجل کے طور پر بارہ اوقیہ اور نثار کھا ہے۔

نوٹ: اوقیہ ۴۰ درہم کے برابر ہوتا ہے اور نثار ۲۰ درہم کو کہتے ہیں محب طبری کہتے ہیں پانچ سو درہم مہر کی رقم معین کی گئی تھی۔

ابوطالبؑ اور بادشاہ حبشہ

واقدی نے اپنی سند سے روایت کی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں اضافہ ہوا اور ان کا امر آگے بڑھنے لگا تو یہ بات قریش کو بہت ناگوار گزری اور وہ آپس میں ایک دوسرے پر الزام عائد کرنے لگے اور انھوں نے کہا کہ محمد نے اپنے جادو سے ہمارے نچلے درجے کے پست افراد کو فاسد کر دیا ہے اور انھیں ہمارے دین سے باہر کر دیا ہے لہذا ہر قبیلے کو چاہیے کہ ان میں سے جن لوگوں نے اپنا دین تبدیل کر لیا ہے انھیں گرفتار کرے اور انھیں اتنی اذیت پہنچائے کہ وہ محمدؐ کے دین سے برگشتہ ہو کر واپس اپنے دین پر آجائے ہر قبیلہ اُن افراد کو اذیت پہنچا رہا تھا جو ان میں سے مسلمان ہو گئے تھے بھائی اپنے بھائی کو گرفتار کر رہا تھا اور چچا زاد بھائی اپنے چچا زاد بھائی کو پکڑ کر اسے رسیوں سے جکڑ رہا تھا اس کی مشکیں کس رہا تھا اور اسے مار رہا تھا اور اسے خوف زدہ کر رہا تھا اور وہ لوگ اس سے باز نہیں آرہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاَسْعٰةً فَتُنْهٰا جُرُودًا فِیْہَا ط (النساء ۹۶)

کیا اللہ کی زمین وسیع نہیں کہ تم اس طرف ہجرت کر جاؤ؟

تو مسلمانوں کا ایک گروہ حضرت جعفر بن ابوطالبؑ کی قیادت میں ملک حبشہ کی جانب روانہ ہو گیا اور وہ لوگ نجاشی بادشاہ کے پاس چلے گئے اور بادشاہ کے پاس نہایت عزت و احترام کے ساتھ اور رفعت و منزلت

حاصل کر کے بہترین پڑوسی کی حیثیت سے مقیم ہوئے قریش کو جب اس اکرام و احترام کا علم ہوا تو انھوں نے نجاشی کے پاس عمرو بن عاص اور عمارۃ بن الولید بن المغیرہ کو روانہ کیا جب عمرو بن العاص آگے بڑھا اور اس نے کہا اے بادشاہ یہ ہماری قوم کے احمق لوگ ہیں جنھوں نے اپنا دین تبدیل کر لیا ہے محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب نے ان پر جادو کر دیا ہے اس کا کہنا ہے کہ وہ نبی ہے وہ تمھارے دیں کو منسوخ کرنے آیا ہے اور تم جس پر عمل کر رہے ہو اسے مٹانے کے لیے آیا ہے نجاشی نے عمرو العاص کی بات پر کوئی توجہ نہیں دی اور قریش کے تحائف بھی قبول نہ کئے اور حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کی تکریم و تعظیم کو جاری رکھا اُن کے ساتھ اس کا حسن سلوک اور بڑھ گیا جب حضرت ابوطالبؑ کو اس بات کا علم ہوا تو آپ نے نجاشی کی تعریف و توصیف کی۔

ألا ليت شعري كيف في الناس جعفر و عمرو و أعداء النبي الأقارب
و هل نال إحسان النجاشي جعفرا و أصحابه أم عاق ذلك شاغب
تعلم خيار الناس انك ماجد كريم فلا يشقى لديك المجانب
تعلم بأن الله زادك بسطة و أسباب خير كلها لك لازب

جب یہ اشعار نجاشی تک پہنچے تو اسے بہت خوشی ہوئی جب حضرت ابوطالبؑ کو یہ پتا چلا کہ نجاشی کو ان کے اشعار پسند آئے ہیں اور اس نے خوشی کا اظہار کیا ہے تو اس وقت موقع غنیمت جان کر حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار کہے جس میں نجاشی کو اسلام کی دعوت دی اور اتباع پیغمبر کے لیے آمادہ کیا۔

تعلم خيار الناس أن محمدا وزير لموسى و المسيح ابن مريم
أتى بالهدى مثل الذي أتيا به فكل بأمر الله يهدى و يعصم
و إنكم تتلون في كتابكم بصدق حديث لا حديث التَّرجم
فلا تجعلوا لله ندا و أسلموا فإن طريق الحق ليس بمظلم
و إنك ما تأتيك منا عصابة لقصدك إلا ارجعوا بالتكرم.

شعب ابی طالب

موسیٰ بن عقبہ زہری سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ مشرکین قریش نے مسلمانوں کو سخت اذیتیں دینی شروع کر دیں اور مصیبتوں کی انتہا کر دی اور قریش نے رسول اللہ ﷺ کو علی الاعلان قتل کرنے کی تیاریاں کر لیں جب حضرت ابوطالبؑ کو ان کے عزائم کا علم ہوا تو آپ نے بنی ہاشم کو جمع کیا اور انھیں حکم دیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو لے کر شعب ابی طالب میں چلے جائیں اور جو بھی انھیں قتل کا ارادہ کر رہا ہو اس سے ان کی حفاظت کریں جب قریش کو پتہ چلا کہ بنی ہاشم نے آنحضرت کی حفاظت کا انتظام کر لیا ہے تو انھوں نے اس بات پر ایکا کر لیا کہ نہ ان کے ساتھ بیٹھیں گے اور نہ ہی ان سے کسی قسم کا خرید و فروخت کریں گے یہاں تک کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لیے ان کے حوالے کر دیں اور انھوں نے اپنے مکرو فریب کا اظہار کرتے ہوئے صحیفہ، معاہدہ اور میثاق تیار کر لیا کہ وہ بنی ہاشم سے کبھی بھی مصالحت نہیں کریں گے اور نہ ہی ان سے نرمی کا سلوک کریں گے جب تک وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کے لیے ان کے حوالے نہ کر دیں (السیرۃ النبویۃ من کتاب الاسلام الامام الحافظ الذہبی ص ۱۰۷)

تاریخ کامل ابن اثیر میں ہے:

اَتْتَمَرُوا بَيْنَهُمْ اَنْ يَكْتَبُوا كِتَابًا يَتَعَاقَدُونَ فِيهِ عَلٰى اَنْ لَا يَنْكَحُوا بَنِي هَاشِمٍ، وَبَنِي الْمَطْلَبِ، وَلَا يَنْكَحُوا اِلَيْهِمْ وَلَا يَبِيعُوهُمْ وَلَا يَبْتَاعُوا مِنْهُمْ، شَيْئًا
فَكَتَبُوا بِذَلِكَ صَحِيفَةً وَتَعَاهَدُوا عَلٰى ذَلِكَ ثُمَّ عَلَقُوا الصَّحِيفَةَ فِي جَوْفِ الْكَعْبَةِ تَوَكِيدًا
كَذَلِكَ الْاَمْرُ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ..... الخ

انھوں نے باہمی مشورہ کیا کہ وہ ایک ایسی تحریر رقم کریں جس میں یہ فیصلہ ہوا کہ وہ بنی ہاشم اور بنو المطلب کو نہ اپنی بیٹی دیں گے اور نہ ہی ان کی بیٹیوں سے شادی کریں گے نہ انھیں کوئی چیز بیچیں گے اور نہ ہی ان سے کچھ خریدیں گے انھوں نے یہ باتیں صحیفے میں لکھ کر اور باہمی معاہدہ کر کے اس صحیفہ کو خانہ کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا۔

جب قریش نے یہ عمل کیا تو تمام بنی ہاشم اور بنو عبد المطلب حضرت ابوطالبؑ کے گرد جمع ہوئے اور ان کے ساتھ شعب ابی طالب میں چلے گئے۔

البتہ بنی ہاشم سے جدا ہو کر ابوہب بن عبد المطلب قریش کے پاس گیا اور ہند بنت عتبہ سے مل کر کہا تم نے دیکھ لیا کہ میں نے لات وعزیٰ کی کس طرح مدد کی ہے۔
حضرت ابوطالبؑ تین سال تک شعب ابی طالب میں رہے۔

(تاریخ کامل ابن تائیر ص ۲۱۳ مطبوعہ بیت افکار الدولیہ)

تاریخ یعقوبی میں ابن واضح رقم طراز ہیں:

قریش نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا ارادہ کیا اور ان کے تمام اکابرین اور ان کے قتل پر متفق ہو گئے جب یہ بات حضرت ابوطالبؑ کو معلوم ہوئی تو انھوں نے برجستہ کہا:

وَاللّٰهُ لَنْ يَصِلُوْا اِلَيْكَ بِمَجْمَعِهِمْ حَتّٰى اَوْشَدَ فِي التُّرَابِ دَفِيْنًا
وَدَعَوْتَنِيْ وَ زَعَمْتَ اَنْتَ نَاصِحٌ وَلَقَدْ صَدَقْتَ وَ كُنْتَ ثَمَّ اَمِيْنًا
وَ عَرَضْتَ دِيْنًا قَدْ عَلِمْتُ بِاَنَّهٗ مِنْ خَيْرِ اَدْيَانِ الْبَرِّيَّةِ دِيْنًا

جب قریش کو یقین ہو گیا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے پر قادر نہیں ہیں اور یہ کہ حضرت ابوطالبؑ بھی بھی انھیں قریش کے سپرد نہیں کریں گے اور انھوں نے اس بارے میں حضرت ابوطالبؑ کے خیالات بھی سن لیے تو انھوں نے ایک صحیفہ رقم کیا جو قطع تعلق اور ظالمانہ برتاؤ پر مشتمل تھا کہ وہ بنی ہاشم میں کسی کے ساتھ بیچ و شرانہیں کریں گے اور ان سے مناکحت قائم نہیں کریں گے اور ان سے کسی قسم کے معاملات جاری نہیں کریں گے یہاں تک کہ وہ محمد کو ان کے حوالے کر دیں تاکہ وہ انھیں قتل کر دیں انھوں نے باہمی معاہدہ اور پیمانہ کیا اور صحیفے پر اسی (۸۰) مہریں لگائیں اور جس نے اس معاہدے کو تحریر کیا تھا اس کا نام منصور بن عکرمہ بن عامر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبد الدار تھا جس کا ہاتھ معاہدے کو تحریر کرنے کے بعد شل ہو گیا تھا

پھر اس کے بعد قریش نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے اہل بیت کو جن کا تعلق بنی ہاشم اور بنو المطلب بن عبد مناف سے تھا اس گھاٹی میں محصور کر دیا تھا جسے شعب ابی طالب کہتے ہیں یہ واقعہ بعثت نبوی کے چھٹے سال میں

پیش آیا حضور اکرم ﷺ اور ان کے ساتھ بنی ہاشم اور بنی المطلب شعب بنی ہاشم (جو شعب ابی طالب کے نام مشہور ہے) میں تین سال مقیم رہے یہاں تک کہ رسول ﷺ نے اپنا تمام سرمایہ خرچ کر دیا اور حضرت ابوطالبؑ کا مال بھی خرچ ہو گیا اور حضرت خدیجہ نے بھی اپنی دولت خرچ کر دی اور آخر کار نوبت فاقے اور تنگ دستی تک پہنچ گئی پھر جبریل امین رسول اللہ ﷺ پر وحی لے کر نازل ہوئے اور فرمایا: اللہ تعالیٰ نے صحیفہ کی طرف دیمک کو روانہ کیا، جو اُس تحریر کو کھا گئی جو مقاطعہ اور ظلم کے لیے تحریر کی گئی تھی صرف وہ مقامات باقی ہیں جہاں اللہ کا نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوطالبؑ کو اس امر سے مطلع کیا پھر ابوطالبؑ روانہ ہوئے اور ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ ان کے اہل بیت بھی تھے وہ سب کعبہ میں پہنچے اور ابوطالبؑ کعبہ میں بیٹھ گئے اور ہر جانب سے قریش ان کے سامنے آئے اور انھوں نے کہا: اے ابوطالب! اب وقت آ گیا ہے کہ تم معاہدے کو یاد کرو اور قوم کا خیال کرو اور اپنے بھتیجے کے بارے میں اپنی ضد چھوڑ دو۔

حضرت ابوطالبؑ نے ان سے کہا: میری قوم کے لوگو! تم اپنا صحیفہ تو لاؤ ہو سکتا ہے کہ ہم اس میں کشائش اور صلہ رحمی پائیں اور قطع رحمی سے نجات حاصل کریں تم اسے لے کر آؤ اس پر تو تمھاری مہریں لگی ہیں یہ تمہارا وہ صحیفہ ہے جس پر تم نے عہد و پیمان کر رکھا ہے تم اس کا انکار بھی نہیں کر سکتے۔
انھوں نے کہا: ہاں!

ابوطالب نے پوچھا: کیا تم نے اس صحیفہ میں کوئی تبدیلی کر دی ہے؟
انھوں نے جواب دیا: نہیں نہیں بخدا نہیں۔

اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے کہا: حضرت محمد ﷺ نے اپنے رب کی جانب سے مجھے بتایا ہے کہ اس نے دیمک کو بھیجا تھا جس نے ہر شرط کو چاٹ لیا ہے بس صرف خدا کا نام باقی ہے اب تم دیکھ لو اگر یہ بات درست ہے، مبنی بر صدق ہے تو تم کیا کرو گے۔

انھوں نے جواب دیا: ہم باز رہیں گے اور رک جائیں گے۔

ابوطالب نے کہا: اور اگر یہ بات جھوٹی نکلی تو میں محمدؐ کو تمھارے سپرد کردوں گا تاکہ تم ان کو قتل کر دو۔
قریش نے کہا تم نے انصاف کی بات کی ہے اور بہت خوبصورت بات کہی ہے صحیفہ کی مہر توڑی گی تو کیا دیکھا کہ دیمک نے سوائے اللہ کے ہر چیز کو چاٹ لیا ہے تو انھوں نے کہا کہ یہ جادو ہے اس روز بہت سے لوگ حلقہ

بگوشِ اسلام ہوئے اور بنو ہاشم اور بنو المطلب شعب سے باہر آئے اور پھر دوبارہ وہاں نہیں گئے۔

(تاریخ یعقوبی الجزء الثانی تالیف ابن واضح الاخباری متوفی ۲۹۲ھ ص ۲۲-۲۳)

کتاب مناقب میں ہے کہ ابو جہل، عاص بن وائل، نصر بن حارث بن کلدہ اور عقبہ ابن معیط راستوں پر نکل کر کھڑے ہو جاتے تھے اور وہ جس کے پاس بھی خورد و نوش کا سامان دیکھتے تھے انھیں منع کرتے کہ وہ اسے بنی ہاشم کے ہاتھوں فروخت نہ کریں اور وہ اُسے لوٹ مار سے بھی ڈراتے تھے نیز حضرت خدیجہ سلام اللہ علیہا نے نبی اکرم ﷺ پر مال کثیر خرچ کیا۔

قدرت الہی کا ایک عجیب کرشمہ

ابن سعد، ابن ہشام اور بلاذری نے لکھا ہے کہ ادھر رسول اللہ ﷺ کو اللہ کی طرف سے خبر دی گئی کہ مقاطعہ کی دستاویز میں جور و ظلم اور قطع رحمی کا جو مضمون لکھا گیا تھا ان سب کو دیمک چاٹ گئی ہے اور صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔

ابوطالبؑ اور ان کے ساتھی عین اس وقت حرم میں پہنچے جب زہیر اور اس کے ساتھیوں کا ابو جہل کے ساتھ جھگڑا ہو رہا تھا اور قریش کے سردار کا مجمع اس قصے پر غور کر رہا تھا ابوطالبؑ نے وہاں پہنچ کر لوگوں سے خطاب کیا ہم ایک بات لے کر آئے ہیں اس کا جواب دو جو تمہارے نزدیک درست ہو سردار قریش نے کہا خوش آمدید اہلاً و سہلاً ہمارے پاس وہ بات ہے جو آپ کو خوش کرنے والی ہے آپ کیا چاہتے ہیں ابوطالبؑ نے کہا کہ میرے بھتیجے نے خبر دی ہے کہ دستاویز کو دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا ہے۔ خدا کی قسم! وہ جھوٹ نہیں بولتا اب تم وہ صحیفہ منگوا کر دیکھو اگر میرے بھتیجے کی بات سچ ہے تو ہمارے ساتھ اپنی قطع رحمی سے باز آؤ اور جو کچھ اس صحیفے میں تم نے لکھا ہے اسے ختم کر دو اور اگر وہ جھوٹ ہے تو میں اُن کو تمہارے حوالے کر دوں گا پھر تمہیں اختیار ہے چاہے تم انھیں قتل کر دو یا ان کو زندہ چھوڑ دو۔ انھوں نے کہا کہ آپ نے انصاف کی بات کی ہے پھر وہ صحیفہ منگوا یا گیا اسے کھول کر دیکھا تو وہ بات سچ نکلی جس کی خبر رسول اللہ ﷺ نے دی تھی اس پر کفار قریش کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور ان کے سر جھک گئے ابوطالبؑ نے کہا کہ اب تم پروا نہ ہو گیا کہ ظلم اور قطع رحمی اور بد

سلوکی کے مرتکب تم ہی ہوئے تھے پھر ہم کس قصور میں مجبوس رکھے جائیں۔

پھر ابوطالبؑ اپنے ساتھیوں سمیت کعبہ کے پردوں کے پیچھے گئے اور بیت اللہ کی دیوار سے لپٹ کر انھوں نے دعا کی خدایا ان لوگوں کے مقابلے میں ہماری مدد فرما جنھوں نے ہم سے ظلم کیا ہے ہم سے قطع رحمی کی اور وہ کچھ اپنے لیے حلال کر لیا جو ہمارے معاملے میں ان پر حرام تھا یہ کہ کروہ اپنے ہمراہیوں کو لیے ہوئے اپنے شعب کی طرف روانہ ہو گئے ان کے اٹھتے ہی قریش کے بہت سے لوگوں نے اس ظلم پر سخت ملامت کی جو بنی ہاشم پر کیا گیا تھا ان میں مطعم بن عدی، عدی بن قیس، زمعہ بن اسود ابو البختری بن ہاشم اور زبیر بن ابی امیہ پیش پیش تھے پھر یہ لوگ ہتھیار بند ہو کر شعب ابی طالب میں گئے اور بنی ہاشم اور بنی المطلب سے کہا اب آپ لوگ اپنے اپنے گھروں میں جا کر آباد ہوں

ابن سعد، بلاذری اور ابن عبد البر نے لکھا کہ مقاطعہ کا خاتمہ سن ۱۰ بعد بعثت میں ہوا۔

(سیرت سرور عالم جلد دوم از سید ابوالاعلیٰ مودودی ص ۶۲۰-۶۲۱)

رسول اللہ ﷺ کے بغیر کھانا نہ کھانا

محدث دہلوی تحریر فرماتے ہیں:

ابوطالب باقصی الغایہ و احسن وجوہ محافظت آنحضرت قبل از ظهور نبوت و بعد ازاں بہ تقدیم رسانید و بے و مے طعام نمی خورد جامہ خواب آنحضرت بہ پہلوی خود راست می کرد و درون و بیرون خانہ اور اہمراہ داشتی۔

(مدارج النبوة شیخ عبدالحق محدث دہلوی ج دوم ص ۳۱)

یعنی حضرت ابوطالبؑ نے اعلان نبوت سے پہلے اور اس کے بعد تک محافظت رسول اللہ ﷺ کے فریضہ کو باحسن وجوہ پایہ تکمیل تک پہنچا یا وہ بغیر ان کے کبھی کھانا نہیں کھاتے تھے اور شب کو ان کا بستر اپنے پہلو میں خود لگاتے تھے اور گھر کے اندر اور باہر ہمیشہ ان کو اپنے ساتھ رکھتے تھے۔

بیٹوں کا قربان کرنا

صاحب سیرۃ حلبیہ تحریر فرماتے ہیں:

”کہ حضرت ابوطالبؑ آنحضرت ﷺ کو اپنے فرش پر سلاتے تھے پھر جب کچھ رات گزر جاتی اور سب لوگ سو جاتے تو چپکے سے آپ کو دوسری جگہ سلا دیتے اور پہلی جگہ اپنے بھائی یا بیٹے کو سلاتے کہ قریش جگہ پہچان کر اندر نہ گھس آئیں اور آنحضرت کو ہلاک نہ کر دیں پس اگر وہ ایسا قصد کریں تو وہ دھوکا کھا کر بجائے محمد کے میرے فرزند کو ہلاک کر دیں اور محمد محفوظ رہیں۔“ (سیرت حلبیہ)

حضرت ابوطالبؑ نے اس موقع پر فرمایا:

اصْبِرْ يَا بُنَيَّ فَالْصَّبْرُ اَعْجَى وَ كُلُّ حَيٍّ مَصِيرُهُ لِشُعُوبٍ

کسی شخص نے عبد اللہ بن عباس سے سوال کیا کہ اے فرزند عم رسول اللہ ﷺ یہ بتلائیے کہ کیا ابوطالبؑ مسلمان تھے تو انھوں نے جواب دیا بھلا وہ کس طرح مسلمان نہ ہوگا جس نے یہ کہا ہے۔

وَ قَدْ عَلِمُوا اَنْ اَبْنَا لَا مَكْذِبَ لَدَيْنَا وَ لَا يَعْنِي بِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ

وہ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا بیٹا محمد ہمارے نزدیک جھوٹا نہیں ہے اور وہ کبھی بھی غلط بات زبان سے نہیں نکالتا ہمیشہ حق بات کہتا ہے۔

حضرت ابوطالبؑ کی مثال اصحاب کہف جیسی ہے جنھوں نے ایمان کو چھپایا تھا اور شرک کو ظاہر کیا تھا تو انھیں دو مرتبہ اجر عطا کیا گیا۔

امام صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت ابوطالبؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو انھوں نے قریش کے سربراہوں کو مدعو کیا اور انھیں یہ وصیت کی انھوں نے فرمایا: ”اے قریش کے لوگوں تم اللہ کے منتخب بندے ہو اور عرب کا دل ہو تم ارض خدا پر اس کے خزانچی ہو اور حرم کے ذمہ دار ہو تمھارے درمیان میں وہ ہستی موجود ہے جو سردار ہے جس کی اطاعت کی جاتی ہے جو سخی اور صاحب قدرت ہے اور تمھارے درمیان وہ ہستی ہے جو آگے

بڑھنے والی ہے وہ بہادر اور کشادہ ہاتھوں والا فیاض ہے تم یہ جان لو کہ تم نے عرب کے لیے فخر و مباہات کا کوئی ایسا حصہ نہیں چھوڑا جسے پانہ لیا ہو اور تم ہر شرف تک پہنچ گئے ہو۔ تمہیں لوگوں کے مقابلے میں یہ فضیلت حاصل ہے اور محمد کے ذریعے لوگوں کی تم تک رسائی ہے لوگ تم سے برسرِ پیکار ہیں اور تم سے جنگ کرنے کے لیے مجتمع ہیں میں تمہیں وصیت کر رہا ہوں اسے یاد رکھنا میں تم لوگوں کو وصیت کرتا ہوں اس عمارت کی تعظیم کرنا اس لیے کہ اسی میں رضائے پروردگار ہے اور معاش کا قیام ہے اور یہاں آنے والوں کے نشانات قدم ہیں تم پر لازم ہے کہ صلہٴ رحمی کرو اس لیے کہ صلہٴ رحمی مدتِ حیات کو بڑھاتی ہے اور تعداد میں اضافہ کرتی ہے اور نافرمانی اور ظلم و زیادتی اور فساد کو ترک کر دو انھی باتوں کے سبب تم سے پہلے اقوامِ ہلاکت سے دوچار ہو چکی ہیں پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہو اور سائل کو عطا سے محروم نہ کرو اس لیے ان خوبیوں میں حیات اور ممت کے لیے شرف موجود ہیں تمہیں چاہیے کہ ہمیشہ سچ بولو اور امانت ادا کرو اس لیے کہ ان دونوں میں تہمت اور الزام سے دوری ہے اور آنکھوں میں جلالت ہے لوگوں سے اختلاف میں کمی کرو اور جود و سخا کے ذریعے ان پر فضل و کرم کرو اس سے خاص لوگوں سے محبت میں اضافہ ہوگا اور عام لوگوں میں تکریم بڑھے گی اور یہ عمل اہل بیت کی طاقت و قوت کا باعث ہوگا۔

میں تم سے وصیت یہ کرتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بہترین سلوک کرنا اس لیے کہ وہ قریش میں امیر (حاکم) اور عرب دنیا میں سچے ہیں اور ان میں یہ تمام صفات یکجا ہیں میں تمہیں جن کی وصیت کر رہا ہوں وہ تمہارے پاس ایسا امر لے کر آئے ہیں جس کے سامنے باغاتِ جنت ہیں اور زبانِ ننگ و عار کی وجہ سے بظاہر انکار کر رہی ہے اور خدا کی قسم کھا کر کہہ رہا ہوں کہ عرب کے محتاجوں اور مفلوک الحال لوگوں میں جنہیں کمزور بنالیا وہ سب صاحبانِ عزت مجھے (محمد) کے اطراف نظر آ رہے ہیں اور لوگوں میں جنہیں کمزور بنادیا گیا ہے وہ سب مجھے دکھائی دے رہے ہیں کہ انھوں نے حضرت محمد کی دعوت قبول کو کر لیا ہے اور ان کے کلمہ کی تصدیق کر دی ہے اور ان کی باتوں کی عظمت کو تسلیم کر لیا ہے اور ان پر جان کنی کا عالم طاری ہے قریش کے سردار اور اس کے سربراہ و ردہ افراد، لوگوں کے نوکر چاکر بن گئے ہیں ان کے گھرویران ہو گئے ان کے کمزور ترین افراد مالک بن بیٹھے ہیں جب کہ باعظمت ہستیاں محتاج ترین افراد میں تبدیل ہو گئیں اور ان لوگوں سے دور رہنے والے لوگ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک منزلت کے حامل ہو چکے ہیں عربوں نے اپنی محبت کو ان کے لیے خالص کر دیا ہے اور اپنے شہروں کو ان کے اختیار میں دے دیا ہے اور اپنی قیادت ان کے سپرد کر دی ہے۔

اے قریش کے لوگو! تم خبردار ہو جاؤ اے اپنے ماں باپ کے بیٹو! تم ان کے لیے والی (حاکم) بن جاؤ اور حضرت محمدؐ کی جماعت کی حمایت کرو خدا کی قسم! جو بھی ان کے راستے پر چلے گا وہ ہدایت پا جائے گا اور وہ بھی اس ہدایت کو اپنائے گا وہ سعادت مند ہو جائے گا اگر میرے پاس وقت ہوتا اور میری مدت حیات زیادہ ہوتی تو میں مقابلہ کرنے والوں کے لیے کافی ہوتا اور ان سے تمام مصیبتوں اور پریشانیوں کو دور کر دیتا اس کے علاوہ میں ان کے کلمہ شہادت کی گواہی دیتا ہوں اور ان کے قول کی تکریم و تعظیم کرتا ہوں۔“

(تاریخ الخلفاء ۱-۳۳۹۔ بحار الانوار ۳۵-۱۰۶، ۱۰۷۔ اروضۃ الواعظین ۱-۱۳۹-۱۴۰)

ابوطالبؑ کی وصیتیں

علامہ قسطلانی نے مواہب اللدنیہ میں اور علامہ زرقانی نے اس کی شرح میں هشام بن محمد بن السائب کلبی کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کے آخری وقت میں قریش کے سردار اُن سے ملنے کے لیے آئے تو انھوں نے قریش کی خوبیاں اور ان کے فضائل بیان کرنے کے بعد ان سے کہا کہ دیکھو اس خانہ کعبہ کی تعظیم کو ملحوظ رکھنا کہ اسی میں رب کی خوش نودی ہے، صلہ رحمی کرنا، ایک دوسرے پر زیادتی اور حق تلفی نہ کرنا، دعوت دینے والے کی دعوت کو قبول کرنا، سائل کی حاجت روائی کرنا، صداقت اور ادائے امانت کے پابند رہنا۔ پھر اسی سلسلے میں انھوں نے کہا کہ میں تمھیں محمد ﷺ کے بارے میں وصیت کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ بھلائی سے پیش آنا کیوں کہ وہ قریش میں امین اور تمام عرب میں صادق ترین آدمی ہے اور وہ ان تمام خوبیوں کا جامع ہے جو میں نے تم سے بیان کی ہیں۔

خدا کی قسم! میں گویا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ عرب کے کنگال اور اطراف و نواح کے لوگ اور کمزور لوگ آگے بڑھ کر اس کی دعوت قبول کر لیں گے اس کے کلمے کی تصدیق کریں گے اس کے کام کو آگے بڑھائیں گے اور وہ انھیں لے کر خطرات کے میدان میں کود پڑے گا اور قریش کے سردار اور اکابر دم چھلے بن کر رہ جائیں گے۔

ابن سعد نے لکھا ہے کہ مرتے وقت ابوطالبؑ نے اپنی اولاد کو وصیت کی کہ تم ہمیشہ بخیر رہو گے جب تک

محمد ﷺ کی بات سنتے رہو گے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے رہو گے لہذا اس کا اتباع کرو اور اس کی مدد کرو راہ راست پر رہو گے۔

ابن سعد نے امام محمد بن سیرین کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب ابوطالبؑ کا انتقال ہونے لگا تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ کو بلا کر کہا جیتے جب میں مر جاؤں تو تم اپنے احوال (یعنی اپنے دادا کی کنھیال) بنی نجار کے پاس مدینے چلے جانا کیوں کہ وہ اپنے گھر والوں کی حفاظت میں سب لوگوں سے بڑھ کر سخت ہیں۔

ان وصیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوطالبؑ کیسے دانا اور صاحب بصیرت آدمی تھے اور ان کی نگاہ کتنی دور رس تھی خصوصاً مدینہ کے معاملے میں انھوں نے ہجرت سے تین سال پہلے جو رائے دی تھی وہ بالآخر صحیح ثابت ہوئی حالانکہ اس وقت کسی کے سان گماں میں بھی یہ بات نہ تھی کہ مدینہ ہی اسلام اور محمد ﷺ کے لئے جان نثار بستی بنے گا اور وہیں سے حضور کو طاقت فراہم ہوگی جو تمام عرب کو مسخر کر لے گی۔

(سیرت سرور عالم جلد دوم مولانا ابوعلی مودودی ص ۶۲۴-۶۲۵)

حضرت ابوطالبؑ کے بارے میں برصغیر کے نام ور مورخ اور سیرت نگار شبلی نعمانی کے نظریات ابوطالبؑ نے آنحضرت ﷺ کے لیے جو جاں نثاریاں کیں اس سے کون انکار کر سکتا ہے وہ اپنے جگر گوشوں کو آپ پر نثار کرتے تھے آپ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا آپ کی خاطر محصور ہوئے فاقے اٹھائے شہر سے نکالے گئے تین تین برس آب و دانہ بند رہا کیا یہ محبت یا جوش یہ جاں نثاریاں سب ضائع جائیں گی۔ ابوطالبؑ آنحضرت سے ۳۵ برس عمر میں بڑے تھے رسول ﷺ کو ان سے نہایت محبت تھی ایک دفعہ وہ بیمار پڑے آنحضرت ان کی عیادت کے لیے گئے تو انھوں نے کہا جیتے خدا نے تجھ کو پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اس سے دعا نہیں مانگتا کہ وہ مجھ کو اچھا کر دے آپ نے دعا کی اور وہ اچھے ہو گئے آنحضرت سے کہا کہ خدا تیرا کہنا مانتا ہے آپ نے فرمایا کہ اگر آپ بھی خدا کا کہنا مانیں تو وہ بھی آپ کا کہنا مانے گا (اصابہ فی احوال الصحابہ)

ابوطالبؑ کی وفات کے چند روز بعد حضرت خدیجہ نے بھی وفات پائی بعض روایتوں میں ہے کہ انھوں نے ابوطالبؑ سے پہلے انتقال کیا اب آپ کے مددگار اور غمگسار دونوں اٹھ گئے صحابہ خود اپنی حال میں مبتلا تھے یہی زمانہ ہے جو اسلام کا سخت ترین زمانہ ہے اور خود آنحضرتؐ نے اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) فرمایا کرتے

تھے۔ (مواہبُ اللدنیہ)

ابوطالبؑ اور خدیجہ کے اٹھ جانے کے بعد قریش کو کس کا پاس تھا اب وہ نہایت بے رحمی و بے باکی سے آنحضرت ﷺ کو ستانے لگے ایک دفعہ آپ راہ میں جا رہے تھے کہ ایک شقی نے آکر فرق مبارک پر خاک ڈال دی اس حالت میں آپ گھر تشریف لائے آپ کی صاحبزادی نے دیکھا تو پانی لے کر آئیں آپ کا سر دھوتی تھیں اور جوشِ محبت سے روتی تھیں آپ نے فرمایا جان پدر رو نہیں خدا تیرے باپ کو بچالے گا۔
(سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانی ص ۲۵۳-۲۵۲)

حضرت ابوطالبؑ کی وفات

حضرت ابوطالبؑ نے ۱۵ شوال المعظم کو وفات پائی جب کہ ان کی عمر مبارک ۸۰ سال سے کچھ زیادہ تھی۔ (الطبقات ۱-۷۹)

اور کہا گیا ہے کہ ان کی وفات شوال کے آخر میں یا ذی القعدہ کے آغاز میں ہوئی۔

(انساب الاشراف ۱-۴۰۵، الکامل ۲-۹۰)

اور کہا گیا کہ ان کی وفات حسرت آیات نبی اکرم ﷺ کی بعثت کے دسویں سال ۲۶ رجب المرجب کو ہوئی۔ (الکافی واللقاب ۱-۱۰۵)

اور فرمایا کہ انھوں نے مکہ مکرمہ میں وفات پائی اور حجون میں دفن ہوئے۔ (سفینۃ البحار ۲-۱۴۰)

اور جب حضرت ابوطالبؑ کی وفات ہوئی تو امیر المومنین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انھیں وفاتِ ابوطالبؑ کی اطلاع دی آنحضرت ﷺ یہ سن کر درد و کرب میں مبتلا ہوئے اور نہایت غمگین ہو گئے پھر آپ نے امیر المومنین سے کہا اے علی جاؤ تم تمام امور کو اپنے ذمے لو اور ان کا غسل جنوط اور کفن کا اہتمام کرو جب جنازہ اٹھے تو مجھے مطلع کرنا امیر المومنینؑ نے ایسا ہی کیا جب ان کا جنازہ اٹھایا گیا تو نبی اکرمؐ اس میں شریک ہوئے وہ افسردہ تھے اور حزن و ملال ان کے چہرے سے عیاں تھا اور انھوں نے فرمایا:

وَصَلَّاتُكَ رَجْمٌ وَجَزَاكَ اللَّهُ يَا عَدُوَّ خَيْرٍ

اے چچا! آپ نے قرابت داری کا حق ادا کر دیا آپ کے لیے جزائے خیر ہو۔

(دلائل النبوة ۲/۱۰۳، الطرائف ۱/۳۰۵، شرح النہج: ۱۷/۲۸ مطبوعہ مصر)

فَقَدْ رَبَّيْتُ وَكَفَّلْتُ صَغِيرًا وَنَصَرْتُ وَأَزَرْتُ كَبِيرًا

آپ نے بچپن میں میری پرورش کی اور کفالت کی اور جب میں بڑا ہوا تو آپ نے نصرت اور پشت پناہی کی پھر آنحضرت لوگوں کو طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا خدا کی قسم میں اپنے چچا کی ایسی شفاعت کروں گا جس سے دنیا و آخرت کے باشندے حیران ہو جائیں گے۔ (ایمان ابی طالب - ۲۵، ۲۶، الحجۃ/۲۶۵)

اور سیرت ابن ہشام میں ہے کہ حضرت خدیجہ بنت خویلد اور حضرت ابوطالبؑ نے ایک ہی سال میں انتقال فرمایا تو رسول اکرم ﷺ پر پے در پے مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے حضرت خدیجہ کے انتقال پر ملال سے جو آپ کے لیے اسلام کی صداقت کی دلیل تھیں اور جن کی رفاقت سے نبی اکرم ﷺ سکون حاصل کرتے تھے اور اپنے چچا ابوطالبؑ کی داغ مفارقت کی وجہ سے جو ہر امر میں نبی اکرم ﷺ کے مددگار، محافظ اور قوم کے سینہ سپر اور ان کے ناصر تھے۔ حضرت ابوطالبؑ کے انتقال کے بعد قریش نے نبی اکرم ﷺ کو ایسی اذیتیں دیں حضرت ابوطالبؑ کی حیات مبارکہ میں جن کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے تھے یہاں تک کہ قریش کے سفہاء میں سے ایک سفیہ (جاہل و احمق) آنحضرت کے سامنے آیا اور آپ کے سر پر مٹی ڈال دی اور رسول اللہ ﷺ جب گھر میں داخل ہوئے تو مٹی ان کے سر کے اوپر تھی تو آپ کی صاحبزادیوں میں سے کسی نے اٹھ کر اس مٹی کو دھو کر صاف کیا جب کہ وہ رورہی تھی اور آنحضرت اس سے فرما رہے تھے اے لخت جگر گریہ نہ کر اللہ تبارک و تعالیٰ تمہارے باپ کا محافظ ہے فرمایا اور وہ اس اثنا میں یہ بھی فرما رہے تھے کہ ابوطالبؑ کی وفات تک مجھے قریش سے اس قسم کی ناپسندیدہ حرکت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ (سیرت ابن ہشام - ۱/۲۷۷ و تاریخ طبری - ۲/۲۲۹، اکال - ۲/۹۰، ۹۱، تاریخ اسلام ذہبی - ۲۳۵) (صاحبزادیوں سے مراد نبی اکرم ﷺ کی پروردہ بیٹیاں ہیں) اور تاریخ انجیس میں ہے کہ جب ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہ کی وفات ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے اس سال کا نام عام الحزن یعنی حزن کا سال رکھ دیا۔ (تاریخ انجیس - ۱/۳۴۰)

ذہبی نے کہا کہ ابوطالبؑ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ شدید ترین اذیتوں میں مبتلا ہوئے۔

(تاریخ اسلام ذہبی - ۲۸۲)

اور کتاب کافی میں ہے کہ جب ابوطالبؑ کا انتقال ہوا تو جبریلؑ رسول اکرم ﷺ پر نازل ہوئے اور فرمایا کہ اے محمد ﷺ اب آپ مکہ سے روانہ ہو جائیے یہاں اب آپ کا کوئی ناصر نہیں ہے اور قریش نے نبی پر بلہ بول دیا تو آپ وہاں سے تیزی سے نکل کر مکہ مکرمہ کے ایک پہاڑ جحون پر تشریف لئے گئے۔ (الکافی ۱/۴۴۹، بحار الانوار ۳۵/۱۳)

اور ابن سعد نے کہا کہ وہ گھر میں بیٹھ رہے اور باہر جانا کم کر دیا اور قریش نے ان سے ایسا سلوک کیا جو پہلے نہیں ہوا تھا اور نہ ہی وہ ایسا کر سکتے تھے۔ (الطبقات ۱/۱۴۳)

اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہمیشہ قریش مجھ سے سہمے ڈرے رہتے تھے یہاں تک کہ میرے چچا کا انتقال ہو گیا۔ (دلائل النبوة ۲/۱۰۴، تاریخ الاسلام ذہبی ۲۳۳)

امیر المومنین کا مرثیہ اپنے عظیم والد کے لیے:

أَبَا طَالِبٍ عَصْمَةَ الْمُسْتَجِيرِ وَغَيْثَ الْمُحُولِ وَنُورَ الظُّلُمِ

ابوطالبؑ پناہ چاہنے والوں کے لیے محافظ ہیں اور قحط سالی کے موقع پر بارانِ رحمت اور تاریکیوں میں نور ہیں۔

لَقَدْ هَدَّ فَقْدُكَ أَهْلَ الْحِفَاطِ وَقَدْ كُنْتَ لِلْمُصْطَفَى خَيْرَ عَم

آپ کی وفات حسرت آیات نے جواں مردوں اور غیرت مندوں کو خطرات سے دوچار کر دیا۔ اور یقیناً آپ محمد مصطفیٰ (ﷺ) کے لئے بہترین چچا تھے۔

(دیوان امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ ص ۴۱۰، انتشارات ناصح)

حضرت ابوطالبؑ کا انتقال

روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے چچا ابوطالبؑ کی میت کے قریب آئے اور ان سے مخاطب ہو کر فرمایا:

يَا عَمِّ كَفَلْتَ يَتِيمًا وَرَبَّيْتَ صَغِيرًا وَنَصَرْتَ كَبِيرًا فَجَزَاكَ اللَّهُ عَنِّي خَيْرًا ثُمَّ أَمَرَ عَلِيًّا بِغُسْلِهِ.

اے میرے چچا آپ نے یتیمی میں میری کفالت کی بچپن میں میری تربیت کی اور میں بڑا ہوا تو نصرت کا حق ادا کر دیا اللہ تبارک تعالیٰ آپ کو میری جانب سے جزائے خیر عطا فرمائے اس کے بعد آپ نے حضرت علی کو حکم دیا کہ وہ آپ کے غسل کا اہتمام کریں (امالی صدوق ۲۴۳ بحار الانوار ج ۳۵ ص ۶۸)

ابن سعد اور ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے تخریج کی ہے انھوں نے فرمایا کہ نبی اکرمؐ نے یہ سن کر گریہ کیا اور فرمایا: اے علیؑ! جاؤ ان کے غسل و کفن اور دفن کا انتظام کرو اللہ ان کی مغفرت کرے اور اپنی رحمت نازل کرے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں: میں نے ایسا ہی کیا اور سفہاء قریش کے شر انگیزی کے خوف سے آنحضرتؐ نے جنازے کی مشایعت نہیں کی اور اس وقت تک نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی اس لیے نماز جنازہ ادا نہیں کی گئی۔

(اسنی المطالب فی نجات ابی طالب زینی وحلان ص ۳۸)

روایت ہے کہ ابوالجہم بن حذیفہ سے سوال کیا گیا کہ کیا نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابوطالبؑ کی نماز جنازہ پڑھی؟ تو انھوں نے جواب دیا اس وقت نماز جنازہ فرض کہاں تھی؟ نمازہ جنازہ تو ان کی رحلت کے بعد فرض ہوئی ہے رسول اکرم ﷺ نے جب ان کے انتقال کی خبر سنی تو انھیں بے حد صدمہ ہوا اور وہ محزون ہوئے اور حضرت علی کو حکم دیا کہ تمام معاملات کو اپنے ہاتھوں میں لے لیں آنحضرتؐ جنازے میں تشریف لائے حضرت عباس اور حضرت ابوبکر نے ان کے مومن ہونے کی گواہی دی اور ان کی صداقت کی شہادت دی اس لیے کہ حضرت ابوطالبؑ اپنے ایمان کو مخفی رکھتے تھے اور اگر وہ اسلام کے غالب آنے تک زندہ رہتے تو ضرور اپنے ایمان کا اظہار کرتے (بحار الانوار باب ۴۲ ج ۳۵ ص ۱۲۷)

شریف نسابہ علوی نے جو موضح کے نام سے مشہور ہیں وہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابوطالبؑ کا انتقال ہوا تو اس وقت نماز جنازہ کی فرضیت نازل نہیں ہوئی تھی تو اسی وجہ سے نبی اکرم ﷺ نے نہ تو حضرت ابوطالبؑ کی نماز جنازہ پڑھی اور نہ ہی حضرت خدیجہ کی نماز جنازہ ادا فرمائی جب حضرت ابوطالبؑ کا جنازہ گزرا تو نبی اکرم ﷺ حضرت علیؑ اور حضرت جعفر اور حضرت حمزہ بیٹھے ہوئے تھے سب کے سب کھڑے ہو گئے انھوں نے جنازے کی مشایعت کی اور ان کے لیے دعائے مغفرت کی (بحار الانوار ج ۳۵ ص ۱۲۸)

اولاد ابوطالبؑ

حضرت ابوطالبؑ کی اولاد کی تعداد چھ ہے چار بیٹے اور دو بیٹیاں ان میں سب سے بڑے بیٹے کا نام طالب تھا اور اسی نام سے حضرت ابوطالبؑ کی یہ کنیت ہے اور عقیل جن کی کنیت ابو یزید تھی ان کے اور طالب کے درمیان دس سال کا فرق تھا اور وہ نسب قریش کے عالم تھے اور جعفر بن ابی طالب اُن کے اور عقیل کے درمیان بھی دس سال کا فرق تھا۔ وہ پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے اور انھوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور جنگ موتہ میں درجہ شہادت پر فائز ہوئے وہ ذوالجناحین ہیں جن کی مدد سے وہ فرشتوں کے ساتھ جنت میں جہاں چاہتے ہیں وہاں پرواز کرتے ہیں اور علی ابن ابی طالب ان کے اور جعفر کے مابین دس سال کا فرق تھا اور ام ہانی بنت ابی طالب اور ان کا نام ہند تھا اور جمانہ بنت ابی طالب اور ان سب کی والدہ فاطمہ بنت اسد تھیں۔

(الطبقات ۱-۷۷ عمدة الطالب ۳۰)

نقش خاتم ابوطالب

امام رضاؑ سے مروی ہے، وہ متعدد طُرُق سے اپنے آباؤ اجداد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ کی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ تھا:

رَضِیْتُ بِاللّٰهِ رَبًّا، وَبِابْنِ أَخِي مُحَمَّدٍ نَبِيًّا وَبِابْنِي عَلِيٍّ لَهُ وَصِيًّا.

میں اس بات پر راضی ہوں کہ اللہ رب ہے اور میرے بھائی کا فرزند محمدؐ نبی ہے اور میرا بیٹا علیؑ ان کا وصی

ہے۔

حوالے کے لیے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ تفسیر روح الجنان و روح الجنان۔ تصنیف جمال الدین شیخ ابوالفتوح رازی۔ ج ۸، ص ۷۱، چاپ

اسلامیہ ۱۳۹۸ھ

۲۔ الغدیر فی الکتاب و السنة تألیف عبدالحسین احمد الامینی النجفی۔ ج ۷ ص ۳۹۵ دارالکتب الاسلامیہ

بازار سلطانی۔

۳۔ الصحیح من سیرۃ الامام علی (المرتضیٰ من سیرۃ المرتضیٰ) السید جعفر مرتضیٰ العالی الجزء الثانی ص ۱۰۲

۴۔ الدرجات الرفیعة ص ۶۰

۵۔ محبوب القلوب۔ ج ۲، ص ۲۱۹

۶۔ ایمان ابی طالب ص ۸۹

قبر ابوطالبؑ..... عہد بہ عہد

(سید الرضیٰ عباس نقوی)

قبروں کا احترام اور اس پر عمارت و قبہ کی تعمیر دنیا کے ہر طبقہ فکر میں احترام کی نگاہ سے دیکھی جاتی ہے۔ خاصانِ خدا اور رہبرانِ قوم کے آثار اور قبروں کو محفوظ رکھنا آئینِ محبت کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کے قانون میں آثارِ قدیمہ کو محفوظ رکھنے کا شعبہ بنایا جاتا ہے اس لیے کہ اس کی حفاظت دراصل مذہب و ملت کے افکار، پیغامات اور تاریخ کی حفاظت ہوتی ہے۔ اسلافِ صالحین کے مقابر اور ان کے آثار کو مٹانا اصل میں ان کے افکار و نظریات کو مٹانا ہے۔ یہ کوئی منطق نہیں ہے کہ کوئی شخص کسی کا نشانِ قبر مٹا دے اور پھر بھی اس کی حمایت کا دعویٰ کرے یہ عقل سے بعید ہے۔

بعض مدعیانِ اسلام یہی کہتے ہیں حالانکہ قرآن میں احترامِ قبر کے اشارے پائے جاتے ہیں۔ سورہ توبہ میں ارشاد ہے:

وَلَا تُصَلِّ عَلَى أَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّتَّ أَبَدًا وَلَا تَقُمْ عَلَى قَبْرِهِ ۖ

ترجمہ: اور ان (منافقین) میں سے جو کوئی مر جائے اس پر آپ کبھی بھی نماز نہ پڑھیں اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوں۔

اس آیت کی رو سے اگر قبرِ منافق پر جانے سے منع کیا گیا ہے تو قبرِ مومن پر جانا خود بخود عملِ استحسان قرار پاتا ہے۔ اس کے باوجود اگر کوئی قبر پر پختہ عمارت کی تعمیر پر اعتراض کرے تو اس کا اشارہ سورہ کہف میں یوں موجود ہے:

إِذِ يَنْتَازِعُونَ بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۚ رَبُّهُمْ أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ۖ ①

ترجمہ: یہ اس وقت کی بات ہے جب لوگ ان کے بارے میں جھگڑ رہے تھے تو کچھ نے کہا: ان (کے غار) پر عمارت بنا دو، ان کا رب ہی ان کا حال بہتر جانتا ہے، جنہوں نے ان کے بارے میں غلبہ حاصل کیا وہ کہنے لگے: ہم ان کے غار پر ضرور ایک مسجد بناتے ہیں۔

قرآن کا اس گفتگو کو نقل کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ ہادیانِ برحق کے آثار کو محفوظ کرنا اور اس کو باقی رکھنے کے لیے اس پر عمارت بنانا بارگاہِ احادیث میں پسندیدہ عمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیائے سابقہ کی قبریں احتراماً پہاڑ کے دامنوں اور غاروں میں بنائی گئیں۔ بعض کی زیرِ زمین سردابوں میں تھیں جو مختلف موقعوں پر ظاہر ہوتی رہیں اور لوگوں نے انبیاء کے تازہ ترین اجساد و اجسام کی زیارت بھی کی جن کے تذکرے تاریخ کی کتابوں میں درج ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کا یہ طریقہ رہا کہ بچپن میں اپنی والدہ حضرت آمنہؓ کے ساتھ اپنے والد حضرت عبداللہؓ کی قبر پر تشریف لے جاتے تھے جو ایک حویلی میں واقع تھی جسے دارِ نابغہ کہا جاتا تھا۔ اسی سفرِ زیارت سے واپسی پر حضرت آمنہؓ کی وفات ہوئی تھی اور انھیں مکہ و مدینہ کے درمیان ابواء میں دفن کیا گیا۔ پیغمبر اسلام اکثر اپنی مادرِ گرامی کی قبر کی زیارت کو آتے رہتے تھے۔ عمرہ الحدیث کے موقع پر بھی جب راہ میں ماں کی قبر آئی تو آپ نے قافلے کو روک کر قبرِ مادر کی زیارت کی تھی۔ صرف زیارت ہی نہیں کی بلکہ روایت میں ”فاصلحہ“ کا لفظ بھی آیا ہے یعنی نبیؐ نے اپنے ہاتھوں سے قبر کی اصلاح بھی کی تھی۔ اس کے بعد گریہ کیا آپ کو دیکھ کر اصحاب بھی رونے لگے وجہ پوچھنے پر فرمایا کہ:

”مجھے ہمدردی نے آ لیا تھا، مجھے ماں کی یاد آ گئی اور میں رو دیا“ (طبقات ابن سعد جلد اول صفحہ ۴۵)

اس روایت سے یہ بات مستنبط ہوتی ہے کہ قبر پر صاحبِ قبر کو یاد کر کے رونا اور قبر کی اصلاح کرنا سیرتِ رسولؐ ہے۔ یہی عمل اہلبیتؑ کا بھی رہا۔ حضرت فاطمہؓ خصوصیت کے ساتھ حضرت حمزہؓ کی قبر پر جایا کرتی تھیں اور آپ نے اُن کی قبر پر ایک علم بھی لگایا تھا جو قبر کی علامت کو ظاہر کرتا تھا۔ پہلی تسبیح آپ ہی نے مرقدِ حمزہؓ کی خاک سے تیار کی تھی جس کا بعد میں رواج عام ہوا۔

(المصنف، امام عبدالرزاق، جلد ۳ حدیث ۶۷۶، کتاب الجنائز باب فی زیارة القیور، طبع بیروت، ۲۰۰۰ء)

امام حسینؑ ہر جمعرات کو امام حسنؑ کی قبر پر جاتے تھے۔

(شہید مسموم از مولوی مظہر حسن سہارنپوری۔۔ سروچمن از فوق بلگرامی)

امام حسینؑ کر بلا جانے سے قبل پیغمبر اسلامؐ اور اپنی مادر گرامی حضرت فاطمہؑ اور برادر عزیز امام حسنؑ کی قبر اطہر پر تشریف لے گئے تھے۔ (بحار الانوار جلد ۴۴ صفحہ ۳۲۸)

جنت المعلیٰ میں حضرت خدیجہؑ کی قبر پر آپ کی طویل مناجات کے تذکرے کتبِ مقاتل میں موجود ہیں۔ (مقتل عوالم صفحہ ۲۰ چاپ قدیم)

آپ کی صاحبزادی فاطمہ بنت حسینؑ اپنے شوہر حسنؑ کی قبر پر ایک برس تک مجاور رہیں اور آپ نے اُن کی قبر پر قبہ تعمیر کروایا تھا۔ (الارشاد جلد ۲ صفحہ ۲۲)

امام جعفر صادقؑ نے قیام کوفہ کے دوران اپنے دادا حضرت علیؑ کی قبر کی مرمت کے لیے صفوان جمال کو رقم دی تھی جو آپ کے حکم پر پختہ کرائی گئی۔ (فرحۃ الغری فی تعین قبر علیؑ فی النجف)

امام محمد تقیؑ کی صاحبزادی زینبؑ نے معصومہؑ کی قبر پر قبہ کی تعمیر کرائی تھی۔

(گنجینہ آثار قم جلد اول صفحہ ۱۴۶)

ان تاریخی اشاروں سے اس بات کی وضاحت ہوتی ہے کہ مکتبِ آلِ محمدؑ میں قبروں کا احترام اور اس پر گنبد و عمارت کی تعمیر ایک کارِ اہم تھا جس کا وہ باقاعدہ اہتمام کیا کرتے تھے۔ ان کے برعکس بنی امیہ کی تحریک یہ تھی کہ قبروں کا نام و نشان مٹایا جائے اور ان پر عمارت نہ بننے دی جائے۔

رسولؐ نے جنت البقیع کے پہلے مدفون حضرت عثمان بن مظعونؓ کی قبر پر بطورِ علامت دو پتھر رکھوائے تھے جنہیں معاویہ بن ابوسفیان کی طرف سے مدینے کے گورنر مروان بن حکم نے ہٹوا دیا تھا۔

(جذب القلوب صفحہ ۱۷۲)

ہندہ زوجہ ابوسفیان نے انتقاماً مادرِ رسولؐ حضرت آمنہؑ کی قبر کھودنے کا ارادہ کیا تھا جو ناکام رہا۔

(سیرت ابن ہشام حصہ اول)

تو بنی ہاشم کا نظریہ قبروں کی حفاظت اور اس کی بقا تھا جبکہ بنی امیہ اس کے خلاف تھے۔ یہ دو نظریے چودہ سو برس سے اب تک چلے آ رہے ہیں۔ جس کے نتیجے میں آج بھی اسلام کی مقدس ترین ہستیوں کے مزارات کھودے جا رہے ہیں۔

محترمی مولانا تلمیذ حسین رضوی جو کئی برسوں سے دیوانِ ابوطالبؑ کی تدوین میں مصروف ہیں اُن کا اصرار تھا

کہ قبر ابوطالب کے بارے میں جو تفصیلات میرے پاس ہیں انہیں اس مضمون میں پیش کر دیا جائے، اُن کی خواہش کی تعمیل میں یہ سطور حاضر ہیں۔

ایک روایت میں آیا ہے کہ حضرت ابوطالب نے وصیت کی تھی کہ انہیں قبر عبدالمطلب میں دفن کیا جائے۔ اس لیے ان کا جنازہ جنت المعلیٰ لایا گیا تعویذ قبر کو ہٹایا گیا جب قبر کھدی تو جسد عبدالمطلب تر و تازہ نظر آیا اور آپ کے پہلو میں حضرت ابوطالب کو دفن کیا گیا۔

(کتاب البئر علی بالحسنی شرح زاد العقبیٰ فی مودۃ القربیٰ مولفہ سید علی ہمدانی، از۔ علامہ حارّی۔ لاہور) پیغمبر اسلام خود قبر ابوطالب میں اترے اور اپنے مشفق و مربی کو قبر میں لٹا دیا۔ اس کے بعد بدست امیر المؤمنین قبر ابوطالب تیار ہوئی۔

قال المصنف و عن ابن هشيم قال سمعتُ يقول عَلِيُّ ابِطَالِب عبدالمطلب في كل احواله حتى خرج من الدنيا على ملته و اوصاني ان ادفنه في قبره فاخبرت رسول الله، قال اذهب فواره فانفذ ما اوصاه به فغسله و كفنه و حمّله على الحجون قال فَنَبَشْتُ قبر عبدالمطلب فرفعت الصفيح فاذا هو بواجه الى القبلة فحمدت الله على ذلك و اطبقت الصفيح عليها و هو وصي الاوصياء و خير ورثة الانبياء.

مصنف نے کہا ابن ہشیم سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا: میں نے سنا علیؑ فرما رہے تھے کہ حضرت ابوطالب نے ہر معاملے میں عبدالمطلب کا اتباع کیا یہاں تک کہ دنیا سے کوچ کیا وہ انھی کے طریقے پر عمل پیرا رہے اور انھوں نے مجھے وصیت کی کہ میں انھیں عبدالمطلب کی قبر میں دفن کروں۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس بات سے مطلع کیا۔ انھوں نے فرمایا: جاؤ اور انھیں دفن کرو اور ان کی وصیت پر عمل کرو، انھیں غسل دو اور انھیں کفن پہناؤ اور انھیں حجون لے کر جاؤ۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے عبدالمطلب کی قبر کو کھولا اور جب میں نے چوڑا پتھر ہٹایا تو میں نے دیکھا کہ وہ قبلہ رخ لیٹے ہوئے ہیں، میں نے اس بات پر خدا کا شکر ادا کیا اور دوبارہ وہ

پتھر اس قبر پر لگا دیا اور وہ دیگر اوصیاء میں وصی تھے اور انبیاء کے بہترین وارثوں میں سے تھے۔

(کتاب البشیر بالحسنیٰ در تشریح مودۃ فی القربیٰ۔ ص ۲۵۴، احسن المطالع۔ لاہور، ۱۳۱۷ھ)

سیرت معصومینؑ میں اُس زمانے کے ظلم و جور کے سبب قبر ابوطالبؑ کے تذکرے نہیں آ سکے۔ راویوں نے اسے نہیں لکھا لیکن تعلیمات آلِ محمدؐ کو دیکھتے ہوئے یہ بات یقیناً کامل کے ساتھ کہی جاسکتی ہے کہ ائمہ معصومینؑ قبر ابو طالبؑ کی زیارت کے لیے آتے رہتے تھے اور اپنی علمی نشستوں میں حضرت ابوطالبؑ کے فضائل اور خدمات پر گفتگو فرمایا کرتے تھے تاکہ لوگ حضرت ابوطالبؑ کے مقام و مرتبے میں تردد کا شکار نہ ہوں۔

سلطنتِ عباسیہ کے زوال کے بعد جب حالات سازگار ہوئے اور عاشقانِ اہلبیتؑ کو اپنی عقیدت کے مواقع ہاتھ آئے تو عرب و عجم کے بادشاہوں نے خصوصیت کے ساتھ مکہ و مدینہ کے مقاماتِ مقدسہ کی طرف توجہ کی اور اس کی تعمیر و ترقی میں غیر معمولی حصہ لیا۔ جنت البقیع اور جنت المعلیٰ دونوں کے مزارات کی تعمیر کرائی۔ جب ہم جنت المعلیٰ کے مزارات پر نظر کرتے ہیں تو قدیم تواریخ، سیر اور سفرناموں میں حضرت ابوطالبؑ کی قبر کی تفصیلات نہیں ملتیں۔ ازرقی، غاسی، فاکہی، قطب الدین اور ابنِ ظہیرہ وغیرہ سب خاموش ہیں۔ محمد ابنِ جبیر اندلسی اور ابنِ بطوطہ نے بھی اس کا مطلق تذکرہ نہیں کیا ہے۔ یہ دراصل اہلبیتؑ سے تعصب کی وجہ سے ہے لیکن جو عقیدت مند تھے انھوں نے اپنے طور پر جنت المعلیٰ میں واقع حضرت عبدمنافؑ، حضرت عبدالمطلبؑ، حضرت ابوطالبؑ اور حضرت خدیجہؑ کی قبروں کا خصوصیت کے ساتھ تذکرہ کیا ہے۔ یہ عماراتِ مقدسہ غیر معمولی شہرت کی حامل تھیں اور یہاں لوگوں کا اثر دھام رہتا تھا۔ یہاں تک کہ ۱۲۱۸ھ میں وہابیوں نے مکہ پر قبضہ کر لیا اور وسیع پیمانے پر مقاماتِ مقدسہ کے نشانات مٹانے پر کمر باندھ لی۔ جنت المعلیٰ میں موجود تمام مزارات کے گنبد و مینار گرا دیئے گئے، ماسوائے کعبہ، سب کے سب مقامات منہدم کر دیئے گئے اور کہا گیا کہ ”ہم نے طاغوتوں کا نام و نشان مٹا دیا“ (نعوذ باللہ)

۱۲۳۳ھ میں مصری افواج کے ہاتھوں وہابی حکومت کا تختہ الٹ گیا اور انھیں گرفتار کر کے پھانسی دے دی گئی۔ اس کے بعد سلطنتِ عثمانیہ کے تاجدار عبدالحمید اور اس کے بعد سلطان عبدالحمید اور سلطان محمود مزاراتِ مقدسہ کی تعمیر نو کی جانب متوجہ ہوئے اور مکہ و مدینہ کے تقریباً تمام مقابر و مساجد کی اعلیٰ ترین تعمیر کی۔ اسی دوران ۱۲۳۲ھ کے آس پاس ایک فرنگی سیاح برکھارٹ کے آیا تھا اُس نے اپنے سفرنامے میں اس وقت کی تفصیلات لکھی ہیں۔ وہ بطور خاص قبر ابوطالبؑ پر گیا تھا اس کا کہنا ہے کہ لوگ ابوطالبؑ کی جھوٹی قسم نہیں کھاتے اور انھیں اپنا

سرپرست سمجھتے تھے۔ اس غیر جانب دار سیاح کا بیان قابل دید ہے۔ وہ لکھتا ہے:

”شریف کے مکان سے آگے معلیٰ کے سرے پر حضرت ابی طالب کا مزار ہے۔ وہابیوں نے اس عمارت کو جوان کی قبر پر بنی ہوئی تھی ڈھا کر مٹی کا ڈھیر کر دیا ہے۔ محمد علی پاشا نے بھی اس کو دوبارہ بنوانا مناسب نہ سمجھا۔ یہ قبر اب بنائی بھی نہ جائے گی۔ مکے والے حضرت ابوطالب کو اپنے شہر کا سرپرست سمجھتے ہیں اور مکے میں بہت سے آدمی ایسے ہیں جو خدا کی قسم کو توڑ ڈالنا ایک معمولی بات سمجھتے ہیں مگر حضرت ابی طالبؑ کی جھوٹی قسم کھانے سے ڈرتے ہیں۔ یہ لوگ پردیسوں کو دھوکا دینے کے لیے بات بات پر بیت اللہ اور کعبہ کی قسم کھا لیتے ہیں مگر ابوطالب کی قسم سے یہ سمجھتے ہیں کہ ان پر پھٹکار ہو جائے گی۔ دھوکا دہی کے موقعوں پر بھی یہ قسم شاذ و نادر ہی سننے میں آتی ہے۔“

(سفرنامہ برکھارٹ، ترجمہ علی شبیر صفحہ ۹۰، ۱۲۴، مطبوعہ تاج پریس حیدر آباد دکن)

اس بیان سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۲۳۲ھ تک قبر ابوطالبؑ خاک کا ڈھیر تھی اور اس پر کوئی عمارت نہیں تھی۔ یہاں تک کہ اردو کے مشہور مرثیہ نگار مرزا جعفر علی فصیح نے کمر ہمت باندھی اور اس کا راہم کا ارادہ کیا کہ ان قبروں پر روضے کی تعمیر کی جائے۔ مرزا فصیحؒ کے مرثیوں کی تین مطبوعہ جلدیں متعدد مثنویات اور غیر مطبوعہ مرثیے میرے ذخیرے میں موجود ہیں۔ مولوی مظہر حسن سہارنپوری نے ان کی بنوائی ہوئی تعمیر کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

”قبر مبارک حضرت ابوطالبؑ و جناب خدیجۃ الکبریٰؑ کی مکہ میں اب تک بے گنبد تھی ہمارے اس زمانے سے کچھ پیشتر یعنی وسط تیرھویں صدی ہجری میں جناب مغفرت مآب مرزا جعفر علی فصیحؒ لکھنوی نے آخر ایام حیات میں ہجرت کر کے مکہ معظمہ کو چلے گئے تھے بمکال جانفشانی مومنین خالصین کو ترغیب و تحریص کر کے ان دونوں قبروں کے گنبد تعمیر کرائے گویا تمام شیعوں پر بذل و احسان کیا۔ اب مومنین نزدیک و دور آنحضرت کی زیارت سے مستفید ہوتے ہیں۔ حق تعالیٰ بعوض اس کارِ خیر کے مرزا صاحب مرحوم کو جنت الخلد میں گھر عطا فرماوے واقعی بہت بڑا کام کیا ہے۔“ (تہذیب المتین جلد اول صفحہ ۴۷)

مرزا فصیحؒ خود حضرت عقیلؑ کی نسل سے تھے۔ اس لحاظ سے بھی قبر ابوطالبؑ کی تعمیر سے ان کا ربط مذہبی ہی

نہیں بلکہ صلیبی بھی تھا۔

مجھے علامہ طالب جوہری کے کتب خانے میں مرزا جعفر علی فصیح کے خطوط کا ایک نادر قلمی نسخہ دستیاب ہوا ہے۔ کجھوے (بہار) کے نامور رئیس دیوان ناصر علی مرحوم جن کے نام کی مسجد لکھنؤ میں موجود ہے اور جہاں آج کل ماہنامہ ”اصلاح“ کا دفتر بھی قائم ہے۔ آپ مرزا دبیر کے شاگرد فقیر حسین عظیم کی والدہ کے حقیقی ماموں تھے۔ ان کے بارے میں ثابت لکھنؤی لکھتے ہیں:

”[دیوان ناصر علی] ۱۱۷۸ھ میں پیدا ہوئے اور بیاسی برس کی عمر میں شوال ۱۲۶۰ھ

میں انتقال فرما گئے۔ ان کی ہمت و مروّت و سخاوت و حسن اخلاق کے کارنامے مرزا فصیح

مرحوم نے لکھے ہیں اور ان سے مولوی عبدالوہاب صاحب مرحوم نے اپنی تاریخ کو مزین کیا

ہے۔ مدینہ منورہ میں ساداتِ نخلولہ حسینی کی مہماں سرائے انہوں نے بنوائی۔ محرم میں مجالس

اسی میں ہوتی ہیں اور مکہ میں روضۂ جناب ابوطالبؑ درست کرایا سچ کہا ہے۔

مردوں کا آسمان تلے نام رہ گیا“

(در بارِ حسینؑ صفحہ ۱۶۹)

دیوان ناصر علی مرزا فصیح کے قدر دانوں میں تھے۔ مرزا فصیح کا قیام کیونکہ مکہ و مدینہ میں بھی رہتا تھا تو وہ دیوان ناصر علی کے ذریعہ سے وہاں متعدد امورِ خیر کی انجام دہی کرتے تھے۔ ان معاملات کے لیے جو خط و کتابت ہوتی تھی اسے مولوی غلام امام ایک جلد میں نقل کر دالیتے تھے۔ مولوی غلام امام کجھوی دیوان ناصر علی کے ملازم ہوا کرتے تھے۔ یہ نادر قلمی نسخہ اُن کے پاس رہا اور ان کے کتب خانے سے ہوتا ہوا مولانا محمد مصطفیٰ جوہر مرحوم و مغفور تک پہنچا اور انھوں نے اسے اپنے کتب خانے میں جگہ دی۔ علامہ طالب جوہری کی وساطت سے اس پورے مخطوطے کا عکس مجھے مل گیا ہے۔ تمام خطوط فارسی میں ہیں اور لفافے کی عبارتیں بھی ساتھ ہی درج ہیں۔ اس مجموعے میں وہ خطوط بھی موجود ہیں جو حضرت ابوطالبؑ کے روضے کی تعمیر کے سلسلے میں لکھے گئے تھے۔ ان خطوط کے ذریعے بہت سے انکشافات ہوتے ہیں۔ میں نے انھیں کتابی شکل دے دی ہے جو عنقریب بسطِ مقدمے کے ساتھ شائع ہوں گے۔ جو خطوط حضرت ابوطالبؑ کی قبر کے سلسلے میں لکھے گئے ہیں اُن کی تعداد ۴ ہے۔ یہ خطوط مولوی غلام امام اور دیوان ناصر علی کے نام ہیں۔ ان کے جوابات بھی ساتھ ہی درج ہیں۔ ان خطوط سے پتہ چلتا

ہے کہ مرزا فصیح کی نگرانی میں یہ کام ۱۲۴۶ھ میں شروع ہوا تھا۔ یہاں اُن خطوط کی مناسب عبارتیں درج کی جاتی ہیں۔ اس سلسلے میں پہلا خط ۸ محرم ۱۲۴۷ھ کو لکھا گیا۔ مرزا فصیح نے یہ خط کسی حاجی کی معرفت سید العلماء مولوی سید حسین ابن غفر آئنا تک پہنچایا لہذا فانی کی عبارت یہ تھی:

(اردو ترجمہ) ”انشاء اللہ یہ عریضہ لکھنؤ میں پہنچ جائے بتوجہ جناب مولانا مجتہد الزمان سید حسین صاحب دام ظلہم بمقام کھجوا ضلع چھپرہ بخدمت میر عطا حسین صاحب خلف دیوان صاحب اور مولوی غلام امام صاحب سلمہ اللہ کو ملے۔“

اس خط میں مزارات مقدسہ کی تعمیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

”مقبرۃ ابوطالب اور عبدالمطلب اور عبدمنافؑ بخوبی تعمیر ہو گیا اور اس مقبرے میں ایک چھوٹی سی مسجد بھی تعمیر ہو گئی ہے اور ایک دوسرا مقبرہ مومنین اور غریب الدیار حجاج اہل دین کے لیے حضرت ابوطالب کے مزار کے برابر میں دیوار سے متصل تھا جس کی دیوار خراب ہو چکی تھی اور قبریں ٹوٹ رہیں تھیں اور سرزمین مکہ جو کہ ریتیلی ہے اس سرزمین میں جب تک قبر کو پہلے سے پتھر اور گارے سے نہ بنایا جائے، تو دفن کرنا ممکن نہیں ہے لہذا تمام اہل مکہ قبریں پہلے سے تیار رکھتے ہیں لہذا ہم نے اس عظیم مقبرے کی تعمیر نو کر دی ہے کیونکہ اس کام میں ثواب عظیم تھا۔ ہم نے پتھر لیلی دیواریں بنا کر قبروں کو تعمیر کر دیا۔ رقم پوری نہ ہونے کے سبب تمام قبریں تعمیر نہ ہو سکیں۔ ہم نے ۴۵ قبریں بنوادی ہیں اور تقریباً اتنی ہی قبریں نامکمل باقی ہیں۔ جناب ابوطالب کی قبر کی مرمت میں تین سو ریال خرچ ہوئے اور مذکورہ مومنین کے مقبرے پر دو سو ریال خرچ ہوئے۔ کل ۵۰۰ ریال خرچ ہو گئے ہیں یہ کام شہرہ عالم ہوا اور چاہنے والوں نے پسند کیا اور مخالفین رنجیدہ ہوئے۔ انھوں نے ہنگامہ آرائی بھی کی اور اسے منہدم کرنا چاہتے تھے مگر انھیں بھگا دیا گیا۔ اب یہ مقبرہ زیارت گاہ حجاج ترک و روم و حبش و ہند و عجم بن گیا ہے۔ سب یہاں فاتحہ پڑھتے ہیں اور تعظیم کرتے ہیں۔“

اس کے ساتھ ہی ایک اور خط منسلک تھا جو دیوان ناصر علی کے نام تھا اس میں بھی اسی طرح کی خبر دی گئی ہے۔ اس لیے اس کی عبارت نقل نہیں کی جا رہی مضمون بالکل وہی ہے جو نقل کیا گیا ہے۔

اس خط کا جواب مولوی غلام امام نے ۱۹ جمادی الثانی ۱۲۴۷ھ کو لکھا جو بتوسط سید العلماء سید حسین مجتہد لکھنؤ حاج میرزا محمد مہدی اصفہانی کے ذریعے مرزا فصیح تک مکہ پہنچا۔ اس خط میں لکھتے ہیں:

”مقبرہ مقدس جناب ابوطالبؑ و عبدالمطلبؑ و عبدمنافؑ کی تعمیر نو اور مرمت اور مسجد کی تعمیر اور مقبرے کا کتبہ وقفی اور مخالفین کا حسد کرنا اور اسکی خرابی کے درپے ہو جانا اور ان کی اس فسادگری کا دفع کرنا اور جو آپ کے حسن تدبیر اور کوششوں کے سبب ہوا اور دیگر متعلقہ حالات جو تمام تر تفصیلات اور تشریحات سمیت آپ نے لکھے اس سے مطلع ہو کر بہت خوشی ہوئی اور شکر کے سجدے بارگاہ خداوندی میں ادا کیے اور کئی بار ان کی (یعنی دیوان ناصر علی) کی زبان پر یہ جملہ جاری ہوا ہے کہ یہ دولت مجھے مرزا صاحب کی ذات والا صفات کی بدولت حاصل ہوئی ہے اور آپ کے احسانات کے بیان سے اپنی زبان کو عاجز سمجھتے ہیں۔..... مبلغ دو سو روپے..... باقی ماندہ چالیس قبروں کی تعمیر کیلئے جو کہ رقم کے وفا نہ کرنے کے باعث تعمیر ہونے سے رہ گئی تھیں۔ بمعہ نذر و نیاز کے..... حاجی مرزا محمد مہدی صاب اصفہانی کی معرفت آپ کی خدمت میں پہنچ جائیں گے۔ انھیں بھی مصرف میں لائیں اور ناچیزی نذرات کو قبول فرمائیں اور ہر سال ان مرمت شدہ مقامات کی سیلاب وغیرہ سے حفاظت کی خاطر مبلغ ۲۵ روپے تحریری حوالے کے ساتھ آپ کو بھیجے جائیں گے اور جب تک خدا نے چاہا ہر سال رقم آپ کو ملتی رہے گی اور اگر کوئی ایسی سبیل ہو سکتی ہے کہ سیلاب سے حفاظت کے لیے ایک ساتھ ہی کچھ رقم خرچ کر کے ایسی مرمت کر دی جائے جس سے پھر ہر سال مرمت نہ کروانی پڑے اور قبر، چالیس پچاس برس کے لیے محفوظ ہو جائے تو ایسی تدبیر اور اس پر آنے والی لاگت سے آگاہ کیجیے تاکہ اس بارے میں کوئی فکر کی جائے۔“

اس کے جواب میں ۱۹ صفر ۱۲۴۸ھ کے خط میں مرزا فصیح مولوی غلام امام کو لکھتے ہیں:

”جناب ابوطالبؑ کے مقبرے کی مرمت کیلئے جو ۲۵ روپے عنایت کیے ہیں جو کہ ساڑھے بارہ ریال بنتے ہیں یہ رقم چند سال تک کیلئے کافی ہے اور شاید مجھ سے عریضہ لکھتے وقت غلطی ہو گئی ہو اس لیے کہ ممکن ہے کہ اگر ہر سال بارش ہو یا سیلاب آجائے تو دو ریال یا

ایک ریال بھی خرچ ہو سکتا ہے کیونکہ پہاڑوں کا سیلاب بھرپور قوت و زور کے ساتھ بہتا ہوا آتا ہے اور اپنا راستہ صاف کر دیتا ہے اور مقدس مقبرہ سیلاب کی زد میں آ جاتا ہے اور سیلاب آنے کی صورت میں مجھے پہلے سے چند مزدور لے کر سیلاب کی گزرگاہ کا راستہ بند کرنا ہوگا تاکہ دیوار احتیاط کے ساتھ کھڑی رہ سکے۔ دیوار کو سہارا دینے والا ستون بنانا بے فائدہ ہے کیونکہ سیلاب عمارتوں اور پتھر لے ستونوں کو بہا لے جاتا ہے اس لیے یہی بہتر ہوگا کہ دیوار کی جانب ہم زمین کو اونچا کر دیں اور باقی حصہ نیچے ہی رہنے دیں۔“

مرزا فصیحؒ نے روضۂ ابوطالبؑ کی جو تعمیر کروائی تھی وہ اسی طرح برقرار رہی اور ۱۲۴۷ھ کے بعد جتنے سفرناموں میں اس عمارت کا تذکرہ آیا ہے وہ ان ہی کی تعمیر کردہ ہے۔ تصاویر میں بھی یہی عمارت ہے۔ میرے کتب خانے میں اسلامی سفرناموں کا ایک واقع ذخیرہ موجود ہے۔ حاجیوں نے جو سفرنامے لکھے اس میں حضرت ابوطالبؑ کی قبر کے حالات بھی ملتے ہیں بعض نے قصداً گریز بھی کیا ہے۔ یہاں طوالت کے سبب سارے سفرناموں سے اقتباسات نقل کرنا ممکن نہیں صرف چند اہم حصے درج کیے جا رہے ہیں۔

سید وزیر حسین پھرسری شاگردِ مرزا دبیر و صاحبِ چہل مجالس ۱۳۰۲ھ کے سفرنامہ حج میں لکھتے ہیں:

”یہ وہ مقام ہے کہ جہاں پر جناب سیدہ خدیجہ (زوجہ رسول خدا)، حضرت آمنہ (والدہ رسولؐ) اور حضرت ابوطالب کا جدا جدا مقبرہ ہے اور حضرت عبدالمطلب و عبدمناف کی قبور ایک حجرے میں ہیں لیکن ان تینوں بزرگواروں کا احاطہ ایک ہے اور جناب خدیجہ کا اور جناب آمنہ کا علیحدہ علیحدہ ہے اور اس مقام پر قبرستان وسیع ہے کیونکہ جمیع مسلمان یہیں دفن کیے جاتے ہیں اور یہیں پر زبرِ دیوار احاطہ کے قبر مرزا فصیح مرحوم کی واقع ہے اور اکثر جو صاحب ذی مقدور ہیں فریقین سے وہ قریب روضۂ جناب خدیجۃ الکبریٰ دفن ہیں“

(وکیل الغربا صفحہ ۴۳، نولکشور پریس لکھنؤ، ۱۳۰۲ھ)

قاضی محمد سلیمان، سلمان منصور پوری ”سفرنامہ حجاز“ ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۳۹ھ میں لکھتے ہیں:

”المعلیٰ: یہ بالائی مکہ مکرمہ کی طرف ہے۔ پہاڑ کی طرف جاتے ہوئے ام المومنین طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ کا روضہ غالباً آخری اسلامی قبور میں سے ہے۔ اس سے آگے دامن کوہ میں چند

اور قبے بنے ہوئے ہیں۔ جو قبل از اسلام والوں کے ہیں جن میں سے ایک جناب ابوطالب کا اور ایک سردار عبدالمطلب کا اور ایک سردار عبدمناف کا بتایا جاتا ہے۔
یہاں تک کہ ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۶ء میں نجدیوں نے پھر چڑھائی کی اور مکہ، مدینہ، طائف، جدہ وغیرہ میں واقع تمام قبور مطہرہ اور مساجد وغیرہ کو مسمار کر کے خاک کا ڈھیر کر دیا گیا۔“

مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی ۶۰-۱۹۵۹ء کے سفر نامے میں لکھتے ہیں:

”کچھ اور آگے بڑھے تو بائیں ہاتھ کو مکہ معظمہ کا قبرستان جسے المعلیٰ یا المعلاۃ کہا جاتا ہے، آگیا۔ المعلیٰ جاہلیت کے زمانے سے آج تک اہل مکہ کا قبرستان ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب، چچا ابوطالب، اہلیہ محترمہ حضرت خدیجہ اور دوسرے تمام اعزہ یہیں دفن ہوئے ہوں گے اور بہت سے صحابہ کرام اور بعد کے صلحاء و فقہاء و محدثین کی قبریں بھی یہیں ہوں گی لیکن ان کی جگہوں کا تعین قطعی ناممکن ہے۔ نجدیوں کی حجاز میں آمد سے پہلے یہاں بہت سی پختہ قبروں پر بڑے شاندار قبے بنے ہوئے تھے جو اکابر صحابہ کی طرف منسوب کیے جاتے تھے اور لوگ ان پر طرح طرح کے نذرانے پیش کرتے تھے۔ نجدیوں نے آکر ان تمام قبوں کو گرا دیا اور پختہ قبروں کو مسمار کر دیا۔ اب یہاں کوئی پختہ قبر نہیں ہے۔ اب بھی بعض قبروں کو بعض صحابہ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے، لیکن اس کی نسبت کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس قبرستان میں ایک جگہ پر حضرت خدیجہ، حضور کے دادا عبدالمطلب اور چچا ابوطالب کی قبروں کی نشان دہی کی جاتی تھی لیکن سعودی حکومت نے ان قبروں کو بھی مسمار کر کے آگے پختہ دیوار بنا دی ہے تاکہ کوئی شخص اس دیوار سے آگے نہ بڑھ سکے۔“ (سفرنامہ ارض قرآن صفحہ ۱۵۶)

تمام بیانات ایک طرف سب سے بیباک اور واضح تصویر شورش کاشمیری نے پیش کی ہے۔ لکھتے ہیں:
”جنت المعلیٰ مکہ معظمہ کا قدیم ترین لیکن جنت البقیع کے بعد سب سے افضل قبرستان ہے۔ منی کے راستہ پر مسجد الحرام سے ایک میل دور ہے۔ یہاں سے ایک چوڑی سڑک نکالی

گئی ہے جس سے قبرستان کے دو حصے ہو گئے ہیں گردا گرد ایک پختہ چہار دیواری ہے کسی قبر پر کوئی نشان یا کتبہ نہیں سب نشان ڈھا دیئے گئے ہیں ہر طرف مٹی کے ڈھیر ہیں، چراغ نہ پھول، کسی کسی قبر پر نشانہ ہی کیلئے کنکریاں پڑی ہیں۔ عجب ویرانہ ہے..... اور جس حصہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰؓ اور ان کے افرادِ خاندان آرام فرما رہے ہیں یا حضور کی والدہ حضرت آمنہؓ، حضور کے لختِ جگر قاسم اور حضور کے چچا ابوطالب مدفون ہیں وہاں کوئی دروازہ اور کوئی راستہ نہیں، ٹوٹی پھوٹی قبریں مٹی کی ڈھیریاں ہو گئی ہیں کسی تودہ پر پانی کا چھڑکاؤ نہیں، دھوپ کا چھڑکاؤ ضرور ہے۔ پوری دنیا میں اس سے بڑھ کر کوئی قبرستان بے بسی کی اس حالت میں نہ ہوگا۔“ (شب جائے کہ من بودم صفحہ ۷۲)

آج تک ان محسنین اسلام کی قبریں زیرِ آسمان ہیں اور اہل ایمان و عقل سے انصاف طلب ہیں۔ مسلمان اگر ان قبور کی تعمیر نہیں کر سکتے تو کم از کم احتجاج تو کر سکتے ہیں لیکن افسوس ۸ شوال کی تاریخ آ کر گزر جاتی ہے لیکن نہ اربابِ حکومت کو کوئی فکر ہے اور نہ اربابِ مذہب و ملت کو اور ہوگی بھی کیوں؟ اب امید کی کرن صرف یہی ہے کہ غیب سے وارثِ آلِ محمدؐ کا ظہور ہو اور وہ آ کر اپنے بزرگوں کے روضے تعمیر کرے۔

والسلام

سید ارتضیٰ عباس نقوی

یکم اگست ۲۰۱۶ء

حضرت ابوطالبؑ کے خلاف روایات پر تنقید و تبصرہ

محمد بن اسماعیل بخاری نے اس آیت ”مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ“ (توبہ ۱۱۳) کے عنوان سے ایک باب قائم کیا ہے

۱۲ باب ”مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ“ (توبہ ۱۱۳)
حدیث نمبر ۴۶۷۵

حدثنا اسحاق بن ابراهيم حدثنا عبد الرزاق: اخبرنا معمر عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن ابيه قال لما حضرت ابا طالب الوفاة دخل عليه النبي و عنده ابو جهل و عبد الله بن أمية فقال النبي ﷺ اى عم قل لا اله الا الله أحاج لك بها عند الله فقال ابو جهل و عبد الله بن ابي أمية يا ابا طالب اترغب عن ملة عبد المطلب فقال النبي ﷺ ”لاستغفرون لك ما لم انه عنك“ فنزلت ”مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ قُرْبَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ“

ہم سے بیان کیا اسحاق بن ابراہیم نے، ان سے بیان کیا عبد الرزاق نے، ہمیں خبر دی معمر نے زہری سے انھوں نے سعید بن مسیب سے انھوں نے اپنے والد سے انھوں نے کہا کہ جب ابوطالبؑ کی وفات کا وقت قریب آیا تو پیغمبر اکرم ﷺ وہاں تشریف لائے اور ان کے پاس ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ موجود تھے تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے چچا جان آپ لا الہ الا اللہ کہ دیجیے میں اس کے ذریعے اللہ کے پاس آپ کے لیے حجت پیش کروں گا تو ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ نے کہا اے ابوطالبؑ کیا آپ عبد المطلب کی ملت سے روگردانی کریں گے؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں آپ کے لیے مغفرت کرتا رہوں گا جب تک مجھے اُس سے روکا نہ جائے تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ”مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولَىٰ

قُرْبِي مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ﴿١١٣﴾ (توبہ ۱۱۳)

اس روایت کا ہم تفصیلی جائزہ لیں گے۔

(۱) جب کسی شخص پر نزع کا عالم ہوتا ہے اور سکرات کی کیفیت ہوتی ہے تو معمول یہی ہے کہ مرنے والے کے عزیز و اقارب اس کے ارد گرد ہوتے ہیں حضرت ابوطالبؑ سردار قوم تھے، بیضۃ البلد تھے، رسول اکرم ﷺ کے چچا تھے اور اس دور کی سب سے محترم ہستی، اُن کے بیٹے جعفر، طالب، عقیل اور حضرت علیؑ کہاں تھے ان کے بھائی عباس اور حمزہ کیوں موجود نہ تھے اور دو دشمنان دین اور دشمنان ابوطالبؑ دشمنان پیغمبر ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ وہاں کیا کر رہے تھے۔

(۲) جب پیغمبر نے حضرت ابوطالبؑ سے ”لا الہ الا اللہ“ کہنے کی فرمائش کی تو ابوطالبؑ کا کوئی جواب نظر نہیں آیا البتہ ابو جہل اور عبد اللہ بن امیہ ابوطالبؑ سے گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔

(۳) رسول اکرم ﷺ نے ایمان کی دعوت نہیں دی بلکہ صرف ”لا الہ الا اللہ“ کہنے کی فرمائش کی جو مکمل کلمہ نہیں اس کے اظہار کے بعد بھی مشرک مسلمان نہیں بننا یہ اسی وقت مکمل ہوگا جب اس کے ساتھ ”محمد رسول اللہ“ بھی کہا جائے۔

(۴) نبی اکرم ﷺ نے اس وقت تک مغفرت کا وعدہ فرمایا جب تک انھیں منع نہ کر دیا جائے۔

(۵) آیت ۱۱۳ کے الفاظ یہ ہیں کہ مشرکین کے لیے مغفرت کرنا منع ہے خواہ وہ کتنے ہی قریبی رشتہ دار ہوں جب یہ بات واضح ہو جائے کہ وہ اصحاب الجحیم ہے تو حضرت ابوطالبؑ کا اصحاب الجحیم میں ہونا کب ثابت ہوا اور کس نے ثابت کیا؟ حضرت ابوطالبؑ کے ایمان کے لیے دلیل کی ضرورت نہیں بلکہ انھیں مشرک ثابت کرنے کے لیے دلیل درکار ہے انھوں نے کب بتوں کو پوجا، کس بت کی پوجا کی، اور بتوں کی پرستش کا گواہ کون ہے؟

روایت پر تبصرہ:

(۱) ان راویوں میں سب سے پہلا نام اسحاق بن ابراہیم ہے جس کا مکمل نام درج نہیں ہے ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب تقریب التہذیب میں ص ۲۷ پر ایسے ۱۵ افراد کا نام لکھا ہے جو اسحاق بن ابراہیم ہیں۔ خدا جانے یہ اسحاق ضعیف ہے،

یا وہ جس کے اسناد ہی ساقط ہیں،

یا وہ ہے جو غیر معتبر ہے،

یا وہ ہے جس کا علم ذہبی جو علم رجال کے ماہر ہیں انھیں نہیں ہے،

یا وہ ہے جسے دارقطنی نے ضعیف قرار دیا ہے،

یا وہ ہے جس کو ابن عدی اور ازدی نے واضح حدیث (حدیث گھڑنے والا) اور کاذب (جھوٹا) قرار دیا ہے،

یا وہ ہے جسے حاکم نے غیر قوی اور ضعیف کہا ہے،

یا وہ ہے جسے دارقطنی نے غیر قوی، نسائی نے غیر ثقہ، ابوداؤد نے (لاشی محض)، محمد بن عوف طائی نے کاذب

قرار دیا ہے،

یا پھر وہ ہے جس کی احادیث منکر اور ناقابل عمل ہیں۔

شاید یہ اسحاق بن ابراہیم دبری ہے جو عبدالرزاق کا ساتھی تھا جس کو ذہبی نے صاحب حدیث تسلیم ہی نہیں کیا، بلکہ بعض منکر حدیثوں کا راوی بیان کیا ہے۔ اب خدا جانے یہ روایت اس کی ذاتی ہے یا اسی عبدالرزاق سے ماخوذ ہے جس کا ذکر ذہبی نے کیا ہے۔

(۲) اس کے بعد دوسرا راوی عبدالرزاق ہے شاید یہ عبدالرزاق بن عمر الثقفی جو ضعیف، غیر معتبر، منکر الحدیث تھا اور بقول دارقطنی اس کی کتاب بھی ضائع ہو گئی تھی بلکہ بقول ابومسہر جب زہری کی روایات کی کتاب گم ہو گئی تو اس نے اپنے پاس سے دوسری روایات شروع کر دیں۔

(۳) اس کے بعد تیسرا راوی منکر ہے جو کذاب، مجہول اور راوی منکرات کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے شاید یہ وہی ابن راشد ہے جس کے بارے میں ذہبی نے کہا ہے کہ اس کے اوہام مشہور ہیں اور ابو حاتم کا قول ہے کہ بصرے کی تمام روایات مشکوک ہیں خود عبدالرزاق نے کہا ہے کہ میں نے اس سے کئی ہزار حدیثیں نقل کی ہیں۔

(۴) آخر میں ہم سیرۃ النبی شلی نعمانی جلد اول ص ۳۵۱ سے یہ عبارت نقل کر رہے ہیں۔ ”لیکن محدثانہ حیثیت سے بخاری کی یہ روایت چنداں قابل حجت نہیں کہ آخری راوی مسیب ہیں جو فتح مکہ میں اسلام لائے اور ابوطالبؑ کی وفات کے وقت موجود نہ تھے اسی بنا پر علامہ عینی نے اس حدیث کی شرح میں لکھا کہ روایت مرسل ہے۔“

(یعنی کتاب الجنائز ج ۴ ص ۲۰۰)

ابن اسحاق کے سلسلہ روایات میں عباس بن عبد اللہ بن معید اور حضرت عبد اللہ بن عباس ہیں یہ دونوں ثقہ ہیں لیکن بیچ میں ایک راوی یہاں بھی رہ گیا ہے اس بنا پر دونوں روایتوں کے درجہ استناد میں چنداں فرق نہیں۔
یعنی دونوں روایتیں ناقابل اعتبار ہیں۔

صحیح بخاری ۴ باب قصۃ ابی طالب

حدیث ۳۸۸۳

حدثنا مسدد حدثنا يحيى عن سفيان حدثنا عبد الملك حدثنا عبد الله بن حارث حدثنا العباس بن عبد المطلب رضي الله عنه قال للنبي ﷺ ما اغنيت من عَمَلِكَ فأنه كان يحوطك ويغضب لك قال هو في ضحضاح من نارٍ ولولا أنا لكان في الدرك الأسفل من النار.
عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم ﷺ سے کہا آپ اپنے بچا کے کیا کام آئے جس نے آپ کی حفاظت کی اور آپ کی خاطر دشمنی مول لی؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ تو جہنم کی تھوڑی سی آگ میں ہیں اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے آخری طبقے میں ہوتے۔

اس حدیث پر اعتراضات

(۱) یہ حدیث بنی برغض و حسد ہے موضوع اور گھڑی ہوئی ہے یہ بنو امیہ کے کارناموں میں سے ایک کارنامہ

ہے۔

(۲) رسول اکرم ﷺ جو رحمۃ للعالمین ہیں ان سے اس قسم کے انداز گفتگو کی توقع نہیں انھوں نے اپنی زندگی میں اپنے دشمنوں مثلاً ابو جہل، عتبہ، شبیہ اور امیہ وغیرہ کے لیے بھی ایسے الفاظ کبھی استعمال نہیں کیے جنھوں نے انھیں ستایا تھا اہل طائف جنھوں نے آنحضرت ﷺ کو زخمی کر دیا تھا ان کے لیے بھی یہ لفظیں استعمال نہیں کی۔

(۳) قرآن میں ہے "هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ" (سورہ رحمن: ۶۰) حضرت ابوطالب کا احسان جو رسول اللہ ﷺ پر تھا وہ اظہر من الشمس ہے کیا اس کا بدلہ اس طرح دیا کہ وہ فی ضحضاح من النار میں کیا حضرت ابوطالب کے احسانات کا یہی بدلہ ہے؟

(۴) عروہ نے کہا کہ ثویبہ جو ابولہب کی کنیز تھی جب اس نے آنحضرت کے ولادت کی خبر آ کر ابولہب کو دی تو

اس نے ثویبہ کو آزاد کر دیا جب ابولہب کا انتقال ہو گیا تو اس کے خاندان والوں میں سے کسی نے اسے خواب میں دیکھا اس سے دریافت کیا تجھ سے کیا معاملہ ہوا؟

ابولہب نے کہا: تمہارے بعد میں نے خیر نہیں دیکھا سوائے اس کے کہ ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے میری یہ انگلی سیراب کی جاتی ہے اور اس نے اسی انگلی کی طرف اشارہ کیا جو انگوٹھے سے متصل ہوتی ہے (ابولہب نے اسی انگلی سے اشارہ کر کے ثویبہ کو آزاد کیا تھا)۔ (بخاری کتاب النکاح باب ۲۱ ص ۹۹۲ ح (۵۱۰۱))

سہیلی نے ذکر کیا کہ خواب دیکھنے والے ابولہب کے بھائی عباس تھے اور یہ ابولہب کی وفات کے ایک سال بعد غزوہ بدر کے بعد پیش آیا تھا اور اس روایت میں ہے کہ ابولہب نے عباس سے کہا: پیر کے دن میرے عذاب میں کمی ہوتی ہے۔ لوگوں نے کہا: اس لیے کہ ثویبہ نے جب آنحضرت ﷺ کی ولادت کی خبر ابولہب کو دی تو اس نے اُسے فوراً آزاد کر دیا، یہ اسی کی جزا ہے۔

صاحبان انصاف غور فرمائیں جس کے لیے سورہ لہب میں عذاب کی بشارت ہو جس کا کردار رسول اللہ ﷺ کی مخالفت تھی جو شعب ابی طالب میں بنی ہاشم کے ساتھ نہ تھا صرف کنیز آزاد کرنے پر اس کے لئے بشارت ہے جسے بخاری نے نقل کیا ہے اور (الہدایۃ والنایۃ ص ۳۳۳ ج ۲ میں ابن کثیر نے لکھا ہے) سیرۃ مصطفیٰ مولانا محمد ادریس کاندھیلوی (جلد اول ص ۲۸-۲۹) اور وہ ابوطالبؑ جنہوں نے ۴۲ سال تک شب و روز نبی اکرم ﷺ کی حمایت کی ان کے لئے قریش کی مخالفت مولیٰ سفر و حضر میں ساتھ رکھا، شعب ابی طالب میں تین سال تک زچمتیں برداشت کیں، ان سب کا صلہ یہ ہے کہ وہ فی ضحضاح من النار میں ہوں گے۔ اپنی اداؤں پر ذرا غور کریں۔

(۵) حدیث ۳۸۸۳ میں دوسرا راوی یحییٰ ہے جب ہم نے کتب رجال کی طرف رجوع کیا تو اس میں ۲۱۰ اشخاص کے نام یحییٰ ہیں بخاری نے یحییٰ کے والد کا نام نہیں لکھا۔ اب کونسا یحییٰ ہے اس نے جس سے روایت کو نقل کیا ہے ان میں ضعیف بھی ہیں مدلس بھی، مجہول بھی، متروک بھی، خطا کرنے والے بھی، تہمت یافتہ بھی ہیں۔

(۶) تیسرا راوی سفیان ہے اور بقول ابن حجر عسقلانی سفیان نام کے ۲۳ افراد ہیں بخاری نے کس سفیان سے روایت اخذ کی ہے اگر صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی روایتوں میں اس سے مراد سفیان ثوری ہے تو وہ ان کے نزدیک مطعون ہے اور ہمارے نزدیک ملعون ہے اس لیے کہ وہ مدلسین میں سے ہے اور دجالین سے نقل کرتا ہے اور امام

احمد بن حنبل نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور ذہبی نے میزان الاعتدال میں اسے ضعیف کہا ہے۔

(میزان الاعتدال ۲/ ۱۶۹)

(۷) چوتھا راوی عبد المالك ہے اس نام کے ۸۵ راوی کتابوں میں موجود ہیں وہ کون سا عبد المالك ہے۔

(۸) پانچواں راوی عبد اللہ بن الحارث ہے۔ ابن حجر عسقلانی نے اس نام کے نو افراد کا ذکر کیا ہے نہ جانے

محمد بن اسماعیل نے کس عبد اللہ بن الحارث سے روایت لی ہے۔

ان تمام راویوں میں ایسے راوی بھی ہیں جو غیر ثقہ، ضعیف، ساقط الاعتبار، وضع حدیث (حدیث کے گھڑنے والے) کاذب، غیر قوی، غیر معتبر اور لاشی ہیں۔ کس طرح ان راویوں کو معتبر اور ثقہ ثابت کریں گے۔ لہذا یہ انداز روایت واضح کر رہا ہے کہ یہ روایت بنو امیہ کے کارخانے میں گھڑی گئی ہے اور حضرت ابوطالبؑ کی مخالفت میں وضع کی گئی ہے بنانے والا شخص، ناصبی اور خارجی اور دشمن علیؑ ہے جسے حضرت ابوطالبؑ سے صرف اس لیے دشمنی ہے کہ وہ امیر المؤمنین امام المتقین حضرت علی ابن ابی طالبؑ کے والد گرامی ہیں اور ناصر رسول، حامی رسول، موید رسول اور محافظ رسول ہیں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں ان پر نازل ہوتی رہیں اور ہو رہی ہیں۔

تیسری روایت ۳۸۵ صحیح بخاری

حدثنا عبد الله بن يوسف، حدثنا الليث، حدثنا ابن الهادي عن عبد الله بن خباب عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه انه سمع النبي ﷺ وذكر عنده عمة فقال لعله تنفعه شفاعتي يوم القيامة فيجعل في ضحاح من النار يبلغ كعبه يغلي منه دماغه.

ہم سے بیان کیا عبد اللہ بن یوسف نے، ہم سے بیان کیا لیث نے، ہم سے بیان کیا ابن الہادی نے عبد اللہ بن خباب سے انھوں نے ابو سعید خدریؓ سے انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا کہ ان کی سامنے ان کے چچا کا ذکر کیا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا ہو سکتا ہے قیامت کے دن میری شفاعت ان کے کام آجائے اور انھیں جہنم کی تھوڑی سی آگ میں ڈالا جائے جو ان کے ٹخنوں کو چھو رہی ہو جس سے ان کا بھیجا ابل رہا ہوگا۔

تیسری روایت کا تجزیہ

اس حدیث کے راوی لیث ہیں اور ان کے باپ کا نام نہیں ہے اس نام کے پانچ راوی علم رجال کی کتابوں میں ہیں بخاری نے کس سے روایت لی ہے؟

تیسرے راوی ابن الہاد ہیں نام کا ذکر نہیں کیا صرف ابن الہاد لکھا ہے یعنی ہاد کا بیٹا بعض لوگوں نے کہا کہ اس سے مراد یزید بن عبد اللہ ہے اس نام کے آٹھ راوی علم رجال کی کتابوں میں پائے جاتے ہیں۔
چوتھا راوی عبد اللہ بن خباب ہے یہ بھی دو افراد کے نام ہیں نہ جانے بخاری نے کس سے روایت لی ہے۔
حدیث میں صرف ”عمہ“ کا لفظ ہے کس چچا کا نام ہے کیا لازم ہے کہ اس سے مراد حضرت ابوطالبؑ ہوں جب کہ سیاق و سباق میں کہیں حضرت ابوطالبؑ کا نام نہیں ہے۔

اس روایت کے انداز سے اس کا گھڑا جانا اور وضعی ہونا ثابت ہے یہ بنو امیہ کی سازش کا شاخسانہ ہے اور اس کے درہم و دینار کا کارنامہ ہے بخاری نے اس کے ذیل میں ایک اور روایت لکھ دی روایت یہ ہے:
حدثنا ابراهيم بن حمزة حدثنا ابن ابي حازم والدرا و ردی عن یزید بھذا وقال تغلی منه اُمّ دماغہ۔

اور فرمایا اس سے اُن کا بھیجا جوش مار رہا ہوگا۔

اس کے پہلے راوی ابراہیم بن حمزہ ہیں علم رجال میں اس نام کے دو افراد ہیں نہ جانے بخاری نے کس ابراہیم سے روایت لی ہے۔

دوسرے راوی ابن ابی حازم ہیں یعنی ابو حازم کا بیٹا ابو حازم بھی علم رجال میں چار ہیں یہ کس کا بیٹا ہے اور اس کا نام کیا ہے؟ ہم کسی گم نام کی روایت کو کیوں قبول کریں؟

تیسرا راوی دروردی ہے خراسان کے ایک دیہات کا نام * درورد * ہے یہ اسی کی جانب منسوب ہے
(کتاب نادر فی ضبط اسماء الرجال و معرفة کئی الرواۃ و القابہم و انسابہم)

المغنی۔ للعلامة المحدث الشيخ محمد طاهر علی الہندی صاحب مجمع البحار فی لغت للاحادیث والاخبار متوفی ۹۸۶ھ

اگر اس سے مراد عبد العزیز بن محمد الدردردی ہے تو امام احمد نے فرمایا: یہ اپنے حافظے سے باطل روایات

بیان کرتا ہے (میزان الاعتدال ۲- ۶۳۳)

اور ابو حاتم فرماتے ہیں: ”انہ لا یحتج بقولہ“ اس کا قول حجت نہیں ہے۔

راوی کون ہے معلوم نہیں صرف شہر سے منسوب ہے راوی غائب ہے۔

بدیں عقل و دانش بباہر گریست

امام ابی الحسین مسلم بن حجاج القشیری النیساپوری (۲۰۶-۲۶۱) نے باب ۹ کے ذیل میں ترتیب ۴۱ کے تحت دو حدیثیں نقل کی ہیں

(۱) حدثنا محمد بن عباد و ابن ابی عمیر قالوا حدثنا مروان عن یزید۔ وهو کیسان۔ عن ابی حازم عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ لعنه عند الموت قل ”لا اله الا الله“ اشهد لك بها يوم القيامة فابی قال فانزل الله انك لا تهدي من احببت۔

ہم سے بیان کیا محمد بن عباد اور ابن ابی عمر نے انھوں نے کہا کہ ہم سے بیان کیا مروان نے یزید سے اور وہ کیسان ہے اس نے ابو حازم سے اس نے ابو ہریرہ سے اس نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے ان کی موت کے وقت فرمایا کہ آپ ”لا اله الا الله“ کہیے میں قیامت کے دن آپ کے لیے گواہی دوں گا انھوں نے انکار کیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ۝

”آپ جسے چاہیں اس کی ہدایت نہیں کر سکتے البتہ اللہ جس کی چاہے ہدایت کر سکتا ہے اور وہ زیادہ جانتا ہے کہ کون ہدایت یافتہ ہیں۔“ (سورہ قصص ۵۶)

پہلا راوی محمد بن عباد تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی میں اس نام کے ۷ راوی ہیں جن میں ثقہ اور غیر ثقہ دونوں طرح کے راوی ہیں

(۱) ایک راوی محمد بن عباد بن موسیٰ العکلی کے بارے میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں یہ غیر مستند ہے اور صدوق نہیں ہے یہ روایات میں غلطی کرتا ہے کہا گیا ہے کہ بخاری نے اس سے روایت کی ہے۔

(تقریب التہذیب ص ۳۰۳)

(۲) دوسرا راوی ابن ابی عمر ہے ابو عمر نام کے ۱۳ راوی ابن حجر عسقلانی نے بیان کیے ہیں جب یہ معلوم نہیں کہ کونسا ابو عمر ہے تو پھر اس کا بیٹا جو بے نام و نشان ہے ہم اسے کہاں سے تلاش کریں۔

(۳) تیسرا راوی مروان ہے اور اس کے باپ کا نام معلوم نہیں۔ ابن حجر عسقلانی نے مروان نام کے ۱۵ راویوں کے نام تحریر کیے ہیں یہ کون سا مروان ہے کس سے دریافت کریں مروان بن معویۃ بن الحارث اسماعیلی کے لیے لکھا ہے کان یدلّس یہ تدلیس کرتا تھا۔

مروان بن احمد کے لیے ہے ضعیف۔ اس کی روایت کمزور ہے۔

مروان بن سالم الغفار کے لئے ہے کہ متروک و زماہ الساجی بالوضع۔ یہ متروک ہے اس کی روایات نہیں لی جاتیں اور ساجی نے کہا ہے کہ یہ روایتیں گھڑتا ہے۔

(۴) چوتھا راوی یزید ہے جسے کیسٹان کہا جاتا ہے یزید نام کے ۱۳۶ راوی ابن حجر عسقلانی نے بیان کیے ہیں کونسا یزید ہے؟ اور کیسٹان نام کے تین راوی ہیں جن میں ایک ضعیف ہے۔

(۵) پانچواں راوی ابو حازم ہے۔ ابو حازم نام کے ۵ راوی ہیں یہاں پر کونسا ابو حازم مراد ہے یہ تمام راوی مختلف صفات کے حامل ہیں۔ امام مسلم بتائیں کہ کس ابو حازم نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے۔

(۶) چھٹا راوی ابو ہریرہ ہے۔ ابو ہریرہ الدوسی صحابی فتح خیبر کے بعد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔ بخاری کی روایت کے مطابق صرف تین سال ساتھ رہے۔ (صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۸۲)

اور اس کی سب سے زیادہ روایتیں ہیں لوگوں کو اس کا نام ہی نہیں معلوم۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اس کے نام اور اس کے والد کے ناموں میں اختلاف ہے کہا گیا ہے، معلوم نہیں اس کا والد کون ہے؟

(۱) عبد الرحمن بن صخر (۲) ابن غنم (۳) عبد اللہ بن عائد (۴) ابن عامر (۵) ابن عمرو (۶) سکین بن رزمہ (۷) ابن ہائی (۸) ثرمل (۹) ابن صخر (۱۰) عبد الشمس (۱۱) غنم (۱۲) عبید بن غنم (۱۳) عمرو بن غنم (۱۴) ابن عامر (۱۵) سعید بن الحارث (۱۶) عبد شمس (۱۷) عبد نهم (۱۸) عمرو بن عامر پر نسب بیان کرنے والوں کا اجماع ہے ۵۹ ہجری میں اس کا انتقال ہوا ہے۔

جس کے نام پر اتنا اختلاف ہو تو سوچیں اس کے کام پر کیسے اتفاق ہوگا۔

اصابہ فی تمییز الصحابہ کی تحقیق کے مطابق ابو ہریرہ سے جتنی روایتیں منقول ہیں اس کی تعداد ۷۴ سے ۵۳ ہے اور بخاری نے ابو ہریرہ سے ۱۴۴۶ احادیث نقل کی ہیں۔

اس کے برعکس حضرت ابوبکر سے ۱۴۲ روایتیں حضرت عمر سے ۵۳ روایتیں اور حضرت عثمان سے ۱۴۶ روایات منقول ہیں اور حضرت علیؑ سے ۵۸۶ روایات منقول ہیں جو سفر اور حضر میں دس سال کی عمر سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔

ابو ہریرہ نے خود کہا ہے:

لو أنبأتكم بكل ما أعلم لرماني الناس بالخزف، وقالوا: أبو هريرة مجنون.
میں جو کچھ جانتا ہوں اگر تمہیں اس سے باخبر کردوں تو لوگ مجھے ٹھیکری سے ماریں اور کہنا شروع کر دیں کہ
ابو ہریرہ تو دیوانہ ہے۔ (طبقات ابن سعد قسم الثانی الجزء الثانی ص ۵۷)

اب آپ خود فیصلہ کریں کہ جس حدیث کے یہ راوی ہوں گے وہ کیسی ہوگی؟

اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس روایت میں چچا کا نام نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کس چچا سے کہا
کہ ”لا إله إلا الله“ سے جاری کریں۔ قال رسول الله ﷺ لعنه رسول الله ﷺ نے اپنے کس چچا
سے کہا؟ جواب دیجیے۔

صحیح مسلم کی دوسری روایت جس کا نمبر ۴۲ ہے

وحدثني محمد بن حاتم بن ميمون، حدثنا يحيى بن سعيد حدثنا يزيد بن كيسان قال
أخبرنا أبو حازم الأشجعي عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ لِعَبِّهِ ”قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
أَشْهَدُ لَكَ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ“ قَالَ: لَوْلَا أَنْ تُعَيِّرَنِي قُرَيْشٌ يَقُولُونَ إِنَّمَا حَمَلَهُ عَلَى ذَلِكَ الْجَزَعُ
لَا قَرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ، فَأَنْزَلَ اللَّهُ (إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ) ۝

مجھ سے بیان کیا محمد بن حاتم بن ميمون نے، ہم سے بیان کیا يحيى بن سعيد نے، ہم سے بیان کیا يزيد بن كيسان نے،
کیسان نے، انھوں نے کہا کہ ہمیں خبر دی ابو حازم اشجعی نے، انھوں نے ابو ہریرہ سے انھوں نے کہا کہ رسول
اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا: آپ ”لا إله إلا الله“ کہیے میں روز قیامت اس بارے میں گواہی دوں گا“ انھوں
نے کہا: اگر قریش مجھے عار نہ دلاتے اور کہتے کہ خوف و گھبراہٹ نے اس بات پر آمادہ کیا ہے تو میں آپ کی آنکھوں
کی ٹھنڈک کا باعث بنتا، تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۝

آپ جسے چاہیں اس کی ہدایت نہیں کر سکتے البتہ اللہ جس کی چاہے ہدایت کر سکتا ہے۔

(۱) اس حدیث کا پہلا راوی محمد بن حاتم بن ميمون ہے فلاں یہ کہتے ہیں لیس بشیء اس راوی کی کوئی

حیثیت نہیں۔ یحییٰ اور ابن المدینی کہتے ہیں: هُوَ كَذَّابٌ وہ جھوٹا تھا

(میزان الاعتدال ابی عبد اللہ محمد بن احمد بن عثمان ذہبی متوفی ۷۴۸ھ ج ۳ ص ۵۰۳)

تقریب التہذیب ص ۲۹۳ میں ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں: ربما وهم اكثر يه وهم كاشكار هو جاتا ہے۔

(۲) دوسرا راوی یحییٰ بن سعید ہے تقریب التہذیب ابن حجر عسقلانی میں اس نام اور ولدیت کے چھ راوی ہیں اس روایت میں کون مراد ہے اس کا فیصلہ کون کرے گا بخاری نے کہا یحییٰ بن سعید المدنی منکر الحدیث ہے۔

قال النسائي وغيره يروى عن الزهري احاديث موضوعه متروك الحديث.

نسائی نے کہا یہ زہری سے گھڑی ہوئی حدیثیں روایت کرتا ہے اس کی حدیث کو ترک کیا جائے۔

(میزان الاعتدال ابی عبد اللہ محمد ابن احمد بن عثمان الذہبی المتوفی ۷۴۸ھ حج ج ۲ ص ۷۹)

(۳) تیسرا راوی یزید بن کیسان وہ بیشکری کوئی ہے وہ ابو حازم اشجعی سے روایت کرتا ہے۔

وقال ابو حاتم لا يحتج به ابو حاتم نے کہا اس کے ذریعے استدلال نہیں کیا جاسکتا ہے۔

وقال يحيى بن سعيد القطان هو صالح وسط ليس ممن يعتمد عليه

اور کہا کہ یحییٰ بن سعید القطان صالح اور نیکو کار تھا لیکن درمیانے درجہ کا ہے یہ ان راویوں میں سے نہیں ہے

جس پر اعتماد کیا جائے۔ (میزان الاعتدال ذہبی ج ۲ ص ۴۳۹)

(۴) چوتھا راوی ابو حازم الاشجعی ہے۔ اس کا نام سلمان ہے اور کنیت ابو حازم ہے دیگر القاب الاشجعی، کوئی،

الغطفانی اور الاعرج ہے اس کا تعلق تیسرے طبقے سے ہے اس سے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے۔

(۵) اور پانچواں راوی جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے اس کا نام ابو ہریرہ ہے۔ ابو ہریرہ

کے بارے میں ہم پہلی حدیث کے ذیل میں بھی کچھ عرض کر چکے ہیں۔ اس میں یہ اضافہ ہے۔ میزان الاعتدال ص ۱۷۳ میں علامہ ذہبی تحریر فرماتے ہیں کہ عثمان مقتسم بری ابو ہریرہ کو کاذب جانتے ہیں۔

امام اعظم ابو حنیفہ نے فرمایا: سوائے انس بن مالک اور ابو ہریرہ اور سمرہ بن جندب کے تمام صحابہ کے مقابل

میں اپنی رائے کو ترک کر دوں گا صحیح بخاری کتاب التفقات ۶۹ باب وجوب النفقة على الاهل والعيال حدیث

۵۳۳۵ دارالغد الجدید المنصورہ

جب اس حدیث کے بارے میں ابو ہریرہ سے سوال کیا گیا: یا ابا ہریرہ هل سمعت هذا من رسول

اللہ ﷺ اے ابو ہریرہ کیا تم نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔

قال لا هذا من كيس ابى هريرة تو اس نے جواب دیا نہیں یہ حدیث ابو ہریرہ کے تھیلے سے برآمد ہوئی ہے۔

صاحبان ایمان غور کریں کہ جس روایت کے راوی ایسے ایسے افراد ہوں وہ روایت کیسے درست اور صحیح تسلیم کی جاسکتی ہے۔

اور دوسری آیت جس کا اکثر حوالہ دیا جاتا ہے وہ یہ ہے:

إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ (٥٦ القصص ٢٨)

(اے نبی) آپ جسے چاہیں (اپنی مرضی سے) ہدایت نہیں دے سکتے لیکن اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت کر سکتا ہے۔

اس آیت کے ذیل میں امام جلال الدین سیوطی نے اپنی کتاب لباب النقول فی اسباب النزول ص ۲۲۲ پر دو روایتیں نقل کی ہیں۔

(۱) اخرج مسلم وغيره عن ابى هريرة قال قال رسول الله لعنه قل لا اله الا الله اشهد لك يوم القيامة قال: لولا ان تعيرني نساء قريش يقلن انه حمله على ذلك الجزع لا قررت بها عينك فانزل الله إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ .

مسلم نے ابو ہریرہ سے تخریج کی ہے انھوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا سے فرمایا کہ آپ لا الہ الا اللہ اپنی زبان سے جاری کریں میں قیامت کے دن آپ کے لئے گواہی دوں گا تو (حضرت ابوطالب نے جواباً فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ قریش کی خواتین عار (شرم) دلاتے ہوئے یہ کہیں کہ انھوں نے تو (موت کے) خوف سے ایسا کہا ہے تو میں یہ کلمہ دہرا کر آپ کی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کرتا تو اس وقت اللہ نے یہ آیت ”إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ“ نازل فرمائی۔

(۲) واخرج النسائي وابن عساكر في تاريخ دمشق بسند جيد عن ابى سعيد بن رافع قال سألت ابن عمر عن هذه الآية إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ أُنْفِي ابى جهل و ابى طالب قال: نعم. نسائي اور ابن عساكر نے تاریخ دمشق میں عمدہ سند کے ساتھ ابو سعید بن رافع سے اس حدیث کی تخریج کی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے ابن عمر سے اس آیت کے بارے میں دریافت کیا کہ إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ کیا

ابوجہل اور ابوطالبؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہاں۔

ترجمہ قرآن مطبوعہ سعودی عربیہ ترجمہ مولانا محمد جونا گڑھی اور تفسیر، حواشی مولانا اصلاح الدین یوسف ص ۱۰۸۸ پر اس آیت کے تفسیر حاشیہ میں فرماتے ہیں:

یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب نبی ﷺ کے ہمدرد اور غم گسار چچا جناب ابوطالب کا انتقال ہونے لگا تو آپؐ نے کوشش فرمائی کہ چچا اپنی زبان سے ایک مرتبہ ”لا الہ الا اللہ“ کہہ دیں تاکہ قیامت والے دن میں اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کی سفارش کر سکوں لیکن وہاں دوسرے رؤسائے قریش کی موجودگی کی وجہ سے ابوطالب قبول ایمان کی سعادت سے محروم رہے اور کفر ہی پر ان کا خاتمہ ہو گیا نبی اکرم ﷺ کو اس بات کا بڑا قلق اور صدمہ تھا اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر نبی اکرم ﷺ پر یہ واضح کر دیا کہ آپؐ کام صرف تبلیغ و دعوت اور رہنمائی ہے۔ لیکن ہدایت کے راستے پر چلانا یہ ہمارا کام ہے ہدایت اسے ہی ملے گی جسے ہم ہدایت سے نوازنا چاہیں نہ کہ اسے جسے آپؐ ہدایت پر دیکھنا پسند کریں۔

(صحیح بخاری تفسیر سورۃ القصص مسلم کتاب الایمان باب اول الایمان قول لا الہ الا اللہ)

روایات پر تبصرہ پہلی روایت میں صرف لعمہ ہے اور چچا کا نام نہیں ہے اور ”لولا“ کہہ کر گفتگو کی گئی ہے جو مشروط ہے یعنی ابوطالبؑ نے کہا میں تو یہ کہنے کے لیے تیار ہوں مگر عورتوں کے طعن و تشنیع سے مجبور ہوں ورنہ ایسی کوئی بات کہتا کہ آپؐ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں۔

حضرت ابوطالب کے لاتعداد اشعار ان کے مشورے سب اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ وہ موحد رسول اکرم ﷺ کے جاں نثار اسلام کے پیروکار اور مومن کامل تھے۔ اب ہم ایک روایت ابو الحسن علی بن احمد الواحدی النیشاپوری متوفی ۴۶۸ھ کی کتاب اسباب النزول سے نقل کر رہے ہیں اور اس کا تجزیہ اور تبصرہ کریں گے۔

أَخْبَرَنَا أَبُو سَعِيدٍ بْنُ أَبِي عَمْرٍو النَّيْسَابُورِيُّ، أَخْبَرَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ بْنِ مُؤَمِّلٍ، أَخْبَرَنَا عَمْرُو بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْبَصْرِيُّ، أَخْبَرَنَا مُوسَى بْنُ عُبَيْدَةَ قَالَ أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرْظِيُّ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ أَخْبَرَنَا جَعْفَرُ بْنُ عَوْنٍ، قَالَ: بَلَغَنِي أَنَّهُ لَمَّا اشْتَكَى أَبُو طَالِبٍ شَكْوَاهُ الَّتِي قُبِضَ فِيهَا، قَالَتْ لَهُ قُرَيْشٌ: يَا أَبَا طَالِبٍ، أَرْسِلْ إِلَى ابْنِ أَخِيكَ، فَيُرْسِلُ إِلَيْكَ مِنْ هَذِهِ الْجَنَّةِ الَّتِي ذَكَرَهَا تَكُونُ لَكَ شِفَاءً! فَخَرَجَ الرَّسُولُ حَتَّى وَجَدَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ،

وَأَبَا بَكْرٍ جَالِسًا مَعَهُ، فَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ، إِنَّ عَمَّكَ يَقُولُ لَكَ: إِنِّي كَبِيرٌ ضَعِيفٌ سَقِيمٌ، فَأَرْسِلْ إِلَيَّ مِنْ جَنَّتِكَ هَذِهِ الَّتِي تَذْكُرُ، مِنْ طَعَامِهَا وَشَرَابِهَا شَيْئًا يَكُونُ لِي فِيهِ شِفَاءٌ، فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهَا عَلَى الْكَافِرِينَ، فَرَجَعَ إِلَيْهِمُ الرَّسُولُ، فَقَالَ: بَلَّغْتُ مُحَمَّدًا الَّذِي أَرْسَلْتُمُونِي بِهِ فَلَمْ يَجِزْ إِلَى شَيْئًا، وَقَالَ أَبُو بَكْرٍ: إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَهَا عَلَى الْكَافِرِينَ، فَحَمَلُوا أَنْفُسَهُمْ عَلَيْهِ، حَتَّى أَرْسَلَ رَسُولًا مِنْ عِنْدِهِ، فَوَجَدَ الرَّسُولَ فِي مَجْلِسِهِ، فَقَالَ لَهُ مِثْلَ ذَلِكَ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ عَلَى الْكَافِرِينَ طَعَامَهَا وَشَرَابَهَا"، ثُمَّ قَامَ فِي أَثَرِ الرَّسُولِ حَتَّى دَخَلَ مَعَهُ بَيْتَ أَبِي طَالِبٍ، فَوَجَدَهُ مُنْمَلِئًا رِجَالًا فَقَالَ: "خَلُّوا بَيْنِي وَبَيْنَ عَمِّي"، فَقَالُوا: مَا نَحْنُ بِفَاعِلِينَ مَا أَنْتَ أَحَقُّ بِهِ مِنَّا، إِنَّكَ كَانَتْ لَكَ قَرَابَةٌ، فَلَنَا قَرَابَةٌ مِثْلُ قَرَابَتِكَ، فَجَلَسَ إِلَيْهِ فَقَالَ: "يَا عَمِّ! جَزَيْتَ عَمِّي خَيْرًا، يَا عَمِّ، أَعَمِّي عَلَى نَفْسِكَ بِكَلِمَةٍ وَاحِدَةٍ أَشْفَعُ لَكَ بِهَا عِنْدَ اللَّهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ"، قَالَ: وَمَا هِيَ يَا بَنِ أَخِي؟ قَالَ: "قُلْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ، وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ"، فَقَالَ: إِنَّكَ لِي نَاصِحٌ، وَاللَّهِ لَوْ لَا أَنْ تُعَيِّرَنِي قُرَيْشٌ عَنْهُ فَيُقَالُ: جَزَعَ عَمَّكَ مِنَ الْمَوْتِ لَا قَرَرْتُ بِهَا عَيْنَكَ، قَالَ: فَصَاحَ الْقَوْمُ: يَا أَبَا طَالِبٍ أَنْتَ رَأْسُ الْحَنِيفِيَّةِ مِلَّةُ الْأَشْيَاخِ، فَقَالَ: لَا تُحَدِّثْ نِسَاءَ قُرَيْشٍ أَنَّ عَمَّكَ جَزَعَ عِنْدَ الْمَوْتِ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "لَا أَزَالُ أَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي حَتَّى يَرْضَى"، فَاسْتَغْفَرَ لَهُ بَعْدَ مَا مَاتَ، فَقَالَ الْمُسْلِمُونَ: مَا يَمْتَعُنَا أَنْ نَسْتَغْفَرَ لِأَبَاتِنَا، وَلِذَوِي قَرَابَاتِنَا قَدْ اسْتَغْفَرَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ؟ وَهَذَا مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَسْتَغْفِرُ لِعَمِّهِ؟ فَاسْتَغْفَرُوا لِلْمُسْرِكِينَ - وَلَوْ كَانُوا أَوْلَى قُرْبَى (سورة التوبة آية 113).

(اسباب النزول مطبوعه دار الكتب العلوية بيروت ص ۱۷۷-۱۷۸)

ہمیں خبر دی ہے ابوسعید ابی عمرو نیشاپوری نے، ہمیں خبر دی حسن بن علی بن موہل نے، ہمیں خبر دی عمرو بن عبد اللہ البصری نے، ہمیں خبر دی موسیٰ بن عبیدہ نے، انھوں نے کہا ہمیں خبر دی محمد بن کعب قرظی نے، ہم سے بیان کیا محمد بن عبد الوہاب نے، ہمیں خبر دی جعفر بن عون نے، انھوں نے کہا مجھ تک بات پہنچی ہے کہ جب ابوطالب نے اس بیماری کا ذکر کیا جس میں ان کا انتقال ہو گیا تو قریش نے ان سے کہا: اے ابوطالب! تم اپنے بھتیجے تک پیغام بھیجو کہ تمھارے پاس اس جنت میں سے کچھ بھیج دیں جس کا اس نے ذکر کیا ہے تاکہ تمھارے لیے

باعث شفا ہو۔ قاصد روانہ ہوا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کو پایا اور ابوبکر ان کے ساتھ بیٹھے تھے قاصد نے کہا: اے محمد! آپ کے چچا ارشاد فرما رہے ہیں کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں کمزور ہوں بیمار ہوں لہذا آپ میرے پاس اس جنت کے طعام اور مشروب میں سے جس کا آپ ذکر کیا کرتے ہیں کچھ روانہ کر دیں جس میں میرے لئے شفا ہو۔ تو ابوبکر نے جواب دیا کہ اللہ نے اسے کافروں کے لئے حرام قرار دیا ہے۔ قاصد ان کی جانب واپس آ گیا اور اس نے کہا کہ میں نے محمد کو پیغام پہنچا دیا جس کے لیے آپ لوگوں نے مجھے روانہ کیا تھا انھوں نے کوئی چیز میرے ساتھ نہیں بھیجی اور ابوبکر نے کہا کہ اللہ نے اسے کافروں کے لئے حرام قرار دیا ہے۔ قریش کے لوگ حضرت ابوطالبؑ کے پاس دوبارہ گئے یہاں تک کہ ان کے پاس سے ایک قاصد کو روانہ کیا، رسول کو اس نے اپنی نشست گاہ میں پایا، قاصد نے ان سے وہی جملہ دہرایا تو رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے اس کے طعام اور مشروب کو حرام کر دیا ہے پھر رسول اللہ ﷺ وہاں سے اٹھے اور قاصد کے نشانات قدم کا اتباع کرتے ہوئے اس کے ساتھ حضرت ابوطالبؑ کے گھر میں داخل ہو گئے تو آپ نے مشاہدہ کیا کہ پورا گھر لوگوں سے بھرا ہوا ہے آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے کہا: میرے اور میرے چچا کے درمیان تخلیہ کرو یعنی ہم دونوں کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔

انھوں نے جواب دیا: ہم ایسا نہیں کریں گے آپ ہم سے زیادہ اس کے حقدار نہیں ہیں باوجودے کہ آپ کی رشتہ داری ہے تو ہم بھی آپ کی طرح ابوطالبؑ سے قرابت کا حق رکھتے ہیں۔

آنحضرت ﷺ ابوطالبؑ کے پاس بیٹھ گئے اور فرمایا: اے چچا! میری جانب سے آپ کو جزائے خیر عطا ہو، اے چچا! آپ اپنی جانب سے ایک کلمہ کے ذریعے میری مدد فرمائیں میں اس کے ذریعے روز قیامت اللہ سے آپ کی شفاعت کروں گا۔

حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا: اے بھتیجے وہ کیا ہے؟

آنحضرت ﷺ نے فرمایا: آپ زبان سے کہیں: "لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ"۔

ابوطالبؑ نے کہا: آپ مجھے نصیحت کر رہے ہیں خدا کی قسم اے کاش! مجھے اس سے عار نہ دلائی جاتی اور یہ کہا جاتا ہے کہ تمھارے چچا نے موت کے ڈر سے یہ اقرار کیا ہے تو میں یہ جملہ دہرا کر آپ کی آنکھیں ٹھنڈی کرتا (راوی نے کہا: قوم چیخ پڑی اے ابوطالب! تم تو صنیفیت کے سید و سردار ہو اپنے بزرگوں کی ملت پر

باقی ہو۔

ابوطالب نے کہا: قریش کی عورتیں نہیں کہیں گی کہ تمہارے چچا نے موت سے ڈر کر (یہ اقرار کیا) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اے ابوطالب) میں آپ کے لیے اپنے رب سے مغفرت طلب کرتا رہوں گا یہاں تک کہ وہ خود مجھے منع نہ کر دے۔ آنحضرت ﷺ حضرت ابوطالب کی وفات کے بعد بھی ان کی مغفرت طلب کرتے رہے۔ مسلمانوں نے کہا: آنحضرت ﷺ نے ہمیں منع نہیں کیا کہ ہم اپنے آباؤ اجداد کی مغفرت نہ کریں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کے لیے مغفرت طلب کی تھی اور یہ محمد ﷺ بھی اپنے چچا کے لئے مغفرت طلب کر رہے ہیں لہذا قریش نے بھی اپنے قراہتدار مشرکین کے لئے طلب مغفرت شروع کر دی۔

روایت پر تبصرہ

(۱) یہ روایت مسلسل یعنی معنعن نہیں ہے یعنی راوی نے ایک دوسرے سے سنا ہوا البتہ یہ ہے کہ مجھے خبر دی، اطلاع دی، بتلایا یا مجھ تک یہ بات پہنچی ہے صرف درمیان میں ایک جگہ حدیث ہے ورنہ ہر جگہ خبر نا ہے آخری راوی فرماتے ہیں بلغنی مجھ تک یہ بات پہنچی ہے یعنی وہ خود وہاں پر موجود نہ تھے کسی نے یہ بات ان تک پہنچائی ہے وہ کون تھا اس کا علم نہیں ہے۔

ابتدائی تین راویوں کا علم رجال کی کتابوں میں کوئی اتنا پتا نہیں ہے یعنی ابوسعید بن عمرو والنیسا پوری کون تھا، کس زمانے میں تھا اس کا حدود اربعہ کیا تھا اس طرح دوسرا راوی حسن بن علی مول کا بھی ذکر مجھے علم الرجال کی کسی کتاب میں نہیں ملا۔

تیسرے راوی عمرو بن عبد اللہ البصری ہیں علم الرجال ان کے بارے میں بھی خاموش ہے اور کہیں بھی ان کا نام و نشان نہیں ہے۔

چوتھے راوی موسیٰ بن عبیدہ ہیں اس نام کے دو راویوں کا ذکر ملتا ہے۔

موسیٰ بن عبیدہ بن قسیط عمرو ابن الحارث جن کی وفات ۱۵۳ میں ہوئی ان کے بارے میں موسوعة رجال الکتاب التاسعة ج ۴ ص ۲۶ پر لکھا ہے ضعیف اس کا نمبر ۹۳۲۳ ہے۔

(۲) موسیٰ بن عبیدہ۔ نہ ان کی کنیت درج ہے نہ ان کا لقب اور نہ ہی وفات کا سن موجود ہے اور ان کے باپ کا نام بھی درج نہیں ہے بس اتنا لکھا ہے کہ مسند احمد بن حنبل نے ان سے تخریج کی ہے۔

پانچویں راوی کا نام محمد بن کعب القرظی ہے اس کا پورا نام موسوعۃ رجال الکتاب التسعة ص ۵۲ ج ۳ میں اس طرح درج ہے محمد بن کعب بن سلیم بن اسد اسے حیان بن سلیم بھی کہا جاتا ہے اس کی کنیت ابو حمزہ ابو عبد اللہ لقب القرظی۔ المدنی۔ الکوفی۔ القاص ہے اس کی وفات ۱۲۰ھ میں ہوئی وہ ۴۰ھ میں پیدا ہوا نمبر شمار ۸۳۹۶ پر اس کا ذکر ہے۔

اس حدیث کے چھٹے راوی محمد بن عبد الوہاب ہیں اس نام کے دو راوی ہیں موسوعۃ رجال الکتاب التسعة ص ۱۴۱۸ میں ۸۲۰ھ اور ۸۲۰۸ نمبر کے ذیل میں بیان کیے گئے ہیں۔ (اس کتاب کے مؤلف ڈاکٹر عبد الغفار سلیمان البنداری ہیں)

(۱) انھوں نے اس کا نام اس طرح لکھا: محمد بن عبد الوہاب بن حبیب ابن مہران کنیت ابو احمد لقب العبدی۔ الفراء۔ الحافظ النیسابوری حمل کے نام سے مشہور ہیں ان کی وفات ۲۷۲ھ میں ہوئی ان کی عمر ۹۵ سال تھی نسائی نے ان سے تخریج کی ہے۔

(۲) ان کا نام محمد بن عبد الوہاب ہے ان کے باپ کا نام معلوم نہیں ہے کنیت ابو یحییٰ ہے لقب القناء۔ السکری۔ الکوفی۔ الشعلبی ہیں ان کی وفات ۲۰۹ھ یا اس کے بعد ۲۱۲ھ میں ہوئی ہے ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے ان سے روایات کی تخریج کی ہے

اس روایت کے آخری اور ساتویں راوی جعفر بن عون ہیں ان کے بارے میں موسوعۃ رجال الکتاب التسعة کی جلد اول ص ۲۴۶ پر ۱۲۵۶ نمبر کے ذیل میں ان کا تذکرہ ہے اس طرح ہے

نام جعفر بن عون بن عمرو بن حرث کنیت ابو عون۔ القاب مخزومی، الکوفی، القرشی، العمری۔ الحرثی، ان کی وفات ۲۰۶ھ یا ۲۰۷ھ میں ہوئی ان سے تخریج کی ہے بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے۔

یہ روایت مجہول ہے، راویوں کے حالات کا پتا نہیں، علم رجال کی مشہور کتابوں میں جعفر بن عون کا پتہ نہیں جو آخری راوی ہیں۔ البتہ تقریب التہذیب احمد بن علی بن حجر العسقلانی متوفی ۸۵۲ھ کی کتاب جلد اول مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱۹۹۳ء ص ۱۶۳ پر

۹۵۰ نمبر پر جعفر بن عون بن عمرو بن حرث المخزومی کا ذکر ہے تحریر فرماتے ہیں کہ ان کا محدثین کے طبقہ نہم سے تعلق ہے اور ان کا انتقال ۲۰۶ھ یا ۲۰۷ھ ہجری کو ہوا۔

وہ کہاں سے مجاز ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ کی وفات کے واقعات کو نقل کر کے دوسروں تک پہنچائیں۔

(۲) داخلی شہادات اس روایت کے موضوع اور جعلی ہونے پر دلالت کر رہی ہیں حضرت ابوطالبؑ شدید بیمار ہیں، قریش کے لوگ ان کے گرد جمع ہیں، لیکن رسول اللہ ﷺ جو حقیقی بھتیجے ہیں پروردہ ابوطالبؑ ہیں، عمر بھر ابوطالبؑ نے جن کی حمایت و حفاظت کا فریضہ انجام دیا اپنے اشعار اور رعب و داب سے قریش کی طاقت کو کمزور بنا دیا تھا، مخالفین پیغمبر کو خاموش کر دیا تھا وہ ابوطالبؑ کے پاس نہیں ہیں تعجب کا مقام ہے اور حیرت کی بات ہے۔

(۳) قریش کے لوگ ابوطالبؑ سے کہہ کر ان کے پاس قاصد کے ذریعے سے پیغام بھیجتے ہیں اور ان سے جنت کے پھلوں اور مشروب کی فرمائش کرتے ہیں کیا رسول اللہ ﷺ کے پاس اس وقت جنت کے پھل اور مشروبات موجود تھے جسے طلب کیا جا رہا تھا اور جن پھلوں اور مشروبات کا وعدہ پیغمبر اکرم ﷺ نے آیات قرآنی کے ذریعے کیا تھا تو وہ آخرت میں ملیں گے نہ کہ دنیا میں یہ سوال درست نہیں ہے۔

(۴) قاصد کا یہ کہنا کہ ان عَمَّكَ يَقُول (آپ کے بچا فرما رہے ہیں) کہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں کمزور اور بیمار ہوں تو کیا یہ بات رسول اللہ ﷺ کے علم میں نہیں تھی اور طرفہ یہ ہے کہ بجائے رسول اللہ ﷺ جواب دیتے وہیں حضرت ابوبکر تشریف فرما تھے انھوں نے جواب دے کر قاصد کو رخصت کر دیا سوال رسول سے کیا گیا تھا جواب ان کے صحابی نے دیا۔ یہ عمل تو اخلاق و آداب کے منافی ہے۔ حضرت ابوبکر کا جواب میں کہنا کہ ان اللہ حرمہا علی الکافرین۔ حضرت ابوبکر کو فتویٰ دینے کا حق کس نے دیا اور رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں یہ کہنا کسی طرح درست نہیں تھا۔

(۵) قریش کے اصرار پر دوبار قاصد کا آنا اور رسول اللہ ﷺ کا قول اور پھر حضور سرور کائنات ﷺ کا قاصد کے نشانات سے قدم پر آنا، اس حدیث کی وضعیت اور گھڑے جانے کو ثابت کر رہا ہے۔ گویا کہ آنحضرت کا گھر کا پتہ نہ تھا۔

(۶) رسول اکرم ﷺ نے مشاہدہ کیا کہ حجرہ لوگوں سے بھرا ہوا ہے تو آپ نے خواہش ظاہر کی کہ میں اپنے چچا سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں وہاں موجود لوگوں نے حضورؐ کی بات نہ مانی اور جانے سے انکار کر دیا۔ نہ جانے کون ایسے لوگ تھے اگر عباس، عقیل، جعفر اور علی ہوتے تو وہ یقیناً رسول اکرم ﷺ کا احترام ملحوظ رکھتے۔ یہ قریش کے کون لوگ تھے جنھوں نے رسول اللہ کی بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور وہاں سے نہیں گئے اور

آنحضرت ﷺ کو ابوطالبؑ سے تنہائی میں گفتگو کا موقع فراہم نہ کیا۔

(۷) انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے مقابلے میں اپنی رشتہ داری کا رعب جمانا شروع کیا اور رسول اللہ ﷺ کو اس مطالبے سے دست بردار ہونا پڑا۔

(۸) آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوطالبؑ سے کہا: یا اعمہ جزیت عنی خیرا میری جانب سے آپ کے لیے جزائے خیر، آپ نے میرے ساتھ جو سلوک کیا تھا آپ کا جو برتاؤ تھا، آپ نے جس طرح میری مدد و نصرت کی تھی، میں آپ کو سوائے دعا کے سوا کیا دے سکتا ہوں۔

(۹) آنحضرت ﷺ نے ایک کلمہ کہنے کی فرمائش کی ”لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ“ یہ جملہ بخاری کی روایت سے مختلف ہے اور کلمہ کا جزو اول ہے۔

(۱۰) حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا: کیا آپ مجھے نصیحت کر رہے ہیں؟

(۱۱) اگر ننگ و عار کا خوف نہ ہوتا، عورتوں کے طعن و تشنیع کا ڈر نہ ہوتا تو ضرور یہ جملہ دہرا دیتا کہ وہ کہیں گی کہ ”موت کے ڈر سے کلمہ پڑھ لیا“ بس یہی مانع ہے ورنہ مجھے کوئی اعتراض نہیں ”اسے کیا سمجھا جائے“۔

(۱۲) قریش کے لوگوں کی فریاد اے ابوطالبؑ تم تو دین حنیفیت کے علم بردار ہو اور بزرگوں کی وراثت تمہارے پاس ہے دین حنیفیت کی تشریح قرآن کی نظر میں یہ ہے:

آنحضرت ﷺ کو وحی کی جارہی ہے:

ثُمَّ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ أَنْ اتَّبِعْ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ (النمل ۱۶)

پھر ہم نے آپ کی طرف وحی کی کہ آپ ملت ابراہیم کی پیروی کیجیے جو سیدھے راستے پر ہر طرف سے کٹ کر چلتے تھے۔

قُلْ صَدَقَ اللَّهُ ۖ فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ (آل عمران ۳)

(اے نبی) آپ فرمادیجیے کہ اللہ نے سچ کہا کہ تم ملت ابراہیم کی پیروی کرو جو باطل سے کترا کر چلتے تھے۔

وَمَنْ أَحْسَنُ دِينًا مِمَّنْ أَسْلَمَ وَجْهَهُ لِلَّهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا ۖ

(النساء ۱۲۵)

اور اس شخص سے بہتر کس کا دین ہو سکتا ہے جس نے اللہ کے آگے سر تسلیم خم کر دیا بھلائی کے کام کے لیے اور

ادیان عالم سے منہ موڑ کر ملت ابراہیمی کا اتباع کیا۔

(۱۳) آنحضرت ﷺ نے استغفار کا وعدہ فرمایا اور اگر نبی کسی کے لئے مغفرت طلب کریں تو اللہ اس کے تمام گناہوں کو معاف فرمادے گا جیسا کہ اس کا وعدہ ہے:

وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللَّهَ تَوَّابًا رَجِيمًا ﴿۶۴﴾ (النساء ۴)

اے کاش! جب اُن لوگوں نے اپنے نفسوں پر ظلم کیا تھا آپ کی خدمت میں آجاتے اور اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی اُن کے لیے طلب مغفرت کرتے تو یقیناً وہ اللہ کو توبہ قبول کرنے والا اور رحم کرنے والا پاتے۔

(۱۴) قریش کے مشرکین بھی اپنے مشرک رشتہ داروں کے لئے رسول کی تائیدی کرتے ہوئے مغفرت طلب کرنے لگے اور اس لیے بھی کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے چچا آزر کے لئے مغفرت کی تھی۔

حاصل گفتگو یہ ہے کہ ان تمام باتوں سے حضرت ابوطالب کا مشرک ہونا، بت پرست ہونا، ملت ابراہیمی پر نہ ہونا، مُسلم نہ ہونا، مومن نہ ہونا کہاں ثابت ہوتا ہے؟ بلکہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ موحد مُسلم، مومن اور ملت ابراہیمی پر عمل پیرا تھے۔

آپ نے تجوئے اور تحلیل کے بعد یہ جان لیا ہوگا یہ روایت اور اسی قبیل کی تمام روایات خواہ وہ بخاری میں ہوں یا مسلم میں یا کسی اور کتاب میں وہ سب کی سب جعلی وضعی اور گھڑی ہوئی ہیں۔

حضرت علیؑ کی دشمنی کی بنیاد پر انھیں گھڑا گیا ہے مگر جس کا نام علیؑ ہو جس کا کام علیؑ ہو، جس کا مقام علیؑ ہو اور جس کا پیام علیؑ ہو اسے دنیا کی کون سی طاقت پست کر سکتی ہے۔ علیؑ کے باپ کی عظمت کے لئے یہی کافی ہے کہ ہمیشہ مولائے کائنات فخر کے ساتھ یہ کہا کرتے تھے میں علی ابن طالب ہوں میں ابوطالب کا فرزند ہوں اور فرمایا تھا جس کا بیٹا قسیم النار والجنة ہو اس کا باپ جہنم میں کیسے جاسکتا ہے؟

دیوان سید البطحاء (حضرت ابوطالبؑ)

100

قافیۃ الباء

(”ب“ کا قافیہ)

(۱)

تخریج

یہ اشعار سیرت ابن اسحاق / ۱۶۳-۱۶۴
ایمان ابی طالب / ۳۳-۳۴
الحجۃ / ۲۰۴-۲۰۶
مطبوعہ دیوان / ۱۶-۱۷
امریکینہ اور شعب جس کا تذکرہ دلائل النبوة اور تاریخ اسلام ذہبی ۲۲۱ / ۲۲۲ میں ہے۔
شعر ابی طالب و اخبارہ ابی ہفان متوفی ۲۵۷ھ

سید البطحاء اور صحیفہ قریش

قریش مجتمع ہوئے اور انہوں نے باہمی مشورہ کیا کہ وہ ایک تحریر لکھیں جس میں بنی ہاشم اور بنو المطلب سے یہ پختہ عہد ہو کہ وہ ان سے نکاح نہیں کریں گے اور نہ ہی ان سے کچھ خریدیں گے اور نہ ہی ان سے کسی قسم کی تجارت کریں گے اور ان سے ہرگز صلح نہیں کریں گے اور نہ ہی ان سے کسی قسم کا نرم سلوک کیا جائے جب تک وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے لیے ہمارے سپرد نہ کر دیں اور وہ ان کے اور ہمارے درمیان سے الگ نہ ہو جائیں اور انہوں نے یہ عہد ایک صحیفہ میں منصور بن عکرمہ سے لکھوایا یا اسے تحریر کیا تھا بغیض بن عامر نے یا وہ تحریر تھی نصر بن

حارث کی یا ہشام نے اسے لکھا تھا یا طلحہ یا منصور بن عبد نے اسے تحریر کیا تھا انھوں نے محرم کے مہینے میں نبوت کے ساتویں سال اس صحیفہ کو خانہ کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا تھا اور ان کا اجتماع بنی کنانہ کے خیف میں ہوا تھا جو محضَب کے نام سے مشہور ہے، بنی ہاشم اور بنی المطلب حضرت ابوطالبؑ کے پاس اکٹھے ہوئے اور ان کے ساتھ گھاٹی (شعب ابی طالب) میں داخل ہو گئے سوائے ابولہب کے، وہ قریش کے ساتھ رہا۔ انھوں نے دو سال اس طرح گزارے اور کہا گیا کہ تین سال اس طرح گزارے انھوں نے شعب ابی طالب میں کافی زمیں برداشت کیں۔ یہاں تک کہ گری پڑی چیز اور درختوں کے پتے کھانے پر مجبور ہوئے۔

ابن کثیر نے کہا کہ ابوطالبؑ جب تک شعب میں مقیم رہے وہ رسول اکرم ﷺ سے خواہش کرتے کہ وہ رات کو ان کے بستر پر آکر سو جائیں تاکہ اگر کسی بھی فرد نے شرفساد اور انھیں دھوکے سے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا ہو تو وہ دیکھ لے اور جب لوگ سو جاتے تھے تو پھر اپنے ایک بیٹے یا کسی بھائی کو حکم دیتے تھے کہ وہ مصطفیٰ ﷺ کے بستر پر سو جائے اور آنحضرتؐ سے فرماتے کہ آپ ان کے بستر پر سو جائیں پھر اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے پیغمبر اکرم ﷺ پر وحی کی کہ صحیفہ میں ظلم و مقاطعہ سے متعلق جو تحریر تھی اسے دیمک نے چاٹ لیا ہے اور اس میں اللہ کے نام کے سوا کچھ اور باقی نہیں بچا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے اس امر سے حضرت ابوطالبؑ کو آگاہ کیا تو حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا: اے میرے بھائی کے بیٹے! کیا آپ کے رب نے آپ کو یہ بتلایا ہے؟

آنحضرتؐ نے فرمایا: ہاں!

تو ابوطالبؑ نے فرمایا: روشن ستاروں نے مجھ سے کبھی جھوٹ نہیں کہا۔

وہ بنی ہاشم اور بنی المطلب کی جماعت کے ساتھ مسجد الحرام تشریف لائے۔ قریش نے اس عمل کو نہایت تعجب سے دیکھا اور یہ سمجھے کہ بلاؤں کی شدت کی وجہ سے یہ لوگ رسول اللہ کو ان کے سپرد کرنے کے لیے آئے ہیں۔ ابوطالبؑ نے اُن سے کہا: اے قریش کے لوگو! ہمارے اور تمہارے درمیان کچھ معاملات طے پائے تھے جن کا صحیفہ میں تذکرہ نہیں ہے تم اسے لے کر آؤ تاکہ ہمارے اور تمہارے درمیان صلح ہو جائے اور یہ انھوں نے اس ڈر سے کہا تھا کہ وہ لانے سے پہلے اسے دیکھ نہ لیں اور انھیں اس بارے میں کوئی شک نہیں تھا کہ ابوطالبؑ نبی اکرم ﷺ کو اُن کے سپرد کر دیں گے۔

انھوں نے صحیفہ لاکران کے سامنے رکھ دیا اور اسے کھولنے سے پہلے حضرت ابوطالبؑ سے کہا: اب وقت آگیا ہے کہ تم نے ہمارے اور اپنے خلاف جو من گھڑت باتیں کہی ہیں ان سے واپس لوٹ جاؤ۔

حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا: میں ایسا امر لے کر آیا ہوں جو ہمارے اور تمہارے درمیان انصاف قائم کر دے گا میرے بھتیجے نے مجھے اطلاع دی ہے اور اس نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں کہا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہارے صحیفہ کی طرف ایک کیڑے کو بھیجا اس نے سب کچھ کھا لیا سوائے اللہ کے نام کے، جیسا انھوں نے فرمایا اگر وہ درست ہے تو پھر تم جس عمل کو اختیار کیے ہوئے ہو اس سے باز آ جاؤ، خدا کی قسم! ہم انھیں مرتے دم تک تمہارے سپرد نہیں کریں گے جب تک ہر فرد موت کے گھاٹ نہیں اتر جاتا اور اگر یہ بات درست نہیں ہوئی تو ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے سپرد کر دیں گے تم چاہے انھیں قتل کر دو یا انھیں زندہ رکھو۔

قریش نے کہا: ہم راضی ہیں۔

جب انھوں نے صحیفہ کو کھول کر دیکھا تو اسے ویسا ہی پایا جیسا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ انھوں نے کہا: یہ تمہارے بھتیجے کا جادو ہے، ان کی سرکشی اور دشمنی میں اور اضافہ ہو گیا۔

جب امر کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع کے مطابق پایا تو ابوطالبؑ نے ان سے کہا: ہم کب تک بند رہیں گے، کب تک محصور رہیں گے اب امر واضح ہو چکا ہے اور تم جان چکے ہو تم اس لائق ہو کہ تم پر ظلم ہو اور تم سے قطع تعلق کر لیا جائے۔

اور حضرت ابوطالبؑ اور ان کے ساتھ سب افراد کعبہ کے پردے کے قریب آئے اور فرمایا:

اللَّهُمَّ اَنْصُرْنَا مِنْ ظُلْمِنَا، وَقَطِّعْ اَرْحَامَنَا، وَاسْتَحِلَّ مَا يَحْرُمُ عَلَيْهِ مِنَّا.

”اے اللہ! جس نے ہم پر ظلم و ستم ڈھایا ہے اور جس نے ہمارے رشتے نامطے منقطع کر دیے ہیں اور ہم پر جو چیزیں حرام ہیں انھیں حلال قرار دے رکھا ہے تو ان کے خلاف ہماری نصرت فرما۔“

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد۔ ج ۱ ص ۱۴۳)

اور اس وقت قریش کا ایک گروہ روانہ ہوا اور اس نے صحیفہ کو باطل قرار دے کر چاک کر دیا تو حضرت ابوطالبؑ نے اس وقت یہ قصیدہ کہا۔

مجھے شعر پڑھ کر سنائے احمد بن ابراہیم نے انھوں نے کہا مجھے شعر پڑھ کر سنائے عبدالعزیز بن یحییٰ (یعنی

عبدالعزیز بن یحییٰ الجلودی متوفی ۳۳۰ھ) نے ابوطالبؑ کے صحیفہ کے بارے میں اور جو کچھ اس صحیفے میں انھوں نے دیکھا تھا۔

یہ قصیدہ ”سحرِ طویل“ میں ہے:

(۱) أَلَا مَنْ لَهُمَّ آخِرُ اللَّيْلِ مُنْصِبٍ وَشُعْبُ الْعَصَا مِنْ قَوْمِكَ الْمَتَشَعِّبِ

آگاہ ہو جاؤ کہ وہ کون ہے جو رات کے آخری حصے میں میرے پاس آیا تاکہ میرے غم و الم کو زائل کر دے اور وہ تو اے نبی آپ کی قوم کے افراد تھے جو صحیفے کے مندرجات ختم ہو جانے کے بعد باہمی اختلاف و انتشار کا شکار تھے اور مختلف گروہوں میں بٹ گئے تھے۔

أَلَا - آگاہ ہو جاؤ ہم - غم و الم

مُنْصِب - بتلائے غم، تھکا ہوا

شُعْبُ الْعَصَا - مختلف گروہوں میں بٹ جانا، جدا جدا ہونا۔ اختلاف کا رونما ہونا،

مَتَشَعِّبِ - مختلف گروہوں میں بٹے ہوئے۔

(۲) وَجَزِي أَرَاهَا مِنْ لَوْثِي بْنِ غَالِبٍ مَتَى مَا تُزَايِمُهَا الصَّحِيفَةُ يَجْرِبُ

اور میں لوی بن غالب (قریش کا جدِ اعلیٰ) کے فرزندوں میں دیکھ رہا ہوں کہ اخلاقی بیماریاں اُن میں سرایت کر چکی ہیں کب تک صحیح اور تن درست افراد ان بیماریوں سے تنگ ہوتے رہیں گے۔ اور دوسری روایت کے مطابق۔

(۳) وَ حَرْبُ أَبِيْنَا مِنْ لُويِ بْنِ غَالِبٍ مَتَى مَا تُزَايِمُهَا الصَّحِيفَةُ تَحْرُبُ

اور ہمارے باپ لوی بن غالب کی اولاد سے جنگ یہ صحیفہ کب تک ہمیں جنگ سے تنگ کرتا رہے گا۔ یعنی اس صحیفے کی وجہ سے میدان کارزار گرم رہے گا۔ اور جنگ کا سلسلہ جاری رہے گا۔

(۴) إِذَا قَائِمٌ فِي الْقَوْمِ قَامَ بِخُطْبَةٍ أَقَامُوا جَمِيعًا ثُمَّ صَاوُوا وَاجْلَبُوا

جب قوم میں دعوت دین کیلئے کھڑا ہونے والا (نبی) خطبہ دینے لگا تو سب اس کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے

پھر چیخے چلائے اور اور انھوں نے گروہ بندی کر لی۔
قَائِمٌ کھڑا ہونے والا۔ مراد ہیں حضرت محمد ﷺ۔
خطبة۔ خطاب تقریر

(۵) وَمَا ذَنْبٌ مِّنْ يَّدْعُو إِلَى اللَّهِ وَحْدَهُ وَ دِينَ قَوِيمٍ أَهْلُهُ غَيْرَ خَبِيبٍ
اور اس کی کیا خطا ہے جو اللہ کی وحدانیت کی دعوت دے رہا ہے اور دین قیَم کی طرف بلا رہا ہے جو اس پر
گامزن ہوگا وہ ناکام نہیں رہے گا۔

(۶) وَمَا ظَلَمَ مَن يَدْعُوا إِلَى الْبِرِّ وَالتَّقَى وَ رَأْبُ الشَّيْءِ بِالرَّأْيِ لَاحِينَ مَشْعَبٍ
اور بھلا اس نے کون سا ظلم کیا ہے جو نیکی اور پرہیزگاری کی جانب بلا رہا ہے تاکہ ان کی اصلاح کرے ایسے
زمانے میں جس میں اصلاح کو مٹا دیا گیا ہے اور فساد و برائی نے بلند مقام حاصل کر لیا ہے۔
البر۔ احسان، التقی۔ درستی، ثای۔ فساد، رَأْب۔ اصلاح، مَشْعَب۔ راستہ

(۷) وَقَدْ جَرَّبُوا فِيمَا مَضَى غِبَّ أَمْرِهِمْ وَ مَا عَالَمٌ أَمْرًا كَمَنْ لَمْ يُجَرَّبِ
وہ گزشتہ باتوں سے تجربہ حاصل کر کے انجام کار سے واقف ہو چکے ہیں اور جو امر سے واقف ہے وہ تجربہ نہ
کرنے والے کی طرح نہیں ہوتا۔
جربوا۔ انھوں نے تجربہ کر لیا ہے، غب۔ انجام

(۸) وَ قَدْ كَانَ فِي أَمْرِ الصَّحِيفَةِ عِبْرَةٌ مَتَى مَا يُخَبِّرُ غَائِبِ الْقَوْمِ يُعْجَبُ
اور صحیفے کے معاملے میں نصیحت و عبرت ہے اور جب قوم کے ان افراد کو اطلاع دی گئی جو غائب تھے اور
وہاں پر موجود نہ تھے تو وہ یہ معاملہ سن کر حیران و ششدر رہ گئے۔
عبرة۔ نصیحت

(۹) مَا اللَّهُ مِنْهُمْ كُفْرُهُمْ وَ عَقُوبُهُمْ وَمَا نَقَبُوا مِنَ نَاطِقِ الْحَقِّ مُعْرَبٍ

اللہ تعالیٰ نے ان کے کفر اور نافرمانیوں کو مٹا دیا اور حق بات کہنے والے سے وہ شدید نفرت کرتے ہوئے فحش باتیں کہہ رہے ہیں۔

حما۔ مٹا دیا، عقوق۔ نافرمانی

وہ صحیفہ جسے خانہ کعبہ میں لٹکایا گیا تھا دیمک نے اسے چاٹ لیا اور کفر و نافرمانی کی باتوں کو مٹا دیا۔ ناطق الحق سے مراد حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہے۔ دوسرے دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے:

(۱۰) حما الله منها كفرهم و عقوقهم وما نقموا من صادق القول منجب

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کے کفر اور نافرمانیوں کو مٹا دیا اور قریش نے قول کے سچے اور شریف الاصل (حضرت محمدؐ) سے جو انتقام لیا وہ نظر آ رہا ہے۔
منجب۔ کریم الحسب، پسندیدہ

(۱۱) واصبح ما قالوا من الامر باطلا ومن يخلق مالميس بالحق يكذب

اور ان لوگوں یعنی قریش والوں نے امر سے متعلق جو کچھ کہا تھا وہ باطل اور فاسد ہو گیا اور جو بھی حق کے خلاف کوئی بات گھڑے گا وہ جھوٹ بول رہا ہوگا۔
باطل۔ فاسد الامر او ساقط الحكم۔ جس کا معاملہ ختم ہو جائے۔
مشرکین نے صحیفہ کی شکل میں جو عہد و پیمان تحریر کیا تھا اسے دیمک نے کھا کر ختم کر دیا اور یہ حق کے خلاف جھوٹ پر مبنی دستاویز تھی جسے مٹا دیا گیا۔

(۱۲) و أمسى ابن عبد الله فينا مصدقاً على ساخط من قومنا غير معتب

اور عبد اللہ کے فرزند حضرت محمد ﷺ ہمارے درمیان شروع سے ہی مصدق (سچ بات کہنے والے) رہے ہیں ہماری قوم کے ناراض لوگوں کے سامنے وہ جو کچھ کہتے رہے انھیں اس پر مورد الزام نہیں ٹھہرایا جاسکتا۔
یہ دونوں شعر مجمع البیان میں بھی موجود ہیں۔

(۱۳) فلا تحسبونا خاذلین حمداً لذی غُربۃِ مِنّا و لا مُتَقَرِّبِ

تم یہ نہ سمجھو کہ ہم محمدؐ کو تنہا چھوڑ دیں گے یعنی ان کی مدد نہیں کریں گے اس شخص کی وجہ سے جو ہم سے اجنبی ہو، پردلی ہو، اور نہ ہی اس کے سبب جس سے ہمارا قریبی تعلق ہو۔

ہم ہر حال میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حمایت و نصرت کرتے رہیں گے اور کوئی شخص بھی خواہ وہ پردلی اور اجنبی شخص ہو یا قریبی تعلقات رکھتا ہو وہ ہمیں اس کام سے نہیں روک سکتا اور ہم پر اثر انداز نہیں ہو سکتا۔

(۱۴) سَتَمَنَعُهُ مِنّا یَدٌ هَاشِمِیَّةٌ مُرَّکَّبُهَا فِی النَّاسِ خِیْرٌ مُرَّکَّبِ

ہماری جانب سے عن قریب ہاشمی دست و بازو اُن کی حفاظت کیلئے اٹھ کھڑے ہوں گے جن کی ترکیب انسانوں میں بہترین ترکیب ہے۔

ہاشمی جوان اور بہادر آنحضرتؐ کی نصرت اور کمک کے لیے تیار ہوں گے اور اُن کا دفاع کریں گے جن کی تخلیق اعلیٰٰ خمیر سے ہوئی ہے شجاعت اور بصالت جن کے خون میں گردش کر رہی ہے۔

(۱۵) فلا و الذی تحدی الیہ القلائصُ لِإِدْرَاکِ نَسْکِ مِنْ مَنّٰی و الْمُحَصَّبِ

اس ذات والا صفات کی قسم جس کی جانب جوان اونٹنیوں کو ہانک کر لایا جاتا ہے تاکہ وہ منّٰی اور محصب میں آکر قربانی کی جگہ مل جائیں۔

یہ شعر نزہۃ الکرام اور بستان العوام / ۱۱۰ میں ہے عام دیوان میں نہیں ہے۔

محصب منّٰی کا وہ مقام ہے جہاں پر رمی الجمرات کیا جاتا ہے۔ یعنی شیطانوں کو کنکری ماری جاتی ہے۔

(۱۶) و ینصرہ اللہ الذی ہو ربُّہ باہل العقیر او بسکان یثرب

اور اللہ اُن کی نصرت کرے گا جو ان کا رب ہے عقیر کے باشندوں اور مدینہ کے رہنے والوں کے ذریعے۔

عقیر بحرین کے ایک شہر کا نام ہے اور یثرب مدینہ منورہ کا قدیمی نام ہے۔

اس شعر میں حضرت ابوطالبؑ نے پیش گوئی کی ہے کہ رب العالمین اور رب محمد ﷺ عقیر والوں اور مدینہ منورہ کے رہنے والوں کے ذریعے اُن کی مدد کرے گا درحقیقت یہ ہجرت مدینہ کی طرف اشارہ ہے۔

(۱۷) فلا و الذی تخدی له کلُّ نَضْوَةٍ طلیح بجنبی نخلۃ فالحصَّب

ایسا نہیں ہے بلکہ اس ذات کی قسم جس کی خاطر ہر کمزور نائق کی مہار کو چھوڑ دیا جاتا ہے جب وہ چلتے چلتے تھک جاتا ہے نخلہ اور حصَّب کے آس پاس۔

نخلہ اور حصَّب دونوں جگہوں کے نام ہیں نخلہ شامیہ اور یمانیہ دو وادیاں ہیں جو مکہ مکرمہ سے ایک رات کے فاصلے پر ہیں اور دیوان ابی طالب میں پہلا مصرع اس طرح ہے:

فلا و الذی یحدی له کلُّ مَرَثِمٍ

اس ذات کی قسم جس کی خاطر تیز تیز آتے ہیں تھکے ماندے نائق

(۱۸) یمیناً صدقنا اللہ فیہا ولم نکن لنحلف بطلا بالعتیق المحجَّب

ایسی قسم جس میں ہم اللہ کی سچی قسم کھاتے ہیں اور ہم وہ لوگ نہیں ہیں جو بیت العتیق (خانہ کعبہ) کی جھوٹی قسم کھائیں

(۱۹) نفارقه حتی نصرع حوله وما بال تکذیب النبی المقرب

خدا کی قسم ہم (حضرت) محمدؐ کا ساتھ نہیں چھوڑ سکتے یہاں تک کہ ان کے اطراف و جوانب میں حمایت کرتے ہوئے قتل کر دیئے جائیں اور ان قریش والوں کو کیا ہوا ہے جو وہ نبیؐ مقرب (بارگاہ خداوندی سے قریب) کو جھٹلا رہے ہیں۔

(۲۰) فیما قومنا لا تظلمونا فاننا متى ما نخذ ظلم العشيرة نغضب

تو اے ہماری قوم والو تم ہم پر ظلم نہ کرو اس لیے کہ اب ہم تمہارا ظلم برداشت نہیں کریں گے اگر ہمیں قبیلہ کے ظلم سے خوف زدہ کیا گیا تو پھر ہم بھی بپھر جائیں گے۔

(۲۱) و کفوا الیکم من فضول حلومکم ولا تذهبوا من رایکم کلّ مذهب

اور تم اپنے فضول اور بے ہودہ خواب دیکھنا چھوڑ دو اور تم اپنی مرضی اپنی خواہش اور اپنی رائے پر عمل پیرا ہو

کر ہر راستے پر چلنا شروع نہ کرو اور ہر راستے کے راہی نہ بنو۔

حُلُوم۔ خواب، مذہب۔ راستہ

(۲۲) وَلَا تَبْدَوْنَا بِالظَّلَامَةِ وَالْأَذَى فَنَجْزِيَكُمْ ضِعْفًا مَعَ الْإِثْمِ وَالْأَب

تم ہم پر ظلم و ستم کرنے اور اذیت پہنچانے میں پہل نہ کرو ورنہ ہم تمہیں دہری جزا دیں گے اور اس وقت ہم خاندان، قرابت داری اور رشتہ داری کا نہ تو کوئی پاس نہیں کریں گے اور نہ ہی ہمیں اُس وقت اس کی کوئی پروا ہوگی۔

الظُّلَامَةِ۔ ظلم و ستم،

ضِعْف۔ دہری و دگنی

(۲)

تخریج

شعرا بی طالب (۲) و اخبارہ ابی ہفان عبداللہ بن احمد المحض می متوفی ۲۵۷ھ
 شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۳ سیرت ابن اسحاق/ ۱۶۳ الحجۃ ۲۱۶-۲۱۸
 بحار الانوار ۲۵/ ۹۵ الدیوان المطبوع ۲۵-۲۶
 ایمان ابی طالب: ۳۱ کچھ اشعار مناقب ۱/ ۶۶-۶۷
 اور تفسیر ابوالفتوح ۸/ ۳۷۷ میں ہیں۔

یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

حضور کی تعریف اولادِ قصی سے شکوہ

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے امرِ صحیفہ (تحریری دستاویز) کے بارے میں فرمایا ہے۔

(۱) تَطَاوَل لیلی بہم نَصَب و دمع کسح السقاء السَّرب

میری طویل راتیں حزن و غم اور مصائب و شدائد سے پُر ہیں جن کی کوئی انتہا نہیں اور آنسو اس طرح جاری ہیں جیسے مشک سے کوئی سیلاب اُمد کر رہا ہو۔

ایک روایت کے مطابق پہلے مصرع میں ”نَصَب“ کی جگہ ”وَصَب“ ہے۔

(۲) للعب قصی باحلامها وهل يرجع الحلم بعد اللعب

قصی تو اپنی عقلوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں کیا کھیل کے بعد بھی عقل واپس آتی ہے۔ یعنی وہ لوگ اپنی عقلوں سے کام نہیں لے رہے ہیں۔ کھیل کود میں مگن ہیں۔

(۳) و نغی قصی بنی ہاشم کنفی الظہاء لطاف الخشب

اور قصی نے بنی ہاشم کو اس طرح دور کر دیا ہے جیسے طبّاخ لطیف لکڑیوں کو نکال کر پھینک دیتا ہے۔ اس شعر میں نہایت خوبصورت تشبیہ دی ہے اس سے حضرت ابوطالبؑ کی شاعرانہ صلاحیتوں کا پتا چلتا ہے۔ جب تندور روشن کیا جاتا ہے تو اس میں چھوٹی اور نازک اور لطیف لکڑیوں کو نہیں ڈالا جاتا بلکہ انھیں الگ کر دیا جاتا ہے کتنا خوب صورت استعارہ ہے کہ قصی نے ہمیں نکال کر اپنی صف سے باہر کر دیا ہے۔

(۴) وقالوا لاحمد انت امرؤ خلوف الحديث ضعيف النسب

اور انھوں نے احمد سے کہا کہ تم ایسے شخص ہو جو اپنی باتوں میں جھوٹے ہوتھاری بات مبنی برکذب ہے اور تمھارا نسب کمزور ہے۔ (جب کہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں) بعض نسخوں میں ”ضعیف السبب“ ہے۔

یعنی تم نے اپنی حفاظت کے لیے جو سبب اختیار کیا ہے وہ نہایت کمزور ہے۔

احمد سے مراد حضور اکرم ﷺ ہیں قرآن کریم میں یہ نام موجود ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔ (سورہ صف آیت ۶)

(۵) وان كان احمد قد جاءهم بحق ولم ياتهم بالكذب

دراں حالے کہ احمد ان کے پاس حق بات لے کر آئے ہیں جس میں کذب کا کوئی شائبہ تک نہیں ہے۔

اس سے بہتر دین اور صاحب دین کی کیا تصدیق ہو سکتی ہے۔

ارشاد رب العزت ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ. (النساء ۴)

اے انسانو! رسول تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق بات لے کر آیا ہے۔

(۶) عَلٰی اَنَّ اِخْوَانَنَا وَاَزْرُوْا بَنِي هَاشِمٍ وَ بَنِي الْمَطْلَبِ

باوجودے کہ ہمارے بھائیوں نے جن کا تعلق بنی ہاشم اور بنی المطلب سے ہے ایک دوسرے کا ہاتھ بٹایا تھا بوجھ اٹھایا تھا، مدد اور نصرت کی تھی۔

(۷) هِمَّا اِخْوَانٌ كَعِظَمِ الْيَمِيْنِ اَمْرًا عَلَيْنَا لِعَقْدِ الْكَرْبِ

بنی ہاشم اور بنی المطلب ایسے بھائی ہیں جیسے دائیں ہاتھ کی ہڈیاں جو باہم جڑی ہوئی ہیں یعنی باہم متحد ہو کر طاقت و قوم کی حیثیت رکھتے ہیں وہ ایسے محکم ہیں جیسے بٹی ہوئی رسی۔

بنی ہاشم اور بنی المطلب کے لیے نہایت خوب صورت تشبیہ دی ہے کہ وہ دونوں یکجان و دو قالب ہیں ہاتھ کی ہڈیوں کی طرح مضبوط اور طاقت ور اور بٹی ہوئی رسی کی طرح ایک دوسرے میں پیوست ہیں یعنی ہمارے اتحاد کی وجہ سے کوئی بھی ہم پر حملہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

(۸) فَيَا لِقُصَى الْمِ تَخْبَرُوا بِمَا حَلَّ بِي مِنْ شَوْوْنِ الْعَرَبِ

اے قصی کیا تم جانتے نہیں ہو کہ مجھ پر عرب کے شدائد و مصائب کیوں نازل ہوئے ہیں اس کا سبب دشمنی اور عداوت ہے جیسے ”بکر“ اور ”تغلب“ کہ انبیاء کو جھٹلانے کی وجہ سے ان کی یہ حالت ہوئی ہے۔

(۹) فَلَا تَمْسُكُنْ بِأَيْدِيكُمْ بَعِيدَ الْأَنْوْفِ بِعَجْمِ الذَّنْبِ

دیکھو تم اب بھی عقل و ہوش سے کام لو اور اپنے کیے کی تلافی کرتے ہوئے ایسے کا دامن ہاتھ سے نہ تھامو کہ تمہیں عزت کے بعد ذلت سے دو چار ہونا پڑے۔

(۱۰) عَلَامٌ عَلَامٌ تَلَفِيْتُمْ بِأَمْرِ مُزَاجٍ وَ حِلْمٍ عَزْبِ

بھلا کب تک اور کب تک تم جاری رکھو گے یہ برتاؤ تمہارے افعال دل لگی ہیں اور تمہاری عقل زائل ہو چکی

ہے۔

دیوان میں ”الی م الی م“ (کہاں تک کہاں تک) کا لفظ ہے۔

(۱۱) ورمتم باحمد مارمتم علی الأصرات و قرب النسب

اور تم لوگوں نے (حضرت) احمد پر جو الزام لگانا تھا وہ لگا لیا رشتہ داری اور قرابت داری کے باوجود جب تم دوسروں سے ملتے ہو اُن سے نہایت نرمی کا سلوک کرتے ہو خندہ پیشانی سے پیش آتے ہو اور حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر طرح طرح کے الزامات عائد کرتے ہو اور اتہام لگاتے ہو۔

(۱۲) زعمتم بانکم جيرة و انکم اخوة فی النسب

تم یہ گمان کرتے ہو کہ تم پڑوسی ہو اور یہ کہ تم نسبی اعتبار سے رشتہ اخوت میں منسلک ہو۔ پڑوسی اور برادری دو طرح کے حقوق تم پر عائد ہوتے ہیں جن کی پاسداری تم پر لازم ہے۔

(۱۳) فکیف تعادون ابناءة و اهل الديانة بیت الحسب

تو پھر کیسے ممکن ہوا کہ تم ان کی اولاد سے دشمنی کر رہے ہو اور ان لوگوں سے جو دین دار ہیں اور حسب کے گھرانے کے فرد ہیں۔

جو ان صفات کے حامل ہیں کہ وہ تمہارے پڑوسی ہیں رشتہ برادری میں منسلک ہیں دین دار ہیں تو ان سے الفت و محبت کرنی چاہیے نہ کہ عداوت و دشمنی کا برتاؤ کیا جائے۔

(۱۴) فَأَلّٰی و من حج من راکب و کعبة مکة ذات الحجب

نہیں ایسا نہیں بخدا یہ اور وہ جو سواری پر آیا کعبہ کی طرف جو مکہ میں واقع ہے تاکہ حج بیت اللہ سے مشرف ہو جسے غلاف چڑھا کر پوشیدہ کیا گیا ہے۔

دوسری روایت میں یہ لفظ: فانا و من حج من راکب

ہم اور وہ جو سواری پر آیا ہے خانہ خدا میں حج بجالانے کے لیے جو مکہ مکرمہ میں واقع ہے اور اسے غلاف کے ذریعے پوشیدہ کر دیا گیا ہے۔

کعبہ مکعب گھر زمانہ جاہلیت میں عرب کے باشندے تعظیم کی وجہ سے مربع شکل کا گھر نہیں بناتے تھے۔

(۱۵) تَنَالُونَ أَحْمَدَ أَوْ تَصْطَلُوا طُبَاتِ الرَّمَاكِ وَ حَدِّ الْقُضْبِ

تم احمد تک نہیں پہنچ سکتے خواہ تم نیزے بنانے کے لیے کتنی ہی آگ جلاؤ اور کاٹنے والی تلوار کی دھار کو تیز کرو۔ یعنی تم اپنے منصوبوں میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ خواہ کتنے ہی منصوبے بنالو۔

(۱۶) وَ تَعْتَرِفُوا بَيْنَ ابْيَاتِكُمْ صُدُورِ الْعَوَالِي وَ خِيَلَا عَصَبِ

تم اپنے دشمنوں پر شب خون مارتے ہوئے اپنے گناہوں کا اعتراف کرلو، جب تمہیں نیزے کی انیوں اور سواروں کی جماعت کے ساتھ پالا پڑے گا۔

عَصَبِ عَصْبَةِ كِي جَعِ گھوڑا اپنے سوار سمیت جن کی تعداد دس سے ۴۰ تک ہوتی ہے۔

(۱۷) إِذَا الْحَيْلُ تَمَرَّغُ فِي جَرْيَهَا بِسِيرِ الْعَنِيْقِ وَ حَثِ الْحَبِّ

جب گھوڑا نہایت تیزی اور چابک دستی سے دوڑتا ہے اور دائیں طرف اور بائیں طرف مڑتے ہوئے دُکلی چال چلتا ہے۔

حَبِّ: وہ چال جس میں گھوڑے کے دونوں پاؤں ایک ساتھ اٹھتے ہیں۔ نرم اور دُکلی چال

(۱۸) تَرَاهُنَّ مَا بَيْنَ ضَافِي السَّبَبِ قَصِيرِ الْحِزَامِ طَوِيلِ اللَّبَبِ

تم ان گھوڑوں کو دیکھو گے کہ ان کے لمبے لمبے بال ہوں گے۔ ان کے پیٹ پتلے ہوں گے اور ان کا سینہ کشادہ اور وسیع ہوگا۔

(۱۹) وَ جَرْدَاءَ كَالظُّبَى سَمَحُوجَةً طَوَاهَا النِّقَائِعُ بَعْدَ الْحَلْبِ

اور ہرن کی طرح چھوٹے چھوٹے بالوں والے تیز رفتار گھوڑے جن پر ضیافت کے لیے کھانے موجود تھے دودھ کے بعد یعنی دودھ کے ساتھ ساتھ انواع و اقسام کے کھانے موجود ہیں۔

نقائِعِ نَقِيعَہ کی جمع ہے وہ کھانا جو سفر سے آنے والے کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور ہر بکری جو ضیافت کے لیے ذبح کی جائے اسے نَقِيعَہ کہتے ہیں۔

(۲۰) علیہا رجالُ بنی ہاشم ہُم الانجبون مع المنتخب

ان پر بنی ہاشم کے بہادر لوگ سوار ہوں گے جو کہ قابل احترام اور مکرم لوگ ہیں اور پسندیدہ اور منتخب روزگار افراد کے ساتھ ہوں گے۔

بعض مصادر میں پہلا مصرع اس طرح ہے:

علیہا صَنَّا دِید من ہاشم

ان گھوڑوں پر ہاشم کے یعنی بنی ہاشم کے بہادر جوان سوار ہوں گے۔

(۳)

تخریج

سیرۃ ابن اسحاق ۱۵۷	سیرۃ ابن ہشام ۲۳۱/۱
شرح ابن ابی الحدید ۸۷/۳	الحجۃ ۱۹۲/۱۹۴
الغدير ۳۳۲/۷	بحار الانوار ۱۵۹/۳۵
اور کچھ اشعار مناقب ۱/۶۳ میں ہیں و	ایمان ابی طالب ۳۳
تفسیر ابی الفتوح ۸/۴۷۲	وکنز الفوائد ۷۹ و خزائن الادب ۷۶/۲
شعر ابی طالب و اخبارہ و المستدرک علیہ ادیب لغوی ابی ہفان متوفی ۲۵۷ھ	

یہ اشعار ابوطالبؑ صحیفہ کی دستاویز کے بارے میں ہیں ہم نے پہلے جس کا ذکر کیا ہے۔ جس میں طے پایا تھا کہ نہ انھیں لڑکی دیں گے اور نہ ہی ان کی لڑکیوں سے شادی کریں گے اور ان سے کسی قسم کی خرید و فروخت نہیں ہو گی اس صحیفہ کو منصور بن عکرمہ ابن عامر بن ہاشم نے لکھا تھا اور اسے خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا تھا پھر دوسرے دن صبح کے وقت انھوں نے مسلمانوں کو باندھنا اور انھیں اذیت پہنچانا شروع کر دیا اور ان کی مصیبتوں میں اضافہ ہو گیا اسی بارے میں ابوطالبؑ نے کہا

یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

مدح پیغمبر اور مقاطعہ کی دستاویز

(۱) اِلا ابلغا عَیَّی علی ذات بینہا لُؤِیَّاً و خصّاً من لَوّی بنی کعب

آگاہ ہو جاؤ اور میری جانب سے لوی اور خاص طور سے بنی کعب کے افراد کو میرا یہ پیغام پہنچا دو جن کا تعلق قبیلہ لوی سے ہے۔

لوی ایک قبیلہ کا نام ہے اور بنو کعب کا تعلق لوی سے ہے۔

(۲) اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا نَبِيًّا كَمُوْسَى خَطَّ فِيْ اَوَّلِ الْكُتُبِ

کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمد ﷺ کو پایا ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح نبی جیسا کہ سابقہ کتب میں لکھا ہوا ہے یعنی توریت اور انجیل میں بھی اس کا ذکر موجود ہے۔

سورہ مزمل کی اس آیت کی طرف بھی اشارہ ہے:

اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلَى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا ۝۱۵

(۱۵- سورہ مزمل - ۷۳)

ہم نے تمھاری طرف رسول کو گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا۔

بعض مصادر میں مصرع ثانی میں نبی کی جگہ رسول ہے۔

ایک روایت میں اسحاق بن جعفر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں فرمایا ان سے دریافت کیا گیا کہ لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ ابوطالب کافر تھے تو امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا وہ جھوٹ کہتے ہیں وہ شخص بھلا کیسے کافر ہو سکتا ہے جو یہ کہہ رہا ہو اَلَمْ تَعْلَمُوْا اَنَا وَجَدْنَا مُحَمَّدًا..... الخ (الکافی ۱/۴۲۸-۴۲۹)

(۳) وَ اِنْ عَلِيْهِ فِي الْعِبَادِ مَحَبَّةٌ و لَا حَيْفَ فِیْمَنْ خَصَّهُ اللّٰهُ بِالْحُبِّ

اور بے شک بندوں کے درمیان آنحضرت ﷺ کے لیے محبت و الفت موجود ہے اور اس میں کوئی ظلم و ستم نہیں ہے کہ ان میں سے اللہ نے صرف محمد ﷺ کو محبت کے لیے منتخب فرمایا اور مخصوص کر لیا ہے۔

اور بعض مصادر میں وَلَا خَيْرَ فِیْمَنْ خَصَّهُ اللّٰهُ بِالْحُبِّ تو اس کا مفہوم یہ ہوگا کہ اس خیر سے بہتر کوئی اور خیر نہیں ہے کہ ان لوگوں میں سے اللہ تعالیٰ نے صرف محمد ﷺ کو محبت کے لیے مخصوص کر دیا ہے۔

(۴) وَ اِنَّ الَّذِی رَقَّضْتُمْ فِی کِتَابِکُمْ یَکُوْنُ لَکُمْ یَوْمًا کَرَاغِیَۃَ السَّقْبِ

اور جس بات کو تم نے اپنی کتاب میں نہایت خوب صورت انداز میں لکھ رکھا ہے وہی تمہارے لیے ایک روز ہو جائے گا اس ناقہ صالح کی طرح نقصان کا باعث جسے ذبح کر دیا گیا۔

تم نے جو عدم تعاون کا معاہدہ لکھ رکھا ہے وہ تمہارے لیے اسی طرح منحوس ثابت ہوگا جس طرح قوم ثمود کے لیے اونٹنی کا بچہ ان کی ہلاکت کا سبب بنا تھا اور اسے ذبح کر دینے کی وجہ سے ان پر عذاب نازل ہوا تھا۔
اس شعر میں اشارہ ہے اس حلف نامے کی طرف جسے صحیفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اسے لکھ کے خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا گیا تھا اور اسی وجہ سے بنی ہاشم کے افراد کو تین سال تک شعب ابی طالب میں مقاطعہ کی زندگی گزارنی پڑی اور سیرت ابن اسحاق میں یہ شعر اس طرح ہے:

(۵) وَاِنَّ الَّذِي اَصْفَتْكُمْ فِي كِتَابِكُمْ لَكُمْ كَائِنٌ نَحْسًا كِرَاغِيَةً السَّقْبِ
بعض نسخوں میں مَمْقُتُمْ لکھا ہے۔

(۶) افيقوا افيقوا قبل ان تحفر الزُّبِّي وَيَصْبَحَ مِنْ لَمٍ يَجْنُ ذَنْبًا كَذِي الذَّنْبِ
ہوش میں آؤ ہوش میں آؤ قبل اس کے کہ تمہارے لیے قبریں کھودی جائیں اور جس نے کوئی گناہ نہ کیا ہو وہ بھی گناہ گاروں کی صف میں آجائے۔
سیرت ابن اسحاق میں الزُّبِّي کی جگہ الثُّرَي ہے۔۔
ہوش میں آجاؤ ہوش میں آجاؤ قبل اس کے کہ تمہاری عزّت و حرمت کو پیوند خاک کر دیا جائے اور بے قصور اور قصور دار دونوں ایک ہی جیسے ہو جائیں۔

(۷) وَلَا تَتَّبِعُوا أَمْرَ الْغَوَاةِ وَتَقْطَعُوا أَوَاصِرَنَا بَعْدَ الْمَوَدَّةِ وَالْقَرَبِ
تم گمراہ کرنے والوں کی باتوں میں نہ آؤ اور موڈت و قرابت کے بعد عہد شکنی نہ کرو۔
جب قدرت خدا سے دستاویز (حلف نامے) کو دیمک نے چاٹ لیا اور صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا اس وقت اکثر قریش والوں کی رائے تھی کہ اب مقاطعہ کو ختم کر دیا جائے لیکن کچھ لوگ اسے جاری رکھنا چاہتے تھے اس موقع پر حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا۔

دوسرے مصادر میں یہ شعر اس طرح ہے:

وَلَا تَتَّبِعُوا أَمْرَ الْوُشَاةِ

اور تم لوگ چغل خوروں کی باتیں نہ مانو اور ان کی باتوں میں آکر محبت و قرابت کو عداوت اور نفرت میں تبدیل مت کرو۔

(۸) وَ تَسْتَجْلِبُوا حَرْبًا عَوَانًا وَ زُبْمًا اَمْرٌ عَلٰی مَنْ ذَاقَهُ حَلْبُ الْحَرْبِ

اور خبردار ایسی جنگ کی داغ بیل نہ ڈالو جو کافی عرصے تک جاری و ساری رہے اکثر یہ ہوتا ہے کہ جنگ کی دعوت دینے والے کے لیے جنگ کا مزہ نہایت تلخ ثابت ہوتا ہے۔

(۹) فَلَسْنَا وَ بَيْتَ اللَّهِ نَسْلَمُ اَحْمَدًا لِعِزَّاءٍ مِنْ عَصِّ الزَّمَانِ وَ لَا كَرْبِ

قسم ہے خانہ خدا کی ہم ہرگز احمد کو نہیں چھوڑیں گے نہ زمانے کی سختیوں کے سبب اور نہ ہی مصائب و شدائد کی بنیاد پر۔ ہم انھیں دشمن کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑیں گے بلکہ ان کی حمایت و حفاظت کرتے رہیں گے۔ سیرت اسحاق میں پہلا مصرع اس طرح ہے:

فلسنا ورب البيت (قسم ہے رب بیت کی)

قریش نے حلف نامے کے ذریعے اسی لیے مقاطعہ کیا تھا تا کہ بنی ہاشم بالخصوص حضرت ابوطالب جو رسول کے مربی تھے وہ ان مصائب و شدائد کی وجہ سے جو شعب ابی طالب میں برداشت کر رہے تھے آنحضرت کو قریش کے حوالے کر دیں گے اس شعر میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ خواہ ہمیں کتنی ہی اذیتوں، مصیبتوں، زحمتوں اور پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے ہم ہرگز آنحضرت کو تنہا نہیں چھوڑیں گے۔

(۱۰) وَلِهَذَا تَبِنَا مِنْكُمْ سَوَافٍ وَ اَيَّدَ اَتَرَّتْ بِالْمَهْنَةِ الشَّهْبِ

اور ہم محمد ﷺ کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑ سکتے جب تک ہماری اور تمہاری گردنیں نہ اڑ جائیں اور ہندوستانی لوہے سے بنی ہوئی شہبائی تلواروں سے ہاتھوں کو قلم نہ کر دیا جائے۔

بعض مصادر میں دوسرے مصرع میں ”المهنة“ کی جگہ ”بالقساسية“ ہے۔ چمک دار قسائی تلوار

(۱۱) بِمَعْتَرِكَ ضَنْكٌ تَرَى كَسْرَ الْقَنَا بِهِ وَالضَّبَاعُ الْعَرَجُ تَعَكْفُ كَالشَّرْبِ

تنگ میدان کارزار میں تم دیکھو گے چاروں طرف ٹوٹے ہوئے نیزے بکھرے پڑے ہوں گے اور بچو لاشوں کے گرد اس طرح منڈلا رہے ہوں گے جیسے شرابی شراب کے گرد چکر لگاتا ہے۔

بعض مصادر میں دوسرے مصرع میں یہ الفاظ ہیں۔

بِهِ وَالنَّسُورُ الطَّخْمُ يَعَكْفُنُ كَالشَّرْبِ

اور سیاہ گردنوں والے گدھ لاشوں کے چاروں طرف شراہیوں کی طرح حلقہ بنائے بیٹھے ہوں۔

”نُسُور“ ”نسر“ کی جمع گدھ ”شرب“ ”شارب“ کی اسم جمع۔ پینے والے

(۱۲) كَانَ هَجَالُ الْخَيْلِ فِي حَجَرَاتِهِ وَ غَمَمَةُ الْإِبْطَالِ مَعْرَكَةُ الْحَرْبِ

گویا کہ اس میدان کے ہر جانب گھوڑوں کی دوڑ بھاگ اور میدان کارزار میں بہادروں کے شور و غوغا سے ایک قیامت برپا ہے۔

(۱۳) الْيَسُّ ابُو نَا هَاشِمٌ شَدَّ أَرْزَهُ وَأَوْصَى بَنِيهِ بِالطَّعَانِ وَ بِالضَّرْبِ

کیا تمہیں یاد نہیں کہ ہمارے باپ ہاشم نے کس طرح کمر ہمت باندھی، اور اپنی اولاد کو نیزہ زنی اور حرب و ضرب کی وصیت اور تلقین کی ہے۔

ہاشم حضرت ابوطالب کے دادا تھے ان کا نام عمرو تھا اور کینت ابو نضلہ تھی ان کے والد کا نام عبد مناف اور ان کی والدہ عاتکہ بنت مرہ بن ہلال تھیں بنی سلیم سے جن کا تعلق تھا۔ وہ اپنے والد کے بعد تمام امور کے ذمہ دار قرار پائے وہ سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام) اور رقادہ (حاجیوں کی مہمان نوازی) کے والی بنے ان کا نسب نہایت اعلیٰ و ارفع تھا وہ نور محمدی کے حامل تھے اور ان تمام امور کے وارث تھے جو اوصیاء کے ساتھ مختص ہیں اور یہ اپنے اسلاف کے بہترین وصی اور خلف صالح تھے۔

ہاشم عبد مناف کے بڑے بیٹے تھے اور مطلب عبد مناف کے چھوٹے فرزند تھے ان دونوں بھائیوں میں بہت محبت تھی یہاں تک یہ کہا جاتا تھا یدان والبصران۔ دو ہاتھ اور دو آنکھیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا:

نحن وبنو المطلب هكذا وشبك بين أصابع يديه.

ہم اور مطلب کی اولاد اس طرح ہیں اور آپ نے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملائیں اور فرمایا: اس طرح۔ اور اُن کے حسن و جمال کے سبب انہیں بدران۔ چودھویں کے چاند کہا جاتا تھا۔ ہاشم مجد و شرف اور بلند منزلت اور رفعت میں اس اتہاپر تھے کہ قریش میں کوئی ان کا نظیر نہ تھا اور نہ کوئی ان کی برابری کر سکتا تھا۔ ہمارے سردار ہاشم نہایت فراخ دست صاحب ہمت و جواں مرد تھے وہ پریشاں حال اور تنگ دست لوگوں سے غافل نہ تھے۔ ان کے عہد میں ایک مرتبہ مکہ میں قحط پڑ گیا لوگ بھوکوں مرنے لگے کھانے کی اشیاء ختم ہو گئیں تو وہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ سرزمین فلسطین تشریف لے گئے اور وہاں سے آٹا اور کیک خرید کر لائے اور حکم دیا کہ روٹیاں پکائی جائیں اور آپ نے گائے ذبح کرائی اور اس کا شور با بنایا گیا اور آپ اس میں روٹیاں چُور کر کے لوگوں کو آواز دے کر بلایا کرتے اور صبح و شام ان کی ضیافت کی جاتی اور انہیں کھانا کھلایا جاتا۔ اسی وجہ سے آپ کا لقب ہاشم پڑ گیا عبداللہ بن الزبیری اسہمی نے اس بارے میں اشعار کہے ہیں:

قل للذي طلب السباحة والندی	ہلا مررت بآل عبد مناف
ہلا مررت بهم ترید قراہم	منعوك من ضُرّ و من إيجاف
كانت قریش بیضة فتفلقت	فالمُخْ خَالِصُهَا لعبد مناف
الرّائشین و لیس یوجد رائش	و القائلین هَلَمَّ للاضياف
و القائلین بِكُلِّ وعد صادق	و الامرین برحلة الايلاف
عمرو الذی هشم الثريد لقومه	قوم بمكة مسنتين عجاف
سفرین سنہما له و لقومه	سفر الشتاء و رحلة الاضياف

حضرت ہاشم وہ تھے جنہوں شام اور یمن کی طرف دوسروں کی داغ بیل ڈالی قرآن کریم نے سورہ قریش میں جس کا تذکرہ کیا ہے۔ آپ نے اپنے خاندان کی ایک خاتون سے شادی کی جن سے اسد بن ہاشم متولد ہوئے جو حضرت علی کے نانا تھے اور حضرت ہاشم کا نکاح سلمیٰ بنت عمرو بن زید سے ہوا جس سے حضرت عبدالمطلب پیدا ہوئے۔

(۱۴) وَلَسْنَا نَمْلُ الْحَرْبَ حَتَّى تَمْلُنَا وَلَا تَشْتَكِي مِمَّا يَنْوِبُ مِنَ النَّكَبِ

اور ہم تو وہ لوگ ہیں جو جنگ و جدال سے کبھی تنگ نہیں آتے جب تک جنگ ہم سے تنگ آکر بھاگ نہ جائے اور ہم کتنی ہی مصیبتوں میں گرفتار کیوں نہ ہو جائیں ہم کبھی بھی حرف شکوہ زبان پر نہیں لاتے۔

(۱۵) وَلَكِنَّا أَهْلَ الْخِفَائِظِ وَالنُّهْيِ إِذَا طَارَ أَرْوَاحُ الْكِمَاةِ مِنَ الرَّعْبِ

البتہ ہم تو غیرت مند اور صاحبان عقل و خرد میں سے ہیں جس ہنگام بڑے بڑے سوراخوں کے پتے رعب و داب سے پانی ہو جاتے ہیں اور ہوش اڑ جاتے ہیں تو اس وقت بھی ہم خرد کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔

نجاشی

حبشہ کے ہر بادشاہ کا لقب نجاشی تھا جس طرح روم کے بادشاہ کو قیصر کہا جاتا ہے۔ وہ نجاشی جو حضور سرور کائنات ﷺ کے عہد میں تھا اس کا نام اصحابہ تھا اور وہ حضرت جعفر بن ابی طالبؑ کے ہاتھوں مسلمان ہو گیا تھا۔ جب رسول اکرم ﷺ نے اس کی جانب خط روانہ کیا تھا اور اسے ایمان لانے کی دعوت دی تھی۔ خط کی عبارت یہ تھی:

بسم الله الرحمن الرحيم

من محمد رسول الله إلى النجاشي الأصميه ملك الحبشة.

اما بعد، فَإِنِّي أَحْمَدُ إِلَيْكَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَدُّوسُ السَّلَامُ الْهُدَى الْمُهَيْمِنُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ عِيسَى بْنُ مَرْيَمَ رُوحَ اللَّهِ وَكَلِمَتُهُ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ الْبَتُولِ الطَّيِّبَةِ الْحَصِينَةِ، فَحَمَلَتْ بَعِيسَى مِنْ رُوحِهِ وَنَفَخَهُ كَمَا خَلَقَ آدَمَ بِيَدِهِ وَنَفَخَهُ، وَإِنِّي أَدْعُوكَ إِلَى اللَّهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ، وَالْمَوَالَاةَ عَلَى طَاعَتِهِ، وَأَنْ تَتَّبِعَنِي وَتُؤْمِنَ بِي وَبِالَّذِي جَاءَنِي، فَإِنِّي رَسُولُ اللَّهِ، وَإِنِّي أَدْعُوكَ وَجُنُودَكَ إِلَى اللَّهِ تَعَالَى، وَقَدْ بَلَّغْتُ وَنَصَحْتُ فَأَقْبِلُوا نَصِيحَتِي، وَقَدْ بَعَثْتُ إِلَيْكُمْ ابْنَ عَمِّي جَعْفَرًا وَمَعَهُ نَفَرٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ، فَإِنْ جَاءَوكَ فَأَقْرَهُمْ وَدَعِ التَّجْبُرَ، وَالسَّلَامُ عَلَيَّ مِنْ اتَّبَعَ الْهُدَى.

اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت مشفق ہے۔

محمد رسول اللہ کی جانب سے نجاشی احمہ کی جانب جو حبشہ کا بادشاہ ہے۔

تم پر سلامتی ہو تم سے اس اللہ کی حمد و ثنا کر رہا ہوں کہ اس کے سوا کوئی اور معبود نہیں وہ بادشاہ، پاک و پاکیزہ، امن عطا کرنے والا اور پناہ دینے والا ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم روح اللہ اور کلمۃ اللہ تھے اللہ نے حضرت مریم بتول سلام اللہ علیہا کو جو پاک و پاکیزہ اور طاہرہ تھیں اس کلمہ کا القا کیا تھا اور جس سے وہ حاملہ ہوئیں اللہ نے ان میں اپنی روح پھونک دی، عیسیٰ کو پیدا کیا جس طرح آدم کو اپنے ہاتھ سے اور روح پھونک کر پیدا کیا تھا میں تمہیں دعوت دیتا ہوں۔ اللہ کی طرف جو یکتا اور لا شریک ہے۔

جب نجاشی کے سامنے یہ خط پڑھا گیا تو وہ اپنے تخت سے نیچے آیا اس نے خط کو ازراہ تواضع اپنی آنکھوں سے لگایا اور کہا:

”میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ وہی نبی ہیں اہل کتاب کو جن کا انتظار تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے جس کی بشارت دی تھی کہ وہ خنجر پر سوار ہو کر آئے گا اور عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی تھی کہ وہ اونٹ پر سوار ہوگا۔ یہی ہمارا نبی ہے۔“

اس نے خط کو عاج (ہاتھی دانت) کی ڈبیہ میں رکھا اور کہا:

واللہ لا تزال الحبشة بخیر ما دام هذا الكتاب فیہم۔

بخدا! حبشہ خیر و خوبی کے ساتھ اور بحفاظت رہے گا۔ جب تک یہ خط اُن کے پاس محفوظ رہے گا۔

(۴)

تخریج

البدایۃ والنہایۃ ۳/ ۷۷، سیرۃ ابن اسحاق ۲۲۱،
 سیرۃ ابن ہشام ۱/ ۲۱۷، شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۸،
 الحجۃ ۲۳۹-۲۴۰ الغدیر ۷/ ۳۳۷، بحار الانوار ۳۵/ ۱۲۲
 شعر ابی طالب و اخبارہ ادیب لغوی ابی ہفان المحرمی المتوفی ۲۵۷ھ

یہ کچھ اشعار ہیں جنہیں حضرت ابوطالبؑ نے لکھ کر نجاشی کے پاس بھیجا جو حبشہ کا بادشاہ تھا جب کہ قریش نے عمرو بن العاص کو ہدایا اور تحائف دے کر نجاشی کے پاس بھیجا تھا کہ نجاشی مومنین کے وفد کو حبشہ سے نکال دے اور ان میں جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ بھی تھے ابوطالبؑ نے ان اشعار کے ذریعے مومنین سے حسن سلوک اور ان کی مدافعت کے بارے میں نجاشی کو آمادہ کیا۔
 یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

نجاشی کو مومنین کی حمایت پر آمادہ کرنا

(۱) الالیت شعری کیف فی الناس جعفر و عمرو و اعداء النبی الاقارب

اے کاش میں جان سکتا کہ جعفر کا لوگوں کے درمیان کیا حال ہے اور جو نبی کے قریبی دشمن ہیں جن میں عمرو بن العاص بھی ہے وہ کیا کر رہا ہے۔

بعض مصادر میں ”فی الناس“ کی جگہ ”فی النّاس“ ہے یعنی دور دراز علاقے میں یعنی حبشہ میں جہاں جعفر ہیں۔

(۲) لقد ضلّ عثی جعفر متنائیا واعدی الاعادی معشری والاقارب

جعفر مجھ سے دور جا کر گم ہو گئے اور افسوس کا مقام یہ ہے کہ میرے قبیلے اور خاندان کے لوگ ہی میرے سب سے بڑے دشمن بنے ہوئے ہیں۔

(۳) وهل نال احسان النجاشی جعفرأ و اصحابه ام عاق ذلك شاغب

اور کیا نجاشی کا حُسن سلوک اور تحفہ و فائدہ جعفر کو مل گیا اور ان کے اصحاب تک پہنچ گیا یا ان فساد یوں نے جو آپ کے پاس آئے ہیں اُس کے حسن سلوک کو اُن لوگوں سے دور کر دیا۔

(۴) تعلم ابیت اللعن انک ماجد کریم فلا یشقی لیدیک المجانب

اے نجاشی میں تمہیں مبارک باد دیتا ہوں تمہیں معلوم ہے کہ تم صاحب مجدد شرف ہو اور سخاوت تمہارا شیوہ ہے تمہارے پاس جو اجنبی لوگ مکہ سے آئے ہیں انہیں کسی پریشانی اور بدبختی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

حضرت ابوطالبؑ نے نجاشی جو حبشہ کا بادشاہ تھا ابیت اللعن کہہ کر اسے دعائیہ کلمات سے نوازا جو زمانہ جاہلیت کا طریقہ تھا اور پھر اس کے مجدد شرف اور سخاوت و کرم کا تذکرہ کرتے ہوئے ان مہاجرین کے ساتھ بہترین سلوک اور برتاؤ کی سفارش کی ہے جو مکہ سے ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے تھے جن کی قیادت حضرت جعفر بن ابی طالب کر رہے تھے۔

اور بعض مصادر میں ہے تعلم خیار الناس انک ماجد ہے۔

(۵) و نعلم انّ الله زادک بسطة و اسباب خیر کلها بک لازب

اور ہم بخوبی جانتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمہیں نہایت وسعت و فراوانی عطا فرمائی ہے اور جملہ اسباب خیر تمہارے لیے مہیا اور فراہم ہیں۔

(۶) فانک فیض ذو سجال غزیرة ینال الاعادی نفعها و الاقارب

بے شک تم فیاض اور بہتات سے سخاوت کرنے کے عادی ہو جس کا فائدہ دشمنوں اور قرابت داروں دونوں کو پہنچ رہا ہے۔

(۵)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۴، الحجۃ ۲۷۵-۲۷۶، المناقب ۱/ ۶۴، بحار الانوار ۳۵/ ۹۳،
الغدیر ۷/ ۳۵۷ شعر ابی طالب و اخبارہ، والمستدرک علیہ ابی ہفان مہرزی متوفی ۲۵۷ھ۔

یہ اشعار ”بحر خفیف“ میں ہیں۔

ابن ابی الحدید نے کہا کہ حضرت ابوطالبؑ رسول اللہ ﷺ کے بارے میں شب خون سے خائف تھے جب ان کی خواب گاہ کا کسی کو علم ہو جاتا تو انھیں رات کے وقت نیند سے بیدار کر کے اٹھاتے اور اپنے بیٹے علیؑ کو ان کی جگہ سلا دیتے تو ایک شب علیؑ نے حضرت ابوطالبؑ سے کہا: ابا جان! میں قتل کر دیا جاؤں گا تو اس پر حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار کہے:

نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کا انتظام

(۱) اَصْدِرْنَ يَا بُنْتٰی فَالْصَّبْرُ اَحْسٰی كُلُّ حَيٍّ مَّصِیْرُهُ لِشُعُوْب

اے میرے بیٹے تم صبر سے کام لو اس لیے کہ صبر کرنا ہی زیادہ اولیٰ اور مناسب ہے جو شخص بھی نعمتِ حیات سے مالا مال ہے اسے لامحالہ موت کی جانب روانہ ہونا ہے۔

(۲) قَدْ بَذَلْنَاكَ وَالْبَلَاءُ شَدِیْدٌ لِّقَدَاءِ الْحَبِیْبِ وَ ابْنِ الْحَبِیْبِ

ہم نے تمھاری جان کو آنحضرت کی حفاظت کے لیے وقف کر دیا ہے اور آزمائش نہایت سخت ہے تم کو فدا کر دیا ہے اس پر جو خود محبوب ہے اور میرے محبوب عبد اللہ کا فرزند ہے۔

(۳) لَفْدَاءِ الْاَعَزِّ ذِي الْحَسْبِ الثَّاقِبِ وَالْبَاعِ الْكَرِيمِ النَّجِيبِ

اس پر فدیہ کرنے کے لیے جو پیارا اور عزت دار ہے جس کا حسب روشن ستارے کی طرح چمک دار ہے اور جو سخی اور فیاض ہے اور شریف الاصل اور منتخب روزگار ہے۔

(۴) اِنْ تُصِيبَكَ الْمُنُونُ فَالْتَّبَلْ تَبْرٰی فَمُصِيبٌ مِنْهَا وَ غَيْرُ مُصِيبِ

اگر تمھیں موت آ لیتی ہے تو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے تیر چلتے رہتے ہیں کوئی اس کی زد پر آ جاتا ہے اور کبھی اس کا نشانہ خطا ہو جاتا ہے۔

(۵) كُلُّ حَيٍّ وَّ اِنْ تَمَلَّیْ بِعُمُرٍ اَخِذْ مِنْ مَذَاقِهَا بِنَصِيبِ

ہر وہ فرد جو زندہ سلامت ہے خواہ کتنی بھی طویل زندگی بسر کرے آخر کار اسے موت کا مزہ چکھنا ہی پڑتا ہے۔

حضرت علیؑ نے ان اشعار کا اس طرح جواب دیا۔

☆ اَتَأْمُرُنِي بِالصَّبْرِ فِي نَصْرِ أَحْمَدَ فَوَ اللَّهُ مَا قُلْتُ الَّذِي قُلْتَ جَارِعًا

اے پدر گرامی قدر کیا آپ مجھے نصرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں صبر کرنے کا حکم دے رہے ہیں۔

میں نے جو کچھ کہا ہے وہ جزع و فزع اور موت کے خوف سے نہیں کہا ہے۔

☆ وَ لَكِنِّي أَحْبَبْتُ أَنْ تَرَ نَصْرَتِي وَ لَتَعْلَمَنَّ أَنِّي لَمْ أَزَلْ لَكَ طَائِعًا

بلکہ میں تو یہ چاہتا تھا کہ آپ میری نصرت کو ملاحظہ فرمائیں اور آپ جان لیں کہ میں تو ہمیشہ سے آپ کا

اطاعت گزار رہا ہوں۔

☆ وَ سَعَيْتُ لَوَجْهِ اللَّهِ فِي نَصْرِ أَحْمَدَ نَبِيِّ الْهُدَى الْمَحْمُودِ طِفْلًا وَ يَافِعًا

میں احمد مجتبیٰ کی نصرت کے لیے بہر خدا پوری کوشش کروں گا اس نبی کی جو سرچشمہ ہدایت ہے جس کی تعریف
 و توصیف کی جاتی ہے میں مدد کروں گا طفولیت کے دور میں بھی اور جوان ہو کر بھی میں کسی حال میں بھی حضرت محمدؐ کی
 نصرت و حمایت سے پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ (بحار الانوار۔ ج ۳۵۔ ص ۹۳، دیوان الامام علی بن ابی طالب)

(۶)

التخریج

شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۸،	الحجۃ/ ۲۴۹،
بحار الانوار ۳۵/ ۱۲۱	الغدير ۷/ ۳۵۶
الديوان المطبوع ۳۶/ ۳۶	وبعض الابيات في النقص/ ۵۱۱
ایمان ابی طالب/ ۳۹،	المناقب ۲/ ۱۹، الطرائف ۱/ ۳۰۵، ۳۰۶،
تفسیر ابی الفتوح ۸/ ۴۷۲،	کنز الفوائد/ ۷۹

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوطالبؑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے اور ان کے ساتھ ان کے بیٹے جعفر بھی تھے حضرت ابوطالبؑ نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت علیؑ بھی ان کے ساتھ ہیں تو حضرت ابوطالبؑ نے جعفر سے کہا اے میرے بیٹے تم بھی اپنے بھائی کے ساتھ نماز پڑھو تو حضرت جعفر حضرت علیؑ کے برابر میں کھڑے ہو گئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آمد کو محسوس کیا تو وہ دونوں سے آگے بڑھ گئے اور سب اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گئے یہاں تک کہ اس سے فارغ ہوئے حضرت ابوطالبؑ خوش و خرم واپس آئے اور یہ اشعار ان کی زبان پر جاری ہوئے۔

یہ اشعار ”بحر منسرح“ میں ہیں۔

علی و جعفر کو حمایت نبی اکرم ﷺ کی تلقین

(۱) اِنَّ عَلِيًّا وَ جَعْفَرًا ثِقَتَيْنِ عِنْدَ مُلْكِ الزَّمانِ وَ التَّوْبِ

بلاشبہ یقیناً علی اور جعفر میرے معتمد اور معتبر فرزند ہیں زمانے کی سختیوں اور نازل ہونے والی مصیبتوں کے وقت

(۲) اجعلهما عرضة العدا اذا اترك ميثا انتمي الى حسب

(یہ شعر روضۃ الواعظین ۱/۱۲۰ میں ہے)

عرضۃ، نشانہ، ہمت، قوت، العدا، ظلم و زیادتی، میث، مردہ انتمی، انتسب، کسی کی طرف نسبت پانا، حسب، خاندانی شرافت

میں اپنے ان دونوں بیٹوں علی اور جعفر کو ظلم و زیادتی کے موقع پر نشانہ بنا دوں گا۔ اگر میری موت واقع ہو جائے۔ یعنی میرے مرنے کے بعد۔ یہی دونوں رسول اکرم کے محافظ ہوں گے اور میں اپنی خاندانی شرافت کی حفاظت کیلئے ان دونوں کو ذمہ دار قرار دیتا ہوں۔

(۳) لا تخذلا و انصرا ابن عمكما اخي لا اتي من بينهم و ابی

خذل۔ چھوڑنا۔

تم دونوں انھیں (محمد کو) تنہا نہ چھوڑنا اور اپنے چچا (عبداللہ) کے بیٹے (محمد) کی مدد کرنا جو اولاد عبدالمطلب کے درمیان ماں اور باپ دونوں کی جانب سے میرا حقیقی بھائی ہے۔

رسول اکرم ﷺ کے پدر بزرگوار حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب حضرت ابوطالب علیہ السلام کے حقیقی بھائی تھے۔

(۶) ان ابا معتب قد اسلمنا ليس ابو معتب بذی حدب

بے شک ابو معتب یعنی ابولہب نے تو ہمیں دشمن کے سپرد کر دیا ہے اور ابو معتب میں کسی قسم کی شفقت اور

مہربانی نہیں پائی جاتی۔

(۵) وَاللّٰهَ لَا اخَذَ النَّبِیَّ وَلَا یَخْذُلُهُ مِنْ بَنِیِّ ذَوْحِیِّ

خدا کی قسم میں نبی اکرم ﷺ کو تنہا نہیں چھوڑوں گا اور نہ ہی میری اولاد جو عالی نسب و حسب کے مالک ہیں انھیں تنہا چھوڑیں گے۔

(۶) حَتّٰی تَرَوْنَ الرُّؤُوسَ طَائِحَةً مِّنَا وَمِنْكُمْ هُنَاكَ بِالْقَضْبِ

یہاں تک کہ تم دیکھو گے کہ ہمارے اور تمہارے سر قطع ہو کر وہاں پر گر رہے ہیں اور ہلاکت سے دو چار ہو رہے ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ فرما رہے ہیں کہ ہم آنحضرتؐ کی حمایت و نصرت میں اس حد تک جاسکتے ہیں کہ اگر ہمیں میدان کارزار میں مقابلہ کرنا پڑا تو ہم اس سے بھی گریز نہیں کریں گے چاہے ہمارے سر تن سے جدا کر دیے جائیں۔

(۷) نَحْنُ وَ هَذَا النَّبِیُّ اُسْرَتُهُ نَضْرِبُ عَنْهُ الْاَعْدَاءَ کَالشُّهْبِ

(بحار اور غدیر میں لفظ اُسْرَتُهُ کی جگہ ”نصْرۃ“ ہے یعنی ہم ان کی نصرت کریں گے) ہم اور یہ نبی جن کا خاندان ان کے ساتھ ہے ہم ان کے دشمنوں کو ان کے پاس سے بھگا دیں گے جیسے شہاب ثاقب سے شیطانوں کو بھگایا جاتا ہے۔ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ ثَاقِبٌ (۱۰ الصّافات ۳۷) کی طرف اشارہ ہے۔

(۸) اِنْ نَلْتَمُوْهُ بِكُلِّ جَمْعٍ فَاِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ اَوْ لَمْ يَمْسُکُوْا فَاَنْتُمْ بِرِءَیِّكُمْ

اگر تم لوگ مجتمع ہو کر پورے لاؤ لشکر کے ساتھ ان تک رسائی کی کوشش کرو گے تو پھر ہم بھی لوگوں میں عرب کے جنگجو اور تلوار کے دھنی ہیں۔

(۷)

تخریج:

ایمان ابی طالب ۳۷، بحار الانوار ۸۹/۳۵
 مناقب ابن شہر آشوب ۶۱/۱ سے نقل کیا گیا اور یہ اشعار مطبوعہ دیوان میں نہیں ہیں۔
 روضۃ الواعظین قتال نیشاپوری ج ۱ صفحہ ۱۳۱۔

یہ اشعار ”بحر الطویل“ میں ہیں۔

قریش کی بے جا خواہش

(۱) یقولون لی دع نصر من جاء بالهدی و غالب لنا غلاب کل مغالب
 لوگ مجھ سے کہتے ہیں: اس کی نصرت کرنا چھوڑ دو جو ہدایت کا پیغام لے کر آیا ہے اور ہر غالب آجانے
 والے پر جو غلبہ حاصل کر لیتا ہے ہمیں اس پر غلبہ دالو۔

(۲) وسلم الینا احمدًا واکفلن لنا بَنِيَّنا و لا تحفل بقول المعاتب
 اور احمد کو ہمارے سپرد کر دیں اور آپ اس کی جگہ ہمارے بیٹے کو لے کر اس کی کفالت کیجئے اور سرزنش اور
 ملامت کرنے والوں کی باتوں کی مطلق پروا نہ کیجئے۔

یہ اشارہ ہے اس واقعہ کی طرف جب قریش نے یہ محسوس کیا کہ حضرت ابوطالبؑ نہ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور نہ

ہی ان کے اسلام کو بے یار و مددگار چھوڑیں گے تو قریش نے ان سے علاحدگی اور عداوت پر اجماع کر لیا اور وہ عمارہ بن ولید بن مغیرہ کو لے کر گئے اور اُن سے کہا اے ابوطالبؑ یہ عمارہ بن ولید قریش کا نہایت بہادر اور حسین ترین فرد ہے آپ اسے لے لیجیے اس کی عقل اور اس کی نصرت آپ کے لیے ہوگی آپ اسے اپنا بیٹا بنا لیجیے وہ آپ کا ہوا اور اس کے بدلے میں آپ اپنے اس بھتیجے کو ہمارے سپرد کر دیجیے جس نے آپ کے اور آپ کے باپ دادا کے دین کی مخالفت کی ہے اور آپ کی قوم کو منتشر کر دیا ہے اور ان کے خواب کو حماقت سے تعبیر کیا ہے ہم اسے قتل کر دیں گے۔“ ایک شخص کے بدلے ایک شخص“ حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا: خدا کی قسم! تم نے مجھے کیسی بری تجویز دی ہے تم مجھے اپنا بیٹا دے رہے ہو کہ میں اسے کھلاؤں پلاؤں اور اپنا بیٹا تمہارے سپرد کر دوں کہ تم اسے قتل کر ڈالو خدا کی قسم ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا مطعم بن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی نے کہا اے ابوطالبؑ تمہاری قوم نے انصاف کی بات کی ہے اور اس بات سے تمہیں چھٹکارا دلانا چاہا ہے جسے تم ناپسند کرتے ہو میں نہیں دیکھتا کہ تم ان کی کسی بات کو مانو گے تو ابوطالبؑ نے مطعم سے کہا خدا کی قسم تم نے انصاف نہیں کیا البتہ تم نے میری مدد نہ کرنے پر اجماع کر لیا ہے اور قوم کو میرے خلاف کر دیا ہے تمہارا جو جی چاہے کرو۔

(سیرت نبویہ از ابن ہشام صفحہ ۳۸۵-۳۸۶ جلد اول مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء)

(۳) فَقُلْتُ لَهُمُ اللَّهُ رَبِّي وَ نَاصِرِي عَلِيَّ كُلِّ بَاغٍ مِنْ لُؤْيِ بْنِ غَالِبٍ

تو میں نے ان سے کہا اللہ جو میرا رب ہے وہی میرا پروردگار ہے لوی بن غالب کے ہر باغی اور سرکش کے لیے (وہی ان سے انتقام لے گا)

یہ شعر حضرت ابوطالبؑ کے ایمان اور یقین کی وضاحت کر رہا ہے جو اپنے رب خدائے ذوالجلال پر ہے۔
”اللہ ربی و ناصری“ کہنے والا بھی مسلمان اور مومن نہیں ہے تو پھر کون مومن ہے؟

(۸)

تخریج

بحار الانوار ۳۵/۸۵ نقل از مناقب ابن شہر آشوب ۱/۳۶ یہ اشعار دیوان ابوطالب میں نہیں ہیں۔

جب حضرت عبدالمطلب نے حضرت ابوطالبؑ سے کہا تھا۔

(۱) اوصیک یا عبد مناف بعدی بموحد بعد ابیہ فرد

اے عبد مناف (ابوطالب) میں اپنے بعد یہ وصیت کرتا ہوں کہ اس موحد کا خیال رکھنا جو اپنے باپ عبد اللہ کے بعد کائنات میں فرد فرید ہے۔

یہ حضرت ابوطالبؑ نے انتقال امر کے طور پر کہا اور انھوں نے راہب سے جو آنحضرت ﷺ کے اوصاف سنے تھے اُن کا ذکر فرمایا۔
یہ اشعار بحر رجز میں ہیں۔

عبدالمطلب کی وصیت اور ابوطالب کا جواب

(۲) لا توصینی بلازم و واجب انی سمعتُ اعجب العجائب

اے پدر گرامی آپ مجھے اس چیز کی تلقین نہ کریں جو مجھ پر لازم اور واجب ہے میں نے تو آنحضرتؐ کے بارے میں عجیب ترین باتیں سن رکھی ہیں۔

(۳) من کل حبر عالم و کاتب بَانَ مُحَمَّدٍ اللّٰه قول الرّاهب
ہر یہودی عالم اور کتابیں لکھنے والوں سے اور خدا کا شکر ہے کہ راہب (عیسائی عالم) کا قول واضح اور ظاہر
ہو گیا ہے۔

(۹)

التخریج

دیوان مطبوع

حضرت ابوطالبؑ ”ابوسفیان بن حرب“ کو ابھارنے کے لیے فرماتے ہیں۔
یہ اشعار ”بحر الطویل“ میں ہیں۔

بنی عبد شمس سے خطاب

- (۱) وما كنت اخشى ان يُرى الذل فيكم بنی عبد شمس جِئْتِي والاقارب
اور مجھے خوف لاحق ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے جو تمھارا برتاؤ ہے اس کی وجہ سے ذلت و رسوائی تمھارا مقدر نہ
بن جائے اے بنو عبد شمس کے لوگو! تم میرے پڑوسی بھی ہو اور قرابت دار بھی۔
- (۲) جميعاً فلا زالت عليكم عزيمة تعم و تدعو اهلها بالجباب
رسوائی اور شدید مصیبت تم سب کا احاطہ نہ کر لے اور تم پر چھا جائے اور وہ اس کے بعد مکہ کے پہاڑوں اس
کے بازاروں اور منی کی قربان گاہ تک نہ پہنچ جائے۔
- (۳) اراكم جميعاً خاذلين فذاهب عن النصر منا او آخ متجانب
اے بنی عبد شمس میں تم سب کو دیکھ رہا ہوں پسپائی پر آمادہ ہماری مدد سے ہاتھ کھینچ لینے والے، الگ تھلگ ہو
جانے والے، یا گم راہوں کی طرح دور ہو جانے والے۔ ایسے لوگوں کی طرح جو ایک دوسرے کے لئے اجنبی بن
جائیں۔

(۱۰)

تخریج

سیرت ابن اسحاق: ۳۵

حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار اس وقت کہے ہیں جب اُن کے والد حضرت عبدالمطلب نے اپنے پیارے بیٹے عبداللہؑ کو جو رسول اکرم ﷺ کے والد گرامی اور حضرت ابوطالبؑ کے حقیقی بھائی تھے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا۔

یہ اشعار ”بحر رجز“ میں ہیں۔

عبداللہ کے ذبح سے متعلق

کلا و رب البيت ذی الانصاب و رب ما أنضی من الركاب

ایسا ہرگز نہیں قسم ہے خانہ کعبہ کے رب کی جس نے حدود حرم کا تعین کر دیا ہے اور جس کے لیے نشانیاں لگا دی گئی ہیں اور قسم ہے پروردگار کی کہ جس کی جانب آتے ہوئے اونٹ تھک گئے ہیں۔ یعنی دور دراز کی مسافت طے کر کے حاجیوں کو اس گھر تک لائے ہیں۔

(۱) کُل قریب الدار أو منتاب یزور بیت اللہ ذا الحجاب

خانہ خدا کے قریب رہنے والا ہر فرد یا بار بار اس کی جانب رجوع کرنے والا شخص۔ جو اللہ کے گھر کی زیارت

کا قصد کرتا ہے وہ گھر جو غلاف میں لپٹا ہوا ہے۔

(۲) ما قتل عبد اللہ باللعب من بین رھط عصبۃ شباب

عبد اللہ کا قتل ہو جانا کھیل تماشا نہیں ہے ان ہستیوں کی جماعت کے درمیان سے جو بہادر جوانوں کا خاندان

ہے۔

یہ شعر جواب قسم ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی حضرت عبد اللہ کے ذبح ہونے کا واقعہ

ماوردی نے اعلام النبوة میں نقل کیا ہے۔ بیان کیا زہیری اور یزید بن رومان اور صالح بن کیسان نے کہ حضرت عبد المطلب بن ہاشم نے نذر مانی تھی کہ اللہ انھیں اگر دس بیٹے عطا فرمائے گا اور وہ سب ان کی نگاہوں کے سامنے پروان چڑھیں گے تو وہ ان میں سے ایک بیٹے کو رب کا شکر ادا کرتے ہوئے خانہ کعبہ کے لیے ذبح کر دیں گے جب انھیں یہ علم ہوا تھا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسمعیل کو اللہ کی راہ میں ذبح کرنے کا ارادہ کیا تھا تو وہ یہ سمجھے کہ غالباً یہی تقرب الہی کا بہترین ذریعہ ہے لہذا جب حضرت عبد المطلب کے بیٹوں کی تعداد پوری ہو گئی اور وہ سب کے سب ان کے سامنے پروان چڑھ گئے تو انھوں نے اپنی اولاد سے مخاطب ہو کر کہا: اے میرے بیٹو! میں نے ایک نذر کی تھی جس کا تمہیں آج سے پہلے سے علم ہے اب بتاؤ تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟ انھوں نے جواب دیا: معاملہ آپ کے ہاتھ میں ہے اور ہم سب آپ کے سامنے ہیں۔

حضرت عبد المطلب نے فرمایا: تم میں سے ہر ایک قدح (وہ تیر جس سے عرب کے باشندے فال نکالتے تھے) کی طرف جائے اور اس پر اپنا نام لکھے انھوں نے ایسا ہی کیا پھر وہ ان تیروں کو لے کر عبد المطلب کی خدمت میں آئے انھوں نے تیروں کو لے کر یہ رجز پڑھے:

عاهد تہ وانا موف عہدہ واللہ لا یحمد شئیء حمده

میں نے عہد کیا تھا اور میں اپنا عہد پورا کر رہا ہوں اور اللہ ایسی عظیم ہستی ہے کہ کوئی شے بھی کما حقہ اس کی حمد کا حق ادا نہیں کر سکتی۔

إِذْكَانَ مَوْلَايَ وَ كُنْتُ عَبْدَهُ نَذَرْتُ نَذْرًا لَا أُحِبُّ رَدَّهُ

جب کہ اللہ میرا مولا ہے اور میں اس کا بندہ ناچیز ہوں میں نے ایک نذر کی ہے میں اب نذر کو رد کرنا پسند نہیں کرتا۔

پھر حضرت عبدالمطلب نے اس ”امین“ کو بلایا جو تیروں سے فال نکالنے کا ماہر تھا انھوں نے سارے تیر اس کے سپرد کر دیے اور فرمایا تم انہیں حرکت دو اور جلدی نہ کرو اور حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے عبد اللہ سے بہت محبت فرمایا کرتے تھے۔ صاحب قدح نے تیروں سے فال دیکھی تو عبد اللہ کا نام نکلا تو حضرت عبدالمطلب نے چھری لی اور عبد اللہ کے پاس آئے اور انھیں اسناف اور نائلہ کے درمیان لٹا دیا اور یہ اشعار پڑھے۔

عَاهِدْ تَهْ وَ اَنَا مَوْفٍ نَذْرَهُ وَاللّٰهُ لَا يَقْدِرُ شَيْ قَدْرَهُ

هٰذَا بُعِثَ قَدْ اَرِيدُ نَحْرَهُ وَ اَنْ يُّوْخِرَهُ تَقْبِلُ عَذْرَهُ

میں نے عہد و پیمان کیا تھا اور اب میں اپنی نذر پوری کر رہا ہوں اور اللہ نے جو فیصلہ کر دیا ہے کوئی بھی اسے تبدیل کرنے والا نہیں ہے میں نے اپنے اس فرزند کو ذبح کرنے کا ارادہ کر رکھا ہے اور اگر اس کام میں تاخیر ہوگئی ہے تو اے اللہ میرے عذر کو قبول فرمالے۔

جب حضرت عبدالمطلب نے عبد اللہ کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا اس وقت ان کے فرزند ابوطالب تیزی سے اُن کی جانب بڑھے اور وہ حضرت عبد اللہ کے حقیقی بھائی تھے۔ انھوں نے عبدالمطلب کو اپنے بھائی کو ذبح کرنے سے روک دیا اور یہ اشعار پڑھے۔

كَلَّا وَ رَبِّ الْبَيْتِ ذِي الْاَنْصَابِ مَا ذَبَحَ عَبْدُ اللَّهِ بِالْتَلْعَابِ

نہیں ہرگز ایسا نہیں قسم ہے رب بیت کی جو حدود و قیود والا ہے عبد اللہ کو باتوں باتوں میں ذبح نہیں کر دیا جائے گا۔

عبد اللہ یعنی رسول اللہ ﷺ کے والد گرامی۔

یا شیب ان الریح ذوعقاب ان لنا جرة فی الخطاب

اخوال صدق کلیوٹ الغابات

اے شیبہ الحمد (عبدالطلب کا لقب) بے شک ہوا بھی بدلہ لے لیتی ہے سزا دیتی ہے۔ بے شک ہمارے لیے قبیلہ اور خاندان ہے جو قابل ذکر ہے اور ہمارے ماموں جو پیکر صدق و صفا ہیں وہ ہمیشہ شجاعت کے شیر ہیں۔ جب بنو مخزوم نے ابوطالبؑ سے یہ سنا اور وہ عبداللہ کے ماموں تھے انھوں نے کہا ہمارے بھانجے نے صحیح کہا وہ سب کے سب عبدالطلب کی خدمت میں آگئے اور انھوں نے کہا اے ابو حارث (عبدالطلب کی کنیت) ہم اپنے بھانجے کو ذبح نہیں کرنے دیں گے آپ ان کے علاوہ جس اولاد کو چاہیں ذبح کر لیں حضرت عبدالطلب نے فرمایا کہ میں نے نذر کی تھی اور تیر انھی کے نام نکلا ہے انھیں ذبح کرنا ضروری ہے وہ بولے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہوگا ہمارے پاس جانور ہیں ہم اپنے تمام اموال کو اس انمول بھانجے پر فدیہ کر دیں گے اور اس وقت مغیرہ بن عبداللہ عمرو بن مخزوم نے فی البدیہہ یہ اشعار پڑھے۔

یا عجباً من فعل عبدالطلب و ذبحہ ابناً کتمثال الذهب

کلا و بیت اللہ مستور الحجب ما ذبح عبداللہ فینا باللعب

فدون ما ببقی خطوب تضطرب

حضرت عبدالطلب کے اس عمل سے حیرانی اور استعجاب ہے اور انھوں نے جو فیصلہ کیا ہے وہ اپنے سونے کی طرح کھرے بیٹے کو ذبح کرنا چاہتے ہیں قسم ہے رب بیت الحرام کی جو غلاف میں چھپا ہوا ہے ہمارے درمیان عبداللہ صرف باتوں باتوں میں ذبح نہیں کیا جاسکتا جب تک اس کا فیصلہ باہمی مشورہ سے نہ کر لیا جائے۔ قریش کے سربراہ اور وہ لوگ عبدالطلب کی خدمت میں حاضر ہوئے انھوں نے کہا: اے ابو الحارث! آپ نے جس امر عظیم کا ارادہ کر رکھا ہے وہ بڑی عظمتوں کا حامل ہے اگر آپ نے اپنے بیٹے کو ذبح کر دیا تو اس کے بعد آپ کا جینا مشکل ہو جائے گا ہم آپ کی نذر کے خلاف نہیں ہیں آپ اپنی بات پر قائم رہیے ہم سب مل کر بنی سعد کی کاہنہ کے پاس چلتے ہیں وہ جو کچھ حکم دے آپ اسے بجالائیے۔

حضرت عبدالطلب نے فرمایا: جو تم لوگوں کی مرضی ہو وہ لوگ اس کاہنہ کو حق پر مانتے تھے جب وہ اس کاہنہ

کے پاس پہنچے تو عبدالمطلب نے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے سے متعلق اسے بتلایا اور یہ اشعار پڑھے:

یا ربّ انی فاعل لما ترد اے میرے پروردگار میں وہ کر کے رہوں گا جو تو چاہتا ہوں
ان شئت الهمت الصواب الرشید اگر تو چاہے تو مجھے درست اور صحیح امر کی جانب الہام کر دے۔
یا سائق الخیر الی کلّ بلد اے وہ ذات جو ہر بستی تک خیر کو لے کر جاتا ہے
قد زدت فی المال واکثرت العدد تو نے مجھے کثرت مال اور اولاد کی کثرت سے بھی نوازا ہے۔
کاہنہ نے کہا کہ آج آپ لوگ واپس چلے جائیں۔

وہ لوگ واپس چلے گئے اور دوسرے دن اس کے پاس گئے تو اس نے سوال کیا کہ تم لوگوں کے پاس ایک شخص کی کیا دیت (خوں بہا) مقرر ہے؟
انھوں نے کہا: دس اونٹ دیت ہوتی ہے۔

تو اس کاہنہ نے کہا: تم اپنے شہر واپس جاؤ اور اس لڑکے کو جس کو ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہے اسے سامنے رکھ کر دس اونٹوں پر تیر سے فال نکالو اور دیکھو تیر کا فال کس کے نام نکلتا ہے اب اگر اونٹوں پر فال نکل آئے تو دس اونٹوں کو ذبح کر دو اور اگر تمھارے بیٹے کے نام کے تیر نکلے تو پھر اونٹوں میں اور دس دس کا اضافہ کر کے تیر نکالتے رہو یہاں تک کہ تمھارا رب راضی ہو جائے۔

قوم مکہ واپس چلی آئی اور حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگے ابو الحارث (عبدالمطلب) آپ کے لیے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ذات اقدس میں بہترین نمونہ عمل موجود ہے۔ آپ کے علم میں ہے کہ وہ اپنے بیٹے اسماعیل کو ذبح کرنے کا عزم رکھتے تھے اور آپ حضرت اسماعیل کی اولاد میں اپنی قوم کے سردار ہیں لہذا آپ اپنا مال و مویشی اپنی اولاد سے مقدم کر دیں۔

جب صبح طلوع ہوئی تو حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے عبد اللہ کو ذبح کے لیے لے گئے اور ان کے قریب ہی دس (۱۰) اونٹ رکھے پھر آپ نے امین القداح (تیروں کے ذریعے فال نکالنے والے) کو بلوایا اور اپنے بیٹے کے لیے تیر مقرر کیا اور اس امین سے کہا تیر نکالو اور جلدی نہ کرو تو تیر عبد اللہ کے نام نکلا پھر آپ نے اونٹوں کی تعداد بیس (۲۰) کر دی اور پھر تیر نکالا گیا تو تیر عبد اللہ کے نام نکلا پھر اونٹوں کی تعداد تیس (۳۰) کر دی گئی اور تیر نکالا گیا تو عبد اللہ کے نام نکلا اونٹوں کی تعداد چالیس (۴۰) کر دی گئی اور تیر نکالا گیا تو عبد اللہ کے نام نکلا اونٹوں کی تعداد

پچاس (۵۰) کردی گئی اور پھر تیر نکالا تو تیر عبد اللہ کے نام نکلا پھر اونٹوں کی تعداد ساٹھ (۶۰) کردی اور تیر نکالا تو تیر عبد اللہ کے نام نکلا پھر اونٹوں کی تعداد بڑھا کر ستر (۷۰) کردی گئی اور تیر نکالا گیا تو عبد اللہ کے نام نکلا پھر اونٹوں کی تعداد اسی (۸۰) کردی گئی اور تیر نکالا تو عبد اللہ کا نام نکلا پھر اونٹوں کی تعداد بڑھا کر نوے (۹۰) کردی گئی اور تیر نکالا تو تیر عبد اللہ کے نام نکلا پھر اونٹوں کی تعداد بڑھا کر سو (۱۰۰) کردی گئی اور تیر نکالا گیا تو تیر اونٹوں کے نام نکل آیا تو عبد اللہ نے تکبیر بلند کی اور قریش نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اور کہا: اے ابوالحارث! تمہارے رب کی مرضی معلوم ہوگئی اور تمہارا بیٹا ذبح ہونے سے نجات پا گیا۔

یہ عمل تین دفعہ انجام پایا اور ہر مرتبہ تیر اونٹوں کے نام نکلا تو عبدالمطلب سمجھ گئے کہ انھوں نے اپنے بیٹے کو فدیہ کرنے میں اپنے رب کو راضی کر لیا ہے تو اس وقت انھوں نے فی البدیہ یہ اشعار کہے:

دعوت ربی مخلصاً وجہراً
یا رب لا تنحر بُعْثَى نَحْرًا
میں نے نہایت خلوص کے ساتھ اور بالا اعلان یہ دعا طلب کی اے
میرے پروردگار تو میرے بیٹے کو ذبح ہونے سے بچالے اور
اسے ذبح نہ ہونے دے۔

فاد بالمال تجد لی وفراً
اعطیک من کل سوام عشرًا
اور تو فدیہ لے لے مال و مولیٰ جو تو نے مجھے وافر مقدار میں
دے رکھا ہے میں تجھے اُن میں سے دس اونٹ جو آزادی سے
چرتے ہیں عطا کروں گا۔

عفوا ولا تشمت عیونا خزراً
بالواضح الوجه المغشى بدراً
خوں بہا کے طور پر اور تو خیرہ چشموں کو میری مصیبت پر خوش
ہونے کا موقع فراہم نہ ہونے دے اس بیٹے کے عوض جس کا چہرہ
روشن ہے گویا کہ چودھویں کے چاند نے اسے ڈھانپ رکھا ہے۔
میں اللہ جل جلالہ کا شکر ادا کرتا ہوں اور اس گھر کی قسم جسے
پر دے نے چھپا رکھا ہے یعنی خانہ کعبہ کی قسم۔

فَالْحَمْدُ لِلَّهِ الْأَجَلْ شُكْرًا
فَلَسْتُ وَالْبَيْتِ الْمَغْشَى سِتْرًا
مبدلاً نعمة ربی کفراً
ما دمت حیا او أزوَرَ القبرا
میں ہرگز اپنے رب کی نعمت کی ناشکری نہیں کروں گا جب تک
رُتق حیات باقی ہے یا میں مر کر قبر میں چلا جاؤں۔

پھر اونٹوں کو قریب لایا گیا جن کی تعداد سو تھی اور یہ اونٹ حضرت عبدالمطلب کی ملکیت تھے تو انھوں نے

حضرت عبداللہ کے فدیہ کے طور پر ان تمام اونٹوں کو ذبح کر دیا اور انھیں اسی جگہ چھوڑ دیا اور کوئی بھی اس میں رکاوٹ نہ بنا۔

تو اس طرح دیت میں سواونٹ فدیہ قرار پائے اور یہ طریقہ آج تک جاری ہے اور حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے عبداللہ کے پاس خوشی خوشی واپس آئے تو اس طرح عبداللہ ”ذبح“ کے نام سے پہچانے گئے اور اسی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا تھا: اَنَا ابْنُ الذَّبِيحَيْنِ میں دو ذبیحوں کا فرزند ہوں یعنی اسماعیل بن ابراہیم علیہ السلام اور اپنے والد عبداللہ بن عبدالمطلب کا اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہے اپنے رسول پر کیوں کہ اس نے انھیں اپنی رسالت کے لیے مقدم کر رکھا تھا اور یہ فیصلہ نبوت کی نشانیوں میں سے ہے لہذا کوئی نبی بھی ڈرائی گئی آزمائش سے خالی نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی فرشتہ تنبیہ والی مصیبت سے خالی ہوتا ہے۔

(۴) ابن نساء سطة الأنساب اغرّ بين البيض من كلاب
جو عالی نسب عورتوں میں سے ایک خاتون کا فرزند ہے جس کا خاندان کلاب کے شریف خوب صورت اور منتخب روزگار افراد سے تعلق ہے۔

(۵) و بين مخزوم ذوى الاحساب اهل الجياد القب والقباب
اور بنی مخزوم کے درمیان جو بڑے حسب والے ہیں جو تیز رفتار گھوڑے والے، جو چھریرے بدن والے تیز تلواروں والے اور اونچی ناک کے لوگ ہیں۔ یعنی معزز و محترم افراد ہیں۔

(۶) لستم على ذلك بالاذناب حتى تذوقوا حمس الضراب
تم لوگ اس بارے میں اُن کے پیروکار نہیں ہو جب تک کہ تم گھمسان کی لڑائی کا مزہ نہ چکھ لو۔

(۷) بكل غضب ذائب اللعاب ذى رونق فى الكف كالشهاب
ہر کاٹنے والی تلوار (شمشیر براں) کے ساتھ جو لعاب (سورج کی کرنوں) کو بھی پگھلانے والی ہے وہ ہاتھ میں چمک دمک دکھلا رہی ہے شہاب ثاقب (روشن تارہ) کی طرح۔

(۸) تَلَقَّاهُ فِي الْأَقْرَانِ ذَا أُنْدَابٍ اِنْ لَمْ يُعَجَّلْ أَجَلَ الْكِتَابِ
وہ اپنے مد مقابل کو زخمی کر دے گی اگر وہ موت آنے میں جلدی نہ کرے جو لکھی ہوئی ہے اور اس کے مقدر میں ہے۔

(۹) قُلْتُ وَمَا قَوْلِي بِالْمَعَابِ يَا شَيْبُ انْ الْجَوْرَ ذُو عِقَابِ
میں نے کہا اور میری اس بات میں کوئی عیب بھی نہیں ہے اے شیبہ جان لو کہ ظلم و ستم کی سزا ملتی ہے۔
يَا شَيْبُ۔ دراصل یا شیبہ تھا قاعدہ ترخیم سے ”ق“ گر گئی۔ شیبہ بن ربیعہ دشمن رسول کا نام ہے۔

(۱۰) إِنَّ لَنَا اِنْ جُرَّتْ فِي الْخَطَابِ اِخْوَالِ صَدَقِ كَالسُّودِ الْغَابِ
اگر تم نے مخاطبت میں کوئی ظلم یا زیادتی کی تو یاد رکھو کہ ہمارے ماموں جو پیکرِ صدق و صفا ہیں وہ بیشہ شجاعت کے شیر ہیں۔

(۱۱) لَنْ يُسْلِبُوهُ الدَّهْرَ لِلْعَذَابِ حَتَّى يَمُصَّ الْقَاعَ ذَوَاتِ الرَّابِ

دِمَاءِ قَوْمِ حُرْمِ الْأَسْلَابِ

وہ لوگ انھیں یعنی عبداللہ کو ہرگز ستم سہنے کے لئے زمانے کے سپرد نہیں کریں گے جب تک ہمارے سورا اور بہادر قوم کی رگوں میں سے لہو نہ چوڑ کر مٹی میں نہ ملا دیں اور انھیں خون کے گھونٹ نہ پلا دیں۔

(۱۱)

تخریج

سیرت ابن اسحاق ۱۵۰، الحماسة/ ۱۷۔ یہ اشعار مطبوعہ دیوان میں نہیں یہ اشعار دیوان ابی طالب و اخبارہ والمستدرک علیہ ابی ہفان صفحہ ۷۱ پر ہیں۔

جب حضرت ابوطالبؑ نے اپنے معاملے میں اپنی قوم کے خلاف روش اختیار کی جو کچھ انھوں نے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں ارادہ کر رکھا تھا تو قریش حضرت ابوطالبؑ کی دشمنی پر مجتمع ہوئے اور ان کے خلاف ہو گئے حضرت ابوطالبؑ علیہ السلام نے اسی بارے میں فرمایا ہے۔
یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

قریش کی دشمنی کے بارے میں

(۱) وما ان جنینا من قریش عظیمۃ سوی آن منعنا خیر من و طئ الثربا

ہم نے قریش کا کوئی بڑا گناہ نہیں کیا سوائے اس کے کہ ہم نے اس ہستی کی حفاظت کی جو اس خاک دان پر چلنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

حضرت ابوطالبؑ کے نزدیک رسول اکرم ﷺ ہر فرد سے بہتر ہیں۔

(۲) آخا ثقیۃ للنائبات مؤذرا کریمنا ثناء لا لئیمنا ولا ذربا

جو قابل اعتماد شخص کا بھائی ہے اور مصیبت کے وقت اس کی دعا جلدی سے قبول ہوتی ہے یہ وہ صاحب کرم

ہے جس کی تعریف و توصیف کی جاتی ہے وہ نہ تو لئیم (بخیل اور اوصاف خبیثہ کا حامل) ہے اور نہ ہی وہ زبان سے کسی کو برا بھلا کہتا ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ کا تذکرہ ہے۔

(۳) فَاَيُّا كُنَّا ان تسعرا بيننا حرباً

اے ہمارے بھائیو! عبد شمس اور نوفل خبردار تم ہمارے درمیان جنگ کی آگ کو نہ بھڑکانا۔
دونوں خاندانوں کو آتش حرب بھڑکانے سے روکا ہے اور انھیں نصیحت کی ہے۔

(۴) وان تُصَبِّحُوا مِنْ بَعْدِ وُدٍّ وَ الْفَلَةِ

اب اگر مؤدت و الفت کے بعد تم لوگ مختلف قبیلوں سے جا ملے اور اجنبی بن گئے اور تم میں سے ہر ایک مصیبت کی شکایت کرنے لگا۔

(۵) الم تعلموا ما كان في حرب داحسٍ ورهط ابى يكسوم اذ ملأوا الشعبا

کیا تمہیں خبر نہیں کہ حرب داحس میں اور میرے والد کے رھط (قبیلہ) میں اتنی کثرت ہے کہ وہ وادی کو بھر دیں۔

حرب داحس و غبراء کی طرف اشارہ ہے۔

داحس و غبراء دو گھوڑوں کے نام ہیں۔ جن کی وجہ سے قبیلہ عیس اور قبیلہ ذبیان میں چالیس سال تک جنگ جاری رہی۔

داحس قیس بن زہیر عیسی کے گھوڑے کا نام ہے (لغت نامہ دھند)

رھط دس آدمیوں کی جماعت کو کہتے ہیں۔

(۶) فو الله لولا الله لا شيء غيره لا صَبَحْتُمْ لا تملكون لنا سرباً

خدا کی قسم! اگر اللہ نہ ہوتا اور کوئی شے بھی اس کے علاوہ نہیں ہے تو پھر تم ہمارے لیے کسی آب رواں کے مالک نہ بننے نہ تو تمہیں کوئی فائدہ پہنچتا اور نہ ہی تم میں خیر و برکت ہوتی۔

دیوان سید البطحاء (حضرت ابوطالبؑ)

حضرت ابوطالبؑ نے کتنے خوبصورت انداز میں وحدانیت کو بیان کیا ہے۔
غالب نے کیا خوب کہا ہے:

نہ تھا کچھ تو خدا تھا کچھ نہ ہوتا تو خدا ہوتا
ڈبویا مجھ کو ہونے نے نہ ہوتا میں تو کیا ہوتا

(۱۲)

التخریج

المناقب ۱/۵۶

یہ اشعار ”بحر بسیط“ میں ہیں۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب

(۱) انت الامین امین اللہ لا کذب والصادق القول لا لہو و لا لعب

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ امین ہیں اللہ کی جانب سے امانت دار آپ کے لب جھوٹ سے آشنا نہیں۔ آپ کا قول مبنی بر صدق ہے۔ یہ کوئی کھیل تماشا نہیں ہے۔

(۲) انت الرسول رسول اللہ نعلہ علیک تنزل من ذی العزۃ الکتب

اے محمد! آپ پیغمبر ہیں اللہ کے رسول ہیں اور ہم سب اس بات کو بخوبی جانتے ہیں آپ ہی کی وہ ہستی ہے جس پر باری عز اسمہ کی جانب کتابوں کا نزول ہوا ہے۔

اشارہ ہے نزول قرآن و صحف کی جانب، قرآن کی آیتوں نے بعد میں جس کی تصدیق کی ہے۔

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تَبْيَانًا لِّلْكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿۸۹﴾

(۸۹۔ النحل ۱۶)

وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُن تَعْلَمُ ۖ (۱۱۳۔ النساء ۴)

(۱۳)

تخریج

انساب الاشراف ۲/۲۰ البیضا

حضرت ابوطالب اپنے بھائی زبیر بن عبدالمطلب کا مرثیہ پڑھ رہے ہیں۔
یہ اشعار ”بحر بسیط“ میں ہیں۔

زبیر بن عبدالمطلب کا مرثیہ

(۱) یا زبر افردتنی للنائبات فقد احللت لَحْمی وأَمْسَى الراس مشتبها
اے زبیر تم نے مجھے مصائب و شدائد کا مقابلہ کرنے کے لیے تنہا چھوڑ دیا ہے میں نے اس سلسلے میں اپنے
گوشت کو گلا دیا ہے اور میری ٹانگیں کمزور ہو گئی ہیں اور میرا سر پہچانا نہیں جاتا اس کی رنگت بھوری ہو گئی ہے، دیکھنے
والا شبہے میں پڑ جاتا ہے۔

(۲) من کان سرُّ بما نال الزبیر فقد نادى المنادى بزبران شجبا
جو کچھ زبیر تک پہنچا اگر کوئی اس بات سے خوش ہو تو منادی نے ندا دی شجاع و بہادر کے لیے غم و الم ہے
(موت ہے)

(۳) تغیرت لمة سوداً و ارادة وفارق المرء محموداً و ماجدبا
مصیبت کی سیاہ آندهیاں تبدیل ہو گئیں اور زبیر کا ارادہ کیا اور ایسا انسان ہم سے اس طرح جدا ہو گیا جو لائق
ستائش تھا اور اس میں کسی قسم کا کوئی عیب نہ تھا۔

(۱۴)

تخریج:

نزہۃ الکرام وبتان العوام/۱۱۱،

دیوان ابی طالب بن عبدالمطلب تحقیق شیخ محمد حسن آل یسین۔ ص ۲۳۱

حضرت ابوطالبؑ نے صحیفہ کے بارے میں فرمایا:

یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

نبی کا پیغام اور حمایت کا اعلان

(۱) أَلَا يَا لِقَوْمٍ لِلْأُمُورِ الْعَجَائِبِ وَ صَرَفَ الزَّمَانِ لِلْأَحْبَةِ ذَاهِبِ

آگاہ ہو جاؤ کہ میری قوم کے عجیب و غریب معاملات ہیں اور زمانے کی گردش محبتوں کو زائل کر رہی ہے۔

(۲) لَا قَوْلَ أَقْوَامٍ أَضَلَّ حُلُومَهُمْ مَعَ الْبَغْيِ وَالْعُدْوَانِ فِي ذِي الضَّرَائِبِ

ان قوموں کے اقوال کی وجہ سے جن کے خواب پریشان ہو گئے اپنے ہم سرا اور ہم مرتبہ لوگوں میں سرکشی اور دشمنی کرنے کی وجہ سے

(۳) يَقُولُونَ إِنَّا سَوْفَ نَسْلَمُ أَحْمَدًا لِقَوْلِ سَفِيهِ أَوْ إِشَارَةِ غَائِبِ

وہ یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ ہم عن قریب احمد کو ان کے سپرد کر دیں گے کسی احمق کے کہنے پر یا کسی غیبی

اشارے کی بنیاد پر۔

(۴) و قد جاء بالحق الجلی و بینت رسائل صدق و جھہا غیر کاذب

وہ یعنی حضرت محمد ﷺ واضح حق لے کر آئے اور انھوں نے سچی تحریر کی بہترین وضاحت کی ان کے چہرے سے سچ آشکارا ہے اس میں جھوٹ کا کوئی شائبہ تک نہیں۔

(۵) رسائل من ذی قُدْرۃ یصطفی بہا عباداً ذوی حق علی اللہ واجب

وہ تحریریں لے کر آئے تھے اس صاحب قدرت اللہ کی جانب سے جس نے انھیں اس کام کے لیے منتخب کیا تھا اپنے ان حق دار بندوں میں سے جن کا حق اللہ پر لازم ہے۔

(۶) فان تقبلوا ماجاء من عند ربکم الیکم و قول المرسلین الاطایب

اگر تم لوگ اس بات کو قبول کر لو جسے وہ تمھارے پروردگار کی جانب سے تمھارے لیے لے کر آئے ہیں اور رسولوں کے پسندیدہ قول کو جسے انھوں نے پیش کیا ہے۔

(۷) لکم ذلکم خیر لکم من حرابنا وشر خلال المرء حرب الاقارب

یہ سب کا سب تمھارے لیے خیر ہے بہ نسبت ہم سے جنگ کرنے کے اور انسان کے لیے بدترین بھائی بندی کی مثال رشتہ داروں سے جنگ وجدال ہے۔

(۸) و الا فلسنا مسلمین مھمداً لکم ما غدت عنس ذمول براکب

اور اس کے علاوہ کچھ نہیں ہم ہرگز محمد کو تمھارے سپرد نہیں کریں گے جب تک طاقت و راؤنٹی اپنے سوار کو لے کر نرم رفتاری سے چلتی رہے گی یعنی ہمارا ہر فرد ان کی حفاظت و حمایت کرتا رہے گا ہم ان کی حمایت کرتے رہیں گے۔

(۹) له رحم فیہا یعز جوارھا ومن دونہ ضرب الطلی والحوارب

ان کی رشتہ داریاں ہیں جن کے ہمسایوں کی عزت و تکریم کی جاتی ہے اور ان کے سامنے ڈھول کی تھاپ ہے

اور دربان ہیں یعنی آنحضرت ﷺ کے رشتہ دار صاحب عزت و تکریم اور قابل حرمت و تعظیم ہیں اور ان کے مقابل میں وہ لوگ ہیں جو عیش و طرب کی بزم سجاتے اور رقص و سرور کی محفلیں گرماتے ہیں۔ پیغمبر اکرم ﷺ کے مخالفین کا کردار واضح کیا ہے۔

(۱۰) و جرثومة من هاشم عرفت لها كرام مَسَاعِيهَا لَوِي بن غالب
اور تم نے ہاشم کے معزز خاندان اور ان کی اصل کو پہچان لیا ہے جن کی سعی کرنے والے معززین لوی بن غالب جیسے افراد ہیں۔

لوی بن غالب آنحضرتؐ کے اجداد میں آٹھویں نمبر پر ہیں شجرہ یہ ہے:
محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب، بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب۔

(۱۱) فمهلًا و لما يبعث الحرب بيننا و شكل فيها رهطه من كل راکب
آرام سے آرام سے اور یاد رکھو جب ہمارے درمیان جنگ کو ابھارا جائے گا جنگ چھیڑی جائے گی تو اس میں ان کے قبیلے سے ہر شہ سوار شریک و سہیم ہوگا۔

(۱۲) تفرق شعب الحی بعد اجتماعه و تبدی جہارا عن خدام الكواعب
جو اجتماعیت کے بعد قبیلہ کی مختلف شاخوں کو منتشر کر دے گی اور علانیہ ظاہر ہوگی حسین اور خوب صورت عورتوں کے خادموں کے طور پر۔

(۱۳) تذلل اقواماً و كانوا اعزة اصابهم صرف الدهور النوائب
جو ان قوموں کو پستی میں ڈال دے گی جو لائق عز و شرف ہوں گے جن تک زمانے کی گردش اور اس کے مصائب و آلام کا گزر ہوگا۔

(۱۵)

تخریج:

منہاج البراعۃ فی شرح نہج البلاغۃ ۲۱۶/۱

حضرت ابوطالبؑ نے اپنے فرزند ارجمند کی ولادت باسعادت کے موقع پر یہ اشعار کہے تھے۔
یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

ولائے علیؑ اور ولادت علیؑ کا ذکر

(۱) انت الذی فرض الالہ ولاءہ ونطقت حقاً بالجواب الصائب

اے علی تم وہ ہو جس کی ولاء (محبت، الفت، دوستی) کو معبود نے فرض قرار دیا ہے اور تم نے درست اور صحیح جواب دے کر ہمیشہ حق بات کہی ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن کریم میں آیت نازل فرمائی:

قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِلَّا الْمَوَدَّةَ فِي الْقُرْبَىٰ ۖ (الشوریٰ ۲۳)

فرما دیجیے؛ میں تم سے اس تبلیغ کے عوض کسی اجر کا مطالبہ نہیں کرتا سوائے قرابت داروں کی مؤدّت کے۔

اور لفظ ”قربا“ میں حضرت علیؑ بھی شامل ہیں حضور اکرم ﷺ نے فرمایا:

يَا عَلِيُّ! حُبُّكَ إِيمَانٌ.

اے علی! تمہاری محبت ایمان ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں:

یا اهل بیت رسول الله حکم
فرض من الله فی القرآن انزلہ
اے رسول اللہ کے اہل بیت! تمہاری محبت اللہ
کی جانب سے فرض قرار دی گئی ہے اور اس سلسلے میں
قرآن میں آیت (مودت) نازل ہوئی ہے۔

(۲) انت الذی رفع الاله محله وعلا علاک علی الشہاب الثاقب
اے علی تم وہ ہومعبود نے جس کی منزلت کو رفعت عطا فرمائی ہے اور شہاب ثاقب سے بڑھ کر تم کو بلندی اور
علو عطا فرمایا ہے۔

(۳) وولدت فی البیت الحرام وخصک الباری بکل مکارم و مواہب
بیت لہرام خانہ کعبہ کو تمہاری جائے ولادت قرار دیا گیا اور باری عزاسمہ نے تم کو ہر طرح بڑائی اور عظمت
کے ساتھ مخصوص کر دیا ہے۔

(۴) جاءت نساء المصطفین بجمیعہم یتبشرون اذ جئتهم بعجائب
منتخب روزگار افراد کی خواتین آئیں اور وہ سب کی سب بشارت دینے لگیں جب تم سے عجائبات کا ظہور ہوا۔
اسی وجہ سے تمہیں مظہر العجائب کہا جاتا ہے۔

حضرت علیؑ کی ولادت باسعادت خانہ کعبہ کے اندر ہوئی اور اللہ تبارک تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے
چار خواتین کو قابلہ (دائی) کے طور پر بھیجا۔ جو حضرت فاطمہ بنت اسد کی مدد کے لیے آئی تھیں۔

ان کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت حوّا،

(۲) حضرت مریم،

(۳) حضرت آسیہ

اور (۴) مادرِ موسیٰ

حوالہ کے لیے ملاحظہ فرمائیے:

ازالۃ الخفاء من خلافت الخلفاء از شاہ ولی اللہ محدث دہلوی۔

تواترت الاخبار ان فاطمة بنت اسد ولدت علیاً فی جوف الکعبہ
روایتیں متواتر ہیں کہ حضرت فاطمہ بنت اسد نے علیؑ کو کعبہ کے اندر جنم دیا۔
مستدرک علی الصحیحین ج ۳ ص ۸۳

کسے را میسر نہ شد ایں سعادت
بکعبہ ولادت بمسجد شہادت

قافیۃ التاء

(۱۶)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۹،
بحار الانوار ۳۵/ ۱۶۴،
الغدير ۷/ ۳۳۸،
الحجۃ ۲۸۳،
دیوان ابی طالب عم النبی دکتور محمد تونجی صفحہ ۳۰ دارالکتب العربی بیروت،
شعر ابی طالب و اخبارہ و المستدرک علیہ ابی ہفان مہزی صفحہ ۷۴ میں یہ اشعار موجود ہیں۔
غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب محمد خلیل الخطیب صفحہ ۵۰ مطبوعہ ۱۹۵۰/ ۱۹۵۱

حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا: وہ نبی اکرم ﷺ سے فرما رہے تھے کہ وہ اپنی دعوت کا برملا اظہار کریں اور لوگوں کو دعوت دیں کہ وہ ان کی رسالت کا اقرار کریں۔ اور ان کی ہمت افزائی کر رہے تھے۔ یہ اشعار ”بحر بسیط“ میں ہیں۔

نبی کی ہمت افزائی اور وعدہ نصرت

(۱) لَا يَمْنَعَنَّكَ مِنْ حَقِّ تَقْوَمٍ بِهِ اِيْدُ تَصَوُّلٍ وَلَا سَلْقُ بَاصَوَاتٍ
اے نبی! آپ اظہار حق کے لیے پیا کی کے ساتھ ڈٹے رہیے کوئی طاقت بھی آپ کو اس مقصد سے روک

نہیں سکتی نہ تو وہ حملہ آور ہاتھ آپ کے لیے رکاوٹ بن سکتے ہیں جو تلواریں لیے ہوئے ہیں اور آمادہ پیکار ہیں اور نہ ہی گستاخی کرنے والے اور زبان کے کچھو کے لگانے والے زبان دراز افراد کی آوازیں آپ کی آواز کو دبا سکتی ہیں۔

(۲) فَاِنْ كَفَّكَ كَفِّيْ اِنْ بُلِيَتْ بِهِمْ وَدُوْنَ نَفْسِكَ نَفْسِيْ فِي الْمَلَمَّاتِ

اس لیے کہ میں اُن حملہ آوروں کے خلاف آپ کا معین و مددگار رہوں گا اگر آپ کو کسی امتحان سے دوچار ہونا پڑا اور کسی آزمائش سے گزرنا پڑا کیوں کہ آپ کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اور میں دکھ اور تکلیف کی گھڑی اور مصائب و شدائد کے لمحات میں اپنی جان آپ کے لیے قربان کر دوں گا۔

”كَفَّكَ كَفِّي“ قربت اور اپنائیت کا اعلان ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے حضرت علیؑ سے مخاطب ہو کر فرمایا:

يَا عَلِيُّ! كَفِّيْ وَكَفُّكَ فِي الْعَدْلِ سَوَاءٌ.

اے علی! میرا اور تمہارا ہاتھ عدل میں یکساں ہے۔

(۱۷)

تخریج

مطبوعہ دیوان ۱۸-۱۹ غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب/۴۹
 دیوان ابی طالب عم النبی دکتور محمد تونجی مطبوعہ دارالکتب العربی بیروت/۳۰
 دیوان ابی طالب بن عبدالمطلب - شیخ محمد حسن آل یسین - ص ۹۹

حضرت ابوطالبؑ نے اپنے بھائی زبیر بن عبدالمطلب کے انتقال پر یہ مرثیہ کہا تھا۔ زبیر بن عبدالمطلب نبی اکرم ﷺ کے چچاؤں میں سب سے بڑے تھے اور ان کا شمار شعرائے قریش میں ہوتا تھا نبی اکرم ﷺ کا بچپن تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔
 یہ اشعار ”بحر خفیف“ میں ہیں۔

زبیر ابن عبدالمطلب کی خوبیوں کا بیان

(۱) اسبلت عبدة علی الوجنات قد مرّتها عظيمة الحسرات
 میری آنکھوں سے جو اشک رواں ہو کر میرے رخساروں پر گر رہے ہیں وہ نتیجہ ہیں ان عظیم حسرتوں کا جو میرے برادر عزیز کی وفات پر میرے حصے میں آئی ہیں۔

(۲) لاخ سید نجیب لقرم سید فی الدری من السادات

اس بھائی کے لیے اشک رواں ہیں جو سردار تھا اور خاندان میں شرافت اور عظمت کا نشان تھا اور خاوادہ سادات میں سیادت کی منزل پر فائز تھا۔

(۳) سَيِّدٌ وَابْنُ سَادَةٍ أَحْزَوْا الْمَجْدَ دَقْدِيمًا وَ شَيِّدُوا الْمَكْرَمَاتِ

اس بھائی کے لیے گریہ کننا ہوں جو خود بھی سردار ہے اور سردار کا فرزند ہے جو زمانہ قدیم سے ہی مجد و شرف کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے تھے اور انھوں نے سخاوت و شرافت کو مستحکم کیا ہے۔

(۴) جَعَلَ اللَّهُ مَجْدَهُ وَ عِلَاهُ فِي بَنِيهِ نَجَابَةً وَ الْبَنَاتِ

اللہ تعالیٰ نے ان کے بیٹوں اور بیٹیوں میں اپنے مجد و شرف اور علو مرتبت اور نجابت و فیاضی کو قرار دیا ہے۔

(۵) مِنْ بَنِي هَاشِمٍ وَ عَبْدِ مَنَافٍ وَ قُصَيٍّ أَرْبَابِ أَهْلِ الْحَيَاةِ

جن کا تعلق بنی ہاشم اور عبد مناف سے ہے اور قصی جو ان کے جد ہیں صاحبان حیات ان کی سیادت و زعامت کے قائل ہیں۔

(۶) حَيُّهُمْ سَيِّدُ الْأَحْيَاءِ ذَا الْحُلْدِ بَقِي وَمَنْ مَاتَ سَيِّدُ الْأَمْوَاتِ

جو ان میں زندہ و سلامت ہیں وہ زندہ لوگوں کے سردار ہیں اور صاحبان خلق عظیم ہیں اور ان میں سے جو موت کو گلے لگا چکا ہے وہ مرنے والوں کا سید و سردار ہے۔

(۱۸)

تخریج

المناقب ۲/۲۵۴،

کتاب مولد امیر المؤمنین علیہ السلام۔ ابن بابویہ سے مروی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ مقام حجر کے پاس (مخواب ہوئے) سو گئے تو انھوں نے عالم رویا (خواب) میں دیکھا کہ گویا کہ آسمان سے ایک دروازہ وا (کھلا) ہوا ہے اور اس سے ایک نور اتر کر حضرت ابوطالبؑ سے آ ملا ہے حضرت ابوطالبؑ بیدار ہوئے تو وہ حجفہ کے راہب کے پاس گئے اور اس سے پورا واقعہ خواب بیان کیا تو راہب نے فوراً یہ اشعار پڑھے۔

ابشر ابا طالب عن قليل
بالولد الحلال النبيل
اے ابوطالبؑ آپ کو بشارت ہو کچھ ہی دنوں میں
آپ کے ہاں ایسا فرزند آئے گا جو شجاع، دلیر، نجیب
اور شریف ہوگا۔

يا لقريش فاسمعوا تاويل
هذان نوران على سبيل
اے قریش کے لوگو میری تاویل کو غور سے سنو یہ
ایک ہی راستے پر دو نور ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ اور
ان کے بھائی (ہارون)، حضرت موسیٰ نے جنھیں اللہ
سے طلب کیا تھا۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِىَّ ۖ هٰرُوْنَ اَخِيَّ ۝۳۹ (طہ ۲۰)

یہ سن کر حضرت ابوطالبؑ کعبہ کی طرف واپس آئے اور طواف کعبہ کے بعد یہ اشعار پڑھے۔

خواب اور تعبیر خواب

(۱) اطوف للاله حول البيت ادعوك بالرغبة هي البيت

میں خانہ کعبہ کے گرد معبود کے لیے طواف کر رہا ہوں اور اے مُردوں کو حیات بخشنے والے میں والہانہ شوق و رغبت سے تجھ سے دعا طلب کر رہا ہوں۔

(۲) بان ترینی السبط قبل الموت اغرّ نوراً يا عظيم الصوت

کہ تو میری وفات سے پہلے مجھے نورانی چہرے والے میرے بیٹے کو دکھلا دے، اے بڑی شہرت کے مالک۔

(۳) منصلتا بقتل اهل الجبت وكل من دان بيوم السبت

جس نے بتوں کی پجاریوں کو قتل کرنے کے لیے تلوار سونت رکھی ہو اور اسے تہ تیغ کرنے کے لیے شمشیر کو

نیام سے باہر نکالے جو روز سبت کے قانون کو بنظر حقارت دیکھتا ہے۔

پھر حضرت ابوطالبؑ حجر کی طرف واپس آئے اور اس کے اندر سو گئے تو انھوں نے خواب میں دیکھا گویا

کہ انھوں نے یا قوت سے جڑا ہوا تاج پہنچ رکھا ہے اور نفیس کپڑے کا کرتہ زیب تن کیا ہے اور کوئی کہنے والا یہ کہہ

رہا ہے اے ابوطالب! تمھاری آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور تمھیں کامیابی میسر ہو، اور تمھارا خواب سچ ثابت ہو تمھیں ایسا

بیٹا ملے جو شہروں کا حاکم بنے، اور تمھارے مال و مویشی میں اضافہ ہو حاسد کی ناپسندیدگی کے باوجود۔

(الدرۃ الغراء جمع و ترتیب باقر قربانی۔ ص ۷۹، ۸۰)

قافیۃ الدّال

(۱۹)

تخریج

سیرۃ ابن اسحاق/ ۱۶۷،	سیرت ابن ہشام ۱/ ۲۴۹-۲۵۱،
البدایۃ والنہایۃ ۳/ ۹۸-۹۷،	الغدر ۷/ ۳۶۴-۳۶۵،
بحار الانوار ۳۵/ ۹۵،	الدیوان المطبوع ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۳۷،
اور کچھ اشعار مناقب میں ۱/ ۶۶ ہیں،	دیوان ابی طالب عم النبی دکتور محمد تونسجی/ ۱۸،
غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب محمد خلیل الخطیب/ ۶۳-۶۹	

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے ان اشعار میں اس صحیفہ کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے۔
 جسے لکھ کر خانہ کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا گیا تھا۔
 ان کی تعریف و توصیف جنہوں نے صحیفہ کو نقض کرنے کی سعی کی یعنی پابندی ختم کرانے کی کوشش کی۔
 یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

مقاطعہ کو ختم کرانے والوں کو توصیف

(۱) أَلَا هَلْ أَتَىٰ بِحَرْيِنَا صَنَعَ رَبَّنَا عَلَىٰ نَائِبِهِمُ وَاللَّهِ بِالنَّاسِ أَزْوَدُ

ذرا بتاؤ تو سہی کیا دور دراز رہنے والوں یعنی حبشہ کی طرف ہجرت کرنے والوں کو ہمارے رب کی عنایتوں اور اس کے فضل و کرم کی اطلاع مل گئی کہ اللہ اپنے بندوں پر کتنا مہربان ہے کہ (اس نے مقاطعہ کو ختم کر دیا اور صحیفہ کو دیمک نے چاٹ لیا)

(۲) فَيُخْبِرُهُمْ اَنْ الصَّحِيفَةَ مُزَّتْ وَاَنْ كُلَّ مَالٍ يَرِضُهُ اللّٰهُ مُفْسِدٌ

انہیں بتلا دو کہ صحیفہ کو چاک کر دیا گیا ہے اور اللہ جس بات سے راضی نہ ہو وہ بات بنی بفساد ہوتی ہے (اللہ کی مرضی یہی تھی کہ مقاطعہ کو ختم کر دیا جائے اور قریش کے عہد و پیمان کو باطل قرار دیا جائے) قریش نے جو دستاویز تیار کی تھی اور اسے خانہ کعبہ کے اندر آویزاں کر دیا تھا آنحضرتؐ کو وحی کے ذریعے پتا چلا کہ اب وہ دستاویز باقی نہیں رہی اسے دیمک نے چاٹ کر ختم کر دیا ہے صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا حضور اکرمؐ نے جب حضرت ابوطالب سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے اَمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہتے ہوئے قریش کو اس امر سے مطلع کیا اور فرمایا اگر یہ بات درست نہ ہوئی تو میں محمدؐ کو تمہارے سپرد کردوں گا اس واقعے سے حضرت ابوطالبؓ کے ایمان، اطمینان اور یقین کامل کا پتا چلتا ہے۔

(۳) تَرَاوَحَهَا اَفْكٌ وَّ سَحَرٌ مُّجْمَعٌ وَلَمْ يُلَفَّ سَحَرٌ اٰخِرُ الدَّهْرِ يَصْعَدُ

اس دستاویز کے بارے میں وہ بار بار افترا پردازی کرتے رہے اور جھوٹ گھڑتے رہے اور جادوگری کی تہمت لگاتے رہے اور اس پر ایک کر لیا اور جادو کا نام و نشان زمانے کے آخر تک تو باقی نہیں رہتا، جادو آخر کار ختم ہو جاتا ہے۔

(۴) تَدَاعَىٰ لَهَا مِنْ لَيْسَ فِيهَا بِقَرَقِرٍ فَطَائِرُهَا فِي رَاسِهَا يَتَرَدَّدُ

اس دستاویز کے بارے میں قریش انھی لوگوں کو بلا رہے تھے جو اس کا اہل نہ تھا یعنی وہ پست اور کمینے لوگ تھے اس کی بدشگونئی اور برائی ان کے سروں میں چکر لگا رہی تھی۔

قرآن کریم میں ہے:

وَكُلُّ اِنْسَانٍ اَلَزَمْنَاهُ طَرِيقًا فِي عُنُقِهِ ؕ (۱۳) بنی اسرائیل (۱۷)

اور ہم نے ہر شخص کا نامہ اعمال اس کی گردن سے لٹکا دیا ہے۔ الا انما طائرهم عند الله

(۵) وَكَانَتْ كَفَاءً وَقَعَةً بِاثِمَةٍ لِيَقْطَعَ مِنْهَا سَاعِدٌ وَمَقْلَدٌ

اور کفار و مشرکین قریش نے مقاطعہ کے ذریعے ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو جنگ کے مترادف ہے لہذا انھیں ایسا ہی بدلہ دیا جانا چاہیے جس میں کلائیاں کٹ کٹ کر گریں اور گردنیں اڑادی جائیں۔

(۶) وَ يُطْعِنُ أَهْلَ الْبَكْتَيْنِ فِيهِرْبُوا فَرَائِصَهُمْ مِنْ خَشْيَةِ الشَّرِّ تَرْعَدُ

اور مکہ و مدینہ یا طائف کے باشندے کوچ کر رہے ہیں اور راہ فرار اختیار کر رہے ہیں (اور انھوں نے صحیفہ مقاطعہ لکھ کر جس دشمنی کا ثبوت دیا تھا دیکھنے سے اسے چاٹ کر ختم کر دیا اور صرف اللہ کا نام باقی رہ گیا اس بات پر وہ بے حد خوف زدہ ہیں) اور جنگ کے خوف سے ان کے جوڑ جوڑ لرز رہے ہیں اور ان پر کچکی طاری ہے۔

(۷) وَ يَتْرُكُ حُرَّاتٍ يُقْلِبُ أَمْرَهُ أَيْتُهُمْ فِيهَا عِنْدَ ذَاكَ وَ يُنْجِدُ

اور زراعت کرنے والے اور تجارت کرنے والے اس فکر میں غطاں و پچپاں ہیں کہ وہ یہاں سے کوچ کر کے تہامہ کی طرف یا نجد کی جانب چلے جائیں۔

(۸) وَ تَصْعَدُ بَيْنَ الْأَخْشَبِينَ كَتَيْبَةً لَهَا حُرُجٌ سَهْمٌ وَ قَوْسٌ وَ مُرْهَدٌ

انھیں یہ محسوس ہو رہا ہے کہ مکہ کے دو پہاڑوں کے درمیان سے لشکر چلا آ رہا ہے گویا کہ جنگ جو جنگ سے منہ نہ موڑنے والے، تیروں کمانوں اور تلواروں سے لیس ہو کر بڑھے چلے آ رہے ہیں۔

(۹) فَمَنْ يَنْشُ مِنْ حِضَارِ مَكَّةَ عِزُّهُ فَعِزَّتُنَا فِي بَطْنِ مَكَّةَ أَتْلُدُ

مکہ کے رہنے والوں میں سے عزت و شرف میں کون ہے جو ان کا مقابلہ کر سکے ہماری عزت و شرافت مکہ معظمہ میں سب سے زیادہ قدیمی ہے یعنی زمانہ قدیم سے ہم عزت و کرامت کے مالک ہیں۔

(۱۰) نَشَانَا بَهَا وَالنَّاسُ فِيهَا قَلَائِلُ فَلَمْ نَنْفَكِكَ نَزْدَادُ خَيْرًا وَ مُحَمَّدٌ

ہم جب مکہ مکرمہ میں پروان چڑھ رہے تھے تو اس وقت وہاں کی آبادی بہت کم تھی ہم جس شرف و منزلت

کے مالک تھے اس میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا اور لوگ ہماری عظمت و منزلت کے قائل ہوتے چلے گئے۔

(۱۱) و نطعم حتیٰ یترک الناس فضلہم اذا جعلت ایدی المفیضین ترعد

جب مکہ کے باشندوں نے داد و دہش کا سلسلہ بند کر دیا تھا اور قحط سالی کے باعث لوگ تنگ دستی کے شکار تھے ہم اس وقت بھی لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے جب سخی لوگوں کے ہاتھ بھی سخاوت کرتے ہوئے کانپ رہے تھے وہ سوچتے تھے کہ ہم کسی کو کچھ عطا کریں یا ہاتھ روک لیں۔

اس شعر میں اشارہ ہے حضرت ہاشم کی سخاوت و فیاضی کی جانب دوسرے شعر کا پہلا مصرعہ شعر ابی طالب و اخبارہ ابی ہفان متوفی ۲۵۷ھ میں اس طرح ہے:

و نطعم حتیٰ ینزل الناس سورنا اذا جعلت ایدی المفیضین ترعد

واقعہ یہ ہے کہ جب مکہ میں قحط پڑ گیا تو حضرت ہاشم اپنے اہل و عیال کو لے کر فلسطین گئے اور وہاں سے آٹا اور اشیائے خوردنی لے کر مکہ آئے اور حکم دیا کہ روٹیاں پکائی جائیں اور بکریاں ذبح کرا کے شورباتیار کیا جائے اور اس میں روٹیاں چور کر لوگوں کو کھلائی جائیں ندا کرنے والے سے کہہ دو کہ لوگوں کو صبح و شام کھانے کے لیے مدعو کیا جائے اسی وجہ سے انھیں ہاشم کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔

عبداللہ بن زبیری سہمی کہتا ہے:

قل الذی طلب السباحۃ والندی
ہلا مررت بال عبد مناف

عمر و الذی ہشَمَ الثرید لقومہ
قوم بمکۃ مسنتین عجاف
اس سے کہہ دو جو سخاوت و فیاضی کا خواہاں ہو کیا تمہارا گزر کبھی
آل عبد مناف کے پاس سے ہوا ہے؟

سفرین سنَّہما لہ و لقومہ
سفر الشتاء و رحلة الاصیاف
یہ تو وہی عمرو بن عبد مناف ہے جس نے اپنی قوم کے لیے ثرید
تیار کیا تھا وہ قوم جو مکہ میں مقیم تھی اور قحط سالی کے سبب بد حالی
کا شکار تھی

(سلسلہ آباء النبی السید احمد الواحدی صفحہ ۲۷۱)

قرآن کریم کے سورۃ قریش میں انہی دو سفروں کا ذکر ہے۔

لَا يَلْفُ قُرَيْشٌ ۝۱ الْفَهْمُ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ ۝۲ (القریش)

(۱۲) جزی اللہ رھطا بالحجون تتابعوا علی مَلَأَ یهدی لحزم و یُرشد

اللہ تبارک و تعالیٰ حجوں کے رہنے والوں کو جزائے خیر عطا کرے جنھوں نے پوری جماعت کے سامنے یہ اعلان کر کے کہ ”مقاطعہ ختم ہو گیا“ نہایت دور اندیشی اور فہم و فراست کا ثبوت مہیا کیا ہے۔

(۱۳) قُعُودًا لَدَى خَطَمِ الْحَجُونِ كَانَهُمْ مَقَاوِلَةً بَلْ هُمْ اعْزُّ وَ اَعْجُ

وہ لوگ جنھوں نے مقاطعہ کو ختم کرنے کا باہمی مشورت سے اعلان کیا وہ حجوں کی چوٹی پر بیٹھے ہوئے تھے یوں محسوس ہو رہا تھا گویا کہ وہ شاہانہ سطوت و شان کے مالک ہوں بلکہ اس سے بھی زیادہ قابل عزت و شرف ہوں۔

سابقہ شعر میں ”الملاء“ سے مراد پانچ افراد ہیں یعنی

(۱)۔ ہشام بن عمرو بن حارث (۲)۔ زہیر بن ابی میہ مخزومی

(۳)۔ مطعم بن عدی (۴)۔ بختری بن ہشام

(۵)۔ زمعہ بن اسود بن مطلب بن اسد

یہ سب ”خطم الحجون“ (حجون کے ابتدائی حصے میں) میں جمع ہوئے اور یہ عہد و پیمان کیا کہ وہ صحیفہ (دستاویز مقاطعہ) کو چاک کر دیں گے۔

زہیر نے کہا کہ میں قریش سے بات کی ابتدا کروں گا۔

زہیر خاص حلہ پہن کر آیا اس نے خانہ کعبہ کے گرد سات چکر لگائے پھر لوگوں کی طرف آیا اور کہا: اے اہل مکہ ہم تو کھانا کھائیں، ہم کپڑے پہنیں اور بنو ہاشم ہلاکت میں پڑے رہیں ان کے لیے خرید و فروخت پر پابندی عائد ہے، خدا کی قسم! میں چین سے نہیں بیٹھوں گا جب تک اس ظالم صحیفہ کو چاک نہ کر دوں۔

ابو جہل جو مسجد الحرام کے گوشے میں بیٹھا تھا کہا کہ تم اسے چاک نہیں کرو گے۔

زمعہ بن الاسود نے کہا: ہم اس کی کتابت کے وقت راضی نہ تھے۔

ابوالنختری نے کہا: اس میں جو کچھ تحریر کیا گیا ہے اس میں ہماری مرضی شامل نہ تھی اور نہ ہی ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔

مطع بن عدی نے کہا: تم دونوں نے سچ کہا اور جو اس کے سوا کچھ کہتا ہے وہ جھوٹا ہے ہم اس معاملے میں اللہ سے برائت کا اظہار کرتے ہیں اور جو کچھ اس میں تحریر کیا گیا ہے اس سے بھی بیزار ہیں۔

(۱۴) اَعَانَ عَلَيْهَا كُلَّ صَقْرٍ كَانَهُ اِذَا مَا مَشَى فِي رَفْرِفِ الدَّرْعِ اِحْرَدِ
اس دستاویز کو ختم کرنے کے لیے ہر ذی فہم اور باشعور فرد نے تعاون کیا جو بڑا جری اور سبک سیر تھا کہ نہایت چابک دستی کے ساتھ زرہ سجائے ہوئے تیار تھا۔

(۱۵) اِلَّا اِنْ خَيَّرَ النَّاسَ نَفْسًا وَّوَالِدًا اِذَا عُدَّ سَادَاتُ الْبَرِيَّةِ اَحْمَدُ
جان لو کہ تمام لوگوں میں سب سے بہترین ذاتی اعتبار سے اور خاندان کے لحاظ سے جب کائنات کے سادات کو شمار کیا جائے گا تو ان میں احمد مجتبیٰ نمایاں نظر آئیں گے۔
حضور ﷺ رحمۃ للعالمین اور سید العالمین ہیں۔

(۱۶) نَبِيُّ الْاِلٰه وَّ الْكَرِيْمُ بِاَصْلِهِ وَاَخْلَاقِهِ وَهُوَ الرَّشِيْدُ الْمُوَيْدُ
جنہیں معبود برحق نے نبی بنا کر بھیجا ہے اور نبوت کے عہدے پر سرفراز کیا ہے وہ اصل و نسل کے لحاظ سے کریم ہیں اور اخلاق کے اعتبار سے خلق عظیم کے مالک ہیں وہ ہدایت کرنے والے ہیں اور انھیں اللہ کی تائید حاصل ہے۔

حضرت ابوطالب ایک طرف تشریف فرما تھے کہ اتنے میں معطم بن عدی اٹھا اور صحیفہ کو لیا کہ چاک کر دے تو کیا دیکھا کہ دیمک نے اس صحیفہ کو چاٹ کر ختم کر دیا ہے سوائے بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ کے جو باقی رہ گیا ہے صحیفہ کی کتابت منصور بن عکرمہ نے کی تھی اس کے دونوں ہاتھ شل ہو گئے اور ابن ہشام نے کہا کہ آنحضرت ﷺ حضرت ابوطالب کو یہ بات پہلے ہی بتا چکے تھے اور آپ نے قریش کو اس امر سے مطلع کر دیا تھا (البدایہ والنہایہ ابن کثیر دمشقی جلد ۳ ص ۱۱۹-۱۲۰)

(۱۷) جَرِيٌّ عَلَى جَلِّي الخطوب كانه شهاب بكفي قابس يتوقّد

یہ افراد تمام بڑے بڑے معاملات پر نہایت جرأت و ہمت کا مظاہرہ کرتے ہیں ایسا محسوس ہوتا ہے گویا کہ شہاب ثاقب ہیں جو دونوں ہاتھوں میں سلگتے ہوئے کونلوں کی طرح چمک دکھلا رہا ہے۔

(۱۸) من الْأَكْرَمِينَ فِي لَوَى بن غالب اذا سيم خسفا وجهه يَتَرَبَّدُ

ان لوگوں کا تعلق لوی بن غالب تک ان کے آباؤ اجداد کے ذریعے منتهی ہوتا ہے جب بھی انھیں کسی ذلت و حقارت کا سامنا ہوتا ہے اُن کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ ذلت کو کبھی قبول نہیں کرتے۔

(۱۹) طَوِيلُ النَّجَادِ خارج نصف ساقه على وجهه يُسقى الغمام و يسعد

یہ افراد طویل القامت اور بلند و بالا ہیں کہ ان کے کپڑے چھوٹے پڑ گئے آدھی پنڈلیاں کھلی ہوئی ہیں یہ اس خانوادے سے تعلق رکھتے ہیں جس کے چہرے کی وساطت سے طلب باراں کیا جاتا ہے اور لوگ سعادتوں سے بہرہ ور ہوتے ہیں شریف اور اصیل انسانوں کی اسی طرح مدح و ثنا کی جاتی ہے۔

دوسرے مصرعے میں حضرت ابوطالبؑ نے جس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے اسے اپنے قصیدۃ لامیہ میں اس طرح بیان فرمایا ہے۔

وَ أَبْيَضُ يَسْتَسْقِي الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصبة للارامل

امام محمد بن اسماعیل بخاری نے الصحیح البخاری جلد اول جز ثانی صفحہ ۳۵۳ میں باب سوال الناس الامام الاستسقاء اذا قحطوا (قحط سالی کے دوران امام سے طلب باراں کا سوال کرنا)

حدثنا عمرو بن علي قال حدثنا ابو قتيبة قال حدثنا عبد الرحمن بن عبد الله بن دينار عن ابيه قال سمعتُ اِبْنَ عمر يمثّل بشعر ابي طالب۔

وابيض يستسقى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصبة للارامل

وقال عمر بن حمزة حدثنا سالم عن ابيه ربما ذكرت قول الشاعر و انا انظر الى وجه النبي يستسقى فما ينزل حتى يجيش كل ميزاب۔

وابيض يُسْتَسْقَى الغمام بوجهه ثمال اليتامى عصبة للارامل
وہو قول ابی طالب۔ اور یہ حضرت ابوطالب کا قول ہے۔ صفحہ ۳۵۴

(۲۰) عظیم الرّماد سیدّ و ابن سیدّ یحضر علی مقری الضیوف و یحشد

بہت بڑے سخی اور کریم ہیں خود بھی سردار ہیں اور سردار کے فرزند ہیں وہ لوگوں کو مہمان نوازی پر آمادہ کرتے ہیں اور خود بھی اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور لوگوں کو یکجا کرتے ہیں۔

(۲۱) و یبنی لکبناء العشیرة صالحا اذا نحن طُفْنَا فی البلاد و یمهد

جب ہم شہروں میں چکر لگاتے ہیں اور وہاں قیام کرتے ہیں تو ہمیں یہی نظر آتا ہے کہ یہی لوگ خاندان والوں کے لیے صالح امور انجام دیتے ہیں۔

(۲۲) و یبنی کثیراً حیث کان من العدی طلاع المدی لا غیر ذلک یمهد

اور یہ خاندان بہت ہی بہترین اور اچھا سلوک و برتاؤ کرتا ہے جہاں پر ظلم و زیادتی ہوتی ہے اور وہ مہلت دینے میں بھرپور ہے وہ اس کے علاوہ کسی اور بات کی سعی نہیں کرتا۔

(۲۳) أَلَّظَ بهذا الصلح کلّ مُبَرِّئٍ عظیم اللواء امرہ ثم یمهد

مقاطعہ کے دوران صلح کرانے کے لیے ہر بری الذمہ نے بے انتہا کوشش کی اور اس بات کو حرز جان بنا لیا جو پرچم عظیم کو بلند کرنے کے لیے حکم دے رہا تھا پھر اس کے اس عمل کو لائق تحسین قرار دیا گیا۔

(۲۴) اذا قال قولاً لا یعاد لِقوله کوحی الکتاب فی صفیح یخلد

جب اس نے ایک بات کہی جس کے قول کو دوبارہ دہرانے کی ضرورت نہیں ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ یہ وحی ہے ایسی کتاب میں جو پتھر پر نقش ہے۔

(۲۵) بجیش له من هاشم یتبعونه یُسَدِّدُهُم رب الوری و یؤید

ایک ایسے لشکر کے ساتھ جس کا تعلق ہاشم سے تھا جو اس کی اقتدا کر رہے تھے اور کائنات کا رب جن کی نصرت

وحمايت اور تائيد کر رہا تھا۔

(۲۶) هُمْ رَجَعُوا سَهْلَ بْنَ بِيضَاءَ رَاضِيًا وَ سَرَّ اِمَامُ الْعَالَمِينَ مُحَمَّد

ان قریش کے لوگوں نے سہل بن بیضاء کو رضا مندی کے ساتھ واپس لوٹایا یعنی اس نے جب قریش کے لوگوں سے مقاطعہ کو ختم کرنے اور دستاویز کو چاک کرنے کی بات کی تو اس کی بات مان لی گئی اور اس بات سے عالمین کے امام سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بہت مسرت حاصل ہوئی۔

سہل بن بیضاء سہیل اور صفوان کا بھائی ہے اس کا تعلق بنی فہر بن مالک سے ہے والد کا نام وہب بن ربیعہ ہے اور بیضاء ان کی والدہ کا نام تھا جس کی طرف وہ منسوب ہے۔ جو لوگ سابق فی الاسلام ہیں ان میں اس کا شمار ہے لیکن اُس نے اپنے اسلام کو مخفی رکھا تھا۔ مشرکین سہل بن بیضاء کو بدر میں زبردستی اپنے ساتھ لے گئے تھے اور یہ مشرکین کے ساتھ قید بھی ہوا تھا۔

(۲۷) قَضُوا مَا قَضُوا فِي لَيْلِهِمْ ثُمَّ اصْبَحُوا عَلَى مَهَلٍ وَ سَائِرِ النَّاسِ رُقْدًا

انھوں نے جو فیصلہ کرنا تھا وہ رات کے وقت جمع ہو کر کر لیا تھا پھر صبح نمودار ہوئی اور انھوں نے ٹھہر ٹھہر کر اقدام کیا جب کہ تمام لوگ محو خواب تھے۔

دوسروں کو اس مقاطعہ کی کوئی فکر نہ تھی اور بنی ہاشم کی زحماتوں اور پریشانیوں کی کوئی پروا نہ تھی وہ خواب خرگوش کے مزے لوٹ رہے تھے اور صرف پانچ افراد اس بارے میں رات کے وقت منصوبہ بنا رہے تھے کہ کس طرح قریش سے گفتگو کر کے اس دستاویز کو چاک کر دیا جائے سہل بن بیضاء ان پانچوں کے پاس گیا یعنی ہشام بن عمرو بن حارث، زہیر ابن ابی امیہ مخزومی، مطعم بن عدی، بختری بن ہشام اور زمعہ بن اسود اور اس نے بھی اس سلسلے میں سعی کی۔

(۲۸) سَلُّوا مِنْ قَرِيشٍ كُلِّ كَهْلٍ وَأَمْرَدٍ وَانْ قَدْ بَغَانَا الْيَوْمَ كَهْلٍ وَأَمْرَدٍ

تم قریش کے ہر اڈھیڑ عمر والے اور بے ریش جوان (نوخیز لڑکے) سے دریافت کر لو آج ہم جن کے بارے میں فکر کر رہے ہیں اور چاہ رہے ہیں وہ اڈھیر عمر کے لوگ اور نوخیز لڑکے ہیں۔

(۲۹) مَنِّي شَرِكُ الْاِقْوَامِ فِي جُلِّ اَمْرِنَا وَكُنَّا قَدِيْمًا قَبْلَهَا نَتَوَدَّدُ

ہمارے جملہ معاملات میں ہماری قوم کب ہمارے ساتھ شریک تھی اور اس نے کب تعاون کا ہاتھ بڑھایا تھا۔ جب کہ ہم زمانہ قدیم سے ہی اس امر کے متمنی اور خواہش مند تھے۔ ہم پہلے ہی سے یہ چاہتے تھے مگر ایسا نہیں ہوا۔

(۳۰) وَكُنَّا قَدِيْمًا لَا نُقَرُّ ظِلَامَةً وَ نَدْرِكُ مَا شَدْنَا وَلَا نَتَشَدَّدُ

اور ہم عہد قدیم سے ہی کسی ظلم و ستم کو برداشت نہیں کرتے تھے اور ہم مظلوم کی مدد و نصرت کو پہنچ جاتے تھے اور اس کا دفاع کرتے تھے لیکن ظلم و زیادتی کرنا ہمارا شعار نہ تھا۔

(۳۱) فَيَا لِقُصَيِّ هَلْ لَكُمْ فِي نَفُوسِكُمْ وَهَلْ لَكُمْ فَيَا يَحْيٰى بِهٖ الْغَدُ

اے قصی کی اولاد! اے قریش کے لوگو! کیا تم نے کبھی اپنی بقا کے بارے میں سوچا ہے اور ہلاکت سے بچنے کی کوئی تدبیر کی ہے اور کل جو خیر عظیم اور فوز مبین کی خوش خبری لانے والا ہے اس کی تمہیں کچھ فکر بھی ہے یہ سب اتباع محمد ﷺ سے حاصل ہو سکتا ہے۔

تم نے حضرت محمد ﷺ کی حفاظت و نصرت کا کوئی منصوبہ بنایا ہے کہ ان پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو۔

(۳۲) وَاِنِي وَايَاكُمْ كَمَا قَالَ قَائِلُ الْيَكُ الْبَيَانُ لَوْ تَكَلَّمْتُ اَسْوَدُ

اور یقیناً میں اور تم دونوں اس مثال کی طرح ہیں جیسا کہ کہنے والے نے کہا ہے کہ تم ہی کچھ کہو کاش ایسا ہو کہ اسود پہاڑ تمہیں کچھ بتا دے۔

ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ میں کہا ہے کہ سہیلی نے کہا اسود ایک پہاڑ کا نام ہے جہاں پر کسی کو قتل کر دیا گیا اور اس کے قاتل کا پتا نہ چلا تو مقتول کے اولیاء نے کہا:

لَدِيكَ الْبَيَانُ لَوْ تَكَلَّمْتُ اَسْوَدُ

کہ اے اسود اگر تو کچھ بولے گا تو پھر بتا دے گا کہ اس شخص کو کس نے قتل کیا ہے۔

الدرة الغراء میں اس قصیدے میں اشعار کی تعداد ۳۲ ہے اور دیگر نسخوں میں ان کی تعداد ۲۶ ہے۔

(۲۰)

تخریج:

سیرت ابن اسحاق/۷۶،	الحجۃ ۲۸۵-۲۸۷
بحار الانوار ۳۵/۱۲۹	المناقب ۱/۳۹-۴۰
الغدیر ۷/۳۴۳	الديوان المطبوع/۳۳
اور کچھ اشعار ایمان ابی طالب/۳۶-۷۳ میں ہیں۔	

جب حضرت ابوطالبؑ نے شام کے شہر بصرہ کی طرف تجارت کی غرض سے جانے کا ارادہ کیا تو آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈرا اور خوف کی وجہ سے ساتھ نہ لیا جب وہ سوار ہو گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناقے کی مہار کو تھام لیا اور رونے لگے اور انھیں اللہ کا واسطہ دیا کہ انھیں ساتھ لے جائیں حضرت ابوطالبؑ کا دل نرم پڑ گیا اور آپ آنحضرتؐ کو اپنے ساتھ لے جانے پر تیار ہو گئے جب آنحضرتؐ حضرت ابوطالبؑ کے ساتھ روانہ ہوئے تو ہمیشہ بادل ان کے اوپر سایہ فگن رہا دوران سفر بحیرہ اہب سے اُن کی ملاقات ہوئی جس نے انھیں نبوت پیغمبر کی خبر دی اور سابقہ کتابوں میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی جو بشارت تھی اس کا ذکر کیا اس نے حضرت ابوطالبؑ اور ان کے ہمراہیوں کو اپنے گھر کھانے پر بلایا اور تاکید کی کہ وہ حضرت محمدؐ کو بھی ساتھ لے کر آئیں اس نے حضرت ابوطالبؑ کو واپسی پر آمادہ کیا کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر فوراً واپس چلے جائیں اور ان سے کہا کہ میں ان کے بارے میں یہودیوں سے خائف ہوں اس لیے کہ وہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں حضرت ابوطالبؑ نے ان ابیات میں اسی واقعے کی طرف اشارہ کیا ہے۔

یہ اشعار ”بحر الکامل“ میں ہیں۔

آنحضرتؐ اور بصری (شام) کا سفر

(۱) ان ابن امانة النبی محمداً عندی یفوق منازل الأولاد

یقیناً آمنہ کے فرزند جن کا نام محمدؐ ہے جو اللہ کے نبی ہیں ان کی منزلت میرے نزدیک میرے بیٹوں سے بڑھ کر ہے۔

تفسیر تبیان ۴/۱۲۰ میں اس شعر کا پہلا مصرعہ اسی طرح ہے اور اسے علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں بھی بیان کیا ہے۔

ع ان ابن امانة الامین محمداً

آمنہ کے فرزند محمدؐ جو امین کے نام سے مشہور ہیں۔

شیخ طوسی فرماتے ہیں:

آنحضرتؐ وحی سے پہلے بھی مشرکین مکہ میں امین اور صادق کے نام سے مشہور تھے۔

(۲) لما تعلق بالزمَامِ رَحْمَتُهُ وَالْعِيسِ قَدْ قَلَصْنَ بِالْأَزْوَادِ

جب وہ (محمدؐ) زمامِ ناقہ سے چمٹ گئے تو مجھے ان پر رحم آ گیا جب کہ ناقوں پر سامانِ لاد کر انھیں روانگی کے لیے آمادہ کر دیا گیا تھا۔

(۳) فَارْفَضَ مِنْ عَيْتِي دَمْعَ ذَارِفٍ مِثْلَ الْجُمَانِ مُفَرِّقِ الْاِفْرَادِ

تو بے اختیار میری آنکھوں سے سیلِ اشک رواں ہو گیا گویا کہ وہ سفید موتی ہوں جو بکھر گئے ہیں۔
آنسوؤں کی لڑی کو موتیوں سے تشبیہ دی ہے۔

(۴) رَاعِيَتْ فِيهِ قَرَابَةً مُوصُولَةً وَحَفِظَتْ فِيهِ وَصِيَّةَ الْاِجْدَادِ

میں نے اس بارے میں قریبی قرابت داری اور رشتہ داری کو ملحوظ خاطر رکھا اور اس سلسلے میں اپنے آباؤ اجداد کی وصیت کو بھی یاد رکھا اور اسے فراموش نہیں کیا۔

(۵) وامرته بالسير بين عمومة بيض الوجوه مَصَالِيْ انْجَادِ

اور میں نے ان سے کہا کہ وہ اپنے چچاؤں کے ساتھ مصروف سفر رہیں ان سے علیحدہ نہ ہوں وہ افراد جن کے چہرے روشن ہیں جو سخی اور فیاض بہادر اور شجاع ہیں۔

ایک روایت میں حضرت علی علیہ السلام سے مروی ہے:

أَمَّا نَحْنُ بَنِي هَاشِمٍ فَأَنْجَادُ أَهْجَادُ هَمِ أَوْلَادِ هَاشِمٍ مُنْتَظِمٍ أَوْرِ بَهَادِرٍ سَخِيٍّ أَوْرِ فَيَاضٍ هِيَ۔

(۶) سَارُوا لِأَبْعَدِ طَبَةِ مَعْلُومَةٍ فَلَقَدْ تَبَاعَدَ طَبَّةُ الْهَرْتَادِ

وہ روانہ ہوئے دور دراز سفر پر جس کی منزل کا علم تھا ایسا محسوس ہوتا تھا کہ منزل مقصود بہت دور ہوگئی ہے۔

(۷) حَتَّى إِذَا مَا الْقَوْمُ بُصْرَى عَايَنُوا لَاقُوا عَلَى شَرَكٍ مِنَ الْهَرَصَادِ

یہاں تک کہ جب قوم نے بُصری کے شہر کو دیکھا تو انھوں نے بلند مقام پر راستے ہی میں ملاقات کی۔

(۸) حَبْرًا فَاحْبِرْهُمْ حَدِيثًا صَادِقًا عَنْهُ وَ رَدَّ مَعَاشِرَ الْخُسَادِ

ایک عیسائی عالم سے جس نے انھیں سچی خبر سے مطلع کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اور حاسد گروہ کے منصوبوں کو مسترد کر دیا۔

(۹) قَوْمٌ يَهُودٌ قَدْ رَأَوْا مَا قَدْ رَأَى ظِلُّ الْغَمَامَةِ نَاغِرَى الْإِكْبَادِ

اور قوم یہود کے لوگوں نے آنحضرت کی جن کرامتوں کا مشاہدہ کرنا تھا وہ کیا یعنی بادل کا سایہ فگن رہنا وغیرہ اس صفت نے ان یہودیوں کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

(۱۰) ثَارُوا لِقَتْلِ مُحَمَّدٍ فَتَنَاهُمْ عَنْهُ وَ جَاهَدَ أَحْسَنَ التَّجَاهِدِ

یہودیوں نے حضرت محمد پر حملہ آور ہونے کی کوشش کی تو بحیرا نے انھیں اس سے روکا اور اس نے بہترین جہاد کیا، جو جہاد کرنے کا حق تھا۔

(۱۱) فَثَلَمِي زَبِيرًا مِنْ بَحِيرَا فَانْثَنِي فِي الْقَوْمِ بَعْدَ تَجَاوُلٍ وَ بُعَادٍ

یہ شعر اس طرح بھی پڑھا گیا ہے:

و ثَنِي بَحِيرَاءُ زَبِيرَا فَانْثَنِي فِي الْقَوْمِ بَعْدَ تَجَاوُلٍ وَ تَعَادِي

اور بحیرا نے زبیر کو روکا اور اسے منصرف کر دیا تو وہ مقابلہ کرنے اور دشمنی و عداوت کرنے کے بعد اپنی قوم میں واپس چلا گیا۔

(۱۲) وَ نَهَى دَرِيْسًا فَانْتَهَى عَنْ قَوْلِهِ حَبْرٌ يُؤَافِقُ أَمْرَهُ بِرِشَادٍ

اور بحیرا نے دریس کو بھی روکا تو وہ بحیرا کی باتیں سن کر اپنے کام سے رُک گیا عیسائی عالم کی بات سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کے لئے حکم کا درجہ رکھتی ہے۔

یہ شعر اس طرح بھی روایت کیا گیا ہے:

وَ نَهَى دَرِيْسًا فَانْتَهَى لَمَّا نَهَى عَنْ قَوْلِ حَبْرٍ نَاطِقٍ بِسَدَادٍ

اور دریس کو بھی روکا گیا تھا تو وہ باز رہا بحیرا عالم کے قول سے جو سچی اور درست بات کہہ رہا تھا۔

اس قصے کا خلاصہ یہ ہے کہ جس کی طرف حضرت ابوطالبؑ نے اشارہ کیا اور جسے ابن ہشام نے ذکر کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ ابن اسحاق نے کہا ہے کہ حضرت ابوطالبؑ ایک کاروان تجارت کے ساتھ ۵۸۲ء میں تجارت کی غرض سے شام کی جانب روانہ ہوئے جب کوچ کی تیاری مکمل ہو گئی اور روانگی کا وقت آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کو ابوطالبؑ کے سامنے گرا دیا جیسا کہ مورخین لکھتے ہیں۔ حضرت ابوطالبؑ کا دل پگھل گیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت صرف بارہ سال کے تھے اور حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا کہ خدا کی قسم! میں محمدؐ کو اپنے ساتھ لے کر جاؤں گا وہ نہ مجھ سے جدا ہوں گے اور نہ ہی میں ان سے جدا ہوں گا۔

اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوطالبؑ کے ساتھ روانہ ہوئے جب قافلے نے بصری کے مقام پر پڑاؤ ڈالا جو شام کا ایک علاقہ ہے تو وہاں پر ان کی ملاقات ایک راہب سے ہوئی جس کا نام بحیرا تھا جو اپنے گرجا گھر میں تھا اور اس کے پاس نصرانیوں کا علم تھا اور وہ صرف اسی گرجا گھر میں راہب ہونے کے بعد خدمات انجام دے رہا تھا نصرانیوں کا علم اس کے پاس ایک کتاب میں تھا جس کے بارے میں ان کا یہ خیال تھا کہ یہ لوگ اپنے بزرگوں

سے اس کے وارث ہوتے چلے آ رہے ہیں جب قافلے والوں نے اس سال بحیرا کے پاس آ کر پڑاؤ ڈالا تو اس سے پہلے وہ لوگ جب بھی اس کے پاس سے گزرتے تھے وہ نہ تو ان لوگوں سے کوئی گفتگو کرتا تھا اور نہ ہی ان کے سامنے آتا تھا یہاں تک کہ جب اس سال کا آغاز ہوا اور قافلے والے اس کے گرجا گھر کے قریب اتر گئے تو اس نے قافلے والوں کے لیے ڈھیر سا کھانا تیار کروایا اور اس کا سبب یہ تھا جیسا کہ وہ سمجھتے ہیں کہ کوئی چیز دیکھی تھی جب کہ وہ اپنے گرجا گھر میں تھا وہ سمجھتے ہیں کہ اس کے قافلے میں رسول اللہ ﷺ کو آتے ہوئے دیکھا تھا جب کہ وہ اپنے گرجا گھر میں تھا اور بادل اُن کے اوپر سایہ فلک تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ پھر وہ لوگ آئے تو قریب ہی ایک درخت کے سائے تلے اتر پڑے تو اس نے بادلوں کا سایہ دیکھا اور جب آنحضرتؐ درخت کے نیچے تشریف فرما ہوئے تو درخت کی شاخوں کو جھکتے ہوئے دیکھا۔ جب بحیرا نے یہ کچھ دیکھا تو وہ اپنے گرجا گھر سے نیچے اتر آیا اور اس نے حکم دیا کہ ان لوگوں کے لیے طعام تیار کیا جائے جو تیار کیا گیا پھر اس نے ان کو پیغام بھیجا کہ اے قریش کے لوگو! میں نے تمہاری ضیافت کا اہتمام کیا ہے میری خواہش ہے کہ تم میں ہر چھوٹا بڑا، آزاد اور غلام اس دعوت میں شریک ہو۔

ان میں سے ایک شخص نے کہا: بخدا اے بحیرا! آج کوئی خاص بات ہے ورنہ ہم اس سے پہلے کئی بار یہاں سے گزرے ہیں لیکن تم نے ایسا نہیں کیا آج کیا بات ہے؟

بحیرا نے کہا: تم نے سچ کہا ویسا ہی جیسا تم نے کہا ہے تمہارے پاس ایک خاص مہمان ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تمہاری تکریم کروں اور میں نے تم سب کے لیے کھانے کا اہتمام کیا ہے لہذا تم سب آ کر طعام نوش کرو سب کے سب وہاں آئے اور رسول اللہ ﷺ کو ان کی کم سنی کی وجہ سے اسباب سفر کے پاس درخت کے نیچے چھوڑ دیا۔

جب بحیرا نے افراد قوم کو دیکھا تو ان میں وہ صفت نہیں پائی جسے وہ پہچانتا تھا اور اپنے پاس موجود پارہا تھا اس نے کہا: اے قریشیو! دیکھو اس دعوت طعام میں تم میں سے کوئی باقی نہ رہ جائے۔

انھوں نے جواب دیا: اے بحیرا! ہم سے کوئی نہیں چھوٹا سوائے ایک لڑکے کے جو عمر میں سب سے چھوٹا ہے اور اسے سامان تجارت کے ساتھ چھوڑ دیا گیا ہے۔

بحیرا نے کہا: ایسا نہ کرو بلکہ اسے بھی بلاؤ کہ وہ تمہارے ساتھ اس طعام میں شریک ہو۔ قریش میں سے ایک شخص نے کہا: جو ان کے ساتھ تھا کہ لات وعزیٰ کی قسم! اگر کھانے میں ہمارے ساتھ عبداللہ بن عبدالمطلب کا فرزند نہ ہو تو ہمارے لیے قابل ملامت ہے پھر وہ اٹھ کر گیا انھیں گودی میں اٹھایا اور قوم

کے ساتھ انہیں بٹھایا۔

جب بحیرا نے انہیں دیکھا تو اس نے نہایت گہری نظر سے دیکھنا شروع کیا اور ان کے جسم پر نظر ڈالنے لگا (اس نے اپنے پاس جو صفات دیکھی تھیں وہ سب ان میں موجود تھیں) جب قریش کے لوگ کھانے سے فارغ ہوئے اور وہاں سے جانے لگے تو بحیرا کھڑا ہوا اور اس نے کہا: اے صاحبزادے! میں آپ سے لات وعزلی کے واسطے سے سوال کرتا ہوں کہ میں آپ سے جو باتیں دریافت کروں آپ مجھے وہ بتائیں گے۔ بحیرا نے لات وعزلی کا واسطہ اس لیے دیا کہ اس نے قریش کے لوگوں کو ایسا کہتے ہوئے سنا تھا انہوں نے یہ خیال کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے بحیرا تم مجھ سے لات وعزلی کے واسطے سے کچھ نہ پوچھو اس لیے کہ میرے نزدیک ان سے زیادہ ناپسندیدہ کچھ اور نہیں ہے۔ بحیرا نے کہا: آپ کو اللہ کا واسطہ آپ میرے سوالوں کا جواب دیتے۔ حضورؐ نے فرمایا: جو تمہارا جی چاہے سوال کرو۔

تو اس نے آنحضرتؐ سے ان کے حالات دریافت کیے اور ان کی نیند کے بارے میں پوچھا اور ان کی ہیئت اور امور کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے بحیرا کو بتانا شروع کیا اور بحیرا کے پاس جو ان کے اوصاف موجود تھے اس نے ان سے مطابقت شروع کی پھر اس نے ان کی پشت پر نظر کی تو ان کے کندھوں کے درمیان ختم نبوت کو دیکھا جو اس کے پاس صفات میں موجود تھا۔

ابن ہشام نے کہا: اور ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے بچھنا لگوانے کے اثرات ہوں۔ ابن اسحاق نے کہا: جب بحیرا اس امر سے فارغ ہو گیا تو وہ حضرت ابوطالبؑ کی طرف بڑھا اور اس نے دریافت کیا کہ اس بچے سے آپ کا کیا رشتہ ہے؟

انہوں نے فرمایا: یہ میرا بیٹا ہے۔

بحیرا نے کہا کہ یہ آپ کا فرزند نہیں ہو سکتا میں اس کے باپ کو زندہ نہیں پاتا۔

ابوطالبؑ نے کہا: یہ بچہ میرا بھتیجا ہے۔

بحیرا نے پوچھا کہ باپ کا کیا ہوا؟

فرمایا کہ ان کا انتقال ہو گیا تھا جب کہ ابھی ان کی والدہ حاملہ تھیں۔

بحیرانے کہا آپ نے سچ کہا آپ اپنے بھتیجے کو لے کر واپس اپنے شہر جائیں اور یہودیوں سے اس بچے کی حفاظت کریں اس لیے کہ اگر یہودیوں نے اس بچے کو دیکھ لیا اور اسے پہچان لیا جس طرح میں نے پہچانا ہے تو وہ اس کے ساتھ برا سلوک کرنا چاہیں گے آپ کا بھتیجا عظیم شان کا مالک ہے اسے جلد ہی واپس اپنے شہر تک لے جائیں۔

ان کے چچا حضرت ابوطالبؑ انھیں جلد ہی مکہ واپس لے کر آگئے جب وہ شام کی تجارت سے فارغ ہوئے انھوں نے یہ خیال کیا ہے کہ جیسا کہ لوگوں نے روایت کی ہے کہ ”زُریر“، ”تمام“ اور ”دُرّیس“ کا تعلق اہل کتاب سے تھا انھوں نے رسول اللہ ﷺ میں وہی علامات دیکھی تھیں جو بحیرانے اس سفر میں دیکھی تھیں جو وہ ابوطالبؑ کے ساتھ کر رہے تھے انھوں نے برائی کا ارادہ کیا جسے بحیرانے رد کر دیا اور انھیں اللہ کی یاد دلائی اور ان کی کتابوں میں جو آنحضرتؐ کا ذکر اور ان کے صفات ہیں انھیں واضح کیا اور ان سب نے جب اپنے ارادے کے مطابق مجتمع ہو کر کچھ کرنا چاہا تو وہ ان تک نہ پہنچ سکے اور بحیرا ان کے ساتھ رہا یہاں تک کہ اس نے جو کچھ کہا تھا اسے ان لوگوں نے جان لیا اور اس کے قول کی تصدیق کی لہذا پیغمبر اکرم ﷺ کا پیچھا کرنا چھوڑ دیا اور وہاں سے چلے گئے۔

(السيرة النبوية لابن هشام ابی محمد عبد الملک بن هشام المعافری۔ مکتبۃ المورد جلد اول۔ ص ۱۲۱، ۱۲۳۔ مطبوعہ ۲۰۰۳ء)

اور جو کچھ حضرت ابوطالبؑ نے بحیرا کے ساتھ مل کر اُن کی جدال کے بارے میں کہا ہے جو آنحضرتؐ کی شان میں بہترین قصیدہ ہے جو میم کی ردیف میں ہے۔

واقبل ركب يطلبون الذی رأى
بحیراء رأى العین وسط خیام
جسے ہم آئندہ بیان کریں گے۔

(۲۱)

تخریج

سیرت ابن اسحاق ۸/ اور ان میں سے کچھ اشعار کا ذکر مطبوعہ دیوان میں ہے ۳۵/ اور کچھ بحار الانوار میں مذکور ہیں ۳۵/ ۱۳۹، غدیر ۷/ ۳۴۵۔ غایۃ الطالب فی شرح دیوان ابی طالب۔ ص ۶۱

اور حضرت ابوطالبؑ نے یہ فرمایا۔

یہ اشعار بحر ”الطویل“ میں ہیں۔

تجارتی سفر میں ابوطالب کے ساتھ

(۱) بکی طرباً لها رانی مُحَمَّدٌ کان لا یرانی راجِعاً لِبَعَاد

حضرت محمد ﷺ نے جب مجھے دیکھا تو خوشی کے مارے اُن کے اشک رواں ہو گئے گویا کہ وہ دوبارہ واپسی پر مجھے نہیں دیکھیں گے یعنی میری جدائی ان پر شاق تھی جب میں انھیں چھوڑ کر تجارتی سفر پر روانہ ہو رہا تھا۔

(۲) فَبِتُّ يُجَافِيْنِي يَهْلُلُ دَمْعُهُ وَ عَابَرْتَهُ مِنْ مَضْجَعِي وَ وَسَادَتِي

ان کی یہ حالت دیکھ کر کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی لگی ہوئی ہے اور ان کی آنکھیں اشک بار ہیں میں نے پوری رات تکیہ و بستر سے دور رہ کر گزاری یعنی میں اس فکر میں رات بھر جاگتا رہا۔

(۳) فَقُلْتُ لَهُ قَرَّبَ قَعُودُكَ وَ اَزْتَجَلَّ وَ لَا تَخْشَ مِنْیْ جَفْوَةً بِلَادٍ

میں نے اُن سے کہا کہ اپنا سامان لاؤ اور کوچ کی تیاری کرو اور میرے ساتھ رہ کر کسی بھی شہر میں اجنبیت محسوس نہ کرنا اور اس سے خائف نہ ہونا۔

(۴) وَخَلَّيْ زَمَامَ الْعَيْسِ وَارْتَحِلْ بِنَا عَلَى عَزْمَةٍ مِنْ أَمْرِنَا وَرَشَادِ
اور تم اونٹ کی مہار چھوڑ دو اور میرے ساتھ ہی ہودج میں سوار ہو جاؤ ہم لوگ مکمل امر اور عزم اور رشد و ہدایت کے ساتھ روانہ ہوں گے۔

(۵) وَرَحْ رَائِحًا فِي الرَّاشِدِينَ مَشِيْعًا لَذِي رَحْمٍ فِي الْقَوْمِ غَيْرِ مَعَادِ
اور دوسرے نسخے میں ”راشدین“ کی جگہ ”رائحین“ ہے یعنی وہ اونٹ جو کھانے پینے کا سامان لے کر روانہ ہوتے ہیں۔ اور دیوان میں ”غیر معاد“ کی جگہ غیر بے عا د ہے۔
اے محمد! تم بھی سفر کرنے والوں کے ساتھ ساتھ ان کا اتباع کرتے ہوئے سفر کی تیاری کرو اور کوچ اختیار کرو اپنے خاندان والوں کے ساتھ اور قوم کے دوسرے لوگ بھی کچھ دور نہیں ہیں۔

(۶) فَرَحْنَا مَعَ الْعَبْرِ الَّتِي رَاكَهَا يُؤْمُونُ مِنْ غَوْرِينَ اَرْضِ اِيَادِ
ہم اسی کارواں کے ساتھ روانہ ہوئے دوسرے سواروں نے جس کے ساتھ کوچ کیا وہ لوگ ”غورین“ سے ”ایاد“ کی سرزمین کا قصد کر رہے تھے۔

غورین غور کی پہاڑیاں تھامہ سے یمن تک اور ایاد کے بارے میں ابن دُرید نے کہا ہے کہ وہ ایادان یعنی دوا یاد ہیں ایاد بن نزار اور ایاد بن سود، ایاد ارض روم و فرس پر غالب آگئے اسی وجہ سے شہروں کو ان کی طرف منسوب کر دیا گیا۔

رکب وہ سوار جو چوپایوں پر نہیں بلکہ اونٹوں پر سفر کریں اور ان کی تعداد دس اور اس سے زیادہ ہو۔

(۷) فَمَّا رَجَعُوا حَتَّى رَأَوْا مِنْ مُحَمَّدٍ اِحَادِيثَ تَجْلُو غَمَّهُ كُلَّ فَوَادِ
تو وہ اس وقت تک واپس نہیں لوٹے جب تک انھوں نے حضرت محمد ﷺ سے ایسی باتیں مشاہدہ نہ کر لیں جو ہر دل سے غم و ہُم کو دور کر دینے والی ہیں۔

(۸) وَ حَتَّى رَأَوْا أَحْبَارَ كُلِّ مَدِينَةٍ سُجُوداً لَهُ مِنْ عَصَبَةٍ وَفُرَادٍ

اور یہاں تک کہ انھوں نے ہر شہر کے احبار (علمائے یہود) کو دیکھا کہ وہ گروہ کی شکل میں اور فردائی حیثیت سے آنحضرت ﷺ کے سامنے تعظیم کے لیے سر تسلیم خم کیے ہوئے تھے۔

(۹) زَبِيرًا وَ تَمَامًا وَ قَدْ كَانَ شَاهِدًا دَرِيْسًا وَ هُمُؤَا كُلُّهُمْ بِفْسَادٍ

اور انھوں نے احبار یہود (علمائے یہود) میں سے ”زبیر“ (بعض نسخوں میں زریر ہے) ”تمام“ اور ”دریس“ کو دیکھا کہ وہ سب فساد کرنے پر تلے ہوئے تھے۔

(۱۰) فَقَالَ لَهُمْ قَوْلًا بَحِيرًا وَ اَيَقْنُوا لَهُ بَعْدَ تَكْذِيبٍ وَ طَوْلِ بُعَادٍ

بجیرانے ان علمائے یہود سے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں گفتگو کی تو انھوں نے جھٹلانے اور لمبی چوڑی بحث و تمحیص کے بعد بجیرا کی بات کو تسلیم کر لیا اور حضرت محمد ﷺ کے اوصاف کو مان لیا۔

(۱۱) كَمَا قَالَ لِلرَّهْطِ الَّذِينَ يَهْوُدُوا وَ جَاهِدَ هُمْ فِي اللَّهِ كُلَّ جِهَادٍ

جس طرح بجیرانے اس گروہ سے آنحضرت محمد ﷺ کے بارے میں کہا تھا جنھوں نے یہودی مذہب اختیار کر لیا تھا اور بجیرانے اللہ کے بارے میں ان سے ہر طرح کا جہاد کیا۔

(۱۲) فَقَالَ وَلَمْ يَتْرِكْ لَهُ النَّصِیحَ رُدَّةً فَانَّ لَهُ اِرْصَادًا كُلَّ مَصَادٍ

بجیرانے کہا اور حضرت محمد ﷺ کے بارے میں نصیحت کو ترک نہیں کیا کہ اے ابوطالب تم انھیں مکہ واپس لے جاؤ اس لیے کہ ان کی تلاش میں ہر شکاری گھات لگائے بیٹھا ہے اور انھیں تکلیف پہنچانے کے درپے ہے۔

(۱۳) فَانِي اخاف الحاسدين وانه لفي الكتب مكتوب بكل مداد

میں ان کے بارے میں حسد کرنے والوں سے خوف زدہ ہوں اس لیے کہ حضرت محمد ﷺ کی شخصیت اور ان کی خوبیوں کا ذکر سابقہ کتب میں جلی روشانی سے تحریری شکل میں موجود ہے۔

(۲۲)

تخریج

البدایۃ والنہایۃ ۱/ ۲۶۶،
 شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۹،
 بحار الانوار ۳۵/ ۱۲۸،
 الاصابہ ۴/ ۱۱۵،
 الحجۃ ۲۸۴،
 الغدیر، ۷/ ۳۳۵،
 شعر ابی طالب و اخبارہ و المستدرک علیہ ابی ہفان/ ۷۵
 بخاری نے اسے تاریخ الصغیر ۱۱/ ۳۸ میں لکھا ہے اور صرف دوسرا شعر ہے ابن عساکر ۱/ ۲۷۵
 مواہب اللدنیہ قسطلانی ۱/ ۵۱۸

اور حضرت ابوطالبؑ اپنے اشعار میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کر رہے ہیں۔
 یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

نعت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) لقد اکرم الله النبی محمداً فاکرم خلق الله فی الناس احمد
 بے شک یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمدؐ کو مکرم و محترم قرار دیا ہے اور انھیں اپنی مخلوقات میں
 تمام انسانوں سے افضل و اکرم قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ احمد تمام مخلوقات میں سب سے مکرم ہیں حضرت
 ابوطالبؑ نے اس شعر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ناموں کو یکجا کر دیا ہے پہلے محمدؐ کا ذکر کیا ہے اور اس کے

بعد احمد کا تذکرہ ہے۔

حضرت عبدالمطلب نے قریش کے مروّجہ ناموں سے ہٹ کر اس نومولود کا نام محمد رکھا جب لوگوں نے اس نام رکھنے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا۔

”یہ نام اس توقع پر رکھا ہے کہ زمین و آسمان میں میرے فرزند کی تعریف ہو“ (تاریخ ابوالفداء صفحہ ۱۱۔ رحمۃ للعالمین جلد اول سلیمان منصور پوری محسن اعظم اور محسنین از فقیر سید وحید الدین)

(۲) وشق له من اسمہ لیجلہ فذو العرش محمود و هذا مُحَمَّد

اور اللہ نے اپنے اسم مبارک سے ان کے نام کو مشتق کیا ہے تاکہ ان کی بزرگی و عظمت عیاں ہو لہذا مالک عرش بریں محمود ہے اور اس نے اسی لفظ محمود سے محمد کا نام مشتق کیا ہے۔

محمود کے معنی ہیں جس کی حمد کی گئی ہو اور جس کی سب سے زیادہ تعریف و توصیف کی جائے وہ محمدؐ ہے۔ یعنی خالق محمود ہے مخلوق محمدؐ ہے معبود محمود ہے اور بندہ محمدؐ ہے علامہ امینی نے غدیر ۷/۳۳۶ میں فرمایا ہے کہ حسان بن ثابت نے اس شعر کی تفسیر کی ہے وہ فرماتے ہیں:

الم تر ان الله ارسل عبده	کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے اپنے
بآياته و الله اعلى و اعجد	بندے کو اپنی آیتوں اور معجزات کے ساتھ
وشق له من اسمہ لیجلہ	نبی بنا کر بھیجا ہے اور اللہ تو اعلیٰ اور بزرگ
فذو العرش محمود و هذا محمد	و برتر ہے۔ اس نے آنحضرتؐ کا نام اپنے
	نام سے مشتق کیا ہے لہذا صاحب عرش
	محمود ہے اور یہ محمدؐ ہے۔

یہ اشعار مجمع البیان ۲/۵۱۲ میں بھی موجود ہیں۔

اور دلائل النبوة بیہقی ۱/۱۲۸ اور تاریخ اسلام ذہبی ۳۲/۳ میں ہے کہ علی بن زید بن جدعان نے فرمایا کہ سوال یہ ہوا کہ عربی زبان کا سب سے بہتر شعر کس کا ہے؟ تو سب نے بالاتفاق یہ کہا کہ حضرت ابوطالبؑ کا قول حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں:

و شق له من اسمه لیجله

فدو العرش محمود و هذا محمد

قرآن کریم میں آنحضرتؐ کے دونوں ناموں کا تذکرہ ہے۔

سورہ صف میں فرمایا:

وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَبْنِيْ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَیْ مِنْ
التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلِیْ اَتٰی مِنْ بَعْدِیْ اِسْمَہٗ اَحْمَدُ ۚ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ
مُّبِیْنٌ ﴿٦١﴾ (الصف ٦١)

یاد کیجیے جب عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور جو
کتاب توریت میرے سامنے موجود ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو
میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے پس جب وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آیا تو انھوں نے کہا یہ تو کھلا ہوا
جادو ہے۔

قرآن کریم میں لفظ ”محمد“ چار مقامات پر آیا ہے سورہ آل عمران ۱۴۴ سورہ احزاب ۴۰ سورہ محمد ۲ اور سورہ
الفتح آیت ۶۹ میں ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

كنت احمد في السماء وانا محمد في الارض

میرا نام آسمانوں میں احمد تھا اور زمین پر میرا نام محمد ہے۔

اسی لیے ہم کلمہ، اذان، تشہد اور درود میں نام محمدؐ لیتے ہیں۔

اور معراج کی تمام روایتوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور انور ﷺ سے ”یا احمد“ کہہ کے خطاب کیا ہے۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اپنے مختلف اشعار میں ان دونوں ناموں کو نہایت خوب صورت انداز میں بیان

کیا ہے۔

(۲۳)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۹، الحجہ/ ۲۹۴،
کنز الفوائد ۷۹،
بحار الانوار ۳۵/ ۱۶۵،
تفسیر ابوالفتوح ۸/ ۴۷۳،
دیوان ابی طالب مطبوعہ ترتیب شیخ محمد تونسجی/ ۴۱

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فرمایا۔
یہ اشعار ”بحرِ رجز“ میں ہے۔

ابوطالب اور اعلان دین

(۱) یا شاہد اللہ علیّ فاشہد أنّی علی دین النبی احمد

من ضلّ فی الدین فانی مُہتد

شیخ محمد تونسجی نے ”یا شاہد اللہ“ کی جگہ ”یا شاہد الخلق علیّ فاشہد“ کہا ہے اے اللہ کی جانب سے مخلوقات پر شاہد (گواہ) آپ میرے لیے گواہی دیں کہ میں بنی اکرم احمد مجتبیٰ کے لائے ہوئے دین پر عمل پیرا ہوں۔ جو بھی دین میں گم راہی سے دوچار ہے تو ہوا کرے میں تو ہدایت یافتہ اور راہ ہدایت پر گامزن ہوں۔ اے مخلوقات کی جانب سے مجھ پر گواہ تم گواہی دے دو کہ میں احمد مجتبیٰ کے لائے ہوئے دین پر ہوں۔

اس شعر میں سورۃ احزاب کی ایک آیت کی طرف اشارہ ہے:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِيرًا ۝ وَدَاعِبًا إِلَى اللَّهِ بِأَذْنِهِ وَسِرًا جَانِبًا ۝۳۶

اے رسول! بے شک ہم نے آپ کو شاہد اور خوش خبری سنانے والا اور ڈرانے والا اور اللہ کے حکم سے اس کی

طرف دعوت دینے والا اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے۔ (احزاب: ۴۵، ۴۶)

(۲۴)

تخریج

شرح ابن الحدید ۳/ ۳۱۹، الحجۃ/ ۲۸۱-۲۸۲،
مجمع البیان ۷/ ۲۷۰، کچھ اختلاف کے ساتھ بحار الانوار ۳۵/ ۱۶۴،
الغدير، ۷/ ۳۳۶،
غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب محمد خلیل الخطیب مطبوعہ ۱۹۵۰-۱۹۵۱ ص ۷۰،
شعر ابی طالب و اخبارہ و المستدرک علیہ ابی ہفان/ ۷۵،
و دیوان ابی طالب عم النبی جمعہ و شرحہ الدکتور محمد تونجی ص ۳۵-۳۶

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں یہ اشعار کہے جن کے ذریعے وہ آپ کی رسالت کی گواہی دے رہے ہیں اور ان اشعار کے ذریعے ان کی نبوت کا اقرار کر رہے ہیں۔
یہ اشعار ”بحر مجزوء الکامل“ میں ہیں۔

توصیف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) انت النبی محمد قَرَّمْ أَعْرُ مَسَوْدُ

تم نبی ہو تمھارا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے تم سردار، شریف، روشن چہرے والے، بہادر اور شجاع ہو۔

(۲) لِمُسَوِّدِينَ أَكَاَرُمُ طَابُوا وَ طَابَ الْبَوْلُ

تم نہایت محترم اور معزز سرداروں کے فرزند ہو جو خود بھی طیب و طاہر تھے اور تمہاری ولادت بھی پاک و پاکیزہ ہے۔

(۳) أَنْتَ السَّعِيدُ مِنَ السَّعُودِ تَكُنْفَتُكَ الْأَسْعَدُ

تم بابرکت ہو اور مبارک خاندان سے تمہارا تعلق ہے نیکیاں اور خوش بختیاں تمہارے گرد حلقہ کیے ہوئے ہیں۔

(۴) مِنْ لَدُنْ آدَمَ لَمْ يَزَلْ فِينَا وَصِيٌّ مُرْشِدٌ

حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک اور ہمیشہ ہمارے درمیان ایسا وصی موجود رہا ہے جو ہدایت کا فریضہ انجام دیتا ہے۔

(نوٹ) یہ دونوں شعر مجمع البیان میں موجود ہیں، ۷ / ۱۴۴

(۵) نَعَمْ الْأَرْوَمَةُ أَصْلُهَا عَمْرُو الْخَضَمَةِ الْإِوَحْدُ

کیا کہنا اس خاندان کا جس کے مورث اعلیٰ عمرو (ہاشم بن عبد مناف) جیسے بے مثال سخی اور فیاض ہوں۔

(۶) هَشَمَ الرَّبِیْکَةِ فِی الْجَفَا نِ وَ عِیْشَ مَکَّةَ اَنْکَدُ

وہ جنھوں نے بڑے بڑے پیالوں میں روٹیوں کے ٹکڑے دودھ اور شوربے میں ڈالے جب کہ مکہ مکرمہ میں قحط سالی کی وجہ سے زندگی گزارنا نہایت دشوار اور جینا مشکل تھا۔

ہاشم کا نام عمرو تھا اور ان کی کنیت ابو نضیلہ تھی یہ عبد مناف کے فرزند تھے ان کی والدہ کا نام عاتکہ بنت مرہ بن ہلال تھا جن کا تعلق بنو سلیم سے تھا۔ ہاشم اپنے والد کے بعد تمام امور بالخصوص سقایہ (حاجیوں کو پانی پلانے کا انتظام) اور رفادہ (حاجیوں کی مہمان نوازی کرنا) کے ذمہ دار تھے۔ یہی نور محمدی کے حامل تھے اور عبد مناف کے دوسرے بیٹے کا نام مطلب تھا حضور اکرم فرماتے ہیں:

نحن وبنو المطلب هكذا وشبك بين أصابعه

ہم اور مطلب کی اولاد باہم اسی طرح ملے ہوئے ہیں جیسے یہ ہاتھ کی انگلیاں باہم پیوست ہیں۔

اور ان دونوں کے بے انتہا حس و جمال کی وجہ سے انھیں (البدران) دو چاند کہا جاتا تھا اور ہمارے سردار ہاشم نہایت فیاض تھے بڑے باہمت و شجاع تھے وہ مکہ کے تنگ دست افراد اور بے سہارا لوگوں سے غافل نہ تھے جب مکہ میں قحط سالی ہوئی اور لوگ بھوکوں مرنے لگے تو آپ اپنے اہل و عیال کے ساتھ فلسطین تشریف لے گئے اور وہاں سے آٹا خرید کر لائے اور مکہ میں آ کر حکم دیا کہ روٹیاں پکائی جائیں اور ہر روز اونٹ اور بکریوں کو ذبح کرتے اور ان کے شور بے میں روٹیاں چور کر لوگوں کو آواز دی جاتی اور صبح و شام انھیں کھانا کھلایا جاتا اسی وجہ سے ان کا نام ہاشم زیادہ شہرت پا گیا۔ (سلسلہ آباء النبی السید احمد الواحدی صفحہ ۲۶۹-۲۷۱)

جب حج کا موسم آیا تو انھوں نے قریش کے سامنے خطبہ دیا اور فرمایا:

يا معشر قريش انكم جيران الله واهل بيته الحرام وانه ياتيكم في هذا الموسم زوار الله يعظمون حرمة بيته فهم اضياف الله واحق الضيف بالكرامة ضيفه وقد خيركم الله بذلك واكممكم به ثم حفظ منكم افضل ما حفظ جار من جاره فاكمموا ضيفه وزواره فانهم ياتون شعثا غبرا من كل بلد على ضواير كالقداح وقد أعْيُوا و تغلوا و قملوا و ارملوا فأقروهم واغنوهم۔ (تاریخ اليعقوبی ج ۲ ص ۲۸۱)

اے قریش کے لوگو! تم اللہ کی ہمسائیگی میں اور اس کے بیت الحرام کے اہل ہو اور یہ کہ اس موقع پر اللہ کے زائرین تمہارے پاس آتے ہیں اور اس کے گھر کی حرمت کی تعظیم کرتے ہیں وہ سب کے سب اللہ کے مہمان ہیں اور مہمان کا یہ حق ہے کہ اس کی تکریم کی جائے اور اللہ نے تمہیں اس کام کے لیے منتخب کر لیا ہے اور تمہیں یہ شرف عطا کیا ہے پھر تمہیں اس سے افضل یہ کہ حفاظت کی ذمہ داری سونپی ہے جو ایک پڑوسی اپنے پڑوسی کے لیے کرتا ہے لہذا تم پر لازم ہے کہ اللہ کے مہمان اور اللہ کے زائرین کی تکریم کرو اس لیے کہ وہ لوگ مختلف شہروں سے دبلے پتلے اونٹوں پر بغیر پھلوں کے تیر کی طرح ہو جاتے ہیں بال بکھرائے ہوئے گرد و غبار میں اٹے ہوئے تھکے ماندے آتے ہیں ان کے جسم سے بدبو آرہی ہوتی ہے کیوں کہ معطر نہیں ہوتے بغیر نہائے ہوئے، جوئیں بالوں میں بھری ہوئی اور ریت سے اٹے ہوئے آتے ہیں۔ لہذا ان کی مہمان نوازی کرو اور انھیں ہر چیز سے بے نیاز کر دو۔

(۷) فجرت بذلك سنة فيها الخبيزة تثرد

اس طرح یہ طریقہ ان کے خاندان میں جاری و ساری رہا کہ شور بے اور دودھ میں روٹیوں کو چور کر بھوکے لوگوں کو کھلایا جاتا تھا۔

(۸) و لنا السقاية للحجيرة ج بها يماث العنجد

اور ہمارے خاندان میں ہی حاجیوں کو پانی پلانے کا منصب یعنی ”سقایۃ“ ہے اور یہی خانوادہ ہے جو حاجیوں کو کشمش کا شربت پلاتا ہے۔

حدیث میں وارد ہوا ہے:

كل ماثرة من مآثر الجاهلية تحت قدمي الإسقاية الحاج وسدانة البيت
زمانہ جاہلیت کے تمام آثار (رسومات) میرے پیروں تلے ہیں سوائے حاجیوں کو پانی پلانا اور خانہ کعبہ کی تولیت رکھنا۔

(۹) المازمان وما حوت عرفاتها و المسجد

مازمان یعنی عرفہ اور مشعر الحرام کے درمیان کا علاقہ اور جو کچھ مشتمل ہے عرفات اور مسجد الحرام پر وہ سب ہماری ہی نگرانی میں ہے اور ہم لوگ ہی اس کا منصب رکھتے ہیں۔

(۱۰) ألى تضام ولم امت وانا الشجاع العربى

اے محمد! یہ کیسے ممکن ہے کہ تم پر ظلم و ستم کیا جائے جب کہ میں ابھی زندہ ہوں اور میں بہادر اور پیشہ شجاعت کا شیر ہوں۔

(۱۱) و بطاح مكة لا يرى فيها نجيع اسود

اور اے محمد! تم پر ظلم کیسے ہو سکتا ہے جب کہ مکہ مکرمہ کی کشادہ وادی میں سیاہی مائل خون بہتا ہوا نظر نہیں آ رہا ہے۔

(۱۲) و بنو ابیک کانہم اُسد العربین توقد

اور اے نبیؐ تم پر ظلم کیسے ممکن ہے جب کہ تمہارے چچا کے بیٹے ایسے ہیں گویا کہ وہ کچھار کے شیر بہر ہوں جن میں جوش و خروش بھرا ہوا ہے۔

(۱۳) ولقد عہدْتُک صادقاً فی القول لاتتزید

اے میرے لخت جگر (محمدؐ) میں نے تم کو ہمیشہ صادق پایا ہے تم صادق القول ہو اور تم نے کبھی بھی افراط کو اپنا شعار نہیں بنایا

(۱۴) ما زلت تنطق بالصوا بٍ وانت طفل امرؤ

اے بیٹے (محمدؐ)! تم ہمیشہ سے ہی صحیح اور درست بات کہتے رہے ہو جب کہ ابھی تم بچے تھے اور ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال بھی نہیں آئے تھے۔

(۲۵)

تخریج

ایمان ابی طالب/۴۰، الحجہ/۲۹۴،
کنز الفوائد/۷۹، روضۃ الواعظین/۱/۱۴۱،
غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب محمد خلیل الخطیب صفحہ ۷۳۔
دیوان ابی طالب عم النبی جمعہ و شرحہ الدكتور محمد التوحی/۳۷

حضرت ابوطالب علیہ السلام کے یہ اشعار اللہ تبارک و تعالیٰ کی حمد و ثنا اور تعریف و توصیف پر مشتمل ہیں۔
یہ اشعار ”بحر وافر“ میں ہیں۔

صفات باری عز اسمہ

(۱) ملّیک النّاس لیس لہ شریک ہو الجبار والمبدی المعید
وہ اللہ جو اپنی ذات و صفات میں ہر ایک سے مستغنی ہے اور ہر موجود جس کا محتاج ہے اس کی ذات اور
صفات میں کوئی بھی اس کا شریک و سہیم نہیں ہے وہ جبار (بہت طاقت ور اور ہر چیز پر تسلط رکھنے والا) ہے اور مبدی
(تخلیق کا آغاز کرنے والا) ہے اور معید (دوبارہ زندہ کرنے والا) ہے۔
غایۃ المطالب اور دیوان ابی طالب میں دوسرا مصرع اس طرح ہے:
هو الوهاب والمبدی المعید

یعنی وہ اللہ و ہاب (زیادہ نعمتوں والا اور ہمیشہ عطا کرنے والا) ہے۔

اللہ تعالیٰ کا نام الملک ہے جسے حضرت ابوطالبؑ نے ”المَلِیک“ کہا ہے۔ ”ملک“ اور ”ملِیک“ دونوں کے معنی ہیں بادشاہ۔ اس کے علاوہ دوسرے مصرع میں الجَبَّار اور الوہاب اللہ کا نام ہے جسے بیان کیا ہے اور المبدیٰ اور المعید بھی اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ہے۔

لفظ ملِیک۔ الجبار، الوہاب، المبدیٰ اور المعید قرآن کریم میں آیا ہے۔

ملِیک: فِي مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْکٍ مُّقْتَدِرٍ ﴿۵۵﴾ (۵۵ اعر ۵۴)

حقیقی عزت کی جگہ ہر طرح کی قدرت والے بادشاہ کے نزدیک۔

الجبار: اَلْمَلِیْکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُہِیْمُنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ﴿۲۳﴾ (الحشر ۵۹)

وہ بادشاہ ہے نہایت پاک، سلامتی والا، امن دینے والا، نگہبان زبردست زور آور ہے۔

الوہاب: وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ﴿۸﴾ (آل عمران ۳)

اور تو اپنی جانب سے ہمیں رحمتوں سے نواز دے بے شک تو ہی عطا کرنے والا ہے۔

المبدیٰ والمعید: قُلِ اللّٰهُ یَبْدُوْا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ فَاَنْتَ تُؤَفِّکُوْنَ ﴿۳۳﴾ (یونس: ۱)

اے نبی آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی پہلی مرتبہ مخلوق کو پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا تم کہاں

بہکائے جاتے ہو۔

اس عظیم شاعر یعنی حضرت ابوطالبؑ نے رب کریم کی ثنائے عظیم بیان کی ہے اور کچھ اسمائے حسنیٰ کا

تذکرہ کیا ہے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو بھی ان اسمائے حسنیٰ کو یاد رکھے گا اللہ اسے جنت میں داخل کر دے گا۔

امام بخاری نے کتاب التوحید میں ابو ہریرہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان لله تسعة وتسعين اسماء مائة الا واحدًا من احصاها دخل الجنة

بے شک اللہ کے ننانوے (۹۹) نام ہیں جو بھی ان کا احصا کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا۔

(کتاب الشروط۔ باب ۱۸، حدیث نمبر ۲۷۳۱)

”إِحْصَا“ کے معنی ہیں معانی کا ادراک کرنا۔

(۲) وَمَنْ تَحْتَ السَّمَاءِ لَهُ بِحَقِّ وَمَنْ فَوْقَ السَّمَاءِ لَهُ عِبِيدُ

اور جو بھی مخلوق آسمان کے نیچے یعنی زمین اور آسمان کے درمیان میں بستی ہے درحقیقت وہ سب کی سب اور جو مخلوق آسمان کے اوپر زندگی بسر کر رہی ہے وہ بھی اللہ کی عبودیت اور بندگی اور غلامی میں ہے۔

اس شعر میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

إِنَّ كُلَّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّا اِنِّي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿٩٣﴾ - مریم (۱۹)

آسمانوں اور زمین میں جو بھی بستے ہیں وہ سب رحمان کے پاس غلام بن کر آئیں گے۔

(۲۶)

تخریج

مطبوعہ دیوان / ۱۸ دیوان ابوطالبؑ عم النبی جمعہ و شرحہ الدكتور محمد التوحی ۴۰ / ۴۱
شعر ابی طالب و اخبارہ و المستدرک علیہ ابی ہقان (۲۵۷ھ) ۴۳،
غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب محمد خلیل الخطیب / ۵۲

حضرت ابوطالبؑ نے اپنے بھائی عبداللہ بن عبدالمطلب جو رسول اکرم ﷺ کے والد گرامی تھے اُن کی وفات پر مرثیہ کہا ہے وہ فرماتے ہیں۔
یہ اشعار بحر ”بسیط“ میں ہیں۔

اپنے حقیقی بھائی عبداللہ کی وفات پر

(۱) عَیْنِیْ اِثْنِیْ بِبَکَاۃِ اٰخِرِ الْاٰبِدِ وَلَا تَمَلِّ عَلٰی قَرْمٍ لَنَا سَنْدِ
اے میری آنکھو! مجھے رخصت دو کہ جب تک زندگی باقی ہے میں آنسو بہاتا رہوں اور تم قوم کے سردار اور
معمد عبداللہ پر آنسو بہاتے ہوئے کسی قسم کی تھکن محسوس نہ کرنا۔
تملی۔ اکتانا، بے چین ہونا، قرم، قبیلہ کا سردار۔ سند بھروسے کے قابل مستند۔

(۲) اَشْكُو الَّذِي بِي مِنَ الْوَجْدِ الشَّدِيدِ لَهُ وَمَا بِقَلْبِي مِنَ الْاَلَامِ وَالْكَمْدِ
میں اس شدید غم و الم کی فریاد کرتا ہوں جو ان کے فراق میں مجھ تک پہنچا ہے اور میرے دل کو جو رنج و محن اور

افسردگی طاری ہے۔

کمد۔ غم افسردگی، الوجد، محبت، طاقت۔

(۳) اضحیٰ ابوہ له یبکی اخوتہ بکل دمع علی الخدّین مظرد

عبداللہ کے والد عبدالطلب ان کی وفات پر گریہ کناں تھے اور ان کے جملہ برادران ان کی جدائی پر رورہے تھے اور ان کے رخساروں سے آنسوؤں کی لڑی بہہ رہی تھی اور آنسو جاری و ساری تھے۔

عبداللہ کے بھائیوں یعنی عبدالطلب کی اولاد کی تعداد میں اختلاف ہے کسی نے کہا دس، کسی نے کہا گیارہ اور کسی نے تیرہ کہا ہے ان کے نام تھے ابوطالبؑ، حرث اور یہ عبدالطلب کے بڑے بیٹے تھے زبیر، عبدالکعبہ ”حمزہ، عباس، مقوم، حبل اور ان کا نام مغیرہ تھا، ضرار، قثم ابولہب، غیداق اور عبداللہ اور جس نے گیارہ تعداد بتلائی ہے اس نے عبدالکعبہ کو حذف کر دیا اور کہا وہ مقوم تھے اور اس نے غیداق اور حبل کو ایک قرار دیا اور جس نے تعداد دس بتلائی تو اس نے قثم کو مخذوف کر دیا۔

اور عبدالطلب کی چھ بیٹیاں تھیں ام حکیم امیمہ، اروی، بڑہ، عاتکہ اور صفیہ۔

(۴) لو عاش کان لفہر کلہا علما اذ کان منها مکان الرّوج فی الجسد

اگر عبداللہ زندہ رہتے تو پورے قریش کے لیے پرچم قیادت قرار پاتے اس لیے کہ وہ خاندان قریش میں یہی حیثیت رکھتے تھے جو جسم میں روح کی ہوتی ہے۔

فہر سے مراد قبیلہ فہر ہے اور اس کی کنیت ابو غالب ہے اور فہر کو ہشام کے قول کے مطابق مُجَبِّع یعنی قریش کو ایک جگہ جمع کرنے والا کہا گیا ہے اور اس کی ماں جندلہ بنت عامر بن مضاہ الجرمی تھی اور فہر مکہ کے سردار تھے اور کہا گیا کہ حسان یمن کا رہنے والا تھا اور حمیر کے ساتھ تھا وہ یہ چاہتا تھا کہ کعبہ کے پتھروں کو یمن منتقل کر دے وہ نخلہ کے مقام پر اترا تو قریش کنانہ، خزیمہ اور اسد جمع ہوئے اور ان سب کا رئیس فہر بن مالک تھا بہت شدید لڑائی ہوئی حسان کو قید کیا گیا اور حمیر کو ہزیمت اٹھانی پڑی اور حسان تین سال مکہ میں قید رہا اس نے فدیہ دے کر قید سے نجات پائی اور مکہ سے روانہ ہوا اور مکہ اور یمن کے درمیان میں اس کا انتقال ہو گیا جیسا کہ کامل ابن الاثیر میں تحریر ہے۔

(۲۷)

تخریج

دیوان مطبوعہ/۱۹، غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب/۶۲
شعر ابی طالب و اخبارہ و المستدرک علیہ/۴۴،
دیوان ابی طالب عم النبی جمعہ و شرحہ الدکتور محمد التوفیقی/۳۲

فرمایا کہ ان اشعار کے ذریعہ حضرت ابوطالبؑ نے اپنے بھتیجے ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب کو نبی اکرم ﷺ کی نصرت کے لیے آمادہ کیا۔
یہ اشعار ”بحر الکامل“ میں ہیں۔

ربیعہ ابن حارث کو نصرتِ پیغمبر کی دعوت

(۱) اعلم ابا اروی بانک ماجد من صلب شیبۃ فأنصرتن محمداً

اے ابو آرووی تم جان لو کہ تم صاحبِ مجدد شرف ہو، شیبہ (عبدالمطلب) کے صلب سے تمہارا تعلق ہے تم کو چاہیے کہ تم ضرور بالضرور (حضرت) محمد کی نصرت کرو۔

(۱) آرووی کا نام ربیعہ بن الحارث بن عبدالمطلب بن ہاشم تھا یہ اپنے چچا عباس سے عمر میں بڑے تھے اور ان کی والدہ عذہ بنت قیس الفہر یہ تھیں اور ربیعہ زمانہ جاہلیت میں حضرت عثمان کے ساتھ تجارت میں شریک تھے اور ان کا انتقال حضرت عمر کی خلافت کے دوران اپنے دو بھائیوں نوفل اور ابوسفیان سے پہلے ہوا تھا اور کہا گیا ہے

کہ ان کا انتقال ۲۳ ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا (الاصابہ ۳/۱۶۶)

(۲) اللَّهُ دَرَكْ اَنْ عَرَفْتَ مَكَانَهُ فِي قَوْمِهِ وَ وَهَبْتَ مِنْكَ لَهُ يَدًا

اے ابواروی تم پر اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں اس سے زیادہ با عظمت کوئی کام نہیں کہ اگر تم حضرت محمد کو بنی ہاشم میں جو مرتبہ حاصل ہے اسے جان اور پہچان لیتے تو ان کی مدد اور نصرت سے کبھی دریغ نہ کرتے اور ہمیشہ ان سے نیکی کا سلوک کرتے۔

لِلَّهِ دَرَكٌ۔ تمہاری خوبی اللہ کے لئے ہے۔ کسی کی تعریف میں یہ جملہ کہا جاتا ہے۔ مکان۔ منزلت۔

(۳) اَمَّا عَلِيٌّ فَارْتَبَتْهُ اُمُّهُ وَ نَشَأَ عَلٰى مَقَّةٍ لَهُ وَ تَزَيَّدَا

جہاں تک علیؑ کا تعلق ہے تو ان کی ماں فاطمہ بنت اسد نے ان کی تربیت اور پرورش کی ہے اور ان کی نشوونما رسول اکرمؐ کی محبت پر ہوئی ہے اور اس میں دن بدن اضافہ ہوتا رہا۔

ارتبته۔ ان کی پرورش کی (بچے کو بالغ ہونے تک پالنا)، نشاء۔ پروان چڑھا،

المقّة۔ الحب محبت والفت

(۴) شَرَفَ الْقِيَامَةِ وَالْمَعَادِ بِنَصْرِهِ وَ بَعَا جِلَ الدُّنْيَا يَحْوَزُ السُّودَا

حضرت محمد ﷺ کی نصرت و حمایت کے سبب انھیں قیامت اور معاد (آخرت) میں شرف و فضیلت حاصل ہوگی اور دنیا میں بھی انھیں سرداری اور مجدد شرف نصیب ہوگا۔ یہ پیش گوئی سچ ثابت ہوئی۔

(۵) اَكْرَمَ مِنْ يَقْضِي اِلَيْهِ بِأَمْرِهِ نَفْسًا اِذَا عُدَّ النُّفُوسَ وَ مَحْتَدَا

کیا کہنا اس نفس کا جو اپنے تمام معاملات حضرت محمد ﷺ کی خدمت اقدس میں لے کر جاتا ہے جو ذاتی اعتبار سے اور خاندان کے لحاظ سے بھی اعلیٰ درجے پر فائز ہے۔ پہلے مصرع میں لفظ يقضي کو یقضی بھی پڑھا گیا ہے۔

(۶) و خلائقاً شَرُفَتْ بِمَجْدِ نَصَابِهِ يَكْفِيكَ مِنْهُ الْيَوْمَ مَا تَرْجُو غَدًا

اور عادات و اطوار اور اخلاق کریمانہ کے لحاظ سے بھی اے علی تم حضرت محمدؐ کے نصاب اخلاق سے مشرف ہوئے ہو ان کی ذات ایسی کریم ہے کہ وہ تمہیں آج اس دنیا میں اتنا عطا فرمائیں گے کہ آخرت میں تمہیں جس کی امید ہے اس کے لیے کافی ہوگا لہذا تمہیں آخرت کی کوئی فکر باقی نہیں رہے گی۔

حضرت ابوطالبؑ کے ایک خطبے میں جس میں آپ اپنی قوم کو وصیت اور تلقین کر رہے ہیں۔

يَا مَعْشَرَ قُرَيْشِ كُونُوا لَهُ وَلَاةً وَلِحِزْبِهِ حِمَاةً وَاللّٰهُ لَا يَسْئَلُكَ أَحَدٌ سَبِيلَهُ إِلَّا رَشْدًا وَلَا يَأْخُذُ أَحَدٌ بِهَدْيِهِ إِلَّا سَعْدًا وَلَوْ كَانَ لِنَفْسٍ مَّدَّةٌ وَفِي أَجَلٍ تَأْخِيرٍ لَكَفَفْتُ عَنْهُ الْهَزَاةَ وَلَدَفَعْتُ عَنْهُ الدَّوَاهِيَ.

اے قریش کے لوگو! تم حضرت محمدؐ کے دوست اور ان کی جماعت کے حامی بن جاؤ خدا کی قسم جو بھی ان کے بتائے ہوئے راستے پر گامزن ہوگا وہ راہ راست پر ہوگا اور جو بھی ان کی رہنمائی اور رہبری سے منسلک ہوگا تو وہ سعادتوں سے بہرہ ور ہوگا اگر میری حیات کا عرصہ باقی ہوتا اور میری موت میں تاخیر ہوتی تو میں محمدؐ سے فتنوں اور جنگوں کو باز رکھتا اور ان سے آفتوں اور بلاؤں کو دور رکھتا۔ (غایۃ المطالب حاشیہ/۶۲)

اور کہا جاتا ہے کہ مشہور شاعر اعشیؑ نے حضرت ابوطالبؑ کے اس مصرع ”يَكْفِيكَ مِنْهُ الْيَوْمَ مَا تَرْجُو غَدًا“ سے یہ مضمون اخذ کیا ہے اور کہا ہے ”ولیس عطاءُ الْيَوْمِ مانعہ غداً“۔

(۲۸)

تخریج

الدرۃ الغرۃ۔ ۹۱، ۹۰

نسخ التواریخ ۳/ ۵۰۷-۵۰۸

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے شق القمر کے بارے میں فرمایا۔
یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

معجزہ شق القمر کا بیان

(۱) اَلَمْ تَرَ اِنَّ اللّٰهَ جَلَّ جَلَالُهُ اتانا ببرهان علی ید احمد
کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ جل جلالہ نے احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وساطت سے ہمیں برہان دلیل اور
ثبوت فراہم کیے ہیں۔

(۲) وابدی ظلما حالکا فعمت به عیون الوری فی کل غورو منجد
اور گھٹا ٹوپ اندھیرے کو ظاہر کر دیا جس کی وجہ سے زمین کے نشیب و فراز اور پہاڑیاں مخلوقات کی نگاہوں
سے اوجھل ہو گئیں۔

(۳) واقبل بدر التمد من بعد ظلمة الى ان علا فوق الحطيم بمبعد
اور سامنے آیا بدر کمال (چودھویں کا چاند) ظلمت و تاریکی کے بعد یہاں تک کہ وہ حطیم (کعبہ کی ایک دیوار
جہاں دعا مانگتے ہیں) کے اوپر بلند ہوا گویا کہ دور کا سفر طے کر کے آیا ہے۔

(۴) و طَافَ بِبَيْتِ اللَّهِ سَبْعًا وَ حَجَّهٗ وَ خَرَّ أَمَامَ الْبَيْتِ فِي خَيْرِ مَسْجِدٍ

اس نے اللہ کے گھر کا طواف کیا اس کے گرد سات چکر لگائے اور اس گھر کا قصد کیا اور خانہ خدا کے سامنے بہترین مسجد میں وہ سرنگوں ہوا۔

(۵) وَ سَارَ إِلَى أَعْلَى قَرِيشٍ مُسْلِمًا وَ أَكْرَمَ فَضْلُ الْهَاشِمِيِّ مُحَمَّدٍ

اور وہ قریش کے اعلیٰ فرد تک سر تسلیم خم کرتے ہوئے گیا اور اس نے ہاشمی خاندان کے افضل فرد حضرت محمدؐ کی تعظیم و تکریم کی۔

(۶) وَ قَدْ غَابَ بَدْرُ التَّمِّ فِي وَسْطِ جَيْبِهِ وَ فِي ذَيْلِهِ أَهْوَى عَلَى رِغْمِ حُسَدٍ

اور وہ بدر کامل آنحضرتؐ کے گریبان کے درمیان میں سے غائب ہو گیا اور حسد کرنے والوں کی ناپسندیدگی کے باوجود وہ حضرت محمدؐ کے دامن کی طرف جھکا۔

(۷) وَ عَايَنَتْهُ فِي الْإِفْقِ يَزْكُضُ وَاضِحًا مَبِينًا بِتَقْدِيرِ الْعَزِيزِ الْمُبْجَدِ

میں نے بدر کامل کو افق میں دیکھا کہ اس کی حرکت واضح نظر آرہی ہے اور وہ عزیز و مجید اللہ تعالیٰ کی تقدیر کو واضح اور آشکار کر رہا ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ الْقَدِيمِ (یس ۳۹)

اور ہم نے چاند کی بھی منزلیں مقرر کر رکھی ہیں یہاں تک کہ وہ پلٹ کر کھجور کی پرانی ٹہنی کی طرح ہو جاتا ہے۔

(۸) وَ عَايَنَتْهُ نَصْفَيْنِ فِي الشَّرْقِ وَاحِدٍ وَ فِي الْغَرْبِ نَصْفٍ غَيْرِ شَكٍّ لِّمَلْحَدٍ

اور میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ چاند کا آدھا حصہ مشرق میں اکائی کی حیثیت سے ہے اور بغیر کسی شک کے اس کا دوسرا حصہ مغرب میں ملحد کو دکھائی دے رہا ہے۔

معجزہ شق القمر

حضرت ابوطالبؑ نے ان مذکورہ اشعار میں معجزہ شق القمر کا ذکر کیا ہے ہجرت سے تقریباً پانچ سال پہلے

ایک مرتبہ مشرکین مکہ حضور کے پاس آکر جمع ہوئے جن میں ولید بن مغیرہ ابو جہل، عاص بن وائل، عاص بن ہشام، اسود بن یغوث، اسود بن مطلب، زمعہ بن الاسود نضر بن حارث وغیرہ بھی تھے آپ سے یہ درخواست کی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اپنی نبوت کا کوئی خاص نشان دکھلائیں اور ایک روایت میں ہے کہ یہ کہا کہ چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھلائیں رات کا وقت تھا اور چودھویں رات کا چاند طلوع تھا آپ نے فرمایا: اچھا اگر میں معجزہ دکھلا دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے؟

لوگوں نے کہا: ہاں ہم ایمان لے آئیں گے۔

حضور اکرم ﷺ نے جل شانہ سے دعا کی اور انگشت مبارک سے چاند کی طرف اشارہ کیا اسی وقت چاند دو ٹکڑے ہو گیا ایک ٹکڑا جبل ابی قیس پر تھا اور دوسرا جبل قیقعان پر تھا دیر تک لوگ حیرت سے دیکھتے رہے حضور اس وقت فرما رہے تھے:

اشهدوا اشهدوا اے لوگو گواہ رہو گواہ رہو۔

مشرکین مکہ نے کہا: محمدؐ نے تو جادو کر دیا ہے تم باہر سے آنے والے مسافروں کا انتظار کرو کہ اور ان سے دریافت کرو کیوں کہ یہ ناممکن ہے کہ محمد تمام لوگوں پر جادو کر دیں چنانچہ مسافروں سے دریافت کیا گیا اور ہر طرف سے آنے والے مسافروں نے اپنا مشاہدہ بیان کیا ہم نے شق قمر دیکھا ہے۔ مگر ان شہادتوں کے بعد بھی معاندین ایمان نہ لائے اور یہ کہا یہ سحر مستمر ہے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

اِفْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ ۚ وَانْ يَّرَوْا آيَةً يُعَرِّضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ﴿٥١﴾

قیامت قریب آگئی اور چاند دو ٹکڑے ہو گیا اور یہ کفار اگر کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ جادو ہے جو مسلسل چلا آ رہا ہے۔ (۲۰۱ القمر ۵۴)

سیرۃ مصطفیٰ مولانا محمد ادریس کاندھیلوی، جلد اول۔ ص ۲۳۶، ۲۳۷۔ السیرۃ النبویۃ من تاریخ اسلام الامام حافظ ذہبی۔ ص ۱۰۱، ۱۰۲۔ تفسیر روح المعانی آلوسی بغدادی تفسیر بغوی۔ ص ۱۲۵۲ علامہ محمد اقبال فرماتے ہیں:

عشق بانانِ جویں خیر کشاد
عشق در اندامِ مہ چاکی نہاد

(۲۹)

تخریج

انساب الاشراف ۲/ ۳۳۔

الدرة الغرّاء۔ ۹۲

حضرت ابوطالبؑ نے امر صحیفہ کے بارے میں فرمایا تھا۔

یہ اشعار ”بحر الوافر“ میں ہیں۔

ابو وہب کو پیغام اور ابوالعاصی کی تعریف

(۱) الا ابلغ آبا وهب رسولا فانك قد دأبت لما تريد

آگاہ ہو جاؤ اور ابو وہب تک یہ پیغام پہنچا دو کہ تم جو کچھ چاہتے تھے اس میں تم جانفشانی دکھا چکے ہو۔

(۲) لبئس الله ثم لعون قوم بلا ذنب ولا ذحل أصيدوا

اللہ ان کا برا چاہے پھر ان پر قوم کی لعنت ہو کہ جن کو بغیر کسی گناہ اور خون کے انتقام کے شکار کر لیا گیا۔

(۳) و آزره ابو العاصی بحزمٍ وذلك سيد بطل مجيد

اور ابوالعاصی نے اس کی مدد کی اس کا ہاتھ بٹایا نہایت ہوشیاری کے ساتھ اور وہ سردار بہادر اور صاحب مجدد

شرف ہے۔

(۴) و من یمشی ابو العاصی اخاہ فلا مبیذی اخوہ و لا وحید

اور ابوالعاصی کو اس کے بھائی تک کون لے جائے گا۔ اس کا بھائی نہ غالب آیا اور نہ ہی تنہا رہا۔

(۵) شبیہ ابی امیۃ غیر خاف اذا ما العود خُدامۃ الجلیل

ابو امیہ کی طرح اس کے باہمت اور دلیر نوکر چاکر جب واپس آتے ہیں تو ان کے دل میں کسی قسم کا خوف اور ڈر نہیں ہوتا۔

(۳۰)

تخریج

تیسرا مطالب / ۳۵۸

بیان کیا ابوالحسن علی بن محمدی طبری نے انھوں نے کہا روایت کی گئی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب حضرت ابوطالب علیہ السلام کی دعوت دی تو حضرت ابوطالبؑ نے ان سے فرمایا کہ ہم سے بڑھ کر آپ کی باتوں کا تصدیق کرنے والا کون ہے اور ہم ہی ہیں جو آپ کی نصیحت کو تسلیم کرتے ہیں یہ سب آپ کے آباء و اجداد کی اولاد ہیں جو یہاں پر مجتمع ہیں اور میں بھی اُن میں سے ایک ہوں اور خدا کی قسم آپ جو کچھ چاہتے ہیں ان میں سب سے جلدی لبیک کہنے والا ہوں آپ کو جو حکم دیا گیا ہے آپ اسے بجالائیے میں جب تک زندہ ہوں آپ کی حفاظت کرتا رہوں گا اور آپ کے امر کی تکمیل تک آپ کو نہیں چھوڑوں گا۔

اور اے علی! تمھارے چچا زاد بھائی تمھیں جس امر کی جانب دعوت دے رہے ہیں تمھیں اسے قبول کرنے میں کیا بات مانع ہے اور میں بھی اس کے بعد پیچھے پیچھے اس میں شامل ہو جاؤں گا۔ اور میں تم دونوں کے پیچھے پیچھے حفاظت و حمایت کرتا رہوں گا رسول اکرم ﷺ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور ان کی کمر مضبوط ہو گئی اور اسی بارے میں حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا۔
یہ شعر ”بحر طویل“ میں ہے۔

ایمان بالغیب اور قوم کی حالت

و بالغیب امنا و قد کان قومنا یصلون لِّلْأَوْتَانِ قبل محمد

اور ہم غیب پر ایمان لائے اور حضرت محمد ﷺ کی بات کو تسلیم کر لیا جب کہ حضرت محمد کی تشریف آوری سے قبل ہماری قوم بتوں کی عبادت کیا کرتی تھی اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتی تھی۔

اس سے مراد یہ ہے کہ پوری قوم نہیں بلکہ قوم کے کچھ لوگ بت پرست تھے جیسے ابولہب۔ دیگر افراد، مِلّتِ ابراہیمی کے پیروکار تھے اور انھوں نے کبھی بھی بتوں کے سامنے سر تسلیم خم نہ کیا تھا حضرت علیؑ کو کرم اللہ وجہہ کہنے کی یہی توجیہ کی جاتی ہے۔

یقال له کرم الله وجهه لانه لم يعبد الاوثان قط۔

ان کو کرم اللہ وجہہ اس لیے کہا جاتا ہے کہ انھوں نے کبھی بھی بتوں کی پرستش نہیں کی۔

الصواعق المحرقة۔ ابن حجر مکی ہیثمی۔ الفصل الاول فی اسلامہ وھجرتہ۔ الباب التاسع ۱۸۵۔

(۳۱)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۱۸/۳۶۵ مطبوعہ مدرسہ الاعلیٰ ۱۹۹۵
شعر ابی طالب والمستدرک ابن ہقّان ص ۷۷

حضرت ابوطالبؑ نے اپنے اس کلمہ میں آنحضرتؐ کا تذکرہ کیا ہے۔
یہ شعر ”بحر طویل“ میں ہے۔

کار رسالت کے بارے میں پیش گوئی

و حکمک یبقی الخیر ان عَزَّ امرہ تَحْمِطُ وَاسْتَعْلَى عَلَى الْأَضْعَفِ الْفَرْدِ

اور اے محمدؐ آپ کا حکم خیر کو باقی رکھے گا خواہ اس راہ میں کتنی ہی دشواریاں کیوں نہ پیش آئیں۔ وہ لوگوں کے
تکبر اور غضب کو فرو کرے گا اور کمزور ترین اور لاوارث افراد پر غلبہ حاصل کر لے گا۔

(۳۲)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۱۸ / ۳۶۴ مطبوعہ موسسہ الاعلمی بیروت ۱۹۹۵
 دیوان ابی طالب عم النبی الدکتور محمد تونجی / ۲۷ ، غایۃ المطالب محمد خلیل خطیب ۱۹۵۰ / ۱۹۵۱ / ۷۶

حضرت ابوطالبؑ نے اپنے دونوں ماموں ہشام اور ولید پر ابوسفیان بن حرب کے مقابلے میں فخر کرتے ہوئے فرمایا۔

یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

اپنے ماموؤں پر فخر مباہات

- (۱) و خَالِي هِشَامِ بْنِ الْمَغِيرَةِ ثاقِبٌ اِذَا هُمْ يَوْمًا كَالْحِصَامِ الْمِهْدَدِ
 اور میرے ماموں ہشام بن مغیرہ روشن ستارے ہیں جب وہ کسی جنگ کا قصد کریں تو سیف برّان تیز ہندی
 تلوار کی مانند ہیں (ہندوستانی لوہے سے بنی ہوئی تیز دھار والی تلوار کی طرح ہیں)
- (۲) و خَالِي الْوَلِيدِ الْعَدْلِ عَالِ مَكَانِهِ و خَالِ ابِي سَفْيَانَ عَمْرُو بْنِ مَرْثَدٍ
 اور میرے ماموں ولید بن مغیرہ عدل کرنے والے ولید کے نام سے مشہور ہیں ان کا مرتبہ نہایت بلند ہے اور
 ابوسفیان کا ماموں عمرو بن مرثد ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں۔
- ہشام بن مغیرہ مخزومی ابو جہل کے والد زمانہ جاہلیت میں عرب کے سادات میں سے تھے اور ان کی وفات پر

تاریخ کا تعین کیا گیا وہ حرب بن نجار میں قبیلہ مخزوم کے رئیس تھے اور دوسرا ماموں ولید بن مغیرہ زمانہ جاہلیت میں عرب کے قاضیوں میں سے تھا۔ وہ قریش کے لیڈروں اور زندیقوں میں سے تھا اس نے زمانہ جاہلیت میں شراب کو حرام کر لیا تھا وہ اسلام کا دشمن تھا اور یہ کہتا تھا کہ حضرت محمدؐ ساحر (جادوگر) ہیں۔ سن ۱ ہجری میں اس کا انتقال ہوا اور وہ خالد بن ولید کا باپ تھا۔

(۳۳)

تخریج:

شرح ابن ابی الحدید ۱۸ / ۳۷۰ مطبوعہ العلمی بیروت ۱۹۹۵ء

حضرت ابوطالبؑ اس بات پر فخر کر رہے ہیں کہ ولید بن مغیرہ جس کی والدہ صحرہ بنت الحارث بن عبد اللہ بن عبد شمس القشیری تھی وہ ان کے ماموں تھے۔

ولید بن مغیرہ کا تعارف

(۱) و خالی الولید قد عرفتم مکانہ و خالی ابو العاصی ایاس بن معبد

اور ولید میرے ماموں تھے تم جن کی منزلت سے واقف ہو اور میرے ماموں ابو العاصی ایاس بن معبد ہیں۔
ولید بن مغیرہ کافروں کا سردار تھا اور ان کا حاکم تھا اور رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا دشمن تھا اللہ تعالیٰ نے بدترین صفات کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے:

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۝ (سورہ مدثر: ۱۱)

چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے۔

اور اس کے واقعات میں سے یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سورہ غافر کی ان آیات کو نازل فرمایا:

حَمْدٌ ۝ تَنْزِيلُ الْكِتَابِ مِنَ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيدِ الْعِقَابِ ۝ ذِي الطَّوْلِ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۝ إِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝ (سورہ غافر (المومن): ۱ تا ۳)

حاجہ- اس کتاب کی تنزیل اللہ کی جانب سے ہے جو غالب اور دانا ہے جو گناہ معاف کرنے والا، توبہ قبول کرنے والا، شدید عذاب دینے والا اور بڑا صاحب فضل ہے۔ نہیں ہے کوئی معبود سوائے اُس کے اور سب کی بازگشت اُس کی طرف ہے۔

تو نبی اکرم ﷺ مسجد الحرام میں کھڑے ہوئے اور ولید بن مغیرہ وہیں قریب تھا نبی اکرم ﷺ کی تلاوت کو سن رہا تھا جب نبی اکرم ﷺ نے محسوس کیا کہ وہ سن رہا ہے تو آپ نے آیتوں کو دوبارہ پڑھا تو ولید اپنی قوم کے پاس آ کر یہ کہنے لگا میں نے ابھی ابھی محمد ﷺ سے ایسا کلام سنا ہے جو کسی بشر کا کلام نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی کوئی جن ایسا کہہ سکتا ہے۔

ان له لحلاوة وان عليه لطلاوة وان اعلاہ کمشیر وان اسفله لمغدق وانہ یعلو ولا یعلی علیہ۔

اس کلام میں شیرینی ہے بلاشبہ اس میں حسن و خوبی اور شگفتگی ہے اس کا بالائی حصہ ثمر دار ہے اور زیریں حصہ پُر از برگ و بار ہے یہ خود بلند ہے اس پر کسی شے کو بلند نہیں کیا گیا۔ پھر وہ اپنے گھر چلا گیا تو قریش نے کہا: خدا کی قسم! ولید بے دین ہو گیا ہے، خدا کی قسم! قریش کے سب لوگ لادین ہو جائیں گے۔ ابو جہل اٹھا اور اس نے کہا: میں اس کے لیے کافی ہوں وہ وہاں سے روانہ ہوا اور ولید کے پاس غمگین صورت بنا کر بیٹھ گیا۔

ولید نے دریافت کیا: میں تمہیں نہایت غم زدہ پا رہا ہوں۔

اس نے کہا: میں کیوں نہ غم زدہ رہوں کہ قریش کے لوگ تمہارے لیے نفقہ (رقم) جمع کر رہے ہیں تمہارے بڑھاپے کے سبب، تاکہ تمہاری مدد کریں ان کا خیال ہے کہ تم نے محمدؐ کے کلام کو زینت دی ہے اور تم ان کے پاس جا کر بچے کھچے کھانے کا سوال کرو گے۔

وہ غضب ناک حالت میں بیٹھا اور کہا: تم نہیں جانتے کہ میں ان سے مال اور اولاد میں زیادہ ہوں کیا محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو پیٹ بھر کھانا مل گیا جو بیچ جائے اور میں اسے لے لوں۔

پھر وہ ابو جہل کے ساتھ اٹھا اور قوم کی مجلس میں آیا اور ان سے کہا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ محمدؐ دیوانہ ہیں، کیا کبھی تم نے انہیں دیکھا ہے کہ ان کا گلا گھٹ گیا ہو اور وہ اول فول بک رہے ہوں؟

انھوں نے کہا: نہیں۔

اس نے کہا: تم سمجھتے ہو کہ وہ کاہن (غیب جاننے والا) ہیں کیا کبھی تم نے دیکھا کہ انھوں نے غیب دانی کا دعویٰ کیا ہو۔

لوگوں نے کہا: نہیں۔

اس نے کہا: تم سمجھتے ہو کہ وہ شاعر ہیں کیا کبھی تم نے انھیں کوئی شعر پڑھتے ہوئے سنا ہے؟
انھوں نے کہا: نہیں۔

اس نے کہا: تم انھیں جھوٹا سمجھتے ہو کیا تمہیں ان کے کسی جھوٹ سے سابقہ پڑا ہے؟
لوگوں نے کہا: نہیں اور رسول اللہ نبوت کے اعلان سے پہلے ہی اپنی سچائی کی وجہ سے امین کہلاتے تھے۔

قریش نے ولید سے دریافت کیا: پھر یہ کیا ہے؟

اُس نے کچھ دیر سوچا اور کہا: یہ تو سحر ہے جو ان پر اثر کر گیا ہے۔

ولید ان بڑے لوگوں میں سے تھا جو رسول کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔ (غایۃ المطالب/ ۷۶-۷۷)

تفسیر بغوی للامام ابی محمد الحسین بن مسعود بغوی متوفی ۵۱۶ھ اور تفسیر مجمع البیان فضل بن حسن طبرسی علیہ الرحمہ متوفی ۵۲۸ھ نے اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے بغوی فرماتے ہیں ایوب بن عمرؓ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ”إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَائِي ذِي الْقُرْبَىٰ وَيَنْهَىٰ عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ“ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿۹۰﴾ (بے شک اللہ حکم دیتا عدل، احسان اور قربت داروں کو ان کا حق ادا کرنے کا اور روکتا ہے بے حیائی، ناپسندیدہ کاموں اور ظلم و زیادتی سے وہ تمہیں واعظ کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔ ۹۰ نحل ۱۶) جب ولید بن مغیرہ کے سامنے یہ آیت پڑھی تو اس نے سن کر کہا اے بھتیجے ذرا اسے دہراؤ آنحضرتؐ نے جب اسے دہرایا تو اس نے کہا:

ان له والله لحلاوة وان عليه لطلاوة وان اعلاؤه مشمر وان اسفله لمغدق وما هو بقول

البشر

یہ کسی انسان کا کلام نہیں ہو سکتا۔

(تفسیر بغوی امام بن محمد الحسین بن مسعود بغوی دار ابن حزم ۲۰۰۲ء صفحہ ۷۱۸)

علامہ طبرسی نے مجمع البیان ج ۶ صفحہ ۲۲۰-۲۲۱ پر تحریر فرمایا کہ جب یہ آیت ان اللہ بامر الخ نازل ہوئی تو عثمان بن مظعون نے کہا کہ میں نے رسول اکرم کی شرم سے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس لیے کہ وہ بار بار میرے سامنے اسلام پیش کر رہے تھے مگر ابھی اسلام میرے دل میں راسخ نہیں ہوا تھا میں ایک دن اُن کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا کہ کیا دیکھا کہ ان کا چہرہ آسمان کی طرف اٹھا گیا کہ کسی بات کو غور سے سن کر سمجھ رہے ہوں جب اس حالت سے افاقہ ہوا تو میں نے اُن کی کیفیت کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ میں تم سے محو گفتگو تھا کہ اتنے میں جبریل علیہ السلام کو ہوا میں دیکھا کہ وہ یہ آیت لے کر نازل ہوئے "إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ..... تَذَكَّرُونَ" عثمان بن مظعون فرماتے ہیں کہ اس آیت کو سن کر اسلام میرے دل میں راسخ ہو گیا اور میں ان کے چچا حضرت ابوطالب کے پاس آیا اور انھیں یہ بات بتلائی تو انھوں نے فرمایا:

يَا آلَ قُرَيْشٍ اتَّبِعُوا مُحَمَّدًا ﷺ تَرشُدُوا فَإِنَّهُ لَا يَأْمُرُكُمْ إِلَّا بِمَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ.

اے قریش کے لوگو تم محمد ﷺ کا اتباع کرو ہدایت پا جاؤ گے اس لیے کہ وہ تو تم کو صرف مکارم اخلاق کا حکم دیتے ہیں۔ عثمان بن مظعون فرماتے ہیں کہ میں ولید بن مغیرہ کے پاس آیا اور میں نے اس کے سامنے اس آیت ان اللہ یا مکر الخ کی تلاوت کی اس نے کہا کہ اگر محمد نے یہ کہا ہے تو بہت اچھا کہا ہے اور اگر محمد کے رب نے کہا تو پھر بھی بہت عمدہ ہے تو اس وقت اللہ نے آیت نازل فرمائی:

أَفَرَأَيْتَ الَّذِي تَوَلَّى ۖ وَأَعْطَى قَلِيلًا وَأَكْذَى ۚ (النجم: ۳۳، ۳۴)

(اے نبی) کیا آپ نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے منہ پھیر لیا اس نے تھوڑا سا مال دیا اور ہاتھ روک لیا۔ یعنی وہ اپنی بات پر قائم نہ رہا۔

عکرمہ سے روایت ہے کہ جب نبی اکرمؐ نے یہ آیت ولید بن مغیرہ کے سامنے پڑھی تو اس نے کہا اے میرے بھائی کے بیٹے اسے دوبارہ پڑھو نبی نے دوبارہ پڑھا تو اس نے سن کر کہا:

ان له لحلاوة وان عليه لطلاوة وان اعلا له لشهر وان اسفله لمغدق وما هو قول البشر۔

قافیۃ الرّاء

(۳۴)

تخریج

سیرت ابن اسحاق/ ۱۵۳، سیرت ابن ہشام/ ۱۶۹-۱۷۰،
 الروض الانف/ ۱/ ۱۷۱، الغدیر/ ۷/ ۳۶۰-۳۶۱،
 البدایہ والنہایہ/ ۳/ ۴۸-۴۹، مطبوعہ دیوان/ ۲۱-۲۲،
 اور کچھ اشعار تاریخ الاسلام ذہبی۔ ص ۱۵۳ میں ہیں، شرح ابن ابی الحدید/ ۳/ ۳۱۰
 غایۃ المطالب صفحہ ۸۴-۸۷ اشعار میں کچھ اختلاف کے ساتھ دیوان ابی طالب عم النبی جمعہ و شرحہ
 دکتور محمد تونسجی/ ۴۷-۴۸ قدرے اختلاف ہے شعر ابی طالب و اخبارہ ابی ہفان/ ۴۸-۴۹۔

حضرت ابوطالب ؑ نے یہ اشعار اس وقت کہے جب ان کی قوم کے لوگوں نے نبی اکرم ﷺ کو چھوڑ دیا
 اور ان کی نصرت نہیں کی حضرت ابوطالب ؑ عتابانہ انداز میں ان سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں:

افراد قوم کے رویوں کا ذکر

(۱) الا قل لعبرو والولید و مطعماً الالیت حظی من حیاطتکم بکر

’آگاہ ہو جاؤ اور عمرو اور ولید اور مطعم سے کہہ دو کہ اگر میرے پاس تمہاری جگہ جوان اونٹ ہوتے تو میرے لیے زیادہ سود مند اور منفعت بخش ہوتے مگر تم جیسے جوانوں کا کیا فائدہ جب تم رسول اکرم ﷺ کی مدد و نصرت کے لیے تیار نہیں ہو۔

مطبوعہ دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے۔

الالیٰ حظی من حیاطتکم بکر بِأَنْ لَّيْسَ لِي نَفْعٌ لَدَيْكُمْ وَلَا ضَر

اے کاش تمہارے بجائے میرے پاس جوان اونٹ ہوتے اس لیے کہ تمہارے وجود سے نہ میرا کچھ فائدہ ہے اور نہ ہی نقصان۔

عمرو سے مراد عمرو بن ہشام ابو جہل ہے اور ولید سے مراد ولید ابن مغیرہ ہے اور مطعم سے مراد ابن عدی ہے۔ بکر اس اونٹنی کو کہتے ہیں جس نے پہلی مرتبہ بچہ جنا ہو۔ اور بکر بالفتح جوان اونٹ کو کہا جاتا ہے جو نوں سال میں داخل نہ ہوا ہو۔

(۲) و سار برحلی فاطر الناب جا شم ضعیف القصیری لا کبیر ولا بکر

اور میں نے سفر کو جاری رکھا ایسے اونٹ پر جس کے کھر شگاف تھے جس کی ٹخلی پسلیاں کمزور تھیں نہ ہی وہ اونٹ بڑا تھا اور نہ ہی جوان تھا۔

(۳) من الخور حبّاب کثیر رغاؤہ یرش علی السّاقین من بولہ قطر

ایسی اونٹنی جس کا دودھ زیادہ ہے یا اس کی رنگت ٹیالی اور سرخی مائل ہے اور اور وہ پستہ قد اور بد صورت ہے اور اس کی پنڈلیوں پر پیشاب کرتے وقت کمزوری کے سبب قطرے گرتے رہتے ہیں۔

(۴) تخلف الورد لیس بلا حق اذا ماعلا الفیفاء قیل له وّبر

ایسی اونٹنی جو لشکر کے پیچھے چل رہی ہے اور اس سے مل نہیں پا رہی ہے اور جب وہ چٹیل میدان میں بلند ہوتی ہے تو تم دیکھ کر کہو گے کہ یہ وّبر ہے۔ یعنی ایک قسم کا شامی نیولا ہے۔

(۵) اری اخوینا من ابینا وامنّا اذا سُئِلَا قَالَا اِلٰی غَیْرِنَا الْاَمْر

جب ہم اپنے بھائیوں پر نظر کرتے ہیں جو باپ اور ماں کی جانب سے رشتہ اخوت میں منسلک ہیں جب ان سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے یہ کہا کہ اس امر کا تعلق ہمارے غیر سے ہے۔

اخوین سے مراد عبد شمس اور نوفل ہیں یہ دونوں شاخیں ہیں بنی عبد مناف بن قصی کی۔ عبد مناف بن قصی کے چار بیٹے تھے ہاشم، مطلب، عبد شمس اور نوفل بنوالمطلب تو بنی ہاشم کے ساتھ تھے اور شعب ابی طالب میں ان کے ساتھ ساتھ تھے لیکن بنو عبد شمس اور بنو نوفل ان کے مخالفین میں سے تھے اور دیگر قبائل قریش کی موافقت کرتے تھے اور وہ سب بنی ہاشم اور بنوالمطلب کی دشمنی پر جمع تھے اسی لیے حضرت ابوطالب نے اپنے شعر میں ان کے لیے بددعا کی ہے:

جزی اللہ عنا عبد شمس و نوفلاً عقوبۃ شرّ عاجل غیر اِجل

اللہ تبارک و تعالیٰ ہماری جانب سے عبد شمس اور نوفل کو ایسی بدترین سزا دے جو جلد ہی ان تک پہنچ جائے اس میں کسی قسم کی تاخیر نہ ہو۔

اور یہ بھی حضرت ابوطالب کا قول ہے:

جزی اللہ عنا عبد شمس و نوفلاً و تیما و مخزوماً عقوقاً و ماشما

اللہ ہماری جانب سے عبد شمس، نوفل، تیم اور مخزوم کو ان کی نافرمانی اور گناہوں کی جزا دے۔ جب ان سے مطالبہ کیا گیا کہ تم ہم سے اپنے شر کو دور رکھو اور ہمیں اذیت نہ پہنچاؤ تو انھوں نے جواب دیا کہ ہمارا معاملہ تو دوسروں کے ہاتھ میں ہے ”الی غیرنا الامر“ سے مراد بنو خلف، غیاطل اور سہم اور مخزوم اور نفیل کا خاندان ہے اور ان سب کی طرف حضرت ابوطالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں اشارہ کیا ہے وہ فرماتے ہیں:

لقد سَفْهَتْ اَحْلَام قوم تبدّلوا بنی خلف قیضاً بنا و الغیاطل

وسہم و مخزوم تمالوا واللّٰہ علینا العدا من کلّ طہل و حامل

و رَهْطُ نَفِيلٍ شَرُّ مِنْ وَطْئِ الْحَصَى وَ الْآلَمُ حَافٍ مِنْ مَعْدٍ وَ نَاعِلٍ

(ان اشعار کا ترجمہ قافیہ لام کے ذیل میں پیش کیا جائے گا۔)

(۶) بلیٰ لہما امر و لکم تجرجما کہا جر جمت من راس ذی علق صخر

امر مکمل طور سے ان کے ہاتھ میں تھا لیکن وہ تو اوندھے منہ گر پڑے جس طرح ذی علق (پہاڑ کا نام) کی چوٹی سے چٹان گر پڑے۔

(۷) لزهرة كانوا اولیائی و ناصری وانتم اذا تدعون فی سمعکم و قر

(یہ شعر انساب الاشراف ۲/۳۲ میں ہے)

یقیناً بنی زہرہ جو ہمارے دوست اور مددگار ہیں اور تم وہ ہو کہ جب تمہیں پکارا جاتا ہے تو ایسا لگتا ہے کہ تمہارے کان بہرے ہیں تم ہماری آواز کو سن ہی نہیں رہے ہو۔ ہماری آواز تم تک نہیں پہنچ رہی ہے۔

(۸) تَدَاعَا عَلَيْنَا مَوْلَانَا فَاصْبَحُوا اِذَا اسْتَنْصَرُوا قَالُوا اِلٰی غَيْرِنَا النَّصْرَ

(یہ شعر انساب الاشراف ۲/۳۲ میں ہے)

ہمارے حلیف اور ساتھی ہمارے خلاف اکٹھے ہو کر ٹوٹ پڑے جب ان سے نصرت طلب کی گئی تو انھوں نے جواب دیا کہ ہماری نصرت تو ہمارے غیر کے لیے ہے۔

(۹) اخْضُ خصوصاً عبد شمس و نوفلاً ہما نبذانا مثل ما يُنْبِذُ الْجُبْرُ

میں خصوصیت کے ساتھ عبد شمس اور نوفل کا ذکر کرتا ہوں جنھوں نے ہمیں اس طرح چھوڑ دیا جیسے کوئی شخص انگارے کو دکھتا دیکھ کر اس سے دور ہو جاتا ہے۔

(۱۰) فاقسبت لاینفک منهم ہجاور یجادرنا مادام من نسلنا شفر

(یہ شعر سیرۃ ابن اسحاق/۱۵۳ اور نزہۃ الکرام اور بستان العوام/۱۰۳ میں ہے۔ اور نزہۃ الکرام میں ہجاور

کے بدلے محاذر ہے اور یجادرنا کی بجائے یجادرنا ہے۔)

میں نے قسم کھائی کہ ان میں سے کوئی پڑوسی جس نے ہمیں گھیر رکھا ہے ان سے جدا نہ ہوگا جب تک ہماری نسل اور خاندان سے ایک فرد بھی موجود ہے۔

(۱۱) هَمَا اَغْمَزَا لِلْقَوْمِ فِي اخَوِيهِمَا فَقَدْ اصْبَحَا مِنْهُمْ اَكْفَهَا صَفَر

انھوں نے اپنے برادری کے دو خاندانوں سے بڑی کمزوری دکھائی اور نہایت برا سلوک کیا اور ان کے ہاتھ مدد و نصرت سے خالی ہو گئے یعنی انھوں نے ہماری مدد نہیں کی اخوین سے مراد بنو المطلب اور بنی ہاشم ہیں۔

(۱۲) هَمَا اَشْرَكَا فِي الْمَجْدِ مِنْ لَا اَبَا لَهُ مِنَ النَّاسِ اِلَّا اَنْ يُرْسَّ لَهُ ذِكْر

حالانکہ دوسرے خاندانوں کی بہ نسبت جو قابل ذکر نہیں ہیں یہ لوگ مجدد و شرف میں ہمارے ساتھ شریک تھے انسانوں میں سے وہ لوگ جن کا ذکر مخفی ہے اور جو کسی قطار اور شمار میں نہیں ہیں ان کے مقابلے میں یہ دو خاندان یعنی بنی عبد شمس اور بنی نوفل اولاد قصی میں ہونے کی وجہ سے مجدد شرف میں ہمارے ساتھ شریک تھے۔

(۱۳) و تَيْمٌ وَ مَحْزُومٌ وَ زَهْرَةٌ مِنْهُمْ وَ كَانُوا لَنَا مَوْلًى اِذَا يُغِي النَّصْر

اور ان قبائل میں سے بنی تیم اور بنی محزوم اور بنی زہرہ ہمارے حامی و ناصر تھے جب بھی ان سے مدد طلب کی جاتی تھی تو وہ ہمارے دشمنوں کے مقابلے میں ہمارے مددگار ہوتے تھے۔

(۱۴) فَوَ اللّٰهُ لَا تَنْفَكْ مِنْا عِدَاوَةٍ وَلَا مِنْهُمْ مَا دَامَ مِنْ نَسْلِنَا شَفَر

خدا کی قسم دشمنی اور عداوت نہ ہم سے جدا ہو سکتی ہے اور نہ ہی ان سے الگ ہو سکتی ہے جب تک ہماری نسل سے ایک فرد بھی باقی ہے اس لیے کہ یہ لوگ رسول اکرم ﷺ کی دشمنی پر کمر بستہ ہیں۔

(۱۵) فَقَدْ سَفَّهَتْ اَحْلَامَهُمْ وَ عَقُولَهُمْ وَ كَانُوْا كَجَفَرٍ بَنَسْ مَا صَنَعَتْ جَفَر

یقیناً ان کے خواب اور ان کی عقلیں حماقت و جہالت پر مبنی ہیں ان کے اخلاق پست ہو چکے ہیں اور وہ بکری کے بچے کی طرح منمنارہے ہیں جفر نے ان کے ساتھ کتنا برا کیا ہے۔ یہ اشارہ ہے ایک ضرب المثل کی طرف کہ ایسا شخص جو اپنے نفس کو نقصان پہنچانے کے لیے مدد کرتا ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص کو بکری ملی اس

نے اسے ذبح کرنا چاہا تو اسے چھری نہیں ملی اسی اثنا میں بکری نے اپنے کھر سے زمین کو کھودا اور اسے چھری مل گئی اس شخص نے اسی چھری سے بکری کو ذبح کر دیا۔

(۱۶) وَمَا ذَاكَ إِلَّا سَوْدٌ خَصَّنَا بِهِ إِلَهَ الْعِبَادِ وَاصْطَفَانَا لَهُ الْفَخْرُ

اور ان قبائل کے حسد کی وجہ یہ سرداری ہے جس سے بندوں کے معبود نے ہمیں مخصوص کیا ہے اور نبی اکرم کی وجہ سے ہمارا منتخب کیا جانا باعث فخر و شرف ہے۔

(۱۷) رَجَالٌ تَمَالَوْا حَاسِدِينَ وَبَغْضَةً لِّأَهْلِ الْعَالِي فَبَيْنَهُمْ أَبَدًا وَثَرٌ

وہ ایسے لوگ ہیں جو نبی ہاشم کے خلاف بغض حسد اور عداوت پر مجتمع ہو گئے ہیں وہ بنی ہاشم جو ان لوگوں کے درمیان ہمیشہ سے صاحبِ مجد و علا رہے ہیں۔

(۱۸) وَلِيدٌ أَبَوْهُ كَانَ عَبْدًا لِّجَدِّنَا أَنِي عُلْجَةٌ زَرْقَاءُ جَالٌ بِهَا السِّحْرُ

وہ ولید جس کا باپ مغیرہ ہمارے جد کا غلام تھا اس نیلی آنکھوں والی کافرہ عجمی عورت کے سحر نے اسے ہماری جانب سے منحرف کر دیا عجلہ سے مشرکین تقرب خداوندی طلب کیا کرتے تھے۔

ولید سے مراد ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ المخزومی ہے وہ نبی اکرم ﷺ کا مذاق اڑایا کرتا تھا یہی وہ ہے جو نبی اکرم ﷺ کے امر کے بارے میں حضرت ابوطالب کے پاس آیا تھا اور اس کے بارے میں قرآن میں یہ آیت نازل ہوئی:

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا ۖ (المذثر ۱۱)

چھوڑ دو مجھے اور اس شخص کو جسے میں نے اکیلا پیدا کیا ہے۔

یہ اپنی قوم میں وحید کہلاتا تھا۔ (الغدير ۷ / ۳۶۱)

(۳۵)

تخریج

الاغانی ۹/۵۱-۵۲، خزائن الادب ۴/۲۴۵،
 دیوان المطبوع ۳۶/۳۷، شرح ابن ابی الجریید ۴/۲۴۹،
 غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب ۷۷/۸۰، دیوان ابی طالب عم النبی دکتور محمد تونجی ۳۰/۳۱،
 شعر ابی طالب و اخبارہ بن ہفان ۶۸-۶۹

حضرت ابوطالبؑ نے یہ مرثیہ کہا ہے ابو امیہ بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم کے لیے۔ خزائن الادب ۴/۲۴۸ میں ہے کہ یہ عاتکہ بنت عبد المطلب کا شوہر تھا اور اس کا لقب زاد اللہ اکب تھا ”سرو سحیم“ کے مقام پر اس کی وفات ہوئی جب وہ تجارتی سفر پر شام روانہ ہوا تھا۔
 یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

عاتکہ بنت عبد المطلب کے شوہر کے انتقال پر

(۱) ارقّت و دَمْعُ العین فی العین غائرٌ و جادت بما فیہا الشؤن الاعاورُ

میں بیدار رہا جب کہ آنسو میری آنکھوں میں رواں دواں تھے اور آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی یوں محسوس ہو رہا تھا گویا کہ اس میں آنسوؤں کی رگیں بہہ کر آ رہی ہیں۔ جس کے بعد انسان کو کچھ سچائی نہیں دیتا۔

(۲) كَأَنَّ فَرَّاشِي فَوْقَهُ نَارٌ مُوقِدٍ مِنْ اللَّيْلِ أَوْ فَوْقَ الْفَرَاشِ السَّوَاجِرُ

گویا کہ میرا بستر ایسا ہے جس کے اوپر بھڑکتی ہوئی آگ ہے رات کے ہنگام یا بستر کے اوپر کوئی سیلاب آگیا ہے یعنی میرے بہتے ہوئے آنسوؤں نے بستر کو تر کر دیا ہے آنسوؤں کا سیلاب آگیا ہے۔

(۳) كَأَنَّ عَلَى رَضْرَاضٍ قَصٍّ وَ جَنْدَلٍ مِنْ الْيُبْسِ أَوْ تَحْتَ الْفَرَاشِ الْمَجَامِرُ

(یہ شعر شرح ابن ابی الحدید میں ہے)

یعنی خشکی کے سبب میں قص اور جندل کے ریگستان میں کنکر والے سخت بستر پر کروٹیں بدل رہا ہوں یا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بستر کے نیچے انگلیٹھی جل رہی ہے اسی وجہ سے بے چین اور مضطرب ہوں۔

(۴) إِلَّا أَنْ خَيْرَ النَّاسِ غَيْرِ مَدَافِعِ بَوَادِي أَسَى غَيْبَتُهُ الْمَقَابِرُ

شرح ابن ابی الحدید میں خیر الناس کی جگہ زاد الركب ہے اور الاغانی ہیں وادی اسی کی جگہ سروسیم ہے۔

آگاہ ہو جاؤ کہ ابوامیہ بہترین انسان تھے کوئی ان کا بدل نہ تھا انھیں نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اسی کی وادی میں قبرستان نے انھیں نگاہوں سے اوجھل کر دیا۔

زاد الركب ابوامیہ کا لقب ہے زبیر بن بکار نے کہا کہ قریش کے تین افراد ”ازداد الركب“ (سواروں کے زاد راہ) کہلاتے تھے مسافر بن عمرو بن امیہ بن عبد شمس، زمعہ بن الاسود ابن المطلب بن اسد ابن العزی اور ان میں تیسرے ابوامیہ بن المغیرہ بن عبد اللہ بن عمرو بن مخزوم تھے اور انھیں ”آزود الركب“ اس لیے کہا جاتا تھا کہ جب وہ سفر کرتے تھے تو ان کے ساتھ جانے والوں مسافروں کو زاد راہ لے جانے کی ضرورت نہ تھی وہ اپنے ہم سفر کو کھانا کھلاتے اور اس کے زاد راہ کا انتظام کرتے تھے اور یہ اشراف قریش کی عادت تھی اور ان کا اخلاق تھا اس نام سے ان تینوں کے علاوہ کوئی اور موسوم نہیں ہوا۔ (ثمار القلوب/ ۳۹)۔

(۵) تَبْكِيْ اِبَاهَامَ اُمِّ وَهْبٍ وَقَدْ نَأَى وَ رَيْسَانُ اَصْحَى دُونَهُ وَ يُجَابِرُ

امّ وہب اپنے والد کی موت پر آنسو بہا رہی ہے جب کہ ريسان اور يجابر اس سے دور چلے گئے ہیں۔

ريسان کسی شخص کا نام ہے اور يجابر کہا جاتا ہے کہ اس کا نام مراد بن مالک بن ادد بن زيد ہے جس کا تعلق

کہلان اور قحطان سے ہے یہ یمن کا باشندہ جدِ جاہلی تھا (الاعلام زر کلی ۸/ ۱۳۳)

(۶) علی خیر حافٍ من معد و ناعل اذا الخیر یرجى او اذا الشرُّ حاضر

قبیلہ معد کے بہترین فرد پر آنسو بہا رہے ہیں جو ننگے پاؤں چلنے والوں اور جوتا پہن کر چلنے والوں میں سب سے بہتر تھے جب خیر کی امید کی جاتی تھی تو وہ امیدوں کا مرکز تھے اور جب لڑائی جھگڑے کے بادل منڈلاتے تھے تو وہ فوراً حاضر ہو جاتے تھے۔

(۷) تولوا و لا ابو امیة فیہم لقد بلغت کظ النفوس الحناجر

کتاب اغانی میں ”تولوا“ کی جگہ ”تنادوا“ ہے۔ وہ واپس لوٹے تو اس وقت ان کے درمیان ابو امیہ نہیں تھے اور کرب و غم اور الم و حزن کے باعث کلیجے منہ کو آرہے تھے قرآن کریم میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے:

وَبَلَغَتِ الْقُلُوبُ الْحَنَاجِرَ. (۱۰ احزاب ۳۳)

(۸) بسرو سحیم عارف و مناكر وفارس غارات خطیب و یاسر

وہ سرو و سحیم کی وادیوں میں ایک مدبر اور غیر معمولی انسان اور میدان جنگ کے شہسوار اور خطیب فصیح اللسان اور بہترین شاطر (شطرنج کا ماہر) سے محروم ہو گئے۔ یاسر اس شخص کو کہتے ہیں جو خشک سالی اور قحط کے دنوں میں چوسر کی بازی کھیلتا ہے اور یہ زمانہ جاہلیت میں کوئی معیوب امر نہ تھا اور اس کی آمدنی کو فقراء اور مساکین میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔

(۹) تنادوا بآن لا سید الحی فیہم وقد فجع الحیان کعب و عامر

آواز دی گئی، اعلان کیا گیا کہ اب ان کے درمیان ان کا سردار زندہ نہیں رہا اور ان کے انتقال کی وجہ سے کعب اور عامر دونوں خاندان غمگین ملول اور حزین ہیں۔

(۱۰) وكان اذا یأتی من الشام قافلاً تقدمه تسعی الینا البشائر

وہ جب شام کے قافلے کے ساتھ تشریف لاتے تھے تو ان کے آتے ہی ہر طرف خوشی کی لہر دوڑ جاتی تھی اور خوش خبریاں ہماری جانب بڑھنے لگتی تھیں۔

(۱۱) فَيُصْبِحُ آلُ اللَّهِ بَيْضًا كَأَنَّمَا كَسَتْهُمْ حَبِيرًا رِيْدَةً وَّ مَعَاْفِرَ

خزانة الادب میں ”آل اللہ“ کی جگہ ”اہل اللہ“ ہے اور شرح ابن الحدید میں یہ شعر اس طرح ہے۔

فَيُصْبِحُ آلُ اللَّهِ بَيْضًا ثِيَابُهُمْ وَّ قَدَمًا حَبَاهُمْ وَّ الْعَيُونَ كَوَاسِرَ

تو آل خدا سفید پوشاک میں خود کو ڈھانپ لیتی تھی یمن کے علاقے ریدہ شہر اور معافر قبیلے کے بہترین و منقش اور نرم و نازک کپڑے انھیں میسر آتے تھے۔ (ریدہ یمن کا ایک شہر) اور اس سے مراد ریدہ کے لوگ ہیں۔ معافر یمن کا ایک قبیلہ تھا۔

عرب کے لوگ قریش کو ”اہل اللہ“ کہتے تھے اس لیے کہ وہ ارباب مکہ تھے زیارت امام حسین علیہ السلام جو پندرہ رجب کو پڑھی جاتی ہے اس میں یہ کلمات ہیں۔

السلام عليكم يا آل الله السلام عليك يا صفوة الله (مفاتيح الجنان)

سلام ہو آپ پر اے اللہ والو! سلام ہو آپ پر اے اللہ کے منتخب بندو!

(۱۲) تَرَى دَارَةَ لَا يَبْرُجُ الدَّهْرُ عِنْدَهَا مُجْجَعَةً كَوْمَ سَمَانٍ وَّ بَاقِرُ

تم دیکھو گے کہ ان کے گھر ایسے ہیں کہ ہمیشہ وہاں سے اونٹوں کی آوازیں آتی ہیں جو ان کی اولاد کے ذبح کے وقت نکلتی ہیں اور بڑے کوہانوں والے اونٹ اور گائے ضیافت کے سامان کے طور پر نظر آتے ہیں۔ یعنی وہ لوگ بڑے سخی ہیں ان کی سخاوت کا دور دور تک شہرہ ہے۔ مطبوعہ دیوان میں یہ شعر اس طرح۔

تَرَى دَارَهُ كِيَبْرُجِ الدَّهْرِ وَسَطَهَا مُكَلَّلَهُ أَدَمُ سَمَانٍ وَّ بَاقِرُ

(۱۳) إِذَا أَكَلْتُ يَوْمًا أَتَى الْغَدُ مِثْلَهَا زَوَاهِقُ زُهْمٍ أَوْ فَخَاضَ بَهَازِرُ

(یہ شعر خزانة الادب میں ہے)

جب اونٹوں اور گائے کے گوشت سے مہمانوں کی ضیافت ہو جاتی ہے تو پھر دوسرے دن اسی طرح ضیافت کا اہتمام کیا جاتا ہے اور موٹے فربہ چربی والے جانور نظر آتے ہیں اور قریب الولادة اونٹنیاں اور موٹے تازے اونٹ دکھائی دیتے ہیں۔

(۱۴) ضروب بنصل السیف سوق سمانہا اذا عَدَمُوا زاداً فَإِنَّكَ عَاقِر

جب لوگوں کا زادِ راہ ختم ہو جاتا تھا تو فربہ اونٹ کو خر کرنے کے لیے اس کی پنڈلیوں پر تلوار کے پھل کی ضرب لگائی جاتی تھی اس وقت اے ابو امیہ بن مغیرہ آپ ہی اس اونٹ کو ذبح کیا کرتے تھے۔

یہ شعر سیبویہ کی کتاب میں شاہد کے طور پر لایا گیا ہے کتاب سیبویہ ۱/۳ و شرح کافیہ۔ ۲۰۲/۲

(۱۵) وَالْاَیْکَن لَحْم غَرِیْض فَانْه تَکَبَّ عَلٰی افْوَهِیْنَ الْغَرَائِر

مطبوعہ دیوان میں ”والایکن“ کی جگہ ”وان لہم یکن“ ہے۔

اور اگر تروتازہ گوشت باقی نہ بچا ہو تو پھر ان کے منہ تک کھانے کے لیے روٹیاں لائی جاتی ہیں غرضیکہ انھیں بھوکا نہیں رکھا جاتا

غراۃ ایسا برتن جس میں آٹا اور دوسری چیزیں رکھی جاتی ہیں۔

(۱۶) فِیْاَلْکَ مِنْ نَاعِ حُبِیْتِ بِاَلَةٍ شَرَاعِیَہ تَصْفُرُ مِنْهَا الْاَکْظَافِرُ

اے ابو امیہ کی موت کی خبر دینے والے تم کو ایسا آلہ جنگ دیا گیا ہے جو بڑا طویل ہے جس کی وجہ سے ناخنوں کی سرخی پھیلی پڑ جاتی ہے یعنی انسان مر جاتا ہے مردہ شخص کے ناخن پیلے ہو جاتے ہیں۔

(۳۶)

تخریج

سیرت ابن اسحاق/ ۱۵۰، مطبوعہ دیوان میں یہ اشعار نہیں ہیں۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام ابولہب کے پاس آئے جب ان کی قوم نے اس کے ساتھ ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف باہمی گٹھ جوڑ کر لیا تھا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی پر کمر بستہ ہو گئے تھے حضرت ابوطالبؑ اور حضرت عبداللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے والد گرامی اور زبیر، فاطمہ بنت عمرو بن عائد بن عمران بن مخزوم کے بطن سے تھے تو حضرت ابوطالبؑ نے ابولہب کو اس کی ماں کی وجہ سے معیوب ٹھہرایا جس کا نام اسامیج تھا اور ابولہب کو بہت برا بھلا کہا۔ یہ اشعار ”بحر الکامل“ میں ہیں۔

ابولہب کی مذمت

(۱) مستعرض الاقوام یُخبرہم عذری و ما ان جئت من عذر

اقوام کو قتل کی خبر دینے والا انھیں میری دلیل سے آگاہ کر دے گا اگرچہ میں کوئی عذر پیش نہیں کر رہا ہوں۔

(۲) فاجعل فلانة وابنتها عوضاً لکرائم الاکفاء والصہر

کہ تو قرار دے فلاں عورت اور اس کے پیشے کو عوض ایسے لوگوں کا جو ہمسری اور دامادی میں صاحب عزت و شرف

ہیں۔

(۳) وَاسْمَعُ نَوَادِرَ مِنْ حَدِيثِ صَادِقٍ تَهْوِينَ مِثْلَ جَنَادِلِ الصُّخْرِ

اور تم سنو سچی باتوں میں سے نادر چیزوں کو جو اس طرف آرہی ہیں جیسے چٹان کا بڑا پتھر لڑھک کر آ رہا ہوں۔

(۴) اَنَا بَنُو أُمِّ الزَّبِيرِ وَفَخْلُهَا حَمَلَتْ بِنَا لِلطَّيِّبِ وَالظَّهْرِ

بے شک ہم اُمّ زبیر کے فرزند اور بہادر جوان ہیں ہماری ماں نے ہمیں پاکیزگی کے لیے اور طہارت کے لیے حمل میں رکھا تھا۔

(۵) فَحَرَمَتْ مِنَّا صَاحِبًا وَ مُؤَاذِرًا وَ اخَاً عَلَى السَّرَّاءِ وَ الضَّرِّ

تم نے ہمیں محروم کر دیا اپنے ساتھی اور مددگار کی حیثیت سے اور خوشی اور غمی اور رنج و محن میں بھائی چارے

سے۔

(۳۷)

تخریج

الطَّرَافُ ۱/ ۳۰۳-۳۰۴، الغدیر ۷/ ۳۵، بحار الانوار ۳۵/ ۱۴۹-۱۵۰ اس میں ۲۱ اشعار ہیں۔ شعر ابی طالب و اخبارہ و المستدرک علیہ ابی ہفان دارالثقافہ/ ۷۹، ۸۰ اس میں کل نو شعر ہیں۔ دیوان ابی طالب عم النبی جمعہ و شرحہ الدکتور محمد تونجی/ ۵۰ اس میں کل نو شعر ہیں۔ اس کے علاوہ نہایت الطالب و غایۃ السؤل فی مناقب آل الرسول، اعیان الشیعہ ۸/ ۱۲۱ اور ایک شعر کا مصرع النہایۃ ابن الاثیر میں ہے ۲/ ۱۲۶۵ اور غایۃ الطالب/ ۸۹

حضرت ابوطالبؑ نے حضور اکرم ﷺ کو نہیں دیکھا تو یہ سمجھے کہ قریش کے کسی فرد نے انھیں دھوکے سے پوشیدہ طور پر قتل کر دیا ہے تو انھوں نے بنی ہاشم کو پیغام بھیجا اور فرمایا کہ اے بنی ہاشم کے لوگو! میں سمجھ رہا ہوں کہ قریش کے کسی شخص نے محمد کو دھوکے سے پوشیدہ طور پر قتل کر دیا ہے تم میں سے ہر ایک تیز دھار کا کاٹنے والا آلہ لے لے اور قریش کے عظیم لوگوں کے برابر میں بیٹھ جائے جب میں کہوں مجھے محمد مطلوب ہیں تو تم میں سے ہر ایک اپنے برابر میں بیٹھے ہوئے شخص کو قتل کر دے رسول اللہ ﷺ کو حضرت ابوطالبؑ کے اس اجتماع کی اطلاع ملی گئی آنحضرتؐ اس وقت خانہ کعبہ میں صفا کے قریب تھے وہ حضرت ابوطالبؑ کے پاس آگئے جس وقت وہ مسجد الحرام میں تھے جب حضرت ابوطالبؑ نے انھیں دیکھا تو ان کا ہاتھ تھاما اور فرمایا اے قریش کے لوگو! میں نے محمد کو نہیں پایا تو میں یہ سمجھا کہ تم میں سے کسی شخص نے انھیں دھوکے سے چھپ کر قتل کر دیا ہے تو میں نے بنی ہاشم کے ہر جوان سے جو تمھیں نظر آ رہے ہیں یہ کہہ دیا تھا کہ وہ لوہا لے کر آئے اور ان میں سے ہر ایک تمھارے بڑے لوگوں کے برابر میں بیٹھ جائے اور جب میں یہ کہوں کہ مجھے محمد مطلوب ہیں تو ان میں سے ہر ایک اپنے پہلو میں بیٹھے

ہوئے شخص کو قتل کر ڈالے اے بنی ہاشم کے لوگو! جو کچھ تمہارے ہاتھ میں پوشیدہ ہے اسے ظاہر کر دو۔ تو بنی ہاشم نے جو آلات چھپا رکھے تھے انھیں ظاہر کر دیا قریش نے جب اس منظر کو دیکھا تو قریش پر رسول اللہ ﷺ کی ہیبت چھا گئی۔ پھر حضرت ابوطالب علیہ السلام نے یہ اشعار کہے:

یہ اشعار ”بحر الوافر“ میں ہیں۔

رسول کی گمشدگی اور حمایت نبیؐ

(۱) الا ابلغ قريشا حيث حلت وكل سائر منها غرور
آگاہ ہو جاؤ اور قریش کو وہ جہاں کہیں بھی ہوں یہ خبر پہنچا دو کہ ان کی جانب سے جتنی سازشیں ہیں وہ سوائے دھوکے اور فریب کے کچھ بھی نہیں۔

(۲) فإني والضوايح عاديات وما تتلوا السفايرة الشهور
بے شک میں قسم کھاتا ہوں سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی اور قسم کھاتا ہوں تمام کتابوں اور علماء کی یعنی ہم شہسواروں اور بہادر جوانوں کے ذریعے حضرت محمد ﷺ کی حمایت کریں گے۔
سورۃ عادیات ۱۰۰ میں ہے وَالْعَادِيَاتِ ضَبْحًا۔
اور قسم ہے سرپٹ دوڑنے والے گھوڑوں کی۔

(۳) لال محمد راع حفيظ و وُدُّ الصِّدْرِ مَتَّى والضبيّر
سب کے سب آل محمد (ﷺ) کے نگہباں اور محافظ ہیں اور میرا دل اور میرا ضمیر اُن کی موڈت سے سرشار ہے۔

”آل محمد“ کا لفظ سب سے پہلے حضرت ابوطالبؑ نے استعمال کیا ہے۔

(۴) فلسست بقاطع رحمی و ولدی و لو جرّت مظالمها الجزور

میں نہ تو رشتہ داری ختم کر سکتا ہوں اور نہ ہی اولاد سے قطع رحمی کر سکتا ہوں خواہ مجھ پر کتنے ہی تباہ کن مظالم کیوں نہ روا رکھے جائیں۔

(۵) فَيَا لِلّٰهِ ذُرُّ بَنِي قُصَيٍّ لَقَدْ اَحْتَلَّ عَرَصَتَهُمْ ثُبُورُ

کاش ایسا ہو کہ اللہ اولادِ قصی کا بھلا چاہے ابھی تو ان کے صحن میں ہلاکت نے قبضہ جما لیا ہے۔ اور اتر کر آگئی ہے۔

(۶) عَشِيَّةٌ يَنْتَحُونَ بِأَمْرِ هَزَلٍ وَ يَسْتَهْوَى حُلُومَهُمُ الْغُرُورُ

اس دن کی شام جب وہ غیر سنجیدہ امر کے بارے میں طے کر رہے تھے اور ان کی سوچ پر دھوکا اور فریب غالب آچکا تھا۔

(۷) فَلَا وَابِيكَ لَا ظَفَرَتْ قَرِيْشٌ وَ لَا أَمَّتْ رِشَاداً إِذْ تُشِيرُ

ایسا نہیں ہے تمہارے باپ کی قسم قریش کبھی بھی کامیاب نہیں ہوئے اور نہ ہی انھوں نے راہِ راست کا قصد کیا جب تم مشورہ دے رہے تھے۔

(۸) أَيَّامُ جَمْعِهِمْ ابْنَاءَ فَهْرٍ بِقَتْلِ مُحَمَّدٍ وَالْأَمْرُ زُورُ

کیا ان کی جماعت نے فہر کی اولاد کو (حضرت) محمد ﷺ کے قتل کا حکم دیا ہے اس بات میں کوئی صداقت نہیں یہ بے بنی برکذب ہے۔

(فہر قبیلہ قریش کے جدِ اعلیٰ تھے ان کی کنیت ابو غالب تھی اور وہ مکہ میں لوگوں کے رئیس اور سردار تھے

(الاعلام ۵/ ۱۵۷)

(۹) اَلَا ضَلَّتْ حُلُومُهُمْ جَمِيعاً وَ اُطْلُقَ عَقْلُ حَرْبٍ لَا تَبُورُ

آگاہ ہو جاؤ ان سب کے خواب و خیال گم ہو کر رہ گئے اور جنگ کی گرہ کھول دی گئی جو تھمنے والی نہیں ہے۔

(۱۰) بَنِيّ اخِي وَ نُوطُ الْقَلْبِ مَتًى وَابِيضُ مَاؤُهُ غَدَقَ كَثِيرُ

میرے بھائی کا نورِ نظر اور میرے جگر کا ٹکڑا مجھ سے ہے اس کی چمک دمک باقی رہے اور اس کا چشمہ فیض بھر پور طریقے سے جاری و ساری رہے۔

(۱۱) وَيَشْرَبُ بَعْدَهُ الْوَلَدَانُ رِيًّا وَ أَحْمَدُ قَدْ تَضَمَّنَهُ الْقُبُورُ

اور احمد تو اپنی ظاہری زندگی گزار کر پیوندِ قبر ہو جائیں گے اور ان کے بعد لڑکے بالے سیراب ہوں گے اور خوب سیر ہو کر پانی پیئیں گے۔ حضرت ابوطالب مستقبل کی خبر دے رہے ہیں۔

(۱۲) أَيْرِضَىٰ مِنْكُمْ الْحُلَبَاءُ هَذَا وَمَا ذَاكُمْ رَضَىٰ لِي أَنْ تَبُورُوا

کیا تم میں سے حلیم الطبع افراد اس بات پر راضی ہوں گے اور نہ ہی میری رضامندی اس بات میں ہے کہ تم ہلاکت سے دو چار ہو جاؤ۔

(۱۳) فَكَيْفَ يَكُونُ ذَلِكَمْ قَرِيشًا فَمَا مِنِّي الصَّرَاعَةُ وَالْفَتُورُ

قریش سے ایسی تابعداری کیسے ممکن ہے جب کہ میری جانب سے فروتنی اور ناتوانی نہیں ہے۔

(۱۴) عَلَىٰ دِمَاءٍ بَدَنٍ عَاطِلَاتٍ لِّئِنْ هَدَرَتْ بِذَلِكَمُ الْهَدُورُ

میرے ذمے ہے آزاد اور لمبی گردنوں والے جانوروں کا خون اگر اس کے سبب خوں ریزی کی گئی اور خون بہایا گیا۔

یہ شعر جواب قسم ہے۔

(۱۵) لِقَامِ الضَّارِبُونَ بِكُلِّ ثَغْرِ بِأَيْدِيهِمْ مُهَيَّئَةً تَمُورُ

کہ اگر تمھاری وجہ سے خوں ریزی کی گئی تو ہر گوشے سے تلوار چلانے والے جمع ہو جائیں گے۔ جن کے ہاتھوں میں ہندوستان کے لوہے سے تیار کی ہوئی تلوار ہوگی جسے نیام سے باہر نکالا جائے گا۔

(۱۶) وَ تَلْقَوْنِي إِمَامَ الصَّفِّ قَدَمَا أَضَارِبُ حَيْنَ تَحْزَمُهُ الْأُمُورُ

اور تم مجھے پاؤ گے صف سے آگے پیش پیش جب حضرت محمد ﷺ پر امور دشوار ہو جائیں گے تو میں اس وقت تلوار زنی اور نیزہ بازی کروں گا اور قتال کروں گا۔

(۱۷) ارادی مرة واكثر أخرى حذاراً ان تغور به الغرور
میں پتھراؤ کر کے مدافعت کروں گا اور دوبارہ دشمن پر پلٹ کر حملہ کروں گا چوکس رہتے ہوئے کہ کہیں دھوکے سے کوئی حضرت محمدؐ پر حملہ نہ کر دے۔

(۱۸) أذودهم بأبيض مشرفي اذا ما حاطه الأمر التكيؤ
میں حضرت محمدؐ کی حفاظت کروں گا چمک دار مشرفی تلوار سے جب کوئی دشوار امر انھیں احاطہ کر لے گا جب ناپسندیدہ امر سے سامنا ہوگا۔ ”مشرفی“ سرزمین عرب کے ایک قریہ کی طرف منسوب ہے وہاں کی تلواروں کو السیوف المشرفیہ کہا جاتا ہے (اقرب الموارد)

(۱۹) و جمعت الجبوع أسود فهدر وكان النقع فوقهم يثور
میں نے خاندان فہر کے شیروں اور بہادروں کی ایک جماعت اکٹھی کر لی ہے جب وہ میدان کارزار میں آتے ہیں تو ان کی تیزی اور پھرتی کی وجہ سے گرد و غبار ان کے اوپر اڑتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔

(۲۰) كائن الافق محفوف بنار وحول النار أسادٌ تزيؤ
یوں لگتا ہے جیسے افق آگ سے گھرا ہوا ہے اور آگ کے چاروں طرف شیر غصے میں دھاڑ رہے ہیں بہادروں اور دلیروں کے حملہ کو شیر کے دھاڑنے سے تشبیہ دی ہے اور تلواریں جب ٹکرا رہی ہیں تو ان سے شرارے نکل رہے ہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہر طرف گویا آگ لگی ہوئی ہے۔ یعنی آتش حرب بھڑک رہی ہے۔

(۲۱) بمعترك المنايا في مكرٍ تخال دماءاً قدراً تفور
موت کے معرکے میں حملہ کی جگہ پر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے خون دیگ میں ہے جو جوش مار رہی ہے اور خون ابل رہا ہے۔

(۲۲) اِذَا سَأَلْتَ مُجْلِجَةً صَدُوقُ كَانَ زُهَاءَهَا رَأْسُ كَبِيرِ

جب کسی سچے طاقت ور سردار سے دریافت کیا جائے گا تو وہ اونچی آواز میں جواب دے گا کہ لشکر کی تعداد بہت زیادہ تھی بڑے بڑے سر قلم ہو گئے۔

(۲۳) وَ شَظَاهَا مَحَلُّ الْمَرِّ حَقًّا وَ حَوْضُ الْمَوْتِ فِيهَا يَسْتَدِيرُ

یہ بات درست ہے کہ موت کے آنے نے قوم کو پراگندہ کر دیا اور قوم کے درمیان موت کا حوض چکر لگا رہا ہے۔

(۲۴) هِنَاكَ اَيُّ بُيُوتٍ يَكُونُ مِنِّي بَوَادِرُ لَا يَقُومُ لَهَا الْكَثِيرُ

ایسے عالم میں اے میرے فرزند (محمدؐ) مجھ سے ایسے امور ظاہر ہوں گے کہ بہت سے لوگ اس جیسا اقدام نہیں کر سکتے تھے۔

(۲۵) تَدَهَّدَتْ الصُّخُورُ مِنَ الرِّوَاسِي اِذَا مَا الْاَرْضُ زَلَزَلَهَا الْقَدِيرُ

چٹانیں اپنے پتھروں کو چوٹیوں سے لڑھکائیں گی جب قادرِ مطلق خدا زمین میں زلزلہ پیدا کر دے گا۔
ارشاد رب العزت:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا ۝ وَاُخْرِجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا ۝ (سورة الزلزال)

جب زمین میں پوری شدت کے ساتھ زلزلہ آجائے گا اور زمین اپنے بوجھ کو نکال باہر کرے گی۔

(۲۶) وَلَا قَفْلٌ بَقِيلُهُمْ فَانِي وَمَا حَلَّتْ بِكَعْبَتِهِ النَّذُورُ

اور تم دو پہر کو آنے والوں اور آرام کرنے والوں کے لیے کعبہ میں قفل نہ لگاؤ قسم ہے اس ذات کی جس کی کعبہ تک نذرین لائی جاتی ہیں۔

(۲۷) وَفِي دُونَ نَفْسِكَ اِنْ ارَادُوا بِهَا الدَّهْيَاءُ اَوْ سَأَلْتَ بِحُورِ

بے شک اے محمدؐ! میں آپ کی جان بچانے کے لیے اپنے عہد کو پورا کروں گا اگر قریش والوں نے کسی بڑی

مصیبت میں آپ کو مبتلا کر دیا یا پھر اس مقصد کے لیے سمندر بہنے لگیں گے۔ یعنی کشت و خون کا بازار گرم ہوگا اور خون کے دریا بہیں گے۔

(۲۸) ایا ابن الانف انف بنی قصی کان جبینک القمر المبیڑ

اے فرزند اور دل بند اولادِ قصی کے سر بلند اور باعثِ شرف آپ کی پیشانی تو ایسی روشن ہے جیسے چودھویں کا چاند چمک رہا ہو۔

(۲۹) لك الله الغداة و عهد عمّ تُجَنَّبُه الفواحش والفجور

اے میرے فرزند (محمدؐ) آج کے دن صبح کے وقت اللہ تمہاری حمایت و حفاظت کے لیے کافی ہے اور تمہارے چچا کا عہد و پیمان ہے جو تمہاری حمایت و حفاظت کے لیے موجود ہے ہر فواحش و فجور نے جس سے کنارہ کشی کر رکھی ہے۔

”فواحش“ ”فاحشہ“ کی جمع ہے بہت سخت فتنہ گناہ، زانی گناہوں میں منہمک

(۳۰) بَتحفاظی و نصرۃ اُرَیجی من الاعمَامِ مِعْضَادِ یَصُورُ

اے محمدؐ آپ کو میری حفاظت و حمایت حاصل ہے اور آپ کے بچاؤں کی، جو اخلاق میں اعلیٰ درجے پر فائز ہیں ان کی نصرت و اعانت کا شہرہ ہے جو یقیناً آپ کے لیے موجود ہے۔

(۳۸)

تخریج

ایمان ابی طالب / ۳۴-۳۵،	شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۹
کنز الفوائد / ۷۹، الحجۃ / ۲۷۷،	الغدير ۷/ ۳۵۷، المناقب ۱/ ۶۲
بحار الانوار ۳۵/ ۹۰-۹۱	پہلا اور تیسرا شعر مجمع البیان ۴/ ۲۸۷ میں ہے
شعر ابی طالب و اخبارہ ابی ہفصاں / ۷۷	دیوان ابی طالب عم النبی الدكتور محمد التوخی / ۴۳

اور حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اپنے بھائی حمزہ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت پر آمادہ کیا۔
یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

حضرت حمزہ کو دعوت اسلام اور نصرت کی تمنا

- (۱) فَصَبْرًا اَبَا يَعْلٰی عَلٰی دِیْنِ اَحْمَدٍ وَ کُنْ مُظْهَرًا لِلدِّیْنِ وَفَّقْتَ صَابِرًا
اے ابوعلی (حمزہ) تم حضرت احمد مجتبیٰ کے لائے ہوئے دین پر ثابت قدم رہنا اور ہمیشہ دین کے آئین کا
اظہار کرتے رہنا اور اس پر ہمیشہ صبر و استقامت کے ساتھ چلتے رہنا۔
- (۲) وَ حَظٌّ مِّنْ اَتٰی بِالْحَقِّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّهِ بِصَدَقٍ وَ عَزْمٍ لَا تَکُنْ حَمَزًا کَافِرًا
اور اس کی حمایت و حفاظت کرو جو اپنے رب کی جانب سے حق بات لے کر آیا ہے صدق اور عزم و ہمت کے

ساتھ اور اے حمزہ کبھی بھی کفر اختیار نہ کرنا حضرت محمد ﷺ کی باتوں کا انکار نہ کرنا۔

(۳) فَقَدْ سَرَّني اِذْ قُلْتَ اَنْتَ مُؤْمِنٌ فَكُنْ لِرَسُولِ اللّٰهِ فِي اللّٰهِ نَاصِرًا

مجھے یہ سن کر نہایت خوش ہوئی جب تم نے کہا کہ تم مومن ہو لہذا اب تم رسول اللہ کے لیے اللہ کی راہ میں ناصرو حامی بن کر رہو۔

(۴) وَ نَادَ قَرِيْشًا بِالَّذِيْ قَدْ اَتَيْتَهُ جَهَّارًا وَقُلْ مَا كَانَ اَحْمَدُ سَاحِرًا

اے حمزہ! اب تم علانیہ طور سے قریش کو بتلا دو اور اعلان کر دو کہ تم مسلمان ہو اور یہ بھی کہہ دو کہ احمد ساحر اور جادوگر نہیں (بلکہ اللہ کے رسول) ہیں۔

حضرت ابوطالب اپنے بھائی حضرت حمزہ کے مومن ہونے اور اسلام قبول کر لینے سے بے حد خوش ہیں اور وہ ان سے خواہش کر رہے ہیں کہ وہ اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کریں اور نبی اکرم ﷺ کی نصرت و حمایت پر کمر بستہ ہو جائیں اور نبی اکرم ﷺ پر جو جادوگر ہونے کا الزام ہے اسے رد کریں۔

(۳۹)

تخریج

مناقب آل ابی طالب ابن شہر آشوب متوفی ۵۸۸ھ، ج ۲۔ ص ۲۸۸، ۲۸۹

حضرت ابوطالبؑ نے جب فاطمہ بنت اسد سے تزویج کی تو اس کے بعد انھوں نے خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے فرمایا:
یہ اشعار ”بحر جز“ میں ہیں۔

فاطمہ بنت اسد سے شادی کے موقع پر

(۱) قد صدقت رؤیاك بالتعبير ولست بالمرتاب في الأمور
اے ابوطالب تمھارے خوابوں کی تعبیر تمھیں مل گئی وہ سچ ثابت ہوئی اور میں ان امور کے بارے میں کسی قسم کی شک و شبہ میں مبتلا نہیں ہوں۔

(۲) ادعوك رب البيت والنذور دعاء عبد مخلص فقير
اے خانہ کعبہ اور نذروں کے رب میں تجھ سے دعا طلب کر رہا ہوں ایک ایسے بندے کی دعا جو مخلص اور تیرا محتاج ہے۔

(۳) فاعطني يا خالقي سروري بالولد الحلال المذکور

اے میرے خالق تو مجھے شاد کام کر دے ایسا بیٹا عطا کر کہ جو سید ہو، شجاع ہو اور سردار ہو۔

(۴) یَکُونُ لِلْمَبْعُوثِ كَالْوَزِيرِ يَالْهَمَا يَالْهَمَا مِنْ نَوْرِ

جو تیرے مبعوث کردہ نبی کے لیے وزیر کی حیثیت رکھتا ہو ان دونوں انوار کا کیا کہنا دونوں ہی کا تعلق نور سے ہے۔

(۵) قَدْ طَلَعَا مِنْ هَاشِمِ الْبَدْوَرِ فِي فَلَكٍ عَالٍ عَلَى الْبُحُورِ

جو یہ دونوں نور طلوع ہوئے بنی ہاشم کے چاندوں سے اس آسمان پر جو بلند و بالا ہے اور سمندروں پر حاوی ہے۔

(۶) فَيُطْحَنُ الْأَرْضَ عَلَى الْكَرْوَرِ طَحْنُ الرَّحَى لِلْحَبِّ بِالتَّدْوِيرِ

زمانے کی گردش سے وہ زمین کو پیس کر رکھ دے جیسے چٹنی چلتی ہے اور دانہ اُس میں پس جاتا ہے۔ اکثر شعراء نے زمین و آسمان کو چٹنی کے دو پاٹوں سے تشبیہ دی ہے اور انسان کو اس کے درمیان گردش لیل و نہار میں پستے ہوئے دکھایا ہے۔

(۷) اِنَّ قَرِيشًا بَاتَ بِالتَّكْبِيرِ مَمْنُوكَةً بِالْعِیِّ وَالتَّبُورِ

بے شک قریش نے تکبیر (اللہ اکبر) کے ساتھ رات بسر کی اور وہ گمراہی اور ہلاکت میں پڑے رہے۔

(۸) وَمَالِهَا مِنْ مَوْتَلٍ هَجِيرٍ مِنْ سَيْفِهِ الْمُنْتَقِمِ الْمَبِيرِ

اور قریش کے لیے نہ تو کوئی پناہ گاہ ہے اور نہ ہی کوئی پناہ دینے والا ہے اس تلوار سے جو انتقام لیتی ہے اور ہلاک کر ڈالتی ہے۔

(۹) وَصَفْوَةُ النَّامُوسِ فِي السَّفِيرِ حَسَامُهُ الْخَاطِفِ لِلْكَفُورِ

اور منتخب فرشتہ جبرئیلؑ سفیر کی حیثیت رکھتے ہیں ان کی اُچک لینے والی تلوار نافرمانوں کے لیے ہے۔

(۴۰)

تخریج

الحجہ/۲۲۰

الحماسہ لابن الشجرى/۱۷

شعر ابی طالب و اخبارہ/۷۸

حضرت ابوطالبؑ نے اپنے خاندان والوں میں سے افراد قوم کو سرزنش کرتے ہوئے انھیں دشمنی کے وبال سے خبردار اور متنبہ کیا ہے۔
یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

خاندان والوں کو تنبیہ

(۱) خذُوا حَظَّكُمْ مِنْ سِلْمِنَا اِنْ حَرَبْنَا اِذَا صَرَّسْتَنَا الْحَرْبُ نَارُ تَسْعَرُ

ہم جب صلح پر آمادہ ہیں تو تم لوگ اس صلح سے فائدہ اٹھاؤ اور اپنا حصہ اس سے لے لو اس لیے کہ اگر ہم لڑائی چھیڑ دیں گے تو یاد رکھو کہ ہماری جنگ ایک بھڑکتی ہوئی آگ کی طرح ہوگی۔ جس کے شعلے جلا کر بھسم کر دیں گے۔

(۲) فَاَنَا وَ اَيَّاكُمْ عَلَى كُلِّ حَالَةٍ لَمَثَلَانِ بَلِ انْتُمْ اِلَى الصَّلْحِ اَفْقَرُ

یقیناً ہم اور تم ہر حال میں ایک دوسرے کے مانند ہیں بلکہ تم تو صلح کے زیادہ ضرورت مند ہو۔ تمہیں صلح و آشتی کی زیادہ ضرورت ہے۔

(۴۱)

تخریج

اثبات الوصیہ / ۹۲-۹۳

ابن عباس سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ قیس کے شہروں میں قحط سالی نے آلیا اور بہت شدید سوکھا پڑ گیا آسمان سے زمین پر ایک قطرہ نہیں گرا اور نہ ہی نباتات نے زمین سے سر نکالا گوشت جاتا رہا اور چربی پگھل گئی اور لوگ تکلیف اور کمزوری کے سبب خانہ بدوشی پر مجبور ہونے لگے۔ قیس نے باہمی مشورہ کیا اور ایک دوسرے سے رائے طلب کی اور انھوں نے وہاں سے کوچ کا قصد کیا اور چراگاہ کی جستجو میں روانہ ہونا چاہا۔ ان میں سے ایک گروہ نے کہا: اے قیس بن عیلان کے لوگو! ”یقیناً تم ایسے امر میں مبتلا ہو گئے جو کوئی مذاق نہیں ہے یہ امر نہایت عظیم الشان ہے اور اس کا منظر دور ہے۔“ ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ عبدالمطلب مکہ کے سردار نے بارش طلب کی تو سیراب ہوئے اور دعا مانگی تو وہ قبول ہوئی اور سفارش کی تو ان کی سفارش تسلیم کی گئی تم ان کے پاس جاؤ اور ان پر اعتماد کرو اور تم بھی اسی طرح ان سے سفارش چاہو جس طرح دوسرے لوگوں نے سفارش کرائی تھی ان لوگوں نے کہا کہ تمھاری رائے درست ہے وہ لوگ حضرت عبدالمطلب کی خدمت اقدس میں آئے اور ان سے کہا اے کامیابی کی ضمانت ابوالمحارث (عبدالمطلب) ہماری اور آپ کی قرابت داری ہے اور ہمارا ایک دوسرے سے پیوند ہے ہمیں قحط سالی کا سامنا ہے ہمارے موٹے تازے جانور دبے اور کمزور ہو گئے اور مددگار لوگ محتاج بن گئے ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ آپ کی دعا میں اثر ہے۔ اور ہم اس کے اثرات اور ثمرات سے واقف ہیں آپ اس سے ہماری سفارش کر دیجیے جس سے شفاعت کی جاتی ہے حضرت عبدالمطلب نے فرمایا۔ جبل عرفات ہماری وعدہ گاہ ہے۔

پھر وہ اپنے بیٹوں اور بیٹوں کے بیٹوں کے ساتھ روانہ ہوئے یہاں تک کہ وہ عرفات کے پہاڑ تک پہنچ گئے

وہاں پر حضرت عبدالمطلب نے اپنے ہاتھوں کو دعا کے لیے بلند کیا اور فرمایا۔

اللّٰهُمَّ رَبَّ الرِّيحِ الْعَاصِفِ وَالْبَرْقِ الْخَاطِفِ، وَالرَّعْدِ الْقَاصِفِ، مَنْشِئِ السَّحَابِ، وَمَالِكِ
الرَّقَابِ وَخَالِقِ الْخَلْقِ، وَمَنْزِلِ الرِّزْقِ وَالْحَقِّ، هَذِهِ مُضَرٌّ، خَيْرُ الْبَشَرِ، تَشْكُو شِدَّةَ الْحَالِ، وَكَثْرَةَ
الْأَحْمَالِ، قَدْ أَحْدَوْ دَبْتَ ظَهْرَهَا، وَشَعَثَتْ شَعُورَهَا، وَهَزَلَتْ سَمِينُهَا وَنَضَبَتْ مَعِينُهَا، وَغَارَتْ
عَيْنُهَا، وَقَدْ خَلَّفُوا نَشْأَ ظُلْعَا، وَبَهَائِمَ رَتْعَا، وَأَطْفَالَ رَضْعَا، اللّٰهُمَّ فَاتِحْ لَهُمْ رِيحًا خَرَارَةً، وَ
سَحَابَةً دَرَارَةً، تَضْحَكُ أَرْضُهُمْ وَتَذْهَبُ ضُرُّهُمْ.

اے اللہ! اے تیز و تند ہواؤں، چکا چوند برق، اور زور و شور سے گرجنے اور کڑکنے والے بادل کے رب،
اے بادلوں کو ایجاد کرنے والے، اے گردنوں کے مالک، اے مخلوقات کو خلق کرنے والے، اے رزق اور حق کو
نازل کرنے والے یہ خاندانِ مُضَر کے لوگ ہیں وہ مُضَر جو خیر البشر تھا انھیں شدتِ حال کی شکایت ہے اور ان کی
زمینیں قحطِ سالی کا شکار ہیں زمین خشک سالی کے سبب کبڑی ہو گئی ہے اور اس کے بال پر آگندہ ہیں اور اس کے
جانور دبے ہو گئے ہیں اور اس کے جو ہڑ سوکھ گئے ہیں اور اس کے چشموں کا پانی گہرائی میں چلا گیا ہے اور انھوں
نے اپنے پیچھے ایسے لوگوں کو چھوڑا ہے جن پر زمین تنگ ہے اور ایسے چوپائے جنھیں چرانے کی ضرورت ہے ایسے
بچے جو دودھ کے طلب گار ہیں۔

اے اللہ! تو ان کے لیے مہیا کر دے ایسی ہوا جو تند و تیز اور شمر بخش ہو اور ایسے بادل جن سے موسلا دھار
بارش ہوتا کہ ان کی زمین مسکرانے لگے اور ان کی تکلیف دور ہو جائے۔

فرمایا: ابھی وہ جدا نہیں ہوئے تھے کہ سیاہی مائل بادل پیدا ہوئے جن میں گرج اور چمک تھی حضرت
عبدالمطلب نے ان سے کہا مبارک ہو یہ ہوا کی سرسراہٹ کا وقت ہے تم نیلچے سے زمین کی کھدائی کرو پھر فرمایا اے
قریش کے لوگو واپس جاؤ تمھاری زمین سیراب ہو چکی وہ لوگ واپس چلے گئے اللہ نے اُن پر ایسا ہی کرم کیا اس
وقت حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار کہے۔

یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

عبدالطلب کے اوصاف حمیدہ کا بیان

- (۱) ابو ناشفیع الناس حین سَقَوْا بِهِ من الغیث رجّاس العشیر بکور
ہمارے والد گرامی لوگوں کے شفع ہیں جب وہ اُن سے بارش کے لیے دعا کراتے ہیں وہ اپنے قبیلے کے لیے
گرجنے والے بادل کی حیثیت رکھتے ہیں یعنی ابر باراں ہیں یا موسم بہار کی پہلی بارش ہیں۔
- (۲) ونحن سنین المحل قام شفیعنا بمکة یدعو والہیاء تغور
ہم قحط زدہ بے آب و گیاہ تھے کہ اتنے میں ہمارا شفاعت کرنے والا مکہ میں دُعا کرنے لگا اور پانی نے ابلنا
شروع کر دیا۔
- (۳) فلم تبرح الاقدام حتی رأوا بہا سحابات مزن صوبہن دروڑ
قدم اس وقت تک جے رہے جب تک انھوں نے خود اپنی آنکھوں سے بارش کے بادلوں کو دیکھ نہ لیا جن کا
موسلا دھار ہونا لازمی تھا۔
- (۴) وقیس اتتنا بعد أزم وشدة وقد عضّھا دھر اکب عثور
اور قبیلہ قیس کے لوگ ہمارے پاس آئے قحط اور تنگی و سختی کے بعد جب زمانے نے انھیں اپنی گرفت میں جکڑ
لیا تھا جیسے کوئی بہت زبردست ٹھوکر کھا کر اوندھے منہ گر جائے۔
- (۵) فما برحوا حتی سقی الله ارضهم بشیبة غیثا فالنبات نضیر
وہ اس وقت تک جدا نہیں ہوئے جب تک اللہ نے ان کی زمین کو سیراب نہ کر دیا شیبتہ الحمد (عبدالطلب)
کے ذریعے بارانِ رحمت بھیج کر جس سے نباتات تروتازہ اور شاداب ہو گئے۔

(۴۲)

تخریج

طبقات ابن سعد/ ۹۴، انساب الاشراف/ ۱۰۰
 دیوان ابی طالب عم النبی الدکتور محمد تونجی/ ۵۱ غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب/ ۸۳-۸۴

اور فرمایا جب خانہ کعبہ کی تعمیر کے بعد حجر اسود کو اس کی جگہ نصب کرنا تھا۔

قریش میں اختلاف ہوا کہ کون حجر اسود کو اس کے صحیح مقام پر رکھے گا جب وہ لوگ خانہ کعبہ کی تعمیر نو کر رہے تھے ان کے درمیان اس مسئلہ پر جنگ چھڑ جانے کا اندیشہ تھا۔ یہاں تک کہ انھوں نے یہ طے کیا کہ ان کے مابین وہ فیصلہ کرے گا جو باب بنی شیبہ سے سب سے پہلے داخل ہوگا رسول اللہ ﷺ پہلے فرد تھے جو داخل ہوئے جب لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کو دیکھا تو کہا ہم اس کے فیصلے پر راضی ہوں گے اس لیے کہ وہ امین ہے انھوں نے آنحضرتؐ کو اس امر سے آگاہ کیا آنحضرتؐ نے اپنی چادر اتاری اور اسے زمین پر پھیلا دیا پھر اس چادر پر حجر اسود کو رکھ دیا اور اُن سے کہا کہ تم میں سے ہر ایک چادر کے ایک گوشے کو تھام لے پھر سب اسے اٹھائیں سب نے مل کر اسے اٹھا لیا پھر آنحضرتؐ نے حجر اسود کو اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ دیا پھر نجد کا ایک شخص بڑھاتا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کو پتھر اٹھا کر دے تاکہ وہ حجر اسود کو مستحکم کر دیں حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اسے روک دیا اور خود پتھر اٹھا کر نبی اکرم ﷺ کو دیا اس طرح انھوں نے حجر اسود کو مضبوط کیا نجدی کو جب ہٹایا گیا تو وہ غضب ناک ہو گیا تو نبی اکرم ﷺ نے اس سے کہا کہ ہمارے ساتھ وہی خانہ کعبہ کی تعمیر میں حصہ لے سکتا ہے جو ہم سے تعلق رکھتا ہو نجدی نے کہا مجھے اس قوم پر تعجب ہے جو صاحب شرف صاحب عقل اور سن رسیدہ اور مال دار افراد پر مشتمل ہے اس کے باوجود انھوں نے ایسے فرد کی طرف رجوع کیا ہے جو ان سے کم سن ہے جس کے پاس مال و دولت کی کمی ہے

انہوں نے اپنی بڑائی اور عظمت کے باوجود اسے سردار بنا لیا ہے اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ یہ سب لوگ اس کے خادم ہوں خدا کی قسم یہ اُن سب سے آگے بڑھ جائے گا یہ اُن کے درمیان خوش قسمتی اور بلند ہمتی کو تقسیم کرے گا۔ اور کہا جاتا ہے کہ وہ عجبی ابلیس تھا حضرت ابوطالبؑ نے اس وقت فرمایا۔

حجر اسود کو نصب کرتے وقت

(۱) اِنَّ لَنَا اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ فِی الْحُكْمِ وَالْعَدْلُ الَّذِی لَا نُنْكَرُهٗ
بے شک ہمارے ہی لیے اس کا اوّل بھی ہے اور اس کا آخر بھی ہے فیصلے میں اور عدل و انصاف کے موقع پر جس کا ہم انکار نہیں کر سکتے۔

(۲) وَقَدْ جَهِدْنَا جَهْدًا لِّنَعْمِرَہٗ وَقَدْ عَمَرْنَا خَیْرَہٗ وَاکْبَرَہٗ

فان یکن حقاً ففینا اوفرہ

ہم نے اپنی پوری تگ و دو کی ہے تاکہ کعبہ کو بسائے رکھیں اور ہم نے ہی اسے آباد کیا ہے بہتر سے بہتر انداز میں اور اس کی عظمت کو ملحوظ رکھتے ہوئے اسے آباد کیا ہے۔ پس اگر یہ بات حق ہے تو ہمارا اس میں وافر حصہ ہے۔
کتاب انساب الاشراف میں یہ شعر اس طرح ہے:

نَحْنُ عَمَرْنَا خَیْرَہٗ وَاکْثَرُہٗ لَهَا وَضَعْتِہٖ اِذَا تَمَارَوْا مُجْتَمِعَہٗ

(۴۳)

تخریج

ایمان ابی طالب/۳۵، شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۹،
الحجۃ/۲۸۳، بحار الانوار ۳۵/۱۶۴-۱۶۵،
شعرا بی طالب و اخبارہ و المستدرک علیہ ابی ہفان/۷۸ دیوان ابی طالب عم النبی الدکتور محمد التونجی/۴۴

حضرت ابوطالب علیہ السلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح سرائی کرتے ہوئے جن فضائل و محاسن کے وہ اہل ہیں ان کا تذکرہ کرتے ہیں۔
یہ اشعار ”بحر المتقارب“ میں ہیں۔

خاندان بنی ہاشم اور سرور کائنات کا قصیدہ

(۱) اِذَا قِيلَ مِنْ خَيْرٍ هَذَا الْوَرَى قَبِيلًا وَ اَكْرَمَهُمْ اُسْرَةً
جب دریافت کیا گیا کہ اس کائنات میں سب سے بہتر کون ہے؟ قبیلہ کے اعتبار سے اور خاندان کے لحاظ سے کون سب سے زیادہ مکرم و محترم ہے۔

(۲) اُنَافٍ بَعْدَ مَنْافٍ اَبٍ وَ فَضْلَهُ هَاشِمٍ الْغُرَّةِ
شرف اور منزلت کے اعتبار سے عبد مناف جو اس خاندان کے جدِ اعلیٰ ہیں اور فضیلت و عظمت کے لحاظ سے

ہاشم کی ذات گرامی قدر ہے جن کی اولاد بنی ہاشم کہلاتی ہے۔

(۳) لَقَدْ حَلَّ مَجْدُ بَنِي هَاشِمٍ مَكَانَ النِّعَائِمِ وَ النَّثْرِ

بنی ہاشم کا مجد و شرف اس مقام پر پہنچا ہوا ہے اور اس کی وہی حیثیت ہے جو ستاروں میں نعائم اور نثرہ کی ہے جس طرح وہ چمک دمک رہے ہیں اسی طرح بنی ہاشم میں اپنے اقران میں ممتاز ہیں۔

النِّعَائِم۔ قمر کی منزلوں میں سے ایک منزل اور النثرہ ایک ستارے کا نام النعائم اور النثرہ میں ایک بالشت کا فاصلہ ہے اور ان دونوں میں سفیدی کی آمیزش ہے گویا کہ یہ بادل کے ٹکڑے ہوں۔ اور یہ بیت اس طرح بھی روایت کی گئی ہے۔

اناف مناف اُبی ابونضلة ہاشم العُرة

ابونضلة ہاشم کی کنیت ہے۔

(۴) وَ خَيْرُ بَنِي هَاشِمٍ أَحْمَدُ رَسُولُ إِلَهِ عَلَى فِتْرَةِ

اور بنی ہاشم میں سب سے بہترین ہستی احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی ہے۔ جو زمانہ فترت کے بعد اللہ کے رسول بن کر دنیا میں تشریف لائے۔

فِتْرَت: اس زمانے کو کہتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ کے درمیان گزرا ہے جس میں کوئی نبی اور رسول نہیں آیا۔

حضرت ابوطالبؑ کا یہ قول اللہ تعالیٰ کے قول سے مطابقت رکھتا ہے:

قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَى فِتْرَةٍ مِّنَ الرُّسُلِ. (المائدة: ۱۹)

ہمارا رسول تمہارے پاس آیا ہے جو تم پر وضاحت کر رہا ہے رسولوں کی فترت کے بعد۔

اب اگر اس قول کے بعد بھی نبوت پیغمبر کی شہادت حضرت ابوطالبؑ کے لئے ثابت نہیں ہے تو پھر کس

شہادت کی ضرورت ہے۔

(۴۴)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۰

شعر ابی طالب و اخبارہ و المستدرک علیہ ابی ہفان۔ ۸۰

حضرت ابوطالبؑ نے ابولہب سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے۔

یہ شعر ”بحر الکامل“ میں ہے۔

ابولہب سے خطاب

(۱) أَظُنْتُ عَنِي قَدْ خَذَلْتُ وَ غَالِي مَنْكَ الْغَوَائِلُ بَعْدَ شَيْبِ الْمَكِيدِ

اے ابولہب کیا تو نے سمجھ رکھا ہے کہ میں نے محمدؐ کو تنہا چھوڑ دیا ہے اور بڑھاپے کی منزلیں طے کرنے اور معمر ہو جانے کے بعد تیرے پاس سے مجھ تک مصیبتوں اور آفتوں کا نزول ہو گیا ہے۔ ”اس لیے میں پیچھے ہٹ گیا ہوں“
(یہ سب تیرا خیال خام ہے ایسی کوئی بات نہیں ہے)

(۴۵)

تخریج

نزهة الکرام و بستان العوام / ۱۱۲

حضرت ابوطالبؑ نے بیت الحرام کی تعظیم کے لیے کہا ہے۔
یہ اشعار ”نحر طویل“ میں ہیں۔

سب سے عظیم حق اور بڑا جرم

(۱) لقد کان منی مارأیت و انّی لا عظم حق البیت والرُّکن والحجیر

جو کچھ تم نے دیکھا ہے وہ میری ہی جانب سے تھا اور میں ہی ہوں جو خانہ کعبہ کے حَجَرِ اَسْوَد اور حَجَرِ اسماعیل کے بارے میں سب سے بڑا حق رکھتا ہوں۔

(۲) ولیس اختراط السیف یا قوم فاعلموا باعظم عندالله جرماً من الغدر

اے میری قوم کے لوگو! جان لو کہ تلوار کا سونت لینا اللہ کے نزدیک غداری سے بڑا جرم نہیں ہے اس لئے کہ کسی سے غداری کرنا کسی کے خلاف تلوار کھینچ لینے سے بڑا جرم ہے۔

(۴۶)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۴/ ۲۹۴-۲۹۵، شعرا بی طالب و اخبارہ المستدرک ۷/ ۷۶
دیوان ابی طالب عم النبی ۴۶-۴۷، غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب ۸۰-۸۱

حضرت ابوطالبؑ نے اپنے ماموں ہشام بن المغیرہ کا مرثیہ کہا ہے۔
یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

ہشام بن المغیرہ کا مرثیہ

(۱) فَقَدْ نَا عَمِيدَ الْحَيِّ وَالرَّكْنَ خَاشِعٍ لِفَقْدِ ابْنِ عُثْمَانَ وَالْبَيْتِ وَالْحَجَرِ
ہم نے قبیلہ کے سردار کو اپنے درمیان موجود نہیں پایا ہے اور ابو عثمان (ہشام بن مغیرہ) کے مفقود ہو جانے کی
وجہ سے حجر اسود، خانہ کعبہ اور حجر اسماعیل سب کے سب حالت خشوع میں ہیں یعنی عجز و نیاز سے جھکے ہوئے ہیں۔
(ابو عثمان ہشام بن مغیرہ کی کنیت تھی)

(۲) وَكَانَ هِشَامُ ابْنُ الْبَغِيرَةِ عَصَبَةً إِذَا عَرَّكَ النَّاسَ الْمَخَافُوفُ وَالْفَقْرُ

اور ہشام بن مغیرہ پناہ گاہ اور سہارا بنتے تھے جب بھی لوگ خوف و فقر میں مبتلا ہوا کرتے

تھے۔

(۳) بِأَبْيَاتِهِ كَانَتْ أَرَامِلُ قَوْمِهِ تَلُوذُ وَآيَتَامُ الْعَشِيرَةِ وَالسَّفَرُ

قوم کے محتاج لوگ اور بیوائیں اور قبیلے کے یتیم بچے بچیاں اور مسافر حضرات سب کے سب ہشام بن المغیرہ کے گھروں میں آکر پناہ لیا کرتے تھے۔

(۴) فَوَدَّتْ قُرَيْشٌ لَوْ فَدَتْهُ بِشَطْرِهَا وَقَلَّ لَعَمْرِي لَوْ فَدَوَهُ لَهُ الشَّطْرُ

قریش کی یہ خواہش اور تمنا تھی کہ وہ اپنی آدھی زندگی ان پر قربان کر دیتے اور میری حیات کی قسم اگر وہ اپنی آدھی زندگی اُن پر وار دیتے تو یہ بھی ان کی کارکردگی کے مقابلے میں بہت کم ہوتا۔

(۵) نَقُولُ لِعَمْرٍو وَ أَنْتَ مِنْهُ وَ إِنَّا لَنَرُجُوكَ فِي جُلِّ الْمُلْكَاتِ يَا عَمْرُو

اب ہم عمرو سے یہ کہتے ہیں کہ تم ایسی عظیم ہستی کے فرزند ہو لہذا ان کے نقش قدم پر چلو جملہ حادثات اور سخت مصیبت کے وقت اے عمرو ہمیں تم سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔

ہشام ابن المغیرہ کا تعلق بنی مخزوم سے تھا، بنی ہاشم اور بنی عبد شمس کے بعد یہی قریش کے قابل فخر اور عظیم الشان لوگوں میں سے شمار کیے جاتے ہیں ابو عثمان کو بنی مخزوم کے شعراء کی سرپرستی حاصل رہی اور اسی وجہ سے ان کی شہرت ہر طرف پھیل گئی اور جو دستاویز، عزت و حرمت، طاقت و قوت اور شرف و منزلت میں ان کی مثالیں دی جاتی تھیں اور قوم نے ہشام کی موت پر سال و وقت کا تعین کیا گیا اور یہ قول مشہور ہوا:

وَحِينَ يَنَاعِي الرِّكْبَ مَوْتَ هِشَامِ.

اس وقت کا واقعہ ہے جب سوار ہشام کی موت کی خبر لے کر آیا تھا۔ جس طرح عام الفیل اور خانہ کعبہ کی تعمیر سے ماہ و سال کا تعین کیا گیا۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے:

لَوْ دَخَلَ أَحَدُ مَن مَّشَرَ كِي قُرَيْشٍ الْجَنَّةَ لَدَخَلَهَا هِشَامُ بْنُ الْمُغِيرَةِ كَانَ أَبْذَلَهُمُ لِلْمَعْرُوفِ

وَأَحْمَلَهُمُ لِلْكَفْلِ. (شرح بن ابی الحدید ج ۱۸/۲۹۳)

اگر مشرکین قریش میں سے کوئی شخص جنت میں جائے گا تو وہ ہشام بن المغیرہ ہوں گے اس لیے کہ وہ اچھے کاموں میں اموال صرف کرتے تھے نیز کمزوروں اور بے نواؤں کی مدد کیا کرتے تھے۔

اسی کا بیٹا عمرو بن ہشام تھا زمانہ جاہلیت میں جس کی کنیت ابوالحکم تھی اور نبی اکرم ﷺ نے اس کی کنیت ابو جہل رکھ دی تھی۔ یہ ۲ ہجری میں غزوہ بدر میں مارا گیا اسے عمرو بن الجموح اور ابن الصفراء جو انصاری تھے انھوں نے قتل کر ڈالا اور یہ دونوں جوان تھے اور احادیث کی کتابوں میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ابو جہل کی مقتول پایا تو فرمایا قتل فرعون هذه الامة اس اُمت کا فرعون مارا گیا ابو جہل بدخلق سخت کلام (درشت کلام) اور دل کا بہت بُرا شخص تھا۔

(۴۷)

تخریج

دیوان ابی طالب عم النبی الدكتور محمد تونجی/ ۵۱، اعیان الشیعة ج ۸/ ۱۱۹

یہ اشعار کتاب الدرّة الغراء فی شعر ابی البطحاء میں نہیں ہیں۔

یہ سیرت کی کتابوں میں مذکور ہے اور مؤرخین نے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ عمرو بن العاص جب حبشہ کی طرف روانہ ہوا تا کہ حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں کو نجاشی کی پناہ سے نکال کر اپنے مکرو فریب سے لے آئے تو آپ نے اس وقت فرمایا۔

یہ اشعار ”بحر متقارب“ میں ہیں۔

نجاشی کے پاس جانے کا ارادہ

(۱) تقول إِبْنَتِي أَيْنَ الرَّحِيلِ وَ مَا الْبَيْتِ مَعِي مِمُّسْتَنْكَرٍ

ابوطالبؑ فرماتے ہیں کہ جب میں نے حبشہ کی طرف جانے کی تیاری کی تو میری بیٹی نے دریافت کیا کہ اب کہاں کوچ کی تیاری ہے اور جب کہ سفر کرنا میری طرف سے کوئی انہونی اور انوکھی بات نہیں ہے۔

(۲) فقلت دعيني فاني امرؤ اريد النجاشي في جعفر

میں نے بیٹی کو جواب دیا کہ مجھے جانے دو اور اس بارے میں مجھ سے دریافت نہ کرو اس لیے کہ میں اپنے

فرزند ارجمند جعفر کی حمایت و نصرت کے لیے نجاشی کے پاس جانا چاہتا ہوں۔

(۳) لَا كُويَهْ عِنْدَهُ كَيْتَةً أَقِيَمَ بِهَا نَخْوَةً الْأَصْعَرُ

تاکہ میں نجاشی کے پاس خود جا کر عمرو بن العاص کی مکاریوں اور عیاریوں کا جواب دے سکوں جس نخوت و غرور کا مظاہرہ کرتے ہوئے عمرو بن العاص اپنی گردن ٹیڑھی کیے ہوئے ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس لفظ کو ایک مرتبہ قرآن کریم میں استعمال کیا ہے۔

وَلَا تُصْعِرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْنِشْ فِي الْأَرْضِ مَرْحًا (١٨ القمان ٣١)۔

اور لوگوں سے بے رخی نہ کرنا اور زمین میں اکڑ کر نہ چلنا۔

(۴) وَ ان انثنائی عن هاشم بما اسطعت في الغيب و المحضر

اور اولاد ہاشم کی مدد و نصرت اور حمایت کرنا میرا فرض ہے جب تک جان میں جان باقی ہے اور میرے بس میں ہے میں ان کی موجودگی اور ان کی عدم موجودگی میں ان کو دشمنوں سے محفوظ رکھوں گا اور ان کی پشت پناہی کرتا رہوں گا۔

(۵) وعن عائب اللات في قوله ولولا رضاء اللات لم تمطر

اور لات کو عیب لگانے والے ابوطالب کی جانب سے ان لوگوں کو یہ پیغام پہنچا دو جو یہ کہتے ہیں کہ اگر لات (بت کا نام) راضی نہ ہو تو بارش بھی نہیں ہوتی۔

(۶) وائی لآشئنی قریش لہ وان کان کالذهب الاحمر

کہ خاندان قریش میں سے میں وہ ہوں جو اسے سب سے زیادہ برا جانتا ہے اور لات کا سب سے بڑا دشمن ہوں خواہ وہ بت سرخ رنگ کے سونے کی مانند ہو یعنی ان کے نزدیک بیش قیمت اور قدر و منزلت والا ہو۔

لات و منات اور ہبل کا دشمن موحد نہیں ہوگا تو کون ہوگا؟ جو عمر بھر ان بتوں کو پوجتے رہے انھیں مسلمان تسلیم کیا جاتا ہے اور جو ان کی دشمنی میں پیش پیش ہو اس کے اسلام میں شک ہے۔

بدین عقل و دانش بباہد گریست

قافیۃ السین

(۴۸)

تخریج

الحجۃ/۳۲۶-۳۲۷ المناقب ۱/۶۱ اور ان میں سے کچھ ایمان ابی طالب کتاب میں ہیں/۳۷، تفسیر
ابی الفتوح ۸/۴۷۴، الغدیر ۷/۴۰۰ ضیاء العالمین شیخ فتونی سے منقول ہے بحار الانوار ۳۵/۹۰،
دیوان ابی طالب عم النبی الدكتور محمد تونجی/۵۳ شعرا بی طالب و اخبارہ المستدرک علیہ/۸۱ پہلا دوسرا اور
چوتھا شعر مجمع البیان ۴/۲۸۸ اور المنقض/۴۷ میں ہے۔

جب قریش نے یہ دیکھا کہ حضرت محمد ﷺ کا معاملہ روز بروز بڑھتا جا رہا ہے اور رو بہ ترقی ہے تو انھوں نے کہا کہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ محمد کی بڑائی میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے ہونہ ہو یا تو وہ جادوگر ہیں یا مجنوں ہیں انھوں نے آپس میں یہ عہد و پیمان کیا کہ اگر ابوطالب مر گئے تو وہ تمام قبائل کو جمع کر کے حضرت محمد کے قتل پر انھیں آمادہ کر لیں گے حضرت ابوطالب علیہ السلام کو اس بات کا پتا چل گیا تو انھوں نے بنی ہاشم اور قریش میں سے اپنے حلیفوں کو جمع کیا اور انھیں نبی اکرم ﷺ کے بارے میں وصیت کی اور فرمایا کہ میرا بھتیجا جو کچھ کہہ رہا ہے اس بارے میں ہمارے آباؤ اجداد اور ہمارے صاحبان علم پہلے ہی بتلا چکے ہیں اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ”حضرت محمد ﷺ سچے نبی اور واضح امین ہیں اور ان کی شان نہایت عظیم ہے اور ان کی منزلت رب کے نزدیک بہت اعلیٰ و ارفع ہے“ لہذا تم لوگ ان کی دعوت پر لبیک کہو اور ان کی نصرت کے لیے اکٹھے ہو جاؤ اور ان کے تعاقب میں آنے والے دشمنوں کا قصد کرو اس لیے کہ رہتی دنیا تک یہ تمھارے لیے باقی رہنے والا شرف ہے پھر آپ نے یہ اشعار کہے ہیں۔

عزیز واقارب کو نصرتِ نبی کی وصیت

(۱) اوصی بنصر النبی الخیر مشہدہ علیاً ابنی و عمّ الخیر عبّاساً
میں نبی اکرم ﷺ کی نصرت کے لیے اپنے نورِ نظر علی اور اور ان کے چچا عباس بن عبدالمطلب کو وصیت کرتا
ہوں ایسا نبی جس کی زیارت باعثِ خیر و برکت ہے۔

(۲) و حمزة الاسد المخشى صولته و جعفرأ أن یذودوا دونه الناس
اور پیشہ شجاعت کے شیر حمزہ کو جن کے زبردست حملے کا خوف طاری ہے اور اپنے فرزند جعفر کو وصیت کرتا
ہوں کہ یہ چاروں افراد مل کر نبی اکرم ﷺ کی نصرت اور کمک کرتے رہیں اور ان کے دشمنوں کو ان سے دور
کرتے رہیں۔

(۳) وهاشما کلها اوصی بنصرته ان یأخذوا دون حرب القوم امراسا
اور میں ہاشم کے تمام فرزندوں کو ان کی اولاد کی اولاد کو آنحضرت کی حمایت و نصرت کے لیے وصیت کرتا ہوں
کہ اگر قوم جنگ پر آمادہ ہو تو تم لوگ بھی دفاع پیغمبر اکرم کے لیے تجربہ کار جنگ جو کی طرح کمر بستہ ہو جانا۔
”اَمْرَاس“ ”مَرَس“ کی جمع ہے۔ تجربہ کار جنگ جو

(۴) کونوا فداءً لکم اُحی و ما ولدت من دون احمد عند الرّوع اتراسا
میری ماں اور اس کی تمام اولاد تم پر نچھاور ہو جائے تم سب کے سب اے بنی ہاشم کے جیالو! جب جنگ کے
بادل منڈلا رہے ہوں تو تم حضرت احمد کے لیے ڈھال اور سپر بن جانا۔

(۵) بگل ابیض مَصْقُولٍ عوارضه تخاله فی سواد اللیل مقبّاسا
ہر اس تلوار کے ساتھ پیغمبر اکرم ﷺ کی نصرت کرنا جو چمک دار اور براق و آبدار ہو تم جب اسے دیکھو تو وہ
رات کی تاریکی میں تمہیں شعلہ جوالہ نظر آئے یعنی تلوار کے ذریعے نبی اکرم ﷺ کے دفاع کے لیے مستعد اور
تیار رہنا۔

قافیۃ العین

(۴۹)

تخریج

الحجہ/ ۲۹۲

جب ابو جہل بن ہشام نے نبی اکرم ﷺ کو بہت زیادہ اذیت دینی شروع کی اور اس کی دشمنی بڑھ گئی تو حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اس کو دھمکی دیتے ہوئے اور اسے جنگ کا خوف دلاتے ہوئے اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے دین کو درست قرار دے کر اور اس پر اعتقاد رکھتے ہوئے فرمایا۔
یہ اشعار ”بحر الکامل“ میں ہیں۔

ابو جہل کو تہدید

(۱) صدق ابن آمنۃ النبی محمد فتَمَيُّزُوا غِيظاً به و تقطعوا

آمنہ کے فرزند اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ نے سچ فرمایا ہے ان کے سچ کو سنتے ہی کفار و مشرکین غیظ و غضب میں آپ سے باہر ہو گئے اور انہوں نے آنحضرتؐ سے تمام تعلقات منقطع کر لیے۔
عربی زبان میں کہتے ہیں تمیز من الغیظ وہ غصے سے پھٹ پڑا یہ عربی زبان کا محاورہ ہے۔

(۲) ان ابن امنۃ النبی محمدًا سيقوم بالحق الجلی و یصدع

بے شک حضرت آمنہ کے دل بند اللہ کے نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ حق کے واضح اعلان کے لیے مستعد اور آمادہ ہیں اور وہ اللہ کے حکم کو واضح طور سے بیان کر رہے ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں یہ لفظ یصدع امر کی صورت میں استعمال کیا ہے۔

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۳﴾ (الحجر ۹۳)

آپ کو جس کام پر مامور کیا گیا ہے آپ اس کا واضح اعلان فرما دیجیے اور مشرکین کی کوئی پروا نہ کیجیے۔

(۳) فَارْبِعَ أَبَا جَهْلٍ عَلَى ظُلْعٍ فَمَا زَالَتْ جِدُودُكَ تَسْتَخْفُ وَ تَظْلَعُ

اے ابو جہل جس بات کی تم میں طاقت نہیں اس سے رک جاؤ تمہارے پاس جتنی طاقت ہے اسی کے مطابق کام کرو یا درکھو کہ تمہارے نصیب اور مقدر میں کمی آتی جا رہی ہے اور تمہاری طاقت گھٹتی جا رہی ہے۔

عربی زبان میں اربع علی ظلعك محاورہ ہے جس کی تم میں طاقت نہیں اس سے رک جاؤ۔

(۴) سَتَرِي بَعِينُكَ اِنْ رَأَيْتَ قِتَالَهُ وَ عِنَادَهُ مِنْ اَمْرِهِ مَا تَسْمَعُ

تم حضرت محمدؐ کے امر یعنی دین اسلام سے متعلق ان سے جنگ و جدال و قتال کو اپنی آنکھوں سے دیکھو گے اگر تمہیں دیکھنے کا موقع ملا اور تم ان سے عناد و دشمنی کا مشاہدہ کرو گے جس کے بارے میں ابھی تک سنتے رہے ہو۔

یہی ہوا جس کا مشاہدہ ابو جہل کو غزوہ بدر کے موقع پر کرنا پڑا وہ خود اس جنگ میں شریک تھا اور اس میں قتل کر

دیا گیا جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ گویا کہ یہ ایک طرح سے حضرت ابوطالبؑ کی پیش گوئی تھی اور ان کی بصیرت تھی جو مستقبل کو دیکھ رہی تھی اور پیش آنے والے واقعات سے آگاہ کر رہی تھی۔

قافية الفاء

(۵۰)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۱
الحجۃ/۳۴۲-۳۴۳،

سیرت ابن اسحاق/۲۰۸،
الحجۃ/۱۷

غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب/۹۰-۹۳

دیوان عم النبی جمعہ و شرحہ الدکتور محمد التوئی/۵۵-۵۶،

شعر ابی طالب و اخبارہ المستدرک علیہ/۸۱-۸۲ المستدرک ص ۸۱ پر ہے۔

ابولہب کے ناروا سلوک پر اسے نصیحت کرنے کے لیے حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار کہے ہیں کہ رسول اللہؐ سے عمدہ سلوک کرو اور مہربانی کا رویہ اختیار کرو۔
یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

ابولہب کو نصیحت اور نصرت کی دعوت

(۱) عجبۃ لحلم یا ابن شیبۃ حادث واحلام اقوام لدیک سخاف

اے ابن شیبہ (عبدالمطلب کے فرزند) ابولہب تمہاری عقل و خرد پر مجھے حیرانی ہو رہی ہے جس کا ظہور تم سے

ہو رہا ہے۔ یعنی نبی اکرمؐ کی (مخالفت کرنا) اور دوسرے افراد جن کا تعلق بنی ہاشم سے ہے ان کی عقل و دانش تمہارے نزدیک حماقت پر مبنی ہے۔

دوسرے مصادر میں اس شعر کا پہلا مصرع اس طرح ہے:

”عَجِبْتُ لِحِلْمِهِ يَا بَنِي شَيْبَةَ عَازِبُ“

مجھے شیبہ کے فرزند ابولہب بن عبدالمطلب کی عقل پر حیرانی ہو رہی ہے جو تنہا اس فکر کا مالک ہے۔
ابولہب کا نام عبدالعزیٰ بن عبدالمطلب تھا اور یہ بھیگا تھا اس کے جمال کی وجہ سے اس کی کنیت ابولہب تھی۔
اسی کے لیے قرآن مجید میں سورہ لہب کا نزول ہوا اور اس سورت میں اس کی جس بیوی کا ذکر ہے اس کا نام اُم جمیل تھا وہ ابوسفیان بن حرب کی بہن تھی۔ اس کا اصل نام اروی بنت حرب تھا اور یہ کفر و شرک میں اپنے شوہر کی مددگار تھی۔

(۲) يَقُولُونَ شَايِعٌ مِّنْ أَرَادَ مُحَمَّدًا بَسُوءٌ وَ قَمٌ فِي أَمْرِهِ بِخِلَافٍ

وہ کہتے ہیں کہ جو بھی محمد ﷺ سے برائی اور ظلم کا ارادہ کرتا ہے تم اس کے ساتھ شریک و سہم ہو جاؤ اور جو بھی وہ حکم دیتے ہیں تم اس کے خلاف کھڑے ہو جاؤ یعنی ان کے فرمان کی مخالفت کرو۔ اور دین اسلام کی مخالفت کرو۔

(۳) أَضَامِيمٌ أَمَّا حَاسِدٌ ذُو خِيَانَةٍ وَ أَمَّا قَرِيبٌ مِّنْكَ غَيْرُ مَصَافٍ

یہ جو لوگوں کی جماعتیں ہیں یا تو ان میں حسد کرنے والے خائن لوگ موجود ہیں یا اے ابولہب تمہارے وہ نزدیکی لوگ ہیں جن کے دل صاف اور شفاف نہیں ہیں۔

(۴) فَلَا تَرْكِبَنَّ الدَّهْرَ مِنْهُ ظِلَامَةٌ وَ أَنْتَ أَمْرٌ مِّنْ خَيْرِ عِبْدِ مَنْفٍ

تم آنحضرت پر ظلم و ستم ڈھانے میں زمانے کا ساتھ مت دو تم عبدمناف جیسے بہترین خانوادے سے تعلق رکھنے والے فرد ہو۔

عبدمناف قریش کے بہترین شخص تھے ابن الزبیری نے کہا ہے۔

كَانَتْ قَرِيشٌ بَيْضَةً فَتَقَلَّصْتُ فَالْمَخَ خَالِصَةٌ لِّعَبْدِ مَنْفٍ

قریش تو معزز لوگوں میں سے تھے۔ اس کے بعد انھوں نے آپس میں جنگ و جدال شروع کر دیا اور ان میں سب سے خالص اور اصل تو عبد مناف سے تعلق رکھنے والے اور ان کے خاندان کے افراد ہیں۔

(۵) وَلَا تَتَزَكُّهُ مَا حُبِّتَ لِمَعْظَمٍ وَكُنْ رَجُلًا ذَانِجِدَةً وَ عَفَافٍ

اے ابولہب تم جب تک زندہ ہو تم نبی اکرم ﷺ کو کسی بھی سخت مصیبت اور آزمائش کی گھڑی میں بے یار و مددگار نہ چھوڑ دینا بلکہ تم اپنی خاندانی عظمت و وجاہت کا پاس رکھتے ہوئے بہادر اور پارسا انسان کا کردار پیش کرو۔

(۶) يَذُودُ الْعَدَاۗءَ عَنْ ذُرُوۡةٍ هَاشِمِيَّةٍ اِلَّا فُھُمْ فِي النَّاسِ حَايِرٌ اِلَّا فِی

خاندان بنی ہاشم کے اعلیٰ منزلت لوگوں سے دشمنیوں کو دور کرنے اور ان کے دفاع کی سعی کرو ایسے لوگوں سے معاشرت قائم کرنا اور مانوس ہونا تو بہترین افراد سے مانوس ہونا ہے سورۃ قریش میں اسی فلسفے کو بیان کیا گیا ہے۔

لِیَلْفِ قُرَیْشٍ ۝۱ الْفِھُمْ رَحَلَةُ الشَّتَاۗءِ وَالصَّیْفِ ۝۲

قریش کو مانوس کرنے کے لیے انھیں موسم سرما اور گرما کے سفر سے مانوس کرنے کے لئے

(۷) فَاِنَّ لَّہٗ قَرَبٰی لَدَیْکَ قَرِیْبَۃٍ وَّلَیْسَ بَذٰی حَلْفٍ وَّ لَا بِمُضَافٍ

اور غور کرو کہ اے ابولہب حضرت محمد ﷺ سے تمہاری کتنی قریبی رشتہ داری ہے وہ تمہارے بھائی کے بیٹے ہیں وہ (حلیف) اتحادی لوگوں میں سے نہیں ہیں اور نہ ہی ان لوگوں میں سے جنہیں ہماری جانب منسوب کر دیا گیا ہو۔

مضاف وہ شخص جسے کسی قبیلے سے نسبت دی جائے اور اس قبیلے اور خاندان سے اس کا تعلق نہ ہو۔

حرم کے باشندے موسم سرما اور موسم گرما کے سفر کے دوران سفر کرتے وقت اور سامان کی نقل و حمل میں محفوظ رہتے تھے جب کہ ارد گرد کے دوسرے لوگوں کو اچک لیا جاتا تھا ان کا مال چھین لیا جاتا تھا۔

جب ان کے ساتھ ایسا معاملہ پیش آتا تو وہ کہتے تھے ہم تو اللہ کے حرم کے لوگ ہیں لہذا کوئی ان کے سامنے نہیں آتا تھا حضرت ہاشم شام سے مانوس تھے اور عبد شمس حبشہ کی طرف اور مطلب یمن کی جانب اور نوفل فارس کی سمت سفر کیا کرتے تھے اور قریش کے تمام تاجر ان بھائیوں کے ساتھ مل کر سفر کیا کرتے تھے اور انھیں کوئی دشواری

پیش نہیں آتی تھی۔

حلف بالکسر معاہدے کو کہتے ہیں جو قوم کے مابین ہوتا ہے اور صدیق ہر ایک سے قسم لیتا ہے کہ وہ غداری اور خلاف ورزی نہیں کرے گا اور اس کی جمع آخلاف ہے اور قریش کے چھ قبائل ایک دوسرے کے حلیف ہیں عبدالدار، کعب، سحم، مخزوم اور عدی۔

(۸) وَلَكِنَّهُ مِنْ هَاشِمٍ فِي صَمِيحِهَا إِلَى ابْحَرِ فَوْقَ الْبُجُورِ طَوَافٍ

لیکن حضرت محمد ﷺ تو خاص الخاص بنی ہاشم جیسے عظیم الشان خاندان کے فرد ہیں ان کا تعلق ایسے بحر زار سے ہے کہ عظمتوں کے تمام سمندر جس کے گرد موج طواف ہیں۔

(۹) وَزَايَحُمُ جَمِيعِ النَّاسِ عَنْهُ وَكَانَ لَهُ ظَهِيرًا عَلَى الْأَعْدَاءِ غَيْرِ مُجَافٍ

اور اے ابوالہب تم تمام لوگوں کو حضرت محمدؐ سے ہٹا کر دور کر دو، تنگ جگہ میں دھکیل دو اور ان کے مددگار اور پشت پناہ بن کر دشمنوں کے خلاف ہو جاؤ اور بزدل نہ بنو۔

(شرح ابن الحدید میں ظہیراً کی جگہ ”وَزِيْرًا“ کا لفظ ہے یعنی ان کے وزیر بن کر) بوجھ اٹھانے والا

(۱۰) فَإِنْ غَضِبْتَ فِيهِ قَرِيْشَ فَقُلْ لَهُمْ بَنِي عَمِّنَا مَا قَوْمُكُمْ بِضِعَافٍ

پس اگر قریش حضرت محمدؐ سے ناراض ہو جائیں اور غضب ناک ہو جائیں تو اے ابوالہب تم قریش کو دواشکاف الفاظ میں بتلا دو کہ اے ہمارے ابن عم تمہاری قوم کمزور نہیں ہے بلکہ ان میں مقاومت اور مقابلہ کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہے لہذا تم نبی اکرم سے گستاخی نہ کرنا۔

(۱۱) وَمَا بِالْكُفْرِ تَغْشَوْا مِنْهُ ظِلَامَةً وَمَا بِالْأَحْلَامِ هُنَاكَ خَفَافٍ

اور تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ تم حضرت محمدؐ پر کیوں ظلم ڈھار رہے ہو؟ اور کس بات کا بدلہ لے رہے ہو؟ اور کیا ہو گیا ہے؟ تمہارے کون سے خواب ہیں جنہیں تم نے چھپا رکھا ہے؟ دوسرے نسخے میں ہے۔

”وَمَا بِالْأَحْقَادِ هُنَاكَ حَوَافِي“

اور وہاں پر کون سا ایسا بغض و حسد ہے جس نے تمہیں ابھار رکھا ہے۔

(۱۲) فَمَا قَوْمَنَا بِالْقَوْمِ يَخْشَوْنَ ظَلَمَنَا وَمَا نَحْنُ فِيهَا سَاءَ هُمْ بِخَفَافِ

ہماری قوم وہ نہیں ہے جو کسی پر ظلم و ستم کو روار کھے اور نہ ہی ہم لوگ وہ ہیں جو کسی سے برا سلوک اختیار کریں۔

(۱۳) وَلَكِنَّا أَهْلَ الْحَفَائِظِ وَالنَّهْيِ وَعِزٌّ بِبَطْحَاءِ الْحَطِيمِ مُوَافِ

البتہ ہم لوگ حرم کے محافظین میں سے ہیں اور صاحبان عقل و دانش ہیں اور مکمل طور سے مکہ کی عزت کے پاسبان اور مناسک اور حطیم کے نگہبان ہیں۔

دوسرے نسخے میں دوسرا مصرع اس طرح ہے:

وَعِزٌّ بِبَطْحَاءِ الْمَشَاعِرِ وَافِ

اور مکمل طور سے ہم مکہ کی عزت کے پاسبان اور مناسک مشعر الحرام کے نگہبان ہیں۔

اور حضرت ابوطالبؑ نے بنی ہاشم کی شجاعت کی تعریف و توصیف کرتے ہوئے فرمایا جیسا کہ معجم البلدان

ج ۱۰/۶ میں ہے اور ہم نے اسے غایۃ المطالب صفحہ ۹۳ سے نقل کیا ہے۔

☆ مَنَعْنَا أَرْضَنَا مِنْ كُلِّ حَيٍّ كَمَا امْتَنَعْتَ بِطَائِفِهَا ثَقِيفَ

ہم نے اپنی زمین کی حفاظت کی ہے ہر ہر قبیلے سے جس طرح اپنے طائف کی حفاظت ثقیف نے کی ہے۔

☆ أَتَاهُمْ مَعْشَرَ كَثِيرٍ يَسْلُبُوهُمْ فَحَالَتْ دُونَ ذَلِكُمْ السُّيُوفُ

ان کے پاس کچھ لوگ آئے تاکہ انہیں لوٹ لیں تو اس وقت تمہاری تلواریں درمیان میں حائل ہو گئیں اور وہ

اپنے مقصد میں ناکام رہے۔

طائف وادی وچ کو کہتے ہیں اور وہ ثقیف کے شہر ہیں اس کے اور مکہ کے درمیان بارہ (۱۲) فرسخ کا فاصلہ

ہے اس کا نام طائف اس طرح پڑا کہ ”صدف“ کا ایک شخص جسے ”دُمُون بن عبد الملک“ کہا جاتا تھا اس نے اپنے

چچا کے بیٹے کو جسے عمرو کے نام سے یاد کیا جاتا تھا حضر موت میں قتل کر دیا تھا جس کو عمرو حضر موت کہا جاتا اس نے

راہ فرار اختیار کی اور یہ شعر پڑھا:

و حربۃ ناهک او جرٹ عمرا فمالی بعدہ ابدًا قرار

اور کاٹنے والا تیز و تند چھوٹا نیزہ میں نے عمر کو کرایے پر دیا۔ اس کے بعد میرا چین و قرار جاتا رہا۔ مسعود بن متعب ثقفی آیا اور اس کے پاس بہت مال و دولت تھی وہ تاجر تھا اس نے کہا میں قسم کھاتا ہوں کہ یقیناً تم لوگ مجھ سے رشتہ رکھو گے اور میں تم سے سلسلہ ازدواج جاری رکھوں گا اور میں تمہارے لیے دیوار کی طرح چہار دیواری بنادوں گا تم تک عرب کا کوئی شخص نہیں پہنچ سکے گا انھوں نے کہا کہ اس نے اس مال سے چہار دیواری بنادی اور اس کا نام طائف رکھ دیا یہ کھیتوں اور کھجور و انگور کے باغات کا مالک تھا وہاں کیلے اور دیگر پھلوں کے درخت تھے اور چشمے جاری تھے انگور نہایت شیریں تھے اس کے بہترین انگوروں کی مثال دی جاتی تھی۔ عربوں کو ان کی سرسبز زمینوں سے حسد ہوا بنی عامر نے ان سے چھیننا چاہا انھوں نے حفاظت کی ان کے درمیان جنگ ہوئی ثقیف کامیاب ہوئے اور طائف کے تنہا مالک بن گئے حضور اکرم ﷺ نے سن ۹ھ میں اُسے فتح کیا اور ان کے مابین صلح ہوئی۔ (معجم البلدان یا قوت حموی متوفی ۶۲۶ھ ج ۴/ص ۱۲۔ دارالکتب العلمیہ۔ بیروت)

(۵۱)

تخریج

مطبوعہ دیوان/۲۰ - غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب - ۸۹، ۹۰۔
 دیوان ابی طالب عم النبی جمعہ و شرحہ دکتور محمد تونسجی - ۵۵، ۵۴۔
 شعر ابی طالب و اخبارہ بروایۃ ابی ہفان - ۴۶، ۴۵۔

حضرت ابوطالب نے اپنی قوم کی مدح میں فرمایا۔
 یہ اشعار ”بحر رجز“ میں ہیں۔

اپنی قوم کی تعریف و توصیف

- (۱) الحمد لله الذی قد شرفا قومی و اعلاهم معاً و غطرفا
 ہر طرح کی حمد صرف اللہ کے لیے سزاوار ہے (خدا کا شکر ہے) جس نے میری قوم کو مجدد شرف سے نوازا ہے
 اور انھیں اعلیٰ درجے پر فائز کیا ہے اور اس کے ساتھ ساتھ انھیں سادات کرام میں سے قرار دیا ہے۔
- (۲) قد سبقوا بالمجد من تعرفا مجداً تليدا واصلا مُستظرفا
 یہ لوگ جو دو سخا میں عرفات میں آنے والے تمام لوگوں سے سابق ہیں یہ لوگ مجدد و کرم میں زمانہ قدیم سے
 پیش پیش ہیں اور عصر حاضر میں بھی سب سے آگے ہیں۔

(۳) لَوْ اَنَّ اَنفَ الرِّيحِ جَارَاهُمْ هَهَا اَوْ صَارَ عَنْ مَسَاعُهُمْ مُخَلَّفًا

یہ لوگ شرافت و سخاوت کی انتہائی منزل پر فائز ہیں یہاں تک کہ ہوا جس کی سرعت و تندی ضرب المثل ہے وہ بھی مکارم میں ان کے ساتھ چلے تو ہوا پیچھے رہ جائے گی اور ان کی نجابت اور کرم گستری آگے بڑھ جائے گی۔

(۴) كُفُّوا سُعَاةَ الشَّيْءِ مَنْ تَكَلَّفَا كَانُوا لَاهِلَ الْخَافِقِينَ سَلَفًا

ہر پریشاں حال کی پریشانی کو دور کرنے کی سعی کرتے ہیں اور اس کی تکالیف کو دور کرتے ہیں یہ لوگ مشرق و مغرب میں رہنے والوں کے لیے بھی بہترین سلف ہیں۔

دوسرے نسخوں میں پہلا مصرع اس طرح ہے:

كُفُّوا سَاعَةَ السَّيِّئِ مَنْ تَكَلَّفَا

جو بھی بتلائے رنج و غم ہوتا ہے یہ لوگ اس کی پریشانی کو دور کرنے کے لیے کافی ہوتے ہیں۔

(رسول اکرم ﷺ اہل بقیع کے پاس سے گزرے تو آپ نے اُن سے مخاطب ہو کر فرمایا:

اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ لَكُمْ تَبِعٌ

(تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم تمہارے بعد آنے والے ہیں)

(۵) اَصْبَحُوا مِنْ كُلِّ خَلْفٍ خَلْفًا هُمْ اَنْجَمٌ وَ اَبَدٌ لَنْ تَكُفُّوا

اور یہ لوگ وہ ہیں کہ اُن میں سے ہر ایک کے بعد جو بھی دوسرا شخص آیا وہ سب کے سب درخشندہ ستارے اور ماہ تاباں تھے یہ وہ سورج اور چاند تھے جنہیں کبھی گہن نہیں لگتا تھا بلکہ ہمیشہ منور اور فروزاں رہتے تھے۔

دوسرے نسخے میں پہلا مصرع اس طرح ہے:

وَاصْبَحُوا مِنْ كُلِّ خَلْقٍ خَلْفًا

ہر مخلوق میں یہ بہترین خلف تھے۔

(۶) وَ مَوْقِفٌ فِي الْحَرْبِ اسْنَى مَوْقِعًا اَشَدُّ تَهَدُّدًا بِالزُّيْرَاتِ الصَّفَا

اور جنگ و جدال کے موقع پر ان کا موقف سب سے اعلیٰ و ارفع ہوتا ہے۔ یہ عالم جنگ میں اتنے سخت ہو

جاتے ہیں کہ ان بیشہ شجاعت کے شیروں کی دھاڑ سے چٹائیں کا پتی ہیں۔

(۷) تَرْغَمُ مِنْ اَعْدَائِهِمْ الْاَنْفَا وَ تَدْمَعُ الدَّهْرُ الَّذِي قَدْ اَجْحَفَا

یہ لوگ وہ ہیں جو اپنے دشمنوں کو مغلوب کر کے ذلیل و خوار کر دیتے ہیں اور وہ زمانہ جو قحط سے دو چار ہوتا ہے ان کے سامنے آنسو بہاتا ہے یعنی یہ اس کا مداوا کرتے ہیں قحط سالی کے زمانے میں لوگوں کی ضیافتیں کرتے ہیں۔ دوسرے نسخے میں یہ شعر اس طرح پڑھا گیا ہے۔

تَرْغَمُ مِنْ اَعْدَائِهِمْ الْاَنْفَا وَ تَدْفَعُ الدَّهْرُ الَّذِي قَدْ اَجْحَفَا

اور جو ان کے سید و سردار ہیں وہ دشمنوں کی ناک رگڑ دیتے ہیں انھیں ذلیل و خوار کر دیتے ہیں اور وہ زمانہ جو قحط سالی کی مصیبت میں گرفتار ہوتا ہے اسے دور کر دیتے ہیں یعنی بھوکوں کو ایسے عالم میں کھانا کھلاتے ہیں۔

(۸) لَوْ عُدَّ اَدْنٰى جَوْدِهِمْ لَأَضْعَفَا عَلَى الْبَحَارِ وَالسَّحَابِ اسْتَرْعَفَا

یہ ایسے صاحبان جو دوسخا ہیں کہ اگر ان کی معمولی سی سخاوت کو بھی شمار کیا جائے تو سمندروں جتنی بن جائے بلکہ ان سے بھی بڑھ جائے اور اگر بادلوں سے ان کا موازنہ کیا جائے تو وہ ان سے بھی زیادہ وسیع نظر آئے۔

(۵۲)

تخریج

المناقب ۲/۲۸۸

حضرت ابوطالبؑ حجر اسماعیل میں محو خواب ہوئے تو انھوں نے خواب میں دیکھا کہ یاقوت کا تاج اور نفیس کپڑے کا کرتا پہنے ہوئے ہیں اور کوئی کہنے والا کہہ رہا ہے۔ اے ابوطالبؑ، تمہارے سکون کا سامان آگیا، تمہاری آنکھیں ٹھنڈی ہو گئیں، تمہارے ہاتھوں نے کامیابی کو چھو لیا، تمہارا خواب بہترین صورت میں پورا ہوا تمہیں بیٹا عطا کر دیا گیا جو شہر کا مالک ہے اور اس کی اولاد حاسدوں کے حسد کے باوجود چار دانگ عالم میں پھیلے گی“ یہ سن کر حضرت ابوطالبؑ خوشی خوشی بیدار ہوئے اور آپ نے طواف کعبہ کرتے ہوئے یہ کہا۔
یہ اشعار ”بحر الرجز“ میں ہیں۔

حجر اسماعیل کا خواب اور اس کی تعریف

(۱) ادعوك رب البيت و الطواف دُعَا عبد بالذنوب و اف

میں تجھ سے دعا طلب کر رہا ہوں اے خانہ کعبہ اور مرکز طواف کے رب ایسے بندے کی دعا جو گناہوں میں ڈوبا ہوا ہے۔

(۲) تعیننی بالبنن اللطاف والولد المحبو بالعفاف

تو میری مدد فرما اپنے نہایت مہربانی والے لطف و احسان سے ایسا بیٹا عطا فرما کر جو عفت و پارسائی سے نوازا گیا ہو۔

وسید السادات والاشراف
اور جو سیدوں کا سردار اور اشراف میں سے ہو۔
یعنی یہ حضرت علیؑ کی ولادت باسعادت کی بشارت کا خواب تھا۔

قافية القاف

(۵۳)

تخریج

سیرت ابن اسحاق/ ۲۱۱-۲۱۲، شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۸،
الحجۃ/ ۲۲۴ کنز الفوائد/ ۷۴-۷۵،
الغدير ۷/ ۳۳۶-۳۳۷، بحار الانوار ۳۵/ ۱۱۹،
دیوان مطبوع ۱۳، دیوان ابی طالب عم النبی/ ۵۸-۵۹،
غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب/ ۹۴-۹۷،
شعر ابی طالب و اخبارہ و المستدرک ابن ہفان ۳۶۔

ابو جہل بن ہشام رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا جب کہ وہ سجدے میں تھے اس کے ہاتھ میں پتھر تھا اور وہ انھیں مارنا چاہتا تھا جب اس نے مارنے کے لیے ہاتھ اٹھایا تو پتھر ہاتھ میں چپک گیا اور وہ اپنے ارادے کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکا اس بارے میں حضرت ابوطالب ؑ نے یہ اشعار کہے۔
یہ اشعار ”بحر المتقارب“ میں ہیں۔

ابوجہل کی گستاخی کا بیان

(۱) افیقوا بنی غالب وانتہوا عن الغی فی بعض ذا المنطق
اے بنو غالب (فہر کے بیٹو) تم غفلت کے نشے سے ہوش میں آؤ اور تمہاری باتوں سے ظلم و جور کی جو بو آ رہی
ہے اس سے باز آ جاؤ
بعض مصادر میں یہ شعر اس طرح ہے:

افیقوا بنی عمنا وانتہوا عن الغی فی بعض ذا المنطق
اے ہمارے چچا کی اولاد تم ذرا عقل کے ناخن لو ہوش میں آؤ اور تمہاری باتوں سے جو گرہی اور شیطنت کی
بو آ رہی ہے اس سے رُک جاؤ۔

(۲) و إلا فائی اذن خائف بوائی فی دارکم تلتقی
وگرنہ ایسی صورت میں مجھے یہ خوف دامن گیر ہے کہ ایسے مصائب و آلام تمہارے گھروں کا رخ کریں گے
جن کا تمہیں اندازہ بھی نہیں ہے۔

(۳) تکون لیغیرکم عبدة و رب المغارب والمشرق
مغربوں اور مشرق کے پروردگار کی قسم تم جن مصائب و آلام میں گرفتار ہو گے وہ دوسروں کے لیے عبرت بن
جائیں گے کہ اگر انہوں نے ایسا عمل کیا تو ان کا بھی یہی حشر ہوگا۔
گویا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس قول کی طرف اشارہ ہے:

فَاِمَّا تَشَقَّقْهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّ ذِيهِمْ مَنْ خَلَفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدَّكُرُونَ ﴿۵۷﴾

”اگر وہ لڑائی میں آپ کے ہاتھ لگ جائیں تو ان لوگوں کے ذریعے ان کے بعد والوں کو بھی منتشر کر دیجیے ہو
سکتا کہ بد عہدوں کے انجام سے وہ سبق لیں۔“ (۵۷ انفال ۸)

(۴) کَمَا ذَاقَ مَنْ كَانَ مِنْ قَبْلِكَ شُمُودَ وَ عَادَ فَمِنْ ذَابِقَى

جس طرح تم سے پہلے قوم شمود اور قوم عاد اپنی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے عذاب کا مزہ کچھ چکے ہیں ذرا بتاؤ ان میں سے کون باقی بچا؟
دوسرے نسخے میں ”کمانال“ ہے۔

(۵) غَدَاةً أَتَاهُمُ بِهَا صَرْصَرٌ وَ نَاقَةٌ ذَى الْعَرْشِ قَدْ تَسْتَقَى

وہ دن جب صبح کے وقت ان پر صرصر (تیز چلنے والی ٹھنڈی ہوا) کا عذاب آیا اور صاحب عرش کا ناقہ (ناقہ اللہ) جب پانی پینے کے لیے روانہ ہوا۔

(۶) فَحُلَّ عَلَيْهِمْ بِهَا سَخَطُهُ مِنْ اللَّهِ فِي ضَرْبَةِ الْاَزْرِقِ

اس قوم یعنی قوم شمود پر اللہ تعالیٰ کی جانب سے غیظ و غضب کا نزول ہوا یعنی عذاب آیا جب قدار الازرق نامی شخص نے ناقہ کو ضربت لگائی اور اسے پے کر دیا قرآن کریم میں قوم شمود کا واقعہ نہایت تفصیل سے بیان کیا گیا ہے جس کی طرف حضرت ابوطالبؑ نے اپنے مذکورہ اشعار میں اشارہ کیا ہے۔

ارشاد باری ہے:

وَإِلَى ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا (۳، اعراف ۷)

اور قوم شمود کی طرف ان کے بھائی صالحؑ کو بھیجا۔

اور وہ شمود بن عامر بن ارم بن سام بن نوح تھے اور یہاں پر شمود سے مراد قبیلہ شمود ہے۔

قرآن مجید میں ۲۶ مقامات پر شمود کا ذکر آیا ہے اور شمود الحجر کی رہائش گاہیں حجاز اور شام کے درمیان میں تھیں ان کا واقعہ بطور خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عاد اولیٰ کے بعد انھیں زمین میں جانشین بنایا انھوں نے بستی بسائی اور پہاڑوں میں اپنے گھر بنائے اور زمین پر محلات تعمیر کیے انھوں نے اللہ کے امر کو تبدیل کر دیا اور زمین میں فساد برپا کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف صالحؑ کو نبی بنا کر بھیجا جو ان لوگوں کو عبادت خداوندی کی جانب بلایا کرتے تھے لیکن بہت کم لوگوں نے ان کا اتباع کیا اور ان میں زیادہ تر قوم کے کمزور ترین افراد تھے جب حضرت صالحؑ نے دین کی دعوت میں اصرار کیا تو انھوں نے حضرت صالحؑ سے نشانی کا مطالبہ کیا اور انھوں نے کہا

اَللّٰهُمَّ اَرِهِيْهُمُ آيَةً لِّيَعْتَبِرُوْا بِهَا پروردگار! ان لوگوں کو نشانی دکھلا دے تاکہ یہ لوگ عبرت حاصل کریں۔ اور ان لوگوں کو نشانی طلب کرنے میں مختار بنادیا کہ وہ جو چاہیں اللہ ویسی ہی نشانی بھیج دے گا انھوں نے مطالبہ کیا کہ چٹان کے اندر سے ایک اونٹنی برآمد ہو اور اس کا بچہ بھی اس کے ساتھ ہو تو حضرت صالح علیہ السلام نے اُن سے کہا:

هٰذِهِ نَاقَةٌ لِّهَآ شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبٌ يَّوْمٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿٥٥﴾ (الشعراء ۲۶)

یہ ایک ناقہ ہے ایک مقررہ دن اس کے پانی پینے کی باری ہوگی اور ایک مقررہ دن تمھارے لیے ہے۔ وہ لوگ مکمل سیرابی تک اس سے دودھ دوہتے اور وہ اس دن ان کا پورا پانی پی جاتی تھی اور وہ دوسرے دن پانی پیا کرتے تھے جب اسی طرح کافی عرصہ گزرا تو وہ لوگ تھک گئے اور قوم کے ۹ بدبخت اور شرارتی افراد جمع ہو گئے کہ اس ناقہ کو ذبح کر دیں جس شخص نے ناقہ کو ذبح کیا تھا اس کا نام قدر احمر ازرق تھا اس قوم پر عذاب آیا اور وہ سب کے سب مر گئے۔

ضحاک سے مروی ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

یا علی اتدري؟ من اشقى الاولين

اے علی کیا تم جانتے ہو کہ سابقین میں سب سے بڑا بدبخت کون تھا علی نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں فرمایا جس نے ناقہ صالح کو پے کیا تھا فرمایا اے علی جانتے ہو آخری زمانے میں سب سے بڑا بدبخت کون ہوگا علی نے فرمایا اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں تو فرمایا وہ تمھارا قاتل ہوگا (العرائس ثعلبی)

قصہ عاد: اس سے مراد عاد اولیٰ ہیں ان کی رہائش گاہیں شحر اور عمان کے درمیان میں تھیں اور حضرموت وہ لوگ بہت طاقت ور اور طویل القامت تھے ان جیسی کوئی اور قوم نہیں تھی ارشاد رب العزت ہے:

وَ اذْکُرْ وَاِذْ جَعَلْنٰکُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَ اذْکُرْ فِی الْخُلُقِ بَصۜطَةً ﴿٦٩﴾ (اعراف ۷)

اور یاد کرو جب اس نے قوم نوح کے بعد تمھیں جانشین بنایا اور تمھاری جسمانی ساخت میں وسعت دی (تو منہم بنایا) اور وہ لوگ بت پرست تھے اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا تھا جو توحید باری تعالیٰ اور اس کی عبادت کی دعوت دے رہے تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ لوگوں پر ظلم کرنا چھوڑ دو ان لوگوں نے حضرت ہود علیہ السلام کو جھٹلایا اور کہا:

مَنْ اَشَدُّ مِمَّنْ اَقْوٰةً ﴿١٥﴾ (فصلت ۳۱)

اور بھلا ہم سے بڑھ کر کون طاقت ور ہے؟

اور قوم ہود کے بہت کم لوگ ایمان لائے ان کی تکذیب کے سبب قحط نے انھیں آلیا تو انھوں نے مکہ میں ایک وفد بھیجا تاکہ ان کے لیے طلب باراں کرے تو اللہ تعالیٰ نے تین طرح کے بادل انھیں سیراب کرنے کے لیے بھیجے انھوں نے کالے بادل کو منتخب کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کے ذریعے عذاب نازل کر کے انھیں سیراب کر دیا بادل کو دیکھ کر فریاد کرنے والے نے کہا مبارک ہو جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَمَّا رَأَوْهُ عَارِضًا مُسْتَقْبِلَ أَوْدِيَّتِهِمْ ۖ قَالَُوا هَذَا عَارِضٌ مُّمْطِرُنَا ۖ بَلْ هُوَ مَا اسْتَعْجَلْتُمْ بِهِ ۖ رِيحٌ فِيهَا عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٣﴾ تُدِيرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا فَأَصْبَحُوا لَا يُرَى إِلَّا مَسَكِنُهُمْ ۖ كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٤﴾

پھر جب انھوں نے عذاب کو اپنی وادیوں کی طرف بڑھتے ہوئے دیکھا تو، کہا یہ بادل ہے جو ہمیں سیراب کر دے گا۔ نہیں، ”بلکہ“ وہ عذاب ہے جس کی تم جلدی مچا رہے تھے۔ یہ ایک ایسی ہوا ہے جس میں دردناک عذاب چھپا ہوا ہے۔ جو اپنے رب کے حکم سے ہر شے کو تباہ کر ڈالے گی تو وہ ایسے ہو گئے کہ ان کی رہائش گاہوں کے سوا کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا ہم مجرم لوگوں کو ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں۔ (۲۶-۲۴: احقاف: ۲۵)

اور اللہ تعالیٰ نے اس ہوا کو سات راتوں اور آٹھ دنوں تک مسخر کر دیا تھا اس نے ہر ایک کو ہلاک کر ڈالا اور حضرت ہود علیہ السلام اور مومنین کے لیے نسیم آئی جس سے ان کی ارواح کو سکون اور جسم کو راحت ملی اور حضرت ہود کا مکہ مکرمہ میں انتقال ہوا اس وقت ان کی عمر ۱۵۰ سال تھی اور وہ حجر میں دفن ہوئے۔

(۷) غداة يعص بعرقوبها حسام من الهند ذو رونق
وہ صبح جس دن ناقہ کی کونچوں کو کاٹ ڈالا ہندی تلوار نے جو بڑی چمک دار تھی یعنی قدر الارق نامی شخص نے تلوار کی ضربت سے ان کی کونچوں کو کاٹ کر اسے ذبح کر دیا تھا۔

(۸) واعجب من ذاك في امركم عجائب في الحجر المصق
اس سے بھی زیادہ حیران کن وہ بات ہے جس کا تم سے تعلق ہے وہ اس پتھر کا ہاتھ سے چپک جانا ہے جسے ابو جہل نے (رسول اکرم ﷺ کو) مارنے کے لیے اٹھایا تھا جب وہ سجدے کے عالم میں تھے۔

(۹) بَكَفَ الَّذِي قَامَ مِنْ جَنْبِهِ إِلَى الصَّابِرِ الصَّادِقِ الْمَتَّقِي

وہ پتھر اس کے ہاتھ میں چپک کر رہ گیا جو شخص (رسول اکرم ﷺ کے) پہلو میں کھڑا ہوا تھا وہ (رسول اکرم ﷺ) جو مصیبتوں پر صبر کرنے والے ہمیشہ سچ بولنے والے اور تقویٰ و پرہیزگاری کا مرقع تھے۔ اس شعر میں حضور اکرم ﷺ کی تین صفات و خصوصیات کو بیان کیا ہے الصابر، الصادق اور المتقی

(۱۰) فَاثْبَتَهُ اللَّهُ فِي كَفِّهِ عَلَى رِغْمِ ذَا الْجَائِرِ الْإِحْمَقِ

اس ظالم اور احمق کے ہاتھ کو اللہ نے اس کے نہ چاہنے کے باوجود خشک کر ڈالا اور وہ آنحضرت کو پتھر نہ مار سکا۔

(۱۱) أَحْمِيقُ مَخْزُومَكُمْ إِذْ غَوَىٰ لِيَغِيَّ الْغَوَاةَ وَ لَمْ يَصْدُقْ

اور تمھارے خاندان مخزوم کا احمق یعنی ابوجہل بن ہشام جب بہک گیا اور گمراہ کرنے والوں کی گم راہی کے جال میں پھنس گیا اور اس نے حضور اکرم ﷺ کی نبوت کی تصدیق نہیں کی اور ایمان قبول نہیں کیا۔

ابوجہل بن ہشام رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن تھا وہ قریش کے دوسرے افراد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا کہ رسول اکرم ﷺ تشریف لائے اور آپ نے دین کی تبلیغ کی اور انھیں آخرت کے عذاب سے ڈرایا اور ان پر واضح کیا کہ حماقت سے باز آئیں اور اپنے خود ساختہ معبودوں کو چھوڑ دیں اور صرف ایک اللہ کی پرستش کریں ان لوگوں نے انکار کیا اور سرکشی کرنے لگے، آنحضرت ان لوگوں کے پاس سے غمگین لوٹے۔

ابوجہل ملعون نے اُن لوگوں سے کہا: اے قریش کے لوگو! تم دیکھ رہے ہو کہ محمد کیا کر رہے ہیں؟ میں نے اللہ سے وعدہ کیا ہے کہ کل میں اتنا بڑا پتھر لے کر آؤں گا جسے وہ اٹھا بھی نہ سکیں گے جب وہ سجدے کے عالم میں ہوں گے تو میں اس پتھر سے اُن کا سر کچل دوں گا ایسی حالت میں تم میری حفاظت کرنا اور میرا دفاع کرنا میرے ساتھ اولاد عبد مناف جو کرنا چاہے کر لے انھوں نے کہا خدا کی قسم ہم تمہیں ہرگز کسی قیمت میں ان کے حوالے نہیں کریں گے۔

جب صبح ہوئی اس نے ویسا ہی پتھر اٹھایا جیسا کہ بیان کیا تھا جب حضور اکرم ﷺ نے عادت کے مطابق سجدہ کیا اور قریش اس منظر کو دیکھ رہے تھے ابوجہل ملعون نے پتھر اٹھایا اور حضور کی جانب بڑھا جب

قریب آیا تو شکست کھا کر واپس مڑ گیا اس کا رنگ فق تھا اس پر کچپی طاری تھی اس کے دونوں ہاتھ پتھر پر جم گئے تھے یہاں تک کہ اس نے وہ پتھر پھینک دیا۔ لوگ اس کی طرف اٹھ کر آئے اور اس سے پوچھا: اے ابوالحکم! تمہیں کیا ہو گیا؟

اس نے جواب دیا: میں جب انھیں مارنے کے لئے بڑھا جیسا کہ تم سے میں نے کل کہا تھا میں جب اُن کے قریب گیا تو اُن کے سامنے ایک سانڈ آ گیا میں نے اتنا بڑا سر کبھی نہیں دیکھا تھا اور نہ ہی ایسی صورت پہلے کبھی نظر آئی تھی اور کسی سانڈ کے ایسے دانت بھی نہیں دیکھے تھے وہ مجھے ہڑپ کرنے کے لیے آگے بڑھا۔

بیان کیا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: وہ جبریل امین تھے اگر ابو جہل آگے بڑھتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔

(السيرة النبوية ابن هشام ج ۲ صفحہ ۳۱۹-۳۲۰)

(۵۴)

تخریج

سیرت ابن اسحاق ۱۴۹،	شرح ابن ابی الحدید ۳ / ۳۱۸،
ایمان ابی طالب / ۳۷،	الحجۃ / ۲۲۷،
بحار الانوار ۳۵ / ۱۶۲،	الغدير ۷ / ۳۳۷،
مطبوعہ دیوان / ۲۴،	پہلا اور تیسرا شعر مجمع البیان ۴ / ۲۸۷ میں ہے،
غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب ۹۸ / ۹۹،	
شعر ابی طالب و اخبارہ و المستدرک علیہ / ۵۱،	
دیوان ابی طالب عم النبی جمعہ و شرحہ الدکتور محمد التوحی / ۵۹	

ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ لوگوں نے کہا یہ عبداللہ المامون بن ہارون الرشید کا قول ہے وہ یہ کہتا تھا خدا کی قسم ابوطالبؑ کے یہ اشعار ان کے مسلمان ہونے کی واضح دلیل ہیں ابوطالبؑ کا ان اشعار کو کہنا گویا اسلام قبول کرنا ہے۔ یہ اشعار ”بحر متقارب“ میں ہیں۔

ابوطالب اور نصرت رسولؐ

(۱) نصرت الرسول رسول الملک بیض تلاً کؤ کلح البروق

میں نے نصرت کی رسول کی جو ہر شے کے مالک اللہ کا پیغام لے کر آئے ہیں ایسی براق تلواروں سے جو بجلی

کی طرح چمک رہی تھیں۔

دوسرے نسخوں میں ہے:

منعنا الرسول رسول المليك

ہم نے حفاظت کی رسول کی، جو ہر شے کے مالک اللہ کا رسول بن کر آیا ہے۔

(۲) بضرب يُذَيَّبُ دون الّٰهَاب. حذار الوتائر و الخنفیق

ایسی ضرب کے ذریعے سے جو سامنے پڑے ہوئے مال غنیمت کو بھی پگھلا دے، خون کے انتقام سے چوکنا رہتے ہوئے اور مصیبت سے بچنے کے لئے۔

(۳) أَذْبُ وَأَحْمَى رَسُولُ الْإِلَهِ حِمَاةَ حَامٍ عَلَيْهِ شَفِيقُ

ہم ان تلواروں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے فرستادہ رسول کی حمایت و حفاظت کر رہے تھے ایسے فرد کی طرح جو آنحضرت ﷺ کا حقیقی حمایت کرنے والا اور شفیق ہو۔

(۴) وَمَا إِنْ أَدْبُ لِأَعْدَائِهِ دَبِيبِ الْبِكَارِ حَذَارَ الْفَنِيقِ

اور میں چپکے چپکے آہستہ آہستہ آنحضرت ﷺ کے دشمنوں کی طرف نہیں بڑھتا ہوں جیسے جو ان اونٹ ڈرڈر کر ساند کی طرف قدم بڑھاتا ہے۔

فنیق ایسے ساند کو کہتے ہیں جسے اس کے اہل کی کرامت کے سبب اذیت نہیں دی جاتی اور نہ ہی اس پر

سوار ہوا جاتا ہے۔

(اقرب الموارد)

(۵) وَلَكِنْ أَزِيْرُ لَهُمْ سَامِيًا كَمَا زَارَ لَيْثٌ بَغِيلٍ مُّضِيقِ

البتہ میں ان کی جانب شیرز کی طرح سراٹھائے ہوئے ڈھاڑتا ہوا جاتا ہوں جیسے کوئی مقابلے کے دوران اپنے مقابل کو لگا کر جاتا ہے اس شیر کی طرح جو جنگل کی گھاٹی میں دھاڑتا پھرتا ہے۔

(۵۵)

تخریج

بحار الانوار ۳۵/۹۱

مناقب ابن شہر آشوب ۱/۶۲،

دیوان ابی طالب عم النبی الدکتور محمد التوحی/۵۵

حضرت ابوطالبؑ نے اپنی وفات کے وقت اپنے بڑے بیٹے طالب کو نبی اکرم ﷺ کی نصرت اور حمایت و مدد کے لیے یہ وصیت کی تھی۔
یہ اشعار ”بحر الکامل“ میں ہیں۔

بڑے بیٹے طالب کو نصیحت

(۱) أَبْنَعَىٰ طَالِبَ إِنَّ شَيْخَكَ نَاصِحٌ فِيمَا يَقُولُ مُسَدِّدٌ لَّكَ رَاقٍ

اے میرے پیارے فرزند طالب تمہارا بوڑھا باپ تمہیں نصیحت کر رہا ہے اور وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ تمہارے لیے درست صحیح اور سیدھا راستہ ہے اور اسی میں تمہاری بھلائی اور بہتری مضمر ہے (فلاح و صلاح ہے)

(۲) فَاضْرِبْ بِسَيْفِكَ مَنْ ارَادَ مَسَائِدَةً حَتَّىٰ تَكُونَ لَذَى الْمَنِيَةِ ذَائِقُ

یاد رکھو! جو بھی نبی اکرم ﷺ سے گستاخی کرے اور اس کا برتاؤ برا ہو تم فوراً تلوار لے کر اس پر ٹوٹ پڑو تاکہ تم اسے موت کا مزہ چکھا سکو اور اسے پتا چلے کہ اس نے کس سے ٹکڑی ہے۔

(۳) هَذَا رَجَائِي فَيْكَ بَعْدَ مَنِيَّتِي لَا زِلْتُ فَيْكَ بَكْلًا رُشْدًا وَاثِقًا

میرے دنیا سے چلے جانے اور موت سے ہم کنار ہو جانے کے بعد مجھے تم سے یہی امید ہے کہ تم ایسا ہی کرو گے اور میں نے تمہیں ہمیشہ ہر اعتبار سے سمجھ دار اور قابل اعتماد پایا ہے۔

(۴) فَاعْضِدْ قَوَاهِ يَا بَنِي وَكُنْ لَهُ إِنِّي بِجَدِّكَ لَا مُحَالَةَ لَاحِقَ

اے میرے لال تم حضرت محمد ﷺ کے لیے قوت بازو بن جاؤ اور مکمل طور سے ان کی حمایت کرو، میں تو لامحالہ مرنے کے بعد تمہارے جد عبدالمطلب سے جا کر ملاقات کروں گا۔

(۵) آهًا أُرْدِدُ حَسْرَةً لِفِرَاقِهِ إِذْ لَمْ أَرَاهُ قَدْ تَطَاوَلَ بَاسِقُ

ہائے افسوس میں اس حسرت کے ساتھ ان سے جدا ہو رہا ہوں کہ ان کے پرچم اقتدار کو دنیا میں لہراتے ہوئے نہ دیکھ سکا کہ انھوں نے حق کے پرچم کو بلند کر دیا ہے۔

(۶) أَتَرَى أَرَاهُ وَاللَّوَاءُ أَمَامَهُ وَعَلِيُّ ابْنِي وَاللَّوَاءُ مَعَانِقُ

کیا تم دیکھ رہے ہو؟ ہاں میں چشم تصور سے اس منظر کو اچھی طرح دیکھ رہا ہوں کہ نبی اکرم اور ان کا پرچم ان کے آگے آگے لہرا رہا ہے اور میرے دل بند علیؑ اس پرچم کو گلے سے لگائے ہوئے آگے بڑھ رہے ہیں۔

(۷) اَتَرَاهُ يَشْفَعُ لِي وَ يَزَكِّمُ عِبْرَتِي هِيَئَاتِ أُنِي لَا مُحَالَةَ زَاهِقُ

کیا تم یہ سمجھتے ہو اور یقیناً یہ بات درست ہے کہ نبی اکرمؐ روز محشر میری شفاعت کریں گے اور میرے ان بہتے ہوئے آنسوؤں پر رحم کھائیں گے افسوس صد افسوس مجھے تو لامحالہ اس دنیا سے آخرت کے سفر پر روانہ ہونا ہے۔ (لیکن تم ان کی حمایت و نصرت سے کبھی پیچھے نہ ہٹنا اور میں نے جس طرح ہر قدم پر ان کی مدد کی ہے تم بھی اسی طرح مدد کرنا)۔

قافیۃ الکاف

(۵۶)

تخریج

شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۸، الحجۃ/ ۲۴۳،

الغدیر ۷/ ۳۵۶ بحار الانوار ۳۵/ ۱۲۰

اور یہ شعر مطبوعہ دیوان میں نہیں ہے۔ البتہ شعر ابی طالب و اخبارہ و المستدرک علیہ میں یہ شعر ہے/ ۸۳

ابن ابی الحدید نے کہا حضرت علیؑ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ ان کے والد نے اُن سے کہا:

یا بنی الزمر ابن عمک، فانک تسلم بہ من کل باس عاجل و آجل

اے میرے عزیز فرزند تم اپنے چچا کے بیٹے کا دامن تھامے رہو اور ان سے کبھی الگ نہ ہونا تم ہر پریشانی اور

مصیبت سے دنیا اور آخرت میں محفوظ رہو گے۔

حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد آپ نے یہ شعر کہا جو بطور وصیت ہے۔

یہ شعر ”بحر الکامل“ میں ہے۔

حضرت علیؑ کو وصیت

(۱) اِنَّ الْوَثِيقَةَ فِي لُزُومِ مُحَمَّدٍ فَاشْدُدْ بِصَحْبَتِهِ عَلٰى يَدَيْكَ

بے شک حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے دامن کو مضبوطی کے تھام لینے میں بھلائی مضر ہے۔ لہذا اے علی تم ان کی صحبت میں اپنے دونوں ہاتھوں کو مضبوط رکھنا (یعنی ان کی پشت پناہی کرنا) غالباً یہ قرآن کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا جسے قرآن مجید کی سورہ طہ میں ذکر کیا گیا ہے۔

وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اٰهْلِيْ ۖ هٰؤُلَاءِ اٰخِي ۖ اَشْدُدْ بِهٖ اَزْرِيْ ۖ ﴿۲۹﴾ (۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱ طہ ۲۰)

اور اے (اللہ) تو میرے اہل سے، میرے بھائی ہارون کو میرا وزیر بنادے اور ان کے ذریعے میری پشت

کو مضبوط بنادے۔

محمد بن اسماعیل بخاری نے اپنی کتاب میں حدیث منزلت کو بیان کیا ہے۔ حدیث نمبر ۴۲۱۶ ہے۔

حدثنا مسدد، حدثنا يحيى، عن شعبه، عن الحكم، عن مصعب بن سعيد عن ابيه ان رسول الله ﷺ خرج الى تبوك واستخلف علياً، فقال اتخلفني في الصبيان والنساء؟ قال لا ترضى ان تكون منى بمنزلة هارون من موسى؟ الا انه ليس نبى بعدى.

ہم سے بیان کیا مسدّد نے، ہم سے بیان کیا یحییٰ نے، انھوں نے شعبہ سے، انھوں نے حکم سے انھوں نے مصعب بن سعد سے انھوں نے اپنے والد سے کہ رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو (حضرت) علیؑ کو اپنا جانشین بنایا، علیؑ نے کہا: کیا آپ مجھے بچوں اور عورتوں میں اپنا جانشین بنا کر روانہ ہو رہے ہیں، فرمایا: کیا تم راضی نہیں ہو کہ تم کو مجھ سے وہی منزلت حاصل ہے جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

(صحیح البخاری دارالغد الجدید المنصورہ صفحہ ۸۱۵)

قافیۃ اللام

(۵۷)

قصیدہ لامیہ خالدہ ۱۲۰ اشعار

تخریج

یہ وہ قصیدہ ہے جس کے سات اشعار ابن اسحاق نے اپنی کتاب سیرت ۱۵۶ میں ذکر کیے ہیں اور ابن ہشام نے اپنی سیرت کی کتاب ۱/ ۱۷۲-۱۷۶ میں ۹۴ اشعار لکھے ہیں اور ابن کثیر نے اپنی تاریخ ۳/ ۵۳-۵۷ میں اُن میں سے ۹۲ اشعار کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ قصیدہ نہایت بلیغ ہے جس کی طرف یہ قصیدہ منسوب ہے اس کے علاوہ کوئی بھی ایسے اشعار کہنے پر قدرت نہیں رکھتا اور یہ قصیدہ معلقات سبع (زمانہ جاہلیت کے سات قصائد جنہیں سونے کے پانی سے لکھ کر خانہ کعبہ میں آویزاں کیا گیا تھا) سے فضیلت اور شرف میں کہیں زیادہ ہے اور ان معلقات سے زیادہ و معانی و مفاہیم کی وضاحت کرنے والا ہے اور ان میں سے کچھ کا تذکرہ شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۹-۳۲۱ اور خزائنہ الادب بغدادی ۲/ ۵۹-۷۵ اور الملل والنحل شہرستانی ۲/ ۲۴۹ اور حماسہ ابن الشجر ی/ ۱۷-۱۸ اور بلوغ الارب آلوسی ۱/ ۳۲۶-۳۲۷ اور ایمان ابی طالب ۱۸، ۲۳ اور ۳۷ الغدیر ۷/ ۳۳۸-۳۴۰، الحجۃ ۲۹۸ بحار الانوار ۳۵/ ۱۶۵-۱۶۷ مطبوعہ دیوان/ ۲-۱۲ اور تاریخ اسلام ذہبی/ ۱۶۲-۱۶۳ شعرا ابی طالب ابی ہفان میں ۱۱۱ اشعار ہیں دیوان ابی طالب عم النبی میں دکتور محمد تونجی نے ۱۱۰ اشعار تحریر کیے ہیں اور غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب میں ۱۰۹ اشعار ہیں اور مزید ایک شعر اسی قافیہ میں مجتم البلدان کے حوالے سے ہے۔

بہت سے لوگوں نے اس قصیدہ کی شرح رقم کی ہے ان میں سے بغدادی نے خزائن الادب میں ۵۶-۷۵ تک اور علامہ جعفر نقدی نے کتاب زهرة الادباء فی شرح لامیۃ شیخ البطحاء اور ہم نے اس سے بہت زیادہ استفادہ کیا ہے یہ اور علیٰ فہمی نے طلبۃ الطالب فی شرح لامیۃ ابی طالب میں اور سہیل نے روض الانف ۱/ ۱۱۳ میں اور علامہ حیدر قلی خان سردار کابلی نے جیسا کہ ان کے شاگرد کیوان سمعی نے ص ۱۲۲ میں ان کے حالات زندگی کے ذیل میں بیان کیا ہے۔

قسطلانی نے ارشاد الباری ۲/ ۲۲۷ میں فرمایا کہ یہ قصیدہ جلیل القدر، بلیغ بحر طویل میں ہے اور اس میں اشعار کی تعداد ۱۱۰ ہے حضرت ابوطالبؑ نے یہ قصیدہ اس وقت کہا جب قریش نبی اکرم ﷺ کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور جو بھی حلقہ بگوش اسلام ہوتا اس سے نفرت کا اظہار کرتے۔

ابن ابی الحدید نے کہا لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ تمام اشعار تواتر کے ساتھ آئے ہیں اگر یہ جدا جدا ہوتے تو اس تواتر کے ساتھ نہ ہوتے ان تمام اشعار کا ایک ساتھ یکجا ہونا دلالت کرتا ہے کہ یہ کسی امر واحد جو مشترک ہے اس کے بارے میں یہ اشعار کہے گئے ہیں اور وہ ہیں حضرت محمد ﷺ کی نبوت و رسالت کی تصدیق کرنا اور یہ تمام اشعار مکمل طور سے متواتر ہیں جس طرح حضرت علیؑ کا جنگوں میں شہ سواروں کو قتل کرنا آحاد ہے لیکن مجموعی اعتبار سے ان میں تواتر ہے اور وہ ہمیں حضرت علیؑ کی شجاعت کے بارے میں علم ضروری سے نوازتے ہیں اور اسی طرح حاتم کی سخاوت اور حلم و انصاف و معاویہ اور ایاس کی ذکاوت و ذہانت اور ابونواس کی بے حیائی کے بارے میں اور اس کے علاوہ بہت کچھ کہا گیا ہے وہ سب احاد ہے لیکن ان کی شہرت ہے ان سب کو چھوڑ دو تمہارا کیا کہنا ہے امراء القیس کے مشہور قصیدہ لامیہ ”قفابنک“ کے بارے میں اگر حضرت ابوطالبؑ کے اشعار میں کوئی شک کرتا ہے تو اسے ”قفابنک“ کے بارے میں اور اس کے بعض شعروں کے بارے میں شک کرنا چاہیے۔

ابن ہشام نے اپنی سیرت کی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ جب حضرت ابوطالبؑ کو عرب کی جماعتوں کے بارے میں خوف ہوا کہ وہ اپنی قوم کا ساتھ دیں گے تو آپ نے وہ قصیدہ کہا جس میں حرم مکہ سے پناہ طلب کی اور اس سے اپنا تعلق ظاہر کیا اور اشراف قوم سے مودت کا اظہار کیا اور اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بتلا رہے تھے کہ وہ کسی حال میں رسول اللہ ﷺ کو دشمن کے سپرد نہیں کریں گے اور نہ ہی کسی حال میں ان سے کنارہ کشی اختیار کریں گے یہاں تک کہ وہ ان کے سامنے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیں تو آپ نے فرمایا۔

یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

قصیدہ دربارہ ارکان حج، حمایت پیغمبر اور قبائل کا سلوک

(۱) خَلِيلِيَّ مَا أُذْنِي لِأَوَّلِ عَاذِلٍ يَصْغَوَاءُ فِي حَقِّ وَلَا عِنْدَ بَاطِلٍ
اے میرے دوستو! میرے کان پہلی ملامت کے وقت حق و باطل کے بارے میں کسی ایک طرف مائل نہیں ہوئے ہیں کہ اس کی بات کو محفوظ کر لیں۔

(۲) خَلِيلِيَّ اِنْ الرَّأْيَ لَيْسَ بِشَرَكَةٍ وَلَا نَهْنَهٍ عِنْدَ الْاُمُورِ الثَّلَاثِلِ
اے میرے دوستو! بے شک رائے معاملات کے آغاز و انجام کے بارے میں درست نہیں ہوتی اگر اس میں عقلاء شریک نہ ہوں اور جب امور میں شدائد ہوں تو اس وقت صاف اور شفاف نہیں ہوتی۔
اور بعض نسخوں میں ”التلاتل“ کی جگہ ”البلابل“ ہے یعنی اطمینان قلب میسر نہیں ہوتا نہ ہنہ اس کپڑے کو کہتے ہیں جو نہایت باریک بناوٹ والا اور نرم ہو۔

(۳) وَلَمَّا رَأَيْتُ الْقَوْمَ لِأَوْدٍ فِيهِمْ وَقَدْ قَطَعُوا كُلَّ الْعُرَى وَالْوَسَائِلِ
اور جب میں نے یہ دیکھا کہ افراد قوم یعنی کفار قریش میں موڈت نام کی کوئی چیز باقی نہیں رہی ہے اور اور انھوں نے تمام بندھنوں، رشتوں کو توڑ ڈالا ہے اور ہر وسیلہ منقطع کر دیا ہے۔

(۴) وَقَدْ صَارَ حُوكًا بِالْعَدَاوَةِ وَالْاَذَى وَقَدْ طَاوَعُوا اَمْرَ الْعَدُوِّ الْمَزَايِلِ
اور وہ علانیہ طور سے ہماری دشمنی اور اذیت رسانی پر کمر بستہ ہو چکے ہیں اور ہمارے دشمنوں کی باتوں میں آگئے جو ہماری دشمنی پر ڈٹے ہوئے ہیں یعنی قریش والے ہمارے دشمنوں سے جا کر مل گئے ہیں۔

(۵) وَقَدْ حَالَفُوا قَوْمًا عَلَيْنَا اَظِنَّةً يَعْضُونَ غِيظًا خَلَفْنَا بِالْاَنَامِلِ

اور قریش والوں نے ہمارے خلاف ایسی قوم سے معاہدہ کر لیا جو متہم تھے اور شدت غیظ و غضب سے ہمارے پیچھے انگلیاں چباتے تھے۔

دوسرے مصرع میں قرآن مجید کی اس آیت کی طرف اشارہ ہے اور علامہ طبرسی نے مجمع البیان میں اس شعر سے استشہاد کیا ہے۔

وَإِذَا خَلَوْا عَصَوْا عَلَىٰ كُمْ الْكَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ط (آل عمران/ ۱۱۹)

اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو تمہارے خلاف انگلیاں چبا چبا کر اپنے غصے کا اظہار کرتے ہیں۔

القوم الاظنہ سے مراد بنو بکر بن عبد مناف بن کنانہ تھے اور قریش اور بنو بکر کے درمیان زمانہ قدیم سے عداوت چلی آرہی تھی حضرت ابوطالبؑ نے اس مصرع میں زجروتوخیج کی ہے اور قریش سے کہا ہے کہ تم نے ہماری مخالفت میں قطع رحمی اور دشمنی کے بعد ایک پست اور نیچ قوم کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے قریش ہماری دشمنی میں اس حد تک گر گئے ہیں۔

(۶) صَبَرْتُ لَهُمْ نَفْسِي بِسَمَاءٍ سَمَّحَةٍ وَابْيَضَ عَضْبٍ مِنْ تَرَاثِ الْمَقَاوِلِ

تو ایسی حالت میں، میں نے یہ کہا کہ گندم گون لچک دار نیزے اور اپنے بزرگوں کی میراث سفید دھار والی تیز تلوار کو اٹھا کر خود کو مرنے کے لیے آمادہ کر لو۔

حضرت ابوطالبؑ فرماتے ہیں کہ جب میں نے یہ دیکھا کہ قریش کے لوگ قتل و غارت گری پر آمادہ ہیں اور ہمارے حریفوں کو حلیف بنا رہے ہیں اور ان سے گٹھ جوڑ کر رہے ہیں تو پھر غیرت ہاشمی کا تقاضا تھا کہ ہم ان کے مقابلے کے لیے صف آرا ہو جائیں نیزوں اور تلواروں سے۔

اس شعر میں حضرت ابوطالبؑ نے جس تلوار کا ذکر کیا ہے وہ ہدیہ اور تحفہ تھا جو حضرت عبدالمطلب کی خدمت میں سیف بن ذی یزن نے پیش کیا تھا جب وہ قریش کے وفد کے ساتھ حبشہ کو قتل کرنے کے بعد رسول اکرمؐ کی ولادت باسعادت کے دو سال بعد حضرت عبدالمطلب سے ملاقات کے لیے آئے تھے۔

(۷) وَاحْضَرْتُ عِنْدَ الْبَيْتِ رَهْطِي وَاخَوْتِي وَامْسَكْتُ مِنْ اثْوَابِهِ بِالْوَصَائِلِ

اور میں نے یہ کیا کہ اپنے قبیلہ کے لوگوں اور بھائیوں کو لے کر خانہ کعبہ کے پاس آ گیا اور میں نے بیت اللہ

کے سرخ دھاری داریمنی پردے کو تھام کر دعا طلب کی۔

عرب کے لوگ پریشانیوں اور مصائب و شدائد کے وقت دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کے لیے اسی پردے سے تمسک کرتے تھے اور دعا طلب کیا کرتے تھے۔

”وصیلة“ یعنی سرخ کپڑے کو کہتے ہیں جس سے کعبہ کو ڈھانکتے تھے یعنی اس دور میں غلاف کعبہ سرخ رنگ کا اوریمنی کپڑے کا ہوتا تھا۔

(۸) قِيَامًا مَعًا مُسْتَقْبِلِينَ رِتَاجَهُ لَدَى حَيْثُ يَقْضَى نُسْكَهٖ كُلِّ نَافِلٍ

ہم سب ایک ساتھ کعبہ کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو کر مصروف دعا تھے جہاں پر ہر عبادت گزار مناسک ادا کرنے کے لیے آتا ہے اور کھڑا ہوتا ہے۔

رتاج۔ بیت اللہ کا دروازہ۔ العافل عبادت گزار یا عہد کرنے والا

نسک۔ عبادت

یہ وہ جگہ ہے جہاں پر لوگ آ کر اپنا عہد و پیمان، نذریں اور قسمیں پوری کرتے تھے اور خانہ خدا کے سامنے صدقات دیتے تھے اور اسے قربت خداوندی کا سبب گردانتے تھے۔

(۹) وَحَيْثُ يَنْبِغُ الْأَشْعَرُونَ رُكَابَهُمْ بِمَفْضَى السَّيُولِ مِنْ إِسَافٍ وَنَائِلٍ

اور ہم وہاں پر کھڑے ہوئے تھے جہاں عرب کے لوگ جنھوں نے ابھی حلق نہیں کیا ہوتا اپنی سواریاں بٹھلاتے ہیں یعنی ابھی وہ احرام کی حالت میں ہوتے ہیں اسف اور نائل کی طرف لوگ سیلاب کی طرح تیزی سے آتے ہیں۔

اشعرون۔ جن لوگوں نے سر نہیں منڈوایا تھا اشعر اس کا واحد ہے اس سے مراد حاجی حضرات ہیں ”رکاب“ اونٹ کو کہتے ہیں اس کا واحد ”رکب“ ہے اسف قریش کے بت کا نام جو کوہ صفا پر رکھا گیا تھا اور نائل وہ بت تھا جسے مروہ پر رکھا گیا تھا عرب کے باشندوں کا خیال ہے کہ اسف مرد تھا اور نائل عورت تھی جنھوں نے کعبہ میں زنا کیا تھا اس لیے اللہ تعالیٰ نے انھیں مسخ کر دیا انھیں کعبہ سے ہٹا کر زمزم کے پاس رکھ دیا گیا تاکہ لوگ عبرت حاصل کریں جب کافی عرصہ گزر گیا اور بتوں کی پرستش کی جانے لگی تو انھیں بھی پوجا گیا جب اسلام آیا اور اس نے

بتوں کو پاش پاش کر دیا تو ان بتوں کو بھی توڑ دیا گیا۔

اور شعر میں نائلہ کی جگہ ”نائل“ قاعدہ ترخیم کی بنا پر ضرورت شعری کے لیے لایا گیا ہے۔

(۱۰) مَوَسِّمَةُ الْأَعْضَادِ أَوْ قَصْرَاتِهَا مُحَبَّسَةُ بَيْنَ السِّدِّيسِ وَ بَازِلِ

ان سواریوں کے اونٹ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے بازوؤں اور ان کی گردنوں پر خاص قسم کے نشانات ہیں انھیں خاص جگہ پر روک کر رکھا جاتا ہے ان میں سے کچھ اونٹ آٹھ سال کے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جنہیں سال میں داخل ہو چکے ہیں۔

کچھ نسخوں میں دوسرے مصرع میں ”مُحَبَّسَةُ“ کی جگہ ”مُحَبَّسَةُ“ ہے یعنی وہ اونٹ بڑے اطاعت گزار ہیں۔
الاعضاد عضد کی جمع ہے بازو قصرات قصرہ کی جمع ہے گردن کی جڑ، یا پوری گردن سیدیس وہ اونٹ جو آٹھویں سال میں داخل ہو رہا ہو اور بازل وہ اونٹ جس کے دانت نکل رہے ہوں اور وہ نویں سال میں داخل ہو رہا ہو۔

(۱۱) تَرَى الْوَدْعَ فِيهَا وَالرَّخَامَ وَ زَيْنَةً بِأَعْنَاقِهَا مَعْقُودَةً كَالْعَشَاكِلِ

تم دیکھو گے کہ گھونگھے (کوڑیوں) اور سنگ مرمر کا ٹکڑا اور زیور کے ہار اونٹوں کے گلے کی زینت ہیں اور گردن میں ایسے بندھے ہوئے ہیں جیسے کھجور کے گچھے لٹک رہے ہوں۔
الودع۔ گھونگھا، کوڑی، رُخام، سنگ مرمر زینۃ زیور عشاکل وہ ٹہنیاں جن پر کھجوریں لگتی ہیں۔ واحد عشکال اور عشکول ہے جیسے شمراخ اور شمروخ اور اس کی جمع عشاکیل ہے ضرورت شعری کی وجہ سے ”ی“ کو حذف کر دیا اور عشاکل ہو گیا۔

(۱۲) اعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مِنْ كُلِّ طَاعِنٍ عَلَيْنَا بِشَرِّ أَوْ مُلَحٍّ بِبَاطِلٍ

”بعض“ نسخوں میں دوسرے مصرعے میں بِشَرِّ کی جگہ ”بُسُوءِ“ ہے۔

پھر جب قوم کی شدت عداوت ان کے اور ان کے خاندان کے ساتھ جوتھی اسے بیان کیا اور یہ کہ قریش ان سے قتال کرنے کے لیے مجتمع ہو گئے تو اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے نیزہ زن کے شر سے اور باطل پر اصرار کرنے

والے سے جو ان کے خلاف نبرد آزما تھے اللہ سے پناہ طلب کی اور اس کے لیے رب الناس (انسانوں کا پروردگار) کا لفظ استعمال کیا اور (خداوند عالم نے جب سورۃ الناس جو قرآن میں آخری سورہ ہے اسے نازل فرمایا تو کہا:

قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۝

کہہ دیجیے میں انسانوں کے رب کی پناہ طلب کر رہا ہوں۔

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضرت ابوطالبؑ کو اللہ پر ایمان کامل تھا اسی لیے انسانوں کے پروردگار اللہ سے پناہ طلب کر رہے ہیں عرب کے اکثر لوگ اصنام کو بھی اللہ کی عبادت میں شریک گردانتے تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ۝ (۱۰۶-یوسف-۱۲)

ان میں سے اکثر لوگوں کا یہ حال تھا کہ وہ اللہ پر ایمان نہیں لاتے تھے بلکہ وہ اللہ کا کسی کو شریک گردانتے تھے۔

اور جب اُن سے دریافت کیا جاتا ہے کہ ارض و سما کا خالق کون ہے؟ تو وہ جواب دیتے ہیں: اللہ

وَلَيْن سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُولُنَّ اللّٰهُ ۚ (لقمان: ۲۵)

اور ان میں کچھ لوگ دہریے تھے جو یہ کہتے تھے کہ ہر شے خود بخود وجود میں آگئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے عقیدے کے بارے میں فرمایا ہے۔

وَقَالُوا مَا هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَا إِلَّا الدَّهْرُ ۚ (جاثیہ ۲۴)

اور انھوں نے کہا ہمارے لیے تو بس یہی دنیاوی زندگی ہے جس میں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور زمانہ ہمیں ہلاک کر دیتا ہے۔

اور ان میں سے کچھ لوگ یہودیت کی طرف مائل تھے اور کچھ نصرانیت کی جانب راغب تھے اور ان میں کچھ صابئی تھے جو ستاروں کے طلوع و غروب ہونے کے منازل سے آشنا تھے اور ستاروں کے بارے میں منجمین کی طرح ان کا عقیدہ تھا اور وہ کہتے تھے کہ یہ ستارے فی نفسہ امور انجام دیتے ہیں اور وہ کہا کرتے تھے ہماری طرف فلاں ستارے نے بارش کی ہے اور ان میں ایسے لوگ بھی تھے جو فرشتوں اور جنوں کی پرستش کیا کرتے تھے۔

اور کہا جاتا ہے کہ سرزمین عرب میں سب سے پہلے جو بتوں کو لے کر آیا وہ عمرو بن لُحی تھا اور وہ خزاعہ کا مورث اعلیٰ تھا اور کہا جاتا ہے کہ اولاد اسماعیل میں سب سے پہلے بت پرستی اس طرح شروع ہوئی کہ تنگی اور عسرت کے موقع پر جب بھی کوئی شخص مکہ سے کوچ کرتا تو حرم کی تعظیم کی وجہ سے اپنے ساتھ حرم کا پتھر لے جاتا اور وہ جہاں پر جا کر بس جاتے اس پتھر کے گرد ویسے ہی طواف کیا کرتے جیسے وہ کعبہ کے گرد طواف کیا کرتے تھے کافی عرصہ اسی طرح گزر گیا اس کے بعد انھیں جو بھی پتھر خوب صورت اور اچھا نظر آتا وہ اس کی عبادت شروع کر دیتے وہ اصل طریقے کو فراموش کر چکے تھے اور انھوں نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کے لائے ہوئے دین کو تبدیل کر دیا تھا انھوں نے بت پرستی شروع کر دی اور ان سے پہلے امتیں جس گمراہی میں مبتلا تھیں وہ بھی انھیں میں گرفتار ہو گئے اور دین ابراہیمی کی جو بچی کچھ چیزیں خانہ کعبہ کی تعظیم سے متعلق باقی رہ گئی تھیں وہ لوگ ان سے بھی تمسک کرتے تھے۔ جیسے طواف کعبہ، عمرہ، حج، وقف عرفات اور وقف مزدلفہ اور جانوروں کی قربانی دینا اور حج و عمرہ کے موقع پر اللہ کا نام لے کر انھیں ذبح کرنا۔

قبیلہ کنانہ اور قریش جب جانور ذبح کرتے تھے تو کہتے تھے:

لَبِيكَ اللَّهُمَّ لَبِيكَ، لَا شَرِيكَ لَكَ. إِلَّا شَرِيكَ هُوَ لَكَ هُوَ تَمْلِكُهُ وَمَا مَلَكَ

تلبیہ کہتے وقت وہ اللہ کی وحدانیت کا اقرار کرتے تھے اور پھر اس کے بعد اپنے بتوں کو اس میں شامل اور داخل کر دیتے تھے اور ان کی ملکیت اپنے ہاتھ میں رکھتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ﴿١٣﴾ (یوسف: ۱۳)

ان میں سے اکثر لوگ اللہ پر ایمان نہیں لاتے بلکہ وہ لوگ تو مشرک ہیں۔

اور قریش کا ایک بت تھا بیچ کعبہ میں جس کا نام ”ہُبُل“ تھا اور اسی کے لیے ابوسفیان نے غزوہ احد کے موقع پر کہا تھا ”أَعْلَى هُبُل“، ہُبُل کی جے اور ”اساف“ اور نائلہ صفا اور مروہ پر تھے اور ہذیل کا بت تھا جسے ”سواع“ کہا جاتا تھا اور وہ رھاٹ میں تھا اور کلب بن وبرہ جس کا تعلق قضاۃ سے تھا اس کے بت کا نام ”ود“ تھا جو دومة الجندل میں تھا اور پھر مراد کا پھر بنی غطفیف کا بت تھا جرش میں جس کا نام ”یغوث“ تھا اور ہمدان کا بت سرزمین ہمدان میں جو یمن کا حصہ ہے اس کا نام ”یعوق“ تھا اور ذوالکلاع کے لیے جن کا تعلق حمیر

سے ہے ان کے بت کا نام ”نسر“ تھا اور خولان کا ”غم انس“ اور دوس کا ذوالکفین اور مزینہ کا ”نہم“ تھا اور عرب کے باشندوں نے خانہ کعبہ کے ساتھ ساتھ ”طواغیت“ جھوٹے معبود بنا رکھے تھے اور یہ ایسے گھر تھے جہاں بتوں کو رکھا گیا تھا وہ ان کی ایسی ہی تعظیم کرتے تھے جیسے خانہ کعبہ کی تعظیم کیا کرتے تھے اور اس گھر کے بھی دربان اور محافظ تھے اور اس گھر کو ویسے ہی ہدایا دیے جاتے تھے جس طرح کعبہ میں ہدیے بھیجے جاتے تھے اور ویسے ہی طواف ہوتا تھا جس طرح کعبہ کا طواف کیا جاتا ہے اور اس کے قریب اونٹوں کو نحر بھی کیا جاتا تھا۔

البتہ سب کعبہ کی فضیلت کو پہچانتے تھے اس طرح کہ یہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ کا گھر تھا ان پر اور ہمارے نبی پر درود و سلام ہو قریش اور بنی کنانہ کے لیے عزّیٰ فخلہ کے مقام پر تھا اور ثقیف کے لیے ”لات“ طائف میں تھا اور اوس و خزرج کے لیے ”مناة“ تھا اور ان کے لیے بھی جو لوگ سمندر کے کنارے ان کے دین پر عمل پیرا تھے مُشَلَّل کے قدید نامی حصے میں اور تبالہ کے مقام پر دوس، خشم اور بجیلہ کے بت کا نام ”ذوالخلصہ“ تھا اور حمیر اور یمن والوں کے لیے صنعاء میں ایک گھر تھا جسے ”رثامہ“ کہا جاتا تھا اور بنو بیعہ بن کعب بن سعد بن زید بن مناة بن تمیم نے ایک گھر بنایا تھا جسے ”رضاء“ کہا جاتا ہے اور کعب بکر ثعلب اور اباد کے لیے سنداد میں ذوالکعبات نامی گھر تھا جب اسلام کا ظہور ہوا اور اللہ نے اپنے دین کو غالب کیا تو ان گھروں کو منہدم کر دیا گیا اور تمام اصنام کو توڑ دیا گیا۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۳) ومن کاشح یسعی لنا بمعیبة ومن ملحق فی الدین مآلہ یحاول

اور میں انسانوں کے رب کی پناہ ایسے دشمن سے بھی چاہتا ہوں جو باطنی طور سے عداوت کرتا ہے اور ہمیشہ عیب جوئی کی کوشش میں لگا رہتا ہے اور ایسے شخص سے بھی جو دین میں کچھ چیزوں کو ملحق کرنا چاہتا ہے جنہیں ہم پسند نہیں کرتے۔

اور بعض مصادر میں ”ومن ملحق فی الدین کی جگہ من مفتوفی الدین“ ہے۔

اور اگر ”مفتوفی الدین“ تو مفہوم ہوگا جو دین میں افترا پردازی کر رہا ہے کاشح دشمنی کو چھپانے والا جو اپنی عداوت ظاہر نہ کرتا ہو بلکہ باطنی طور سے دشمن ہو حدیث میں آیا ہے افضل الصدقة علی ذی الرحم الکاشح قریبی رشتہ داروں کے لیے افضل ترین صدقہ پوشیدہ طور سے دینا ہے یعنی چھپا کر دینا ہے۔

(۱۴) وَثُورٌ وَمِنْ أَرَسَى ثَبِيرًا مَكَانَهُ وَرَاقٍ لِبَرْقٍ فِي حَرَاءٍ وَ نَازِلٍ

قسم ہے جبلِ ثور کی اور اس عظیم ہستی (اللہ) کی جس نے اس کی جگہ ثبیر جیسے پہاڑ کو زمین میں گاڑ دیا اور اس بلند ہونے والی ذاتِ حضرت محمد ﷺ کی جو غارِ ”حرا“ میں اور ”نازل“ میں بلند ہوا (تاکہ وہاں اللہ کی عبادت کرے) معجم البلدان میں ہے کہ ثور اس غار کا نام ہے جہاں پر نبی اکرمؐ نے ہجرت کے موقع پر اپنے آپ کو چھپا لیا تھا۔ نصر نے کہا ثبیر بھی کتے کے پہاڑوں میں سے بڑا پہاڑ ہے اور حرا اور نازل وہ پہاڑ ہیں جہاں پر نبی اکرمؐ کئی کئی دنوں تک رہتے تھے اور غارِ حرا میں بیٹھ کر عبادت کیا کرتے تھے اور اسی مقام پر پہلی مرتبہ وحی نازل ہوئی تھی۔ بعض نسخوں میں دوسرا مصرع اس طرح ہے و عِیدِ وَرَاقٍ فِي حَرَاءٍ وَ نَازِلٍ عِیدِ، حراء اور نازل مکہ کے پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ ہے۔

(۱۵) وَبِالْبَيْتِ رُكْنَ الْبَيْتِ مِنْ بَطْنِ مَكَّةَ وَ بِاللَّهِ إِنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِغَافِلٍ

اور میں پناہ طلب کرتا ہوں کعبہ کی اور رکن کعبہ کی جو وسط مکہ میں واقع ہے اور پناہ مانگتا ہوں ذاتِ پروردگار تبارک و تعالیٰ کی یہ بات جان لو کہ یقیناً اللہ تعالیٰ اس ظلم و ستم اور مقاطعہ سے جو تم نے کیا تھا غافل نہیں ہے وہ ضرور بالضرور تمہیں سزا دے گا اور تمہارا مواخذہ کرے گا اس کا تعلق سابقہ شعرا ”قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ“ سے ہے بعض نسخوں میں پہلا مصرع اس طرح ہے۔

وَبِالْبَيْتِ حَقَّ الْبَيْتِ مِنْ بَطْنِ مَكَّةَ

اور میں پناہ طلب کرتا ہوں بیت اللہ کی جو بیت اللہ کہلانے کا حق رکھتا ہے یہ مبالغہ اور مدح کی توصیف ہے سیبویہ نے کہا کہ وہ کہتے ہیں ہذا عالم حق العالم اور موصوف کو نکرہ رکھا جاتا ہے اور اس ترکیب کو رخی نے بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ ایسے مقامات پر نکرہ سے توصیف کی جاتی ہے اور کہا جاتا ہے۔

أَنْتَ رَجُلٌ كُلُّ رَجُلٍ، وَحَقُّ الرِّجْلِ وَجَدَ الرِّجْلَ.

(۱۶) وَ بِالْحَجَرِ الْمَسُودِ إِذَا يَمْسَحُونَهُ إِذَا اكْتَنَفُوهُ بِالضَّحَى وَالْأَصَائِلِ

اور حجرِ اسود کی حرمت و عظمت کی خاطر جسے لوگ چھوتے اور (جس کا بوسہ لیتے ہیں) اور صبح و شام اس کے گرد حلقہ کیے رہتے ہیں۔

اور حجر الاسود کی بجائے الحجر المسود ضرورت شعری کی وجہ سے لایا گیا حجر اسود جنت سے نازل ہوا تھا اور اسے کعبہ کے جنوب مشرق میں نصب کیا گیا اور اسے رکن سے تعبیر کیا جاتا ہے اس کا رنگ برف اور دودھ سے زیادہ سفید تھا مشرکین کی خطاؤں نے اسے سیاہ کر دیا عبد اللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے:

كَانَ الْحَجَرُ الْاَسْوَدُ اَبْيَضَ مِنَ اللَّبَنِ - وَكَانَ طَوْلُهُ كَعِظَمِ الذَّرَاعِ
حجر اسود دودھ سے زیادہ سفید تھا اور اس کی لمبائی ایک بازو جتنی تھی۔

ابن عباس سے مروی ہے:

ان هذا الركن يمين الله في الارض يصافح بها عبادة مصافحة الرجل اخاه
یہ رکن زمین پر اللہ کا دایاں ہاتھ ہے وہ اپنے بندوں سے اس کے ذریعے سے مصافحہ کرتا ہے جس طرح ایک بھائی دوسرے سے مصافحہ کیا کرتا ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب سے مروی ہے کہ وہ حجر اسود کے پاس آئے اور اس سے مخاطب ہو کر فرمایا
اِنِّیْ اَعْلَمُ اَنَّكَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنْفَعُ وَلَوْ لَا اِنِّیْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ ﷺ یَقْبَلُكَ مَا قَبَّلْتُكَ
میں جانتا ہوں کہ تو حجر اسود ہے نہ نقصان پہنچاتا ہے اور نہ ہی فائدہ دیتا ہے اگر میں نے نبی اکرم ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا تو میں تجھے بوسہ نہ دیتا جب حضرت علیؑ نے حضرت عمر کو یہ کہتے ہوئے سنا تو آپ نے فرمایا

بَلْ یَضُرُّ وَیَنْفَعُ

ایسا نہیں ہے جیسا آپ نے فرمایا بلکہ حجر اسود نقصان بھی پہنچاتا ہے اور فائدہ بھی دیتا ہے انھوں نے دریافت کیا آپ کس طرح فرما رہے ہیں حضرت علیؑ نے کہا کتاب اللہ تبارک و تعالیٰ میں ہے انھوں نے پوچھا کتاب اللہ میں کہاں لکھا ہے فرمایا ارشاد باری ہے

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَى أَنْفُسِهِمْ ۖ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۖ شَهِدْنَا (۱۷۲ الاعراف)

اے نبی یاد کیجئے جب آپ کے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے اُن کی اولاد کو نکالا اور انھیں ان کی جانوں پر گواہ بنایا اور پوچھا کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں انھوں نے کہا بے شک ہم گواہی دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا اور ان کی پشت کو مسح کیا پھر ان سے اقرار لیا کہ وہ ان کا رب ہے اور وہ اللہ کے بندے ہیں اور ان سے عہد و میثاق لیا اور اسے ایک پتلی کھال پر لکھ دیا اور اس پتھر کی دو آنکھیں اور زبان تھیں اس سے کہا اپنا منہ کھولو فرمایا اس نے منہ کھولا وہ کھال اس کے منہ میں ڈال دی اور کہا:

إَشْهَدُ لِمَنْ وَافَاكَ بِالْمُؤَافَاةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

جو بھی تم سے عہد وفا کرے تم قیامت کے دن اس کی گواہی دینا۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ روز قیامت حجر اسود کو لایا جائے گا اور اس کی فصیح و بلیغ زباں ہوگی اور جس نے اسے چوما ہوگا وہ اس کی توحید کی گواہی دے گا تو اے امیر المؤمنین (عمر) وہ نقصان بھی پہنچاتا ہے اور فائدہ بھی دیتا ہے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا:

اعوذ باللّٰه ان اعیش فی قوم لست فیہم یا ابا الحسن

میں اللہ کی پناہ طلب کرتا ہوں کہ میں ایسے افراد کے درمیان میں رہوں جن میں ابوالحسن (علی) آپ نہ ہوں۔ (المستدرک ۱/۴۵۷)

(۱۷) و موطنی ابراہیم فی الصخر وطأة علی قدمیه حافیا غیر ناعل

اور مقام ابراہیم کی حرمت کی خاطر جب حضرت ابراہیم علیہ السلام گیلے پاؤں کے ساتھ پتھر پر ننگے پاؤں کھڑے ہو گئے تھے انھوں نے جوتیاں نہیں پہن رکھی تھیں (اور اس پتھر میں ان کے پیروں کے نشانات مرتسم ہو گئے تھے۔)

موطنی ابراہیم سے مراد ان کے قدموں کی جگہ ہے جہاں ان کی بہو نے ان کا سر دھویا تھا اور وہ سواری پر تشریف فرما تھے انھوں نے پتھر پر اپنے قدموں کو رکھا اور اپنے سر کو جھکا دیا تھا کہ ان کی بہو اسے دھوئے اور چلتے وقت سارہ نے یہ عہد لیا تھا کہ وہ اپنی سواری سے نہیں اتریں گے اور سلام اور حالات کا جائزہ لینے کی رخصت تھی لہذا انھوں نے سارہ کے کہنے پر عمل کیا اور پتھروں پر ان کے قدموں کے نشانات ابھر گئے جس کے بارے میں اللہ نے ارشاد فرمایا:

فِيهِ آيَاتٌ بَيِّنَاتٌ مِّمَّا بَرَّاهِيمَ

خانہ کعبہ میں بہت سی نشانیاں موجود ہیں اور مقام ابراہیم بھی ہے۔
اور دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

وَاتَّخِذُوا مِنْ مَّقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى ۖ

(اور حکم دیا کہ) تم مقام ابراہیم کو مصلی بنا لو (البقرہ: ۲)

اور اس بارے میں دوسرا قول یہ ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام خانہ کعبہ کی دیواروں کو بلند کر رہے تھے اور اس پتھر پر کھڑے ہوئے تھے تو اس وقت آپ کے پیروں کے نشانات اس پر ابھر گئے تھے۔

صخر صخرہ کی جمع ہے اور اس کے معنی ہیں عظیم پتھر

اور بعض نسخوں میں مصرع اول میں وطأة کی جگہ رطوبة ہے

جس کے معنی ہیں نرمی اور پاکیزگی اور اسی وجہ سے لؤلؤ (موتی) کو رطب کہا گیا ہے جیسا کہ حریری نے کہا:

يَفْتَرُّ عَنْ لَوْلُوءٍ رَطْبٍ وَعَنْ بَرْدٍ
وَعَنْ أَقَا حِجٍّ وَعَنْ طَلْحٍ وَعَنْ حَبَبٍ

(۱۸) واشواط بين المروتين الى الصفا وما فيهما من صورة و تماثل

اور صفا اور مروہ کے مابین ہونے والی سعی کی خاطر اور ان کے درمیان جو تصویریں اور بت رکھے ہوئے ہیں۔

اشواط: شوط کی جمع ہے۔ یعنی سعی کرنا صفا اور مروہ کے درمیان چکر لگانا اور مروتین سے مراد مکہ کا

پہاڑ ہے اور تثنیہ لانے کا سبب اس کے دونوں حصوں کا بیان ہے۔

یہ بات ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے کہ حضرت ابوطالب علیہ السلام مشرکین مکہ بالخصوص قریش سے محاذ آرائی نہیں چاہتے

تھے اور قریش کے لوگ اپنی اکثریت پر ایسے نازاں اور مفتخر تھے کہ حرمت کعبہ حرمت ایام حج اور حرمت حج اور

ارکان حج کو فراموش کر کے حضرت ابوطالبؑ سے رسول اللہ کی وجہ سے نبرد آزما ہونا چاہتے تھے لہذا حضرت

ابوطالبؑ نے امن و آشتی کے لیے باقاعدہ طور پر خود کو اور اپنے سارے خاندان کو جو ان کا ہمنوا تھا خانہ کعبہ کا پردہ

تھام کر اللہ کی پناہ میں دے دیا اور پھر قریش کو امن و امان کی برقراری کے لیے ان تمام چیزوں کی طرف متوجہ کیا

جنہیں قریش قابل احترام اور عزیز جانتے تھے اسی ذیل میں صفا اور مروہ کی مثالوں کا ذکر بھی کیا ہے اور حج کرنے

والوں اور حجر اسود اور صفا مروہ اور دیگر متعلقات حج کا بھی تذکرہ کیا ہے آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اگر تم ان چیزوں

کی بقا چاہتے ہو تو جنگ سے گریز کرو ورنہ ہمارے اور تمہارے ساتھ یہ چیزیں بھی مٹ جائیں گی۔

(۱۹) و من حج بیت اللہ من کل راکب و من کل ذی نذر و من کل راجل

اور ان تمام لوگوں کی خاطر جو حج بیت اللہ ادا کرنے کے لیے سوار ہو کر مختلف سواریوں پر ہر جانب سے آتے ہیں اور ہر اس شخص کی خاطر جو نذر پوری کرنے کے لیے خانہ کعبہ کا قصد کرتا ہے اور ہر وہ شخص جو پیادہ پا اس جانب رخ کرتا ہے۔

حج کے لفظی معنی ہیں ارادہ کرنا لیکن اصطلاح شریعت میں ماہ ذی الحجہ میں ارکان حج بجالانے کے ارادے کو ”حج“ کہا جاتا ہے۔

راکب۔ سواری پر، راجل پیادہ پا

(۲۰) و بالمشعر الأقصى اذا عمدوا له إلا إلى مفضى الشراج القواہل

اور اس مشعر اقصیٰ یعنی مقام عرفات کی خاطر جب حاجی اس طرف روانہ ہوتا ہے الال کی پہاڑی کی طرف حج کرنے والے بڑھتے ہیں اور ساری وادی میں پھیل جاتے ہیں۔

مشعر۔ مناسک حج کی جگہ کو کہا جاتا ہے مشعر اقصیٰ سے مراد عرفہ ہے۔

الال کتاب کا ہم وزن ہے وہ پہاڑ جس پر امام کھڑا ہوتا ہے اور وہ عَلَیَّت کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔ جریر نے کہا ہے:

يَزِدُنِ إِلَّا سَيَرَهُنَّ الشَّادِفُ

اسے ”الال“ اس لیے کہا جاتا ہے کہ حجاج کرام اس کو دیکھ کر اس جانب تیزی سے آنے کی جدوجہد کرتے ہیں تاکہ موقف تک پہنچ سکیں اور مفضی الشی اس کی انتہا کو کہتے ہیں شراج شرح کی جمع ہے۔ پہاڑیوں کے درمیان بننے والا نالہ قواہل جو ایک دوسرے کے آمنے سامنے ہوں۔

(۲۱) وَتَوْقَاهِمُ فَوْقَ الْجِبَالِ عَشِيَّةً يَقِيمُونَ بِالْأَيْدِي صُدُورَ الرِّوَاهِلِ

اور رات کے ہنگام حاجیوں کے جبل عرفات پر ٹھہرنے اور قیام کرنے کی خاطر جب کہ وہ اپنے ہاتھوں سے

اپنی سوار یوں کے سینوں کو اٹھاتے یا سیدھا کرتے ہیں یعنی جب وہ عرفات سے مزدلفہ جانے کی تیاری کرتے ہیں۔
توقاف مصدر ہے بمعنی وقوف جیسے تذکار۔ وواحل راحلہ کی جمع ہے اور راحلہ میں ”ت“ مبالغہ
کے لیے آئی ہے سفر کے لیے طاقت وراونٹ اس میں نرمادہ برابر ہیں۔

(۲۲) و لیلۃ جمع و المنازل من منی و ما فوقها من حرمة و منازل

اور مزدلفہ میں رات کے وقت فجر تک جمع ہونے کی خاطر نیز مقام منی پر منزل کرنے کی خاطر، کیا ان حرمتوں
اور عظمتوں سے بڑھ کر کچھ اور ہے؟ میں جس کی طرف تمھاری توجہ مبذول کراؤں ان منازل کی حرمت سے بڑھ کر
کوئی حرمت نہیں اور ان منازل سے بڑھ کر کسی منزل کا احترام نہیں۔
وما فوقها میں ایک روایت وھل فوقھا بھی ہے اور استفہام نفی کے معنی دے رہا ہے۔

(۲۳) و جمع اذا ما المقربات اجزئہ سیراعاً کما یخرجن من وقع وابل

اور بعض مصادر میں ”یخرجن“ کی جگہ ”یفزعن“ ہے۔
اور حاجیوں کا وہ جم غفیر (اجتماع) پایادہ چلنے والے مجمع کی خاطر جس کے آگے آگے عمدہ گھوڑے فراٹے
بھرتے نکل جاتے ہیں جیسے وہ بڑی بڑی بوندوں والی موسلا دھار بارش سے ڈر کر بھاگ رہے ہوں۔
مُقَرَّبَات مُقَرَّبَہ یا مُقَرَّبَہ کی جمع ہے عمدہ گھوڑا جس کی خوبی کے سبب تھان قریب بنایا جائے۔
اجزئہ راستہ طے کرنا کہا جاتا ہے جزئ الوادی وادی کو طے کیا سیراعاً تیزی سے گزر گیا وقع وابل
بڑی بڑی بوندوں کی بارش کا ہونا۔ موسلا دھار بارش۔

(۲۴) و بِالْجَمْرَةِ الْكَبْرَىٰ اِذَا صَمَدُوا لَهَا يَوْمُئِذٍ قَذَفَا رَاسَهَا بِالْجَنَادِلِ

اور اسی طرح جمرہ کبریٰ یعنی بڑے شیطان کی خاطر جب اس کی جانب قصد کرتے ہیں تاکہ حج کرنے والے
اس کے سر کو کنکریاں مار کر سنگ سار کریں۔

الجمرة منی میں رہی الجمار کی جگہ کنکریاں مارنے کی جگہ جمرہ کبریٰ سے جمرہ عقبہ یعنی بڑا شیطان
مراد ہے ابن مسعود کی ایک روایت ہے کہ وہ جمرہ عقبہ تک پہنچے اور انھوں نے خانہ کعبہ کو اپنے بائیں طرف رکھا

اور منیٰ کو دائیں جانب اور سات کنکریاں ماریں اور وہیں پر جمرہٴ وسطیٰ بھی موجود ہے صمدوا کے معنی ہیں قصد و ارادہ کیا، قذفاً رمیا پھینکا اس الشئی اس کی جانب جنادل جندل کی جمع ہے بروزن ”جعفر“ اس کے معنی ہیں بڑا پتھر یہاں کنکریاں مراد ہیں۔

(۲۵) وَكُنْدَةٌ اِذْ تَرْمِي الْجِمَارَ عَشِيَّةً تَجِيْزُ بِهَا حُجَّاجَ بَكْرِ بْنِ وَاثِلٍ
بعض نسخوں میں یہ شعر اس طرح ہے:

”وَ كُنْدَةٌ اِذْ هَمَّ بِالْحَصَابِ عَشِيَّةً تُجِيْزُ بِهَمْ حُجَّاجَ بَكْرِ بْنِ وَاثِلٍ
اور قبیلہ کندہ کو دیکھو جب شام کے وقت وہ رمی الجمرات کے لیے وہاں سے گزرے اور قبیلہ بکر بن وائل کے حاجی حضرات کا بھی گزر وہاں سے ہوا۔

کندہ قبیلہ کا نام ہے اس کے افراد کی کثرت کے سبب خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے اور یہ قبیلہ منسوب ہے کندہ بن عفیر بن عدی بن الحارث جن کا تعلق کہلان سے ہے بکر بن وائل مشہور قبیلہ ہے جس کا تعلق ربیعہ بن نزاز سے ہے۔

حصاب کو محصب کہا جاتا ہے رمی الجمرات کی جگہ

(۲۶) حَلْفِيَانِ شَدًّا عَقْدًا مَا اِحتَلَفَا لَهُ وَرَدًّا عَلَيْهِ عَاطِفَاتِ الْوَسَائِلِ

اور بعض مصادر میں الوسائل کی جگہ ”الدلائل“ ہے۔

چوں کہ یہ دونوں قبائل یعنی کندہ اور بکر بن وائل ایک دوسرے کے حلیف تھے لہذا انھوں نے اپنے معاہدہ حلف کو اور بھی مضبوط اور مستحکم بنایا اور ایسے اسباب فراہم کیے جس سے ملاطفت اور قربت میں مزید اضافہ ہو۔

حلیف حریف کی ضد ہے، اتحادی

شَدًّا۔ باندھا مضبوط کیا

عقد، گرہ، معاہدہ۔

عاطفات عطفہ کی جمع رحم و شفقت کا جذبہ مہربانی۔ وسائل وسیلہ کی جمع۔

(۲۷) وَ حَطَّهْمُ سُمْرَ الرِّمَاحِ مَعَ الظُّبَى وَ انْفَاذَهُمَ مَا يَنْتَقَى كُلُّ نَابِلٍ

بعض مصادر میں یہ شعر اس طرح ہے۔

وَ حَطَّيْهِمَ سُمْرَ الرِّمَاحِ مَعَ الظُّبَى وَ انْفَاذَهُمَ مَا يَنْتَقَى كُلُّ نَابِلٍ
ان معاہدوں کو گندم گوں نیزے اور تلواروں کی دھارتوڑ سکتی ہے اور جب تک ماہر تیر انداز موجود ہیں کوئی بھی ہمارے عہد و پیمان کو باطل نہیں کر سکتا۔

حطم: توڑنا، حط۔ گرانا، شکست دینا، بھگا دینا

سمر اسمر کی جمع ہے نیزے

رماح رُمح کی جمع جنگ کا آلہ۔ نیزہ

کسر و ابینہم رھما وہ برسر پیکار ہیں۔

الظُّبَى ظبہ کی جمع تلوار یا نیزے کی دھار نابل تیر انداز اور تیر ساز

الحاذق بالنبل ماہر تیر انداز یَنْتَقَى۔ چن لینا چھانٹ لینا۔ منتخب کرنا۔

(۲۸) وَ مَشْيِهِمْ حَوْلَ الْبَسَالِ وَ سَرَحِهِ وَ سَلْمِيهِ وَ خُذَ النَّعَامِ الْجَوَافِلِ

اور ذرا دیکھو ان کا بسال کے ارد گرد چلنا اور نباتات کا پامال کرنا جیسے شتر مرغ تیز تیز چلا کرتے ہیں۔

بعض مصادر میں وسلمیہ کی جگہ ”ویشبرقہ“ ہے اس شعر میں اونٹوں کے تیز تیز چلنے کو اور گزر گاہ سے نباتات کے پامال ہونے اور درختوں کے ٹوٹنے کا ذکر کیا ہے۔

بسال۔ کسی جگہ کا نام ہے

سرح بڑا درخت یا ہر کانٹے دار درخت مراد ہے۔

سلمی۔ نبات وَ خُذَ النَّعَامِ۔ شتر مرغ کا چلنا اور نعام اونٹوں کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے نعام کا واحد نعامہ ہے شتر مرغ اور نَعَم جس کی جمع أَنْعَام و نُعْمَان اور جمع الجمع انا عیم ہے چوپایہ خصوصاً اونٹ کو کہا جاتا ہے

الجوافل جافلہ کی جمع ہے تیز چلنے والے سریع السیر

ان تینوں اشعار میں حضرت ابوطالبؑ کسی خاص واقعہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں جس میں دو حلیف قبیلوں نے بعض ناخوش گوار واقعات کے باوجود اپنے معاہدہ دوستی کو باقی رکھا اور ان سے جنگ و جدال نہیں کی لہذا آپ قریش کو متوجہ کرتے ہیں کہ تم ان سے سبق لو اور اپنے معاہدوں کی پاس داری کرو اور اسلام دشمنی کی وجہ سے اپنے عہد و پیمان سے روگردانی نہ کرو اور معاہدوں کو پس پشت نہ ڈالو۔

(۲۹) فہل بعد ہذا من معاذٍ لِعَائِدٍ وھل من مُعِیذٍ یَتَّقِی اللہ عادل

کیا اس کے بعد بھی پناہ حاصل کرنے والوں کے لیے کوئی اور جائے پناہ ہے جہاں پر جا کر وہ پناہ حاصل کریں اور کوئی پناہ دینے والا ایسا ہے جو اللہ سے بھی ڈرتا ہوں اور انصاف پسند ہو۔ یعنی پناہ لینے والے نے جہاں پناہ طلب کی ہے اس کے بعد کوئی پناہ دینے والا نہیں ہے۔

بعض مصادر میں فہل بعد ہذا کی جگہ فہل فوق ہذا ہے

مَعَاذُ جَائِ پناہ۔ عَائِدُ پناہ طلب کرنے والا۔ مُعِیذُ پناہ دینے والا

ھل بعد ہذا میں استفہام انکاری ہے۔

(۳۰) یطاع بنا الاعضاء وُدُّوا لو اننا تُسَدُّ بنا ابوابُ ترک و کابل

کیا ہمارے بارے میں دشمنوں کی بات تسلیم کی جاتی ہے وہ دشمن یہ چاہتے ہیں کہ ہم پر ترک اور کابل کے دروازے بھی بند کر دیے جائیں۔ ہمارے دشمن یہ چاہتے ہیں کہ ہم حجاز سے ان دونوں شہروں میں چلے جائیں اور پھر اپنے وطن واپس آنا نصیب نہ ہو قریب کے علاقے تو کہاں دور دراز کے علاقوں کے دروازے بھی ہم پر بند کر دیے جائیں اور ہمیں کہیں بھی پناہ نہ ملے۔

ترک۔ ترکی اور کابل افغانستان کا شہر۔

(۳۱) کذبتم و بیت اللہ نترك مکة و نطعن الا امرکم فی بلابل

قسم ہے خانہ خدا کی تم نے جھوٹ کہا کہ ہم مکہ (مکہ) کو ترک کر دیں گے اور وہاں سے کوچ کر جائیں گے ایسا ہرگز نہیں ہوگا البتہ تم غم و ہم میں مبتلا ہو گے اور تمہیں حزن و ملال سے دوچار ہونا پڑے گا۔

”و“ قسم کے لیے آیا ہے اور ”نترك مكة“ جواب قسم ہے اگر ہم لفظ ”لا“ کو مقدر مانیں گے قرآن مجید میں اس کی مثال موجود ہے تالله تفتاً (یوسف ۸۵) دراصل تالله لا تفتاً ہے۔

كذبتكم یعنی بطل املكم تمہاری آرزوئیں خاک میں مل گئیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے قول میں ہے
أُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوا عَلَى أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۳﴾ (انعام ۶)
دیکھیے انھوں نے کس طرح اپنے آپ کو جھٹلایا اور وہاں اُن کے سارے بناوٹی معبود گم ہو گئے۔

(۳۲) كذبتكم و بيت الله نُبزى محمداً ولما نطاعن دونه و نناصل

اور بیت اللہ کی قسم تم نے غلط سمجھا ہے اور جھوٹ کہا ہے کہ حضرت محمدؐ کو ہم سے زبردستی چھینا جاسکتا ہے نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا جب تک ہم محمدؐ کے سامنے نیزہ بازی اور تیر اندازی کرتے ہوئے اپنی جانیں ان پر نچھاور نہ کر دیں۔ ہمارے جیتے جی ایسا نہیں ہو سکتا۔ بعض نسخوں میں ”نناصل“ کی جگہ ”نناضل“ ہے۔ تیر پھینکنا۔

”و“ قسم کے لیے آیا ہے اور نبزی محمداً جواب قسم ہے اور لائے نافیہ کو مقدر ماننا ہوگا اور محمدؐ انزع خافض کی بنا پر منصوب ہے۔

نطاعن طعن سے نکلا ہے یعنی نیزہ زنی نناصل ”نصل“ سے ہے تیر و پیکان۔ اس کا مفہوم ہے ہم تلواروں سے جنگ کریں گے۔

(۳۳) أبیت بحمد الله ترك محمد بمكة أسلمه لشتر القبائل

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے خداوند عالم کے فضل و کرم سے میں نے محمدؐ کا ساتھ چھوڑنے سے انکار کر دیا یہ کہ میں انھیں مکہ میں تنہا چھوڑ کر چلا جاؤں اور انھیں بدترین قبیلوں کے سپرد کر دوں۔ حضرت ابوطالبؓ حمایت پیغمبر اکرمؐ پر شکر ربا ادا کر رہے ہیں۔

أبیت۔ میں نے انکار کیا ہے اسلمہ۔ انھیں سپرد کر دوں۔ شر بدترین۔

(۳۴) وقال لی الاعداء قاتل عصابة اطاعوه وابغوه جميع الغوائل

ابوطالبؓ فرماتے ہیں: اور مجھ سے دشمنوں نے کہا کہ تم اس جماعت سے قتال کرو جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی اطاعت کی ہے اور انھیں ہلاکت اور مصیبت سے دو چار کر دو۔
یہ دو شعر کتاب ایمان ابی طالب/ ۷۳ میں ہیں۔

(۳۵) نَقِیمَ عَلٰی نَصْرِ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ نَقَاتِلَ عَنْهُ بِالْطُّبٰی وَ الْعَوَاسِلِ

ہم نے جواباً کہا کہ ہم نبی اکرم حضرت محمد ﷺ کی نصرت اور حمایت پر ڈٹے اور جے رہیں گے اور ان کے لیے ہم تلوار کی دھاروں اور نیزوں کی انیوں سے قتال کرتے رہیں گے۔

العواسل۔ الرماح۔ نیزے

اور یہ شعر مجمع البیان ۴/ ۸۲۸ میں اس طرح ہے۔

أَقِیمَ عَلٰی نَصْرِ النَّبِیِّ مُحَمَّدٍ أَقَاتِلَ عَنْهُ بِالْقُنَابِلِ وَالْقُنَابِلِ

میں اللہ کے نبی حضرت محمد ﷺ کی نصرت و حمایت پر جما اور ڈٹا رہوں گا اور ان کی خاطر نیزوں اور گھوڑوں اور انسانوں کی جماعت کے ساتھ دشمنوں سے قتال کرتا رہوں گا۔

القنابیل جمع ہے القناتہ کی نیزہ القنابل قُنْبُلَةٌ کی جمع ہے جس کے معنی میں الطَّائِفَةُ یعنی لوگوں کی جماعت یا گھوڑوں کا گروہ اور ایمان ابوطالب/ ۳۸ میں القنابل کی جگہ الذوابل ہے یعنی باریک نیزے۔

(۳۶) وَ نَسْلِبُهُ حَتّٰی نَصْرَعْ حَوْلَهُ وَ نَذْهَلَ عَنْ ابْنَائِنَا وَالْحَلَائِلِ

اور تم لوگوں نے یہ غلط سمجھ رکھا ہے کہ ہم محمد کو تمھارے حوالے کر دیں گے نہیں ایسا ہرگز نہیں ”ہوسکتا“ جب تک ہم لوگ ان کا دفاع کرتے ہوئے ان کے ارد گرد لڑتے لڑتے گرا نہ دیے جائیں اور اپنے ہوش و حواس نہ کھو بیٹھیں کہ ہم اپنے بیٹوں اور بیویوں کو بھی بھول جائیں نسلبہ یعنی لانا نسلبہ ہم پر گز سپرد نہ کریں گے۔

نصرع زمین پر پچھاڑ دیے جائیں نذہل ہم غافل ہو جائیں ”الحلائل“ جمع ”حلیلة“ یعنی زوجہ

اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم ہرگز ہرگز حضرت محمد کو قریش کے سپرد نہیں کریں گے یہاں تک کہ شدید جنگ و جدال کا سامنا کیوں نہ کرنا پڑے اور ان کی حفاظت کرتے ہوئے کشتوں کے پشتے لگ جائیں اور ہم جنگ میں ایسے مگن ہوں کہ اپنے بیوی بچوں تک کو بھول جائیں اور ان کی طرف کوئی توجہ نہ دیں خواہ وہ ہلاک ہو جائیں۔

(۳۷) و ینہض قوم فی الحدید الیکم نہوض الروایا تحت ذات الصلاصل

”الروایا“ ”راویۃ“ کی جمع ہے وہ اونٹ یا خچر یا گدھا جس پر سیراب کرنے کے لیے پانی لا دیا جاتا ہے۔

”الصلاصل“ ”صلصلۃ“ کی جمع ہے پانی کی بڑی مشک میں پانی کا بچ رہنا۔

حضرت ابوطالب فرماتے ہیں کہ قوم کے افراد تمھاری طرف لوہے کا وزن اٹھاتے ہوئے اس طرح حملہ آور

ہوں گے کہ ان کی آواز سنائی دے گی جیسے پانی کی آواز مشکوں میں سنائی دیتی ہے۔

(۳۸) و حتی نری ذا الضغن یر کب ردعه من الطعن فعل الانکب المتحامل

اور یہاں تک کہ کینہ پرور شخص کو تم دیکھو گے کہ وہ منہ کے بل گرا ہوا اپنے خون میں لت پت ہے نیزہ زنی

کے سبب اس اونٹ کی مانند جو وزن اٹھائے ہوئے کندھے کے درد کی وجہ سے ایک طرف جھک کر چل رہا ہے۔

الضغن، کینہ۔ یر کب ردعه سر کے بل گرے گا۔

الطعن۔ نیزہ زنی

الردع۔ خون میں لتھڑنا، خون کا نشان اور زعفران

انکب وہ اونٹ جس کے کندھے میں درد ہو جو ایک جانب جھک جائے۔

(۳۹) و انا لعمر الله ان جدّ ما اری لتلتبسن اسيا فنا بالامائل

اگر یہ بغض و عناد جاری رہا جسے میں دیکھ رہا ہوں تو میری حیات کی قسم! ہماری تلواریں تمھارے اشرف و

افاضل کی گردنیں اڑا کر انھیں خاک و خون میں غلطاں کر دیں گی۔

جدّ پورا ہو گیا۔ متحقق ہو گیا۔ لعمر الله۔ جان کی قسم التباس۔ اختلاط

امائل امثل کی جمع ہے قوم کا شریف اور صاحب شرف فرد

کتاب دلائل الاعجاز میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مقتولین بدر کو بچھڑا ہوا زمین پر لیٹا ہوا پایا تو

حضرت ابوبکر سے مخاطب ہو کر کہا کہ اگر اس وقت حضرت ابوطالب زندہ ہوتے تو وہ جان لیتے کہ ہماری تلواروں

نے بڑے بڑے سوراخوں اور اشرف قریش کو خاک و خون میں غلطاں کر دیا ہے اور یہ ابوطالب کے قول کی تعبیر

ہے:

کذبتہ و بیت اللہ ان جد ماری میں جو کچھ بغض و عناد دیکھ رہا ہوں اگر اس میں دوام پیدا
لَتَأْتِبَسْنَ اسیافنا بالامائل ہو گیا اور وہ جاری و ساری رہا تو میری زندگی کی قسم ہماری
تلواریں تمہارے اشرف و افاضل کی گردنیں اڑانے سے
گریز نہیں کریں گی۔

(۴۰) بکفی فتیٰ مثل الشہاب سمیدعِ أَخِي ثِقَّةٌ حَامِي الْحَقِيقَةِ بِاسِلِ
اور ہماری یہ تلواریں ایسے بہادروں اور دلیروں کے ہاتھوں میں ہوں گی جو شہاب ثاقب کی طرح دشمنوں پر
جھپٹ پڑیں گے جو قابلِ اعتماد ہوں گے اور حق و حقیقت کی حمایت کرنے والے ہوں گے اور ایسے شجاع ہوں گے
جنہیں کوئی شکست نہ دے سکے گا۔

کفی۔ دونوں ہاتھوں میں۔ فتی۔ جوان، شہاب۔ روشن ستارہ
سمیدع سید کریم اور شریف اخو ثقتہ۔۔ معتبر فرد کے ساتھ عرب کے لوگ جب بھی کوئی کسی کے ساتھ
مسلل بکثرت رہتا ہے تو کہتے ہیں اخا الباسل ایسا شجاع جو ناقابل شکست ہو۔

(۴۱) من السر من فرعی لوی بن غالب منیع الحمی عند الوغی غیر واکل
آنحضرت ﷺ لوی بن غالب کے خاندان سے اور ان کے اصل اور شریف لوگوں میں سے ہیں جنگ و
جدال کے ہنگام وہ مکمل طور سے حفاظت کا انتظام کرتے ہیں اور مضبوط و طاقت ور ہیں وہ کسی کے سامنے عاجز اور
شکست خوردہ نہیں ہیں۔

السر۔ عمدہ اور پسندیدہ، اصل اور حقیقت اور ہر چیز کا درمیانہ حصہ
فرعی لوی: فرعی لوی کی دو شاخیں ماں باپ دونوں کی جانب سے لوی سے آنحضرتؐ کا خاندان جا ملتا
ہے۔

لوی بن غالب ماں باپ دونوں کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے جدِ مکرم ہیں (زہرة الادباء
للنقدی)

وغی کے معنی ہیں جنگ۔ الواکل یعنی عاجز

(۴۲) شهوراً و آثاماً و حولاً مُجَرَّمَا عَلَيْنَا وَ تَأْتِي حِجَّةٌ بَعْدَ قَابِلِ

ہماری جنگ ساہا سال سے پورے سال اور پھر اس کے بعد آنے والے سالوں دنوں اور مہینوں تک جاری رہے گی دن مہینوں میں اور مہینے سالوں میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اور پھر کئی کئی سال تک جنگ جاری رہے گی۔

المَجْرَّم - مکمل اور کامل الحجۃ - سن و سال قابل - آنے والا سال

(۴۳) وَمَا تَرَكْتُ قَوْمٍ لَا أَبَالُكَ سَيِّدَا يَحْوَطُ الذِّمَّارُ غَيْرَ ذَرْبِ مَوَاكِلِ

کیا قوم اپنے سردار کو چھوڑ دے گی تم مجھول النسب ایسا کیوں سوچ رہے ہو؟ انھوں نے اپنے سردار سے جو عہد و پیمان کر رکھا ہے اس کی رعایت کریں گے اور ہر مشکل موقع پر کسی دوسرے پر توکل نہیں کریں گے۔

مرد نے اپنی کتاب کامل میں لکھا ہے کہ عربوں کا قول ”لا ابالک“ مدح و ذم سے کنایہ ہے مدح کی صورت یہ ہے کہ باپ کی نفی کر کے مدوح کے نظیر کی نفی کرتا ہے کہ تیرے جیسا تو کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور ذم کی صورت میں کنایہ ہے کہ یہ مجھول النسب ہے۔

یحوط - حفاظت کرتا ہے۔ الذمار - انسان پر جس کی حفاظت لازم ہے۔

ذرب - فاسد۔ المواکل ایسا عاجز جو اپنے امور لوگوں کے سپرد کر دے۔

(۴۴) وَابْيَضُ يَسْتَسْقِي الْغَمَامُ بَوْجَهَهُ شِمَالُ الْيَتَامَى عَصْمَةُ لِلْأَرَامِلِ

اس شعر میں آنحضرت ﷺ کی مدح سرائی اس طرح کی گئی ہے کہ آپ شریف النسب ہیں اعلیٰ خاندان کے مالک اور وجیہ و تشکیل ہیں ان کے چہرے کی وساطت سے بارش کی دعا طلب کی جاتی ہے آپ یتیموں کے والی اور یتیموں کی پناہ گاہ ہیں۔

ابیض سے مراد ہے کریم النسب اعلیٰ نسب والا۔ الغمام۔ بادل۔ شمال پناہ گاہ جس طرف پناہ لی جائے

ارامل ارملہ کی جمع ہے وہ عورت جس کا شوہر مر گیا ہو یعنی بیوہ کبھی کبھی یہ ان مردوں کے لیے استعمال ہوتا

ہے جن کی بیویاں مرجائیں (لسان العرب ۵/ ۳۲۱)

”شمال یتامی اور عصمة للارامل“ کہہ کر آنحضرت کے اوصاف حمیدہ کا ذکر کیا ہے۔

شہرستانی نے مل والنخل میں ۲/ ۲۴۹ میں ذکر کیا ہے:

”جب اہل مکہ قحط سالی کا شکار ہو گئے اور سلسلہ باراں دو سال تک رک گیا تو حضرت ابوطالبؑ نے اپنے بیٹے کو حکم دیا کہ وہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو لے کر آئیں وہ انھیں لے کر آئے آنحضرت اس وقت شیرخوار بچے تھے کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے حضرت ابوطالبؑ نے انھیں اپنے ہاتھوں میں لیا اور انھیں آسمان کی طرف اچھالا اور فرمایا:

يَا رَبِّ بِحَقِّ هَذَا الْغَلَامِ

اے رب اس بچے کا واسطہ۔

اور اسی طرح دوسری اور تیسری دفعہ اچھالا اور وہ فرما رہے تھے:

يَا رَبِّ بِحَقِّ هَذَا الْغَلَامِ اسْقِنَا غَيْثًا مَغِيثًا دَائِمًا هَاطِلًا

اے پروردگار اس بچے کا واسطہ تو ہمیں سیراب کر ایسے بادل سے جو پانی سے بھرا ہوا مسلسل

اور موسلا دھار بارش ہو۔

ابھی کچھ دیر ہی گزری تھی کہ آسمان میں بادل نمودار ہوئے اور بارش کا سلسلہ جاری ہو گیا یہاں

تک کہ مسجد الحرام کے بارے میں لوگوں کو خوف لاحق ہوا۔ حضرت ابوطالبؑ نے اس شعر میں اسی

واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔“

محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ نے کتاب الاستسقاء کے ذیل میں تیسرے باب سؤال الناس

الإمام الاستسقاء إذا قحطوا میں دو حدیثیں نقل کی ہیں۔

حدیث نمبر ۱۰۰۸۔

حدثنا عمرو بن علي، قال حدثنا أبو قتيبة، قال حدثنا عبد الرحمن بن عبد الله بن

دينار، عن أبيه، قال سمعت ابن عمر، يتمثل بشعر أبي طالب

وَأَبْيَضُ يَسْتَسْقِي الْغَمَامَ بَوَّجَهُ

ثَمَالُ الْيَتَامَى عَصْمَةُ لِلرَّامِلِ

دوسری حدیث نمبر ۱۰۰۹،

وقال عمر بن حمزة: حدثنا سالم، عن أبيه: ربما ذكرت قول الشاعر وَأَنَا أَنْظُرُ إِلَى وَجْهِ

النَّبِيِّ يَسْتَسْقِي وَمَا يَنْزِلُ حَتَّى يَجِدَ كُلَّ مِزَابٍ

یہ شعر حضرت ابوطالب کی بصیرت اور فراست پر دلالت کرتا ہے کیا انھیں پہلے ہی سے یہ علم تھا کہ یہ نونہال جو ابھی گہوارے میں شیر خوار ہے بڑے ہو کر منصب نبوت و رسالت پر فائز ہوگا اور پوری دنیا کے لیے رحمت و رافت کا سبب بنے گا۔

یہ بھی احتمال ہے کہ یہ شعر اس حادثہ سے متعلق ہے جسے ابن عساکر نے جہمہ بن عرفطہ سے روایت کیا ہے اس نے کہا کہ میں مکہ میں آیا تو کیا دیکھا کہ لوگ قحط سے دوچار ہیں قریش نے کہا:

اعمدوا اللات والعزى

تم لات اور عزى کے پاس چلے جاؤ۔

اور کسی نے کہا:

اعمدوا الهناة الثالثة الاخرى۔

تم تیسرے منات کا قصد کرو۔

فقال شيخ وسيم قسيم حسن الوجه۔

تو ایک صاحب جمال، شکیل و وجیہ شخص نے کہا

حبذا الراى ائى توفكون و فيكم باقية ابراهيم و سلاله اسماعيل قالوا له كانك عنيت اباطالب قال: انها فقاموا باجمعهم و قُمت معهم فدفعنا عليه بابہ فخرج الينا رجل حسن الوجه مُضْفَرُّ عليه ازارٌ قد اُتَّشَحَّ به فثاروا اليه فقالوا:

یہ رائے قبول کرو تم کہاں بھٹکتے پھر رہے ہو؟ تمہارے درمیان ابراہیم علیہ السلام کی نسل کا بہترین فرد اور اسماعیل کے خاندان کا نمائندہ موجود ہے قریش کے لوگوں نے کہا: تمہاری مراد ابوطالب سے ہے؟ تو اس شخص نے جواب دیا: ہاں! ہاں وہی شخص۔ سب اٹھے اور میں بھی ان کے ساتھ روانہ ہوا ہم نے دروازہ کھٹکھٹایا تو کیا دیکھا کہ ایک خوب صورت شخص جس کے بال گندھے ہوئے تھے چلا آ رہا ہے جو بہترین چادر سے خود کو لپیٹے ہوئے ہے۔ لوگ جوش و خروش سے اس کی جانب بڑھے اور کہا:

يا أبا طالب، أقط الوادى، وأجذب العيال، فهلّم، فاستسق، فقال: دونكم زوال

الشمس، وهبوب الريح. فلما زاغت الشمس أو كادت خرج أبو طالب ومعه غلام كأنه شمس دجن تجلت عنه سحابة قتماء وحوله أغيلمة، فأخذ أبو طالب، فألصق ظهره بالكعبة ولاذ بأصبعة الغلام، وبصبصت الأغيلمة حوله وما في السماء قزعة، فأقبل السحاب من هاهنا وهاهنا، وأغدق واغدودق، وانفجر له الوادي، وأخصب البادي والنادي.

اے ابوطالب! وادی میں قحط سالی کا سامنا ہے اور اہل و عیال خشک سالی کا شکار ہیں آگے بڑھئے اور طلب باراں کیجئے۔

انھوں نے فرمایا: سورج ڈھلنے اور ہواؤں کے چلنے کا انتظار کرو جب سورج ڈوب گیا یا ڈوبنے والا تھا تو ابوطالب گھر سے نکلے اور ان کے ساتھ ایک نوخیز بچہ تھا (یعنی نبی اکرمؐ تھے) یوں معلوم ہوتا تھا تاریک رات میں سورج چمک رہا ہے اور ان سے تاریکی اور گرد و غبار چھٹ گیا ہے اور ان کے گرد گردلڑ کے بالے ہیں ابوطالب نے انھیں پکڑا اور ان کی پشت کو کعبہ سے چپکا دیا اور اس بچے کے ذریعے بارش کی دعا کی آسمان پر ابر کا کوئی ٹکڑا بھی نہ تھا بادل نے ادھر ادھر سے آنا شروع کیا اور موسلا دھار بارش ہوئی وادی میں پانی بہنے لگا اور صحرا و ریگستان میں ہریالی چھا گئی۔

اسی بارے میں حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا:

وأبيض يستسقى الغمام بوجهه

(مختصر تاریخ دمشق از ابن منظور۔ ج ۲، ص ۱۶۱، ۱۶۲ مطبوعہ دار الفکر)

(۴۵) يَلُوذُ بِهِ الْهَلَاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهُ فِي نِعْمَةٍ وَفَوَاضِلٍ

بنی ہاشم کے فقراء و مساکین نادار و مفلس لوگ ان کے دامن فیض تلے پناہ حاصل کرتے ہیں اور جب وہ آنحضرتؐ کی جناب میں آتے ہیں تو ان کے لیے نعمتوں کی فراوانی ہوتی ہے اور عطایا کی بارش ہوتی ہے اور وہ ان کے سایہ رحمت میں آکر خوش حال ہو جاتے ہیں۔

يَلُوذُ بِهِ۔ پناہ حاصل کرتے ہیں۔ الْهَلَاكُ۔ یعنی فقراء و مساکین اس لفظ کا واحد هَالِكٌ

فَوَاضِلٍ فاضلۃ کی جمع ہے گذشتہ نعمتیں ایسی نعمتیں ہیں جو کسی ایک انسان سے دوسرے تک منتقل ہوں۔

(۴۶) لعبری لقد جرى اسيد و بكرة الى بغضنا اذ جزّانا لاكل

میری جان کی قسم! اُسید اور اس کا نو جوان بیٹا ہماری عداوت میں بہت آگے جا چکا ہے۔ ان کی خواہش ہے کہ ہمیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے دشمنوں کے لیے لقمہ تر بنادیں یعنی ہمیں جتنا نقصان پہنچانا چاہتے ہیں وہ پہنچائیں۔ اُسید سے مراد ابن ابی العیص بن اُمیہ ہے۔ ایک روایت کے مطابق بکرہ کی جگہ رھطہ ہے یعنی اس کی قوم۔ بکرہ سے مراد ماں باپ کی پہلی اولاد خواہ لڑکا ہو یا لڑکی اس سے مراد عتاب بن اسید ہے۔ جزّانا۔ ہم نے اسے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔

(۴۷) جزت رحم عنا اُسیدًا و خالِدًا جزاء مُسِيءٍ لا يؤخر عاجل

ہماری جانب سے ہمارے عزیز اسید و خالد کو ان کے عمل کا برابر ملے اور اس میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ اُسید سے مراد اسید بن ابی العیص بن اُمیہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہیں اور خالد اُسید کا بیٹا ہے۔ جو فتح مکہ کے دن مسلمان ہوا تھا اور ہو سکتا ہے کہ سابقہ شعر میں ”بکرہ“ سے مراد اس کا بیٹا خالد ہو۔

(۴۸) و عثمان لم يربع علينا و قنفذٌ ولكن اطاعا امر تلك القبائل

عثمان اور قنفذ نے بجائے مہربانی اور لطف کے ان قبائل کی اطاعت کرتے ہوئے جو ہمارے دشمن تھے ہم سے برا سلوک روا رکھا۔

عثمان سے مراد عبید اللہ کا فرزند ہے جو طلحہ کا بھائی ہے اور قنفذ سے مراد ابن عمیر بن جذعان ہے۔

(۴۹) اطاعاً بنا الغاوین في كل وجهٍ ولم يرقبا فينا مقالة قائل

ان لوگوں نے ہر جانب سے ہمارے مقابلے میں گمراہ لوگوں کی بات مانی اور ہمارے بارے میں کہنے والے کی بات کی طرف کوئی توجہ مبذول نہ کی یعنی اس کی بات تسلیم نہ کی جس نے ہمارے بارے میں حق بات کہی تھی۔ بعض مصادر میں اطاعاً اُبیاً وابن عبد یغوثہم پہلا مصرع ہے۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

الزموا مؤدتنا اهل البيت فان من لقي الله وهو يؤدنا دخل الجنة بشفاعتنا والذي

نفسی بیدہ لا ینفع عبداً عمل عملہ الا بِمَعْرِفَةِ حَقِّیْنِ۔

تم ہم اہل بیت کی مودت کو لازم قرار دو جو بھی ہماری مودت رکھتے ہوئے اللہ سے ملاقات کرے گا تو ہماری شفاعت سے وہ جنت میں جائے گا اور جس کے قبضے میں میری جان ہے کسی شخص کو اس کا عمل فائدہ نہ دے گا سوائے ہمارے حق کی معرفت کے۔

(۵۰) کَمَا قَدْ لَقِینَا مِنْ سُبُحٍ وَ نَوْفَلٍ وَ کُلُّ تَوَلَّیْ مَعْرَضًا لَمْ یَجَامِلِ

جیسا کہ ہم کو سُبُح اور نَوْفَل جیسے شیطان صفت لوگوں سے اذیت اور دشمنی کا سامنا کرنا پڑا اور یہ سب کے سب ہم سے منحرف ہیں ان میں سے کوئی بھی حسن سلوک اور معاملات کو بہتر رکھنے پر آمادہ نہیں ہے۔
ابن ہشام نے کہا سُبُح خالد کا فرزند تھا بلحراث بن فہر کا بھائی اس کا نام مسلمانوں میں نہیں ملتا اور نَوْفَل خویلد بن اُسَید بن عبد العزیٰ بن قصی کا فرزند اور حضرت خدیجہ کا بھائی تھا جو ابن العدویہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قریش کا شیطان صفت انسان تھا حضرت علیؑ نے اُسے غزوہ بدر کے موقع پر قتل کر دیا۔

(۵۱) فَإِنْ یُلْقِیَا أَوْ یُمْکِنُ اللّٰهُ مِنْهُمَا نَکِلْ لَهُمْ صَاعًا بِصَاعِ الْمَکَایِلِ

اگر اُن سے بڑھیں ہو گئی یا اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہمیں موقع فراہم کر دیا تو ہم انہیں ان کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیں گے انہوں نے ہم سے جو سلوک روا رکھا تھا اور ان کا ہم سے جو رویہ اور برتاؤ تھا ہم ایک ایک چیز کا ویسا ہی بدلہ لیں گے۔

دوسرے مصادر میں دوسرے مصرع میں ”صَاعًا بِکَیْلِ الْمَکَایِلِ“ ہے۔

عرب کے ہاں یہ ضرب المثل ہے کَالْ لَهْ صَاعًا بِصَاعٍ یعنی اس سے ویسا ہی معاملہ کیا جیسا اُس نے کیا تھا۔

(۵۲) وَ ذَاکَ أَبُو عَمْرٍو ابْنِ غَیْرِ مَغْضَبٍ لِّیُظْعِنَنَا فِیْ اَهْلِ شَاءٍ وَ جَامِلِ

اور اسی طرح ابو عمرو نے ہمارے غیروں کے ذریعے ہم پر دباؤ ڈالا ہے اور مسلسل ہم سے دشمنی پر آمادہ ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ ہم مکہ چھوڑ کر اپنے اونٹوں پر بیٹھ کر صحرا میں چلے جائیں۔

بعض مصادر میں ”غیر بغضاً“ آیا ہے اس سے مراد ابو عمرو بن امیہ ہے کہا گیا ہے کہ یہ عبدالمطلب کی کنیز کا فرزند تھا تو حضرت ابوطالبؑ کو یہ بات ناگوار گزری کہ باپ کی کنیز کا بیٹا اس قسم کی حرکت کرے۔
ابو عمرو سے مراد قرظہ بن عمرو بن نوفل بن عبد مناف ہے اس کی موت حالت کفر پر واقع ہوئی۔
شاہ شاعہ کی جمع ہے اور جامل جمل کی جمع ہے اونٹ

(۵۳) یُنَاجِیْ بِنَا فِی کُلِّ مَسْیٍ وَمَصْبَحٍ فَنَاجِ ابَا عَمْرٍو بِنَا ثُمَّ خَاتِلِ

یہ شخص صبح و شام ہمارے خلاف پکارتا رہتا ہے اے ابو عمرو تمہارا جو جی چاہے کرو پکارتے رہو پھر اگر تمہارا بس چلے تو ہم سے دھوکے بازی کے عمل کو جاری رکھو۔

خاتل مخاتلہ سے ہے یعنی مخادعة آپس میں ایک دوسرے کو دھوکا دینا یُنَاجِیْ خاموشی سے پکارنا ہے
ناج اباء عمرو ایک طرح کی تہدید ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا قول ہے ”اعملوا ما شئتم“ تمہارا جو جی چاہتا ہے کر گزرو۔

(۵۴) وَ یَقْسِمُنَا بِاللّٰهِ مَا اَنْ یَّغْشَنَا بَلْ قَدْ نَرَاہُ جَہْرَةً غَیْرَ حَائِلِ

وہ ہمارے سامنے اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ ہم آپ کو دھوکہ نہیں دیں گے ایسا نہیں ہے یہ صرف زبانی دعویٰ ہے ہم تو اس کے عمل کو علانیہ دیکھ رہے ہیں اور اس بارے میں کوئی پردہ حائل نہیں ہے۔ کہ وہ مسلسل ہماری مخالفت پر کمر بستہ ہے۔

مَا اَنْ میں ان زائدہ ہے تاکید کے لیے آیا ہے۔ بلی حرف ایجاب ہے اس سے مراد ابی عمرہ کے قسم کی تکذیب ہے۔

(۵۵) اِضَاقَ عَلَیْہِ بُغْضُنَا کُلَّ تَلْعَةٍ مِّنَ الْاَرْضِ بَیْنَ اَخْشَبِ فَمَجَادِلِ

ہماری دشمنی نے اس پر مکہ مکرمہ کی زمین تنگ کر دی ہے اور یہاں سے لے کر شام یا عراق کے قصور تک تمام زمینیں تنگ ہو چکی ہیں اس کے لیے کہیں پناہ نہیں ہے۔
ابن جنی کی روایت کے مطابق ”وَمَجَادِلِ“ ہے۔

اضاق۔ جعلہ ضیقاً اس کے لیے تنگ کر دیا گیا۔ تلعة۔ بلند جگہ اور اس کی ضد ہے المنخفض اور
 اخشب سے مراد الاخشب مکے کے پہاڑ ہیں اور اس کی جمع اخشب ہے اور مجادل سے مراد القصور۔ محلات
 ہیں اس کا واحد مجدل ہے۔

گویا کہ اس کی مراد مکے کے پہاڑ اور شام یا عراق کے محلات کے درمیان میں ہے۔

(۵۶) وسائل ابا الولید ما ذا حبوتنا بسعیك فینا معرضاً کا لمخاتل

ذرا ابوالولید عتبہ بن ربیعہ سے سوال کرو، پوچھو، دریافت کرو کہ تم نے ہمیں کیا کچھ عطا کیا ہے، کیا دیا ہے، بس
 تمھاری تو مسلسل یہ کوشش و کاوش رہی ہے کہ تم نے ہم سے روگردانی کی ہے۔ دھوکہ دہی اور دسیہ کاری تمھارا شعار
 رہا ہے۔

سائل کے معنی میں اسأل تم سوال کرو، پوچھو۔

ابوالولید سے مراد عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس بن عبد مناف ہے جن کو قریش کے سربراہ اور وہ افراد میں شمار کیا جاتا
 ہے غزوہ بدر میں وہ قتل کر دیا گیا جب کہ وہ مشرک تھا اور اس کے قتل میں حضرت عبیدہ ابن الحارث بن مطلب اور
 حضرت حمزہ اور حضرت علی بن ابی طالب شریک و سہم تھے۔ واقعہ اس طرح ہے کہ عتبہ نے عبیدہ سے مقابلہ کیا دونوں
 نے ایک دوسرے کو زخمی کر کے نڈھال کر دیا اور عتبہ نے عبیدہ کا پیر کاٹ دیا تو حضرت حمزہ بن عبدالمطلب اور حضرت
 علی ابن ابی طالب نے عبیدہ کی مدد کی اور عتبہ کو قتل کر دیا حضرت حمزہ نے غزوہ بدر میں شبیہ بن ربیعہ کا مقابلہ کیا جو عتبہ
 کا بھائی تھا اور حضرت علی علیہ السلام نے ولید بن عتبہ سے مقابلہ کیا حضرت حمزہ اور حضرت علیؑ دونوں نے اپنے مد مقابل
 افراد کو قتل کر دیا انھی چھ افراد کے بارے میں قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی:

هٰذِهِ خَصْمَتُ الْاَبْنَاءِ الْاَبْنَاءِ

اسی بارے میں حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا ہے:

فَاَنَّا قَدْ قَتَلْنَا يَوْمَ بَدْرٍ

اَبَا جَهْلٍ وَ عُتْبَةَ وَ الْوَلِيدَ

وَ قَتَلْنَا سُرَاقَةَ النَّاسِ طَرّاً

بے شک ہم نے غزوہ بدر کے موقع پر قتل کیا

ابوجہل، عتبہ اور ولید کو اور ہم نے اس روز بڑے

بڑے سرداران قوم کو قتل کیا تھا اور ہم نے نومولود

و غَنَّمْنَا الْوَلَدَ وَالْعَبِيدَ
و شَيْبَةً قَدْ قَتَلْنَا يَوْمَ ذَاكُم
عَلَى أَثْوَابِهِ عَلَقًا جَسِيدًا
وَمَا سَيِّئَانِ مَنْ هُوَ فِي حَجِيمٍ
يَكُونُ شَرَّائِهِ فِيهَا صَدِيدًا
وَمَنْ هُوَ فِي الْجَنَانِ يَرِدُ فِيهَا
عَلَيْهِ الرِّزْقُ مُغْتَبِطًا حَمِيدًا

اور غلاموں کو مال غنیمت میں حاصل کیا تھا اور اس
روز ہم نے شیبہ کو قتل کیا تھا اس کے کپڑوں پر جو
نفس اور قیمتی تھے خون جما ہوا تھا اور بالخصوص وہ
جو واصل جہنم ہو گیا ہے وہاں پر اس کو گرم کھولتا ہوا
پانی پینے کو ملے گا اور جو جنتوں میں داخل ہوگا
وہاں دودھ کی نہریں ہوں گی اور رزق فراواں
ہوگا قابل رشک اور لائق ستائش زندگی ہوگی۔

(۵۷) و کنت امرأً من يعاش برايه و رحمته فينا ولست بجاهل

تم تو ایسے فرد تھے جو صائب الرائے کہلاتا ہے جس کی رائے صائب، درست اور نہایت اہمیت کی حامل ہوتی
ہے جس کی رائے زندگی اور حیات کا سبب بنتی ہے اور تم سے تو ہمارا خونی رشتہ تھا اور تم ہمارے شرف و فضیلت سے
نا آشنا نہ تھے اس شعر میں یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ اے عتبہ ہم تم کو منفعت بخش رائے کا مالک اور رشتہ کی اہمیت
سے واقف اور ہماری فضیلت سے آشنا سمجھتے تھے کیا ہی اچھا ہوتا کہ تم بہترین امر کی کوشش کرتے۔

عتبہ قریش کی بھاری بھر کم شخصیت تھی اس کی اطاعت کی جاتی تھی وہ لوگوں پر مہربان تھا قریش جب بدر میں
جنگ کی غرض سے آئے تھے تو اس کی رائے یہ تھی کہ جنگ نہ کی جائے اور قریش واپس چلے جائیں جب نبی
اکرم ﷺ نے قریش کو غزوہ بدر کے موقع پر دیکھا اور اُن کے درمیان عتبہ بن ربیعہ سرخ اونٹ پر سوار تھا اسے
دیکھ کر آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا تھا:

ان يكن واحد من القوم خير فعند صاحب الجمل الاحمر ان يطيعوا يرشدوا ولكن
جانبوا طاعته فعداهم الرشد وخالفوا رايه فوقعوا في النكد.

قوم کے جس ایک شخص کے پاس خیر ہے وہ شخص صاحب جملِ احمر ہے لوگ اگر اس کی اطاعت کریں گے
راستہ پالیں گے لیکن لوگوں نے اس کی اطاعت سے پہلو تہی کی تو ہدایت نے انہیں چھوڑ دیا اور اس کی رائے کی
مخالفت کی تو وہ دشواریوں میں پڑ گئے۔

(۵۸) فَلَسْتُ اَبَالِيهِ عَلٰى ذَاتِ نَفْسِهِ فَعَشَّ يَا ابْنَ عَمِي نَاعِمًا غَيْرَ مَاحِلٍ

فی نفسہ اس کی ہستی سے مجھے کوئی پریشانی نہیں ہے لہذا اے میرے چچا کے بیٹے تم اطمینان کے ساتھ بغیر کسی مکر و فریب کے زندگی بسر کرو۔

ناعماً، مطمئناً، مطمئن، الماحل، الماکر، مکر و فریب کرنے والا

(۵۹) وَ عَتَبُهُ لَا تَسْمَعُ بِنَا قَوْلَ كَاشِحٍ حَسُوْدٍ كَذُوْبٍ مَبْغِضٍ ذِي دَغَاوِلٍ

اے عتبہ تم دشمنی کرنے والے کینہ ور شخص کی باتیں ہمارے بارے میں مت سنو جو حاسد ہے جھوٹا ہے، بعض و حسد رکھتا ہے آفتوں کا باعث ہے۔ تمام آفتیں اسی کی وجہ سے آتی ہیں۔

عتبہ سے مراد عتبہ بن ربیعہ ابو الولید ہے۔

الدغاول الدواھی: یعنی آفتیں، مصیبتیں۔ کاشح، دشمنی کرنے والا۔

(۶۰) وَقَدْ خَفْتُ اَنْ لَّمْ تَزِدْ جُرْهُمُ وَ تَرَعَوْا تَلَاقِي وَ نَلْقٰی مِنْكَ اَحَدٰی الْبَلَابِلِ

مجھے یہ ڈر ہے اگر تم انہیں روکو گے نہیں اور تم ان کی حمایت و نصرت کرتے رہو گے تو تم اور ہم کسی بڑے معرکے میں آمنے سامنے نظر آئیں گے۔

(۶۱) وَ مَرَّ اَبُو سَفِيَّانٍ عَنِّيْ مَعْرَضًا كَمَا مَرَّ قَبْلُ فِيْ كِبَارِ الْمَجَاوِلِ

اور ابوسفیان مجھ سے اس طرح منہ پھیر کر غور و تکبر سے گزرا جیسے کہ وہ کوئی بڑا سردار اور حکمرانوں میں سے کوئی حکم ران ہو۔

بعض مصادر میں ہے۔ من عظام المقاول

ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس بن عبد مناف، معاویہ کا باپ مراد ہے۔ اس نے فتح مکہ کے موقع

پر اسلام قبول کیا۔

ابوسفیان فتح مکہ کے موقع پر قتل کے ڈر سے مسلمان ہوا وہ حنین اور طائف کے غزوہ میں رسول اللہ کے ساتھ

تھا آنحضرتؐ نے اسے غنیمت میں سواونٹ اور ۴۰ اوقیہ دیا تھا اور وہ مؤلفۃ القلوب افراد میں سے تھا طائف میں

اس کی ایک آنکھ جاتی رہی وہ یک چشم رہا یہاں تک یرموک میں دوسری آنکھ بھی ختم ہوگئی وہ حضرت عثمان کی خلافت کے زمانے میں ۳۳ھ میں مرگیا بقیع میں دفن ہوا اس وقت اس کی عمر ۸۸ سال تھی۔

(۶۲) یَفِرُّ الی نجد و برد میاھہ و یزعم انی لست عنہم بغافل

کبھی وہ نجد کی طرف راہ فرار اختیار کرتا ہے اور کبھی اپنے ٹھنڈے کنوؤں کی طرف بھاگ کر چلا جاتا ہے اور وہ یہ بھی جانتا ہے کہ میں ان لوگوں کی حرکتوں سے غافل نہیں ہوں۔

نجد عرب کا مشہور علاقہ جس کے اوپر تہامہ ہے اور جس کے نیچے عراق اور شام کے علاقے ہیں اور حجاز کی جانب سے سب سے پہلے ذاتِ عرق آتا ہے۔ (اب حجاز کا نام تبدیل کر کے سعودی عربیہ رکھ دیا گیا ہے)۔ بعض مصادر میں برد میاھہ کی جگہ برد ہوائہ ہے اور عنہم کی جگہ عنکم ہے۔

(۶۳) وَأَعْلَمُ ان لا غافل عن مساءة كَذَاكَ العدوُّ عند حق و باطل

اور میں جانتا ہوں کہ کوئی برائی سے غافل نہیں ہے برائی سے غفلت نہیں برتی جاسکتی یہی حال دشمن کا ہے اس کی دشمنی واضح ہے تم یہ نہ سمجھو کہ وہ حق یا باطل میں تمھاری مدد کرے گا۔ بنی امیہ اور بنی ہاشم کی دشمنی زمانہ قدیم سے چلی آرہی تھی اور مقریزی نے اس کے اسباب کو بیان کرنے کے لیے ایک مبسوط رسالہ تحریر کیا ہے۔

(۶۴) فمیلوا علینا کلکم ان میلکم سواء علینا والریاح بہاطل

تم سب مل کر بھی ہمارے خلاف حملہ آور ہو جاؤ تو ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، تمھاری عداوت اور دشمنی ہمیں نقصان نہیں پہنچا سکتی، یہ تو موسلا دھابارش کی طرح ہے جو نقصان دہ نہیں بلکہ زراعت کے لئے فائدہ مند ہے۔ سواء برابر ہے، یکساں ہے یہ ”ان“ کی خبر ہے ریاخ ضمیر مستتر بہ معطوف ہے الریاح ہوائیں واحد ریج، اگر بصورت جمع استعمال ہو تو رحمت کے لیے ہے یُرِیسل الریاح بُشراً اور اگر واحد تو وہ عذاب کے لیے ہے ارشاد رب العزت ہے:

كَمْثَلِ رِيحٍ فِيهَا صَيٌّ - (۳۲۔ سورہ سجدہ آیت ۲۲)

مَطَرٌ هَاطِلٌ۔ موسلا دھار بارش۔

(۶۵) وَ يَخْبِرُنَا فَعَلَ الْمَنَاصِحَ اللَّهُ شَفِيقٌ وَ يُخْفِي عَارِمَاتِ الدَّوَاخِلِ

ابوسفیان ہمیں خبر دے رہا ہے کہ وہ ہمارا بھی خواہ ہے، خیر خواہ ہے، ہم پر نہایت مہربان اور شفیق ہے اور وہ اپنی خبیث طینت و فطرت کو چھپائے ہوئے ہے اس کی نیتوں میں فطور ہے وہ منافقت کر رہا ہے۔
بعض مصادر میں و عَارِقَاتِ الدَّوَاخِلِ ہے العاریات یعنی خبیث اور شرانگیز الدواخل: النیات یعنی نیتیں

(۶۶) أَمْطَعُمْ لَمْ اخْذَلْكَ فِي يَوْمِ نَجْدَةٍ وَلَا عِنْدَ تِلْكَ الْمُعْظَمَاتِ الْجَلَائِلِ

اے مطعم آزمائش اور لڑائی کے دنوں میں ہم نے تمہیں تنہا نہیں چھوڑا اور نہ ہی اس وقت تمہیں تنہا چھوڑا تھا جب عظیم و جلیل مصیبتوں اور جنگ و جدال سے تمہارا سامنا تھا۔
مطعم سے مراد ابن عدی بن نوفل ہے جب نبی اکرم طائف سے زخمی ہو کر آئے تھے تو اسی نے نبی کو پناہ دی تھی (الاعلام ۷/ ۲۵۲) النجدة: الشدة، سختی، جنگ۔

مطعم۔ ابن عدی بن نوفل بن عبد مناف بن قصی قریش کے سرداروں اور صاحب رائے لوگوں میں سے تھایہ وہی شخص ہے جس نے طائف سے واپسی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو پناہ دی تھی اس لیے کہ حضرت ابوطالب کے انتقال کے بعد قریش نے رسول اللہ کو ایسی اذیتیں دیں جو حضرت ابوطالب کی زندگی میں نہیں دے سکتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طائف تشریف لے گئے تھے تاکہ ثقیف سے مدد حاصل کریں اور انھیں یہ بھی امید تھی کہ وہ پیغام رسول کو قبول کریں گے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے وہ لے کر آئے تھے ثقیف کے لوگوں نے پناہ نہیں دی آنحضرت نے ان سے کہا اچھا تم اس عمل کو مخفی رکھو انھوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ایسے کم عقل لوگوں اور غلاموں کو ابھارا جنہوں نے نبی اکرم کو بہت اذیت پہنچائی آنحضرت وہاں سے حرا تشریف لے گئے اور انس بن شریف کو پیغام بھیجا تاکہ وہ آنحضرت کو پناہ فراہم کرے اس نے کہا کہ میں حلیف ہوں اور حلیف پناہ نہیں دے سکتا پھر آپ نے سہیل بن عمرو العامری کو پیغام بھیجا تو اس نے کہا بنی عامر بنی کعب کے خلاف پناہ نہیں دیں گے تو پھر آپ نے مطعم بن عدی کو پیغام روانہ کیا اس نے قبول کر لیا پھر مطعم بن عدی اور اس کے اہل بیت نے ہتھیار سجائے اور مسجد الحرام آئے اس

نے رسول اکرم کو پیغام بھیجا کہ وہ داخل ہو جائیں رسول اکرم نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اس کے قریب نماز پڑھی اور گھر کو واپس آگئے مطعم بن عدی اور اس کی اولاد آنحضرت کے ارد گرد تھے۔

اس بارے میں حسان بن ثابت کے اشعار ہیں:

ولو أَنَّ هَجْدًا اخلد الدهر واحدًا
من الناس ابقى هجده الدهر مُطْعِمًا

(۶۷) ولا يوم خصم اذ اتوك الدَّةُ اولى جدلٍ مثل الخصوم المُساجِل

اور ہم نے اس دن بھی تمہیں تنہا نہ چھوڑا تھا جب تمہارے دشمن تم سے سخت دشمنی پر اتر آئے تھے ایسے جدال کرنے والے جو تباہ توڑ حملہ کر رہے تھے جیسے پانی کے ڈول کنویں سے نکالے جاتے ہوں۔

الخصم۔ ضد اس میں مذکر، مؤنث، تشبیہ، جمع ایک ہی طرح ہیں اللہ لید کی جمع ہے شدید۔

الخصومه۔ سخت دشمنی حدیث میں آیا ہے۔ "أَبْغَضَ الرَّجَالِ إِلَى اللَّهِ أَلَدُ الْخَصْمِ"۔

اللہ کے نزدیک بدترین اشخاص وہ ہیں جو سخت ترین دشمن ہوں۔

الجدل اللد في الخصومة المساجلة المباراة والمناضلة

اور اس کی اصل ہے المساقاة بالسجل ڈول سے پانی بھرنا

(۶۸) أَمَطَعُمُ ان القوم ساموك خُطَّةً وَاثِي متي اوكلُ فلسْتُ بوائِل

اے مطعم تمہارے اور ہمارے درمیان قرابت داری ہے اور انسان قرابت داری کا پاس کرتا ہے ڈول رسی کے بغیر نہیں رہتا ہمیں ایک دوسرے کی مدد کرنی ہوگی اگر میں ہلاک ہو گیا تو تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے لہذا میری نصرت کرو تا کہ میں زندہ وسلامت رہوں اور تمہاری نصرت کرتا رہوں۔

روایہ ابن جنی میں اس طرح ہے:

وَاثِي متي اوكلُ فلسْتُ بَائِل

ساموك۔ كَلَّفُوكَ۔ الْخُطَّةُ۔ عَادَتِ اوكل۔ اذا غلبه۔ وائل۔ وال سے ہے یعنی نجات

حاصل کر لی۔

حدیث میں آیا ہے:

امرت بقریۃ تاكل القرۃ یعنی مدینہ منورہ

(۶۹) جَزَى اللّٰهُ عَمّٰی عبد شمس و نوفلاً عقوبۃ شَرٍّ عاجلاً غیر آجل

بنی عبد شمس اور نوفل نے جو ہمارے ساتھ برتاؤ کیا ہے اللہ تبارک و تعالیٰ میری (ہماری) جانب سے انہیں بدترین سزا دے گا ایسی سزا جو فوراً آکر رہے گی اور اُس میں کسی قسم کی تاخیر نہیں ہوگی۔

عبد شمس اور نوفل عبد مناف بن قصی کی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں اور عبد مناف کے چار بیٹے تھے۔ ہاشم۔ مطلب عبد شمس اور نوفل مطلب کی اولاد بنی ہاشم کے ساتھ تھی وہ ان کے ساتھ شعب ابی طالب میں بھی گئے تھے اور بنو عبد شمس اور نوفل ان کے مخالف تھے اور دیگر قبائل کے موافق تھے قریش کے قبائل ان کے خلاف تھے اسی لیے ابوطالب نے ان کے لیے بددعا کی ہے۔

(۷۰) بمیزانِ قسطٍ لا یخیسُ شعیرۃً لہ شاهد من نفسہ غیر عائل

ان دونوں کو جو سزا ملے گی وہ مبنی بر عدل ہوگی عدل کی ترازو پر تولی جائے گی اور اس میں ایک دانے کے برابر کمی نہیں ہوگی یعنی وہ جس سزا کے مستحق ہیں وہ انہیں ملے گی نہ اس میں کوئی زیادتی ہوگی اور نہ ہی کمی۔ اس پر خود ان کا نفس گواہی دے گا کہ ان پر کسی قسم کا ظلم نہیں روا کھا گیا ہے۔

القسط۔ العدل، عدل و انصاف، لا یخیس، لا ینقص۔ کم نہیں ہوگا۔ بعض مصادر میں ہے حق عادل، العائل، الجائر، ظالم

شیخ طوسی نے اس بیت سے اپنی تفسیر البیان ۱۰۸/۳ میں سورہ نساء و آیت نمبر ۳ کی تفسیر الا تعولوا کے ذیل میں بطور شاہد پیش کیا ہے۔

لفظ شاہد لسان کے معنی میں آتا ہے عربوں کا قول ہے۔

مالفلان زواء ولا شاهد ای لیس لہ منظر و لا لسان

فلاں شخص کے لیے نہ زواء ہے اور نہ شاہد ہے یعنی نہ ہی اس کا منظر حسین ہے اور نہ ہی اس کی زبان ہے

لفظ شعیرۃ وہ پیمانہ ہے جس سے تولا جاتا ہے۔

(۷۱) لَقَدْ سَفْهَتِ احْلَامُ قَوْمٍ تَبَدَّلُوا بَنِي خَلْفٍ قَيْضًا بَنًا وَالْغِيَاطِل

ان لوگوں کے خواب شرمندہ تعبیر رہے جنہوں نے ہماری عداوت میں بنی خلف اور بنی غیاطلہ کو اس طرح تبدیل کر دیا جیسے اناج کے بدلے میں اناج یا کوئی اور معاوضہ دیا جاتا ہے۔

بنی خلف بن وصب بن حذافۃ قریش کی ایک شاخ ہے انھی میں سے امیہ بن خلف ہے کفر کا سرغنہ، اور ابی بن خلف ہے قریش کے سرداروں میں سے پہلے کو بلال مؤذن رسول نے قتل کیا اور دوسرے کو نبی اکرم ﷺ نے قتل کیا جب احد کی جنگ میں اُسے زخمی کر دیا وہ اسی زخم کے سبب مکہ جا کر مر گیا۔

القیض۔ معاوضہ ایک سامان لے کر دوسرا سامان دینا۔

الغیاطل۔ منسوب ہیں۔ غیطلہ کی طرف بنی مرہ بن عبدمناتہ کی ایک عورت کی طرف جو زمانہ جاہلیت میں کہانت کرتی تھی اور وہ بنو سہم بن عمرو قریش کی ایک شاخ سے تعلق رکھتے ہیں الغیاطل اس کی اصل الغیاطلہ ہے جیسے مہالبتہ اور مناذرہ "ت" کو ضرورت شعری کی وجہ سے حذف کر دیا گیا لیکن اصل میں "ة" کے ساتھ آتا ہے۔

(۷۲) وَنَحْنُ الصَّبِيْمُ مِنْ ذَوَابَةِ هَاشِمٍ وَآلُ قُصَيٍّ فِي الْخُطُوبِ الْاَوَائِلِ

ہم بنی ہاشم کے سربراہ اور افراد میں سے معزز اور خاندانی لوگ ہیں ہم قصی کی اولاد ہیں زمانہ قدیم سے ہماری شرافت و نجابت کا سکہ جما ہوا ہے اور ہماری خوبیوں کے تذکرے زبان زد عام ہیں۔

الصمیم۔ الخالص ذوابة۔ چوٹی ہر شے کی اعلیٰ جگہ پر یہ لفظ ذوابة الراس سے ہے۔

اور ہاشم عبد مناف کے فرزند ان کا نام عمرو ہے اور ان کی کنیت ابو نضلہ تھی اور قصی ابن کلاب بن مرثہ ہے اور ان کا نام زید اور ان کی کنیت ابوالمغیرہ تھی۔ اور وہ قصی کے نام سے مشہور ہوئے اس لیے کہ ان کی والدہ نے انھیں قضاہ کے بلاد کی طرف اپنے قبائل سے دور کر دیا تھا اور انھیں مجمع بھی کہا جاتا تھا فرمایا ہے۔

ابوکم قصی کان یدعی مُجَبَّعًا به جمع الله القبائل من فہر

تمہارے باپ تُصی تھے جنہیں مجمع (جمع کرنے والے، یکجا کرنے والے) کہا جاتا تھا، انھی کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے خاندانِ فہر کے مختلف قبائل کو جمع کر دیا تھا۔

الخطوب۔ الامور المہمة۔ اہم امور یہاں پر وہ وقت مراد ہے جن میں واقعات رونما ہوئے۔
الاوائل۔ القدیمة۔ زمانہ قدیم

(۷۳) وَكَانَ لَنَا حَوْضُ السَّقَايَةِ فِيهِمْ وَنَحْنُ الذُّرَى مِنْهُمْ وَفَوْقَ الْكُوَاهِلِ

حضرت ابوطالبؑ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ قریش کے درمیان حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت اور ذمہ داری ہمارے پاس تھی میں ہی سرداروں کا سردار اور سب سے اعلیٰ ہوں میں بلندیوں کے اس مینار پر ہوں جہاں طائر وہم وخیال بھی پرواز نہیں کر سکتا۔

السقاية۔ سقاية الحاج۔ حاجیوں کو سیراب کرنا الذُّرَى ذُرْوَةُ کی جمع ہے اعلیٰ الشی کسی چیز کی بلندی الكواہل کاہل کی جمع ہے جس پر اعتماد کیا جائے معتمد علیہ۔

السقاية۔ قریش حاجیوں کو انگور کا شربت پلایا کرتے تھے اور حضرت عباس بن عبدالمطلب زمانہ جاہلیت اور اسلام میں اس کے ذمہ دار تھے۔

حدیث میں آیا ہے:

كل ماثره من ماثر الجاهلية تحت قدح السقاية الحاج وسدانة البيت۔

جاہلیت کے جملہ آثار جو زمانہ قدیم سے چلے آرہے تھے میرے قدموں تلے ہیں سوائے حاجیوں کو پانی پلانے کی ذمہ داری اور خانہ خدا کی خدمت گزاری۔

ازہری فرماتے ہیں کہ میں نے عربوں کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

فلان کاهل بنی فلان ای عمدتہم فی الملمات وسندہم فی المہمات۔

(۷۴) فَمَا اَدْرَكُوا ذَحْلًا وَلَا سَفَكُوا دَمًا وَمَا حَالَفُوا إِلَّا شَرَارَ الْقِبَائِلِ

پہلے وہ ہمارے حلیف تھے اب جو وہ کینہ و عداوت پر تلے ہوئے ہیں اور خوں ریزی کی باتیں کر رہے ہیں اور انھوں نے بدترین قبیلوں کے ساتھ معاہدہ کر لیا ہے۔ جنہیں ہمارے ساتھ ہونا چاہئے تھا وہ ہمارے دشمنوں کا

ساتھ دے رہے ہیں۔

زحل۔ کینہ و عداوت جمع اذحال اور ذحول ہے سَفَكُوا دَمًا: خون بہانا حالفوا۔ عاهدوا معاہدہ کیا۔

(۷۵) بنی امة هجنونة هند کی بنی جمح عبید قیس بن عاقل
یہ اولاد ہیں ایک کنیز کے جو دیوانی اور ہند کی رہنے والی تھی جن کا تعلق بنی جمح سے ہے جو قیس بن عاقل کے غلام ہیں ان لوگوں کی پستی نسب کو بیان کیا ہے کہ وہ ہمارے مقابلے میں کم حیثیت لوگ ہیں۔ اور اگر محبوبہ پڑھا جائے تو یہ مفہوم ہوگا کہ یہ اولاد ہیں ایک ایسی کنیز کے جو ہر ایک کی محبوبہ اور نور نظر تھی یعنی ہر جانی تھی۔
دوسرے مصادر میں هجنونة ک جگہ محبوبہ

علامہ علی فہمی نے اپنی کتاب طلبہ الطالب فی شرح لامیۃ ابی طالب میں کہا ہے انھیں عبید کہہ کر ان کے نسب کی خرابی کو بیان کیا ہے ان کی ماں کے بارے میں یہ کہا کہ وہ محبوبہ تھی یعنی اس کی عفت داغ دار تھی اور صبح الاغشی میں کہا بنو جمح بن حصیص اور انھی میں سے امیہ بن خلف رسول اللہ کا دشمن تھا۔
الہند کیہ۔ یعنی ہندیہ ہند کی رہنے والی بنو جمح قریش کا ایک قبیلہ ہے۔ قیس بن عاقل قریش کے قدیم اشخاص میں سے تھا اور ام جمح اس کی کنیز تھی۔

(۷۶) و سهم و مخزوم تمالوا و اَلْبُوا علینا العدی من کل طہل و حَامِل
اسی طرح سهم اور مخزوم قبائل کے افراد آپس میں ہماری دشمنی پر متحد ہو گئے ہیں اور انھوں نے عداوت میں ہمارے خلاف گٹھ جوڑ کر لیا ہے او باش کمینہ صفت اور نکلے افراد کو اپنے ارد گرد اکٹھا کر لیا ہے جن میں شرافت کا نام و نشان نہیں۔

سهم۔ قریش کی ایک شاخ جس سے عمرو بن العاص ہے

مخزوم۔ سے مراد اس کی اولاد ہے اور مخزوم بن یقطہ بن مرة بن کعب اسی کے نام سے قبیلے کو شہرت ملی اس کے باپ یقطہ کے نام سے نہیں اس لیے کہ اس کی اولاد بہت زیادہ تھی۔

تمالوا۔ ای اتحادوا، متحد ہو گئے البوا۔ جَمَعَهُ۔ انھیں یکجا کیا۔ الطہل۔ الرجل اللئیم۔ کمینہ اور

بَجَلِ شَخْصِ الرَّجُلِ الْخَامِلِ السَّاقِطِ الَّذِي لَا نِبَاهَةَ لَهُ - اِيسا نکما شخص جس میں شرافت نہ ہو۔

(۷۷) وَحَثَ بَنُو سَهْمٍ عَلَيْنَا عَدِيَّيْهِمْ عَدِيُّ بْنُ كَعْبٍ فَاحْتَبَوْا فِي الْمَحَافِلِ

بنو سہم نے ہمارے خلاف اپنی اولاد کو ابھارا عدی بن کعب کو تو وہ محفلوں میں نہایت اطمینان کے ساتھ بیٹھ کر ہمارے خلاف محاذ آرائی کے منصوبے بناتے رہے۔

عدی بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن قریش ان کا تعلق عدنان سے ہے۔ فاحتبوا احتبی بالشوب ایڑیوں کے بل بیٹھتے وقت کمر اور پنڈلیوں کو کپڑوں سے باندھ لینا۔

(۷۸) يُعْضُّونَ مِنْ غِيْظٍ عَلَيْنَا اَكْفَهُمْ بِلَا تَرَّةٍ بَعْدَ الْحُمِيِّ وَالتَّوَاصِلِ

وہ غصے کے مارے ہمارے خلاف اپنے ہاتھوں کو دانتوں سے کاٹ رہے ہیں دشمنی و عداوت کے سبب جو حمایت و مدافعت اور قریبی تعلق کے بعد ظہور پذیر ہوئی۔

ترۃ۔ دشمنی، کمان کو تانت لگانا۔ حمی۔ مدافعت، حمایت۔ تواصل۔ قریبی تعلق باہمی ملاپ۔

(۷۹) وَشَائِظٌ كَانَتْ فِي لَوْيِّ بْنِ غَالِبٍ نَفَاهُمْ اِلَيْنَا كُلَّ صَقْرٍ حُلَاحِلٍ

لوی بن غالب میں سے پست اور فضول لوگوں کو شاہین صفت عظیم لوگوں نے ہماری طرف بھیج دیا ان کا رخ ہماری طرف موڑ دیا جن لوگوں کو وہ خود بھی قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔

بعض مصادر میں وشائظ کی جگہ وسائظ ہے

وشائظ وشيظه کی جمع ہے جس کا کسی قوم سے تعلق ہو اور وہ اُن میں سے نہ ہو۔ وشائظ پست لوگ، قوم کے فضول لوگ

نَفَى۔ ابعاد، دور کر دیا حلاحل۔ السید الشجاع عظیم صقر، باز، اور شاہین یضرب بہ المثل فی سرعة الحركة تیز حرکت کی بنا پر اسے بطور مثال بیان کیا جاتا ہے اور انسان کی جب مدح سرائی کرنی ہو تو اس سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

(۸۰) وَرَهْطٌ نَفِيلٌ شَرُّ مِنْ وَطِي الْحَصَى وَالْأَمُّ حَافٍ مِنْ مُعَدٍّ وَ تَاعَلٍ

اور نفیل کی جماعت روئے زمین پر سب سے بدتر جماعت ہے اور نفیل کا خاندان بدترین خاندان ہے اور معد کے جو لوگ روئے زمین پر چل پھر رہے ہیں یہ تو ان سے بھی گزرے ہیں اور بدطینت ہیں۔
 رھط نفیل نفیل کی جماعت اس کی قوم اور یہ نفیل بن عبد العزی بن رباح ہے وطی قدموں سے روند ڈالا
 الحصى۔ کنکریاں آلاقم۔ من القوم ای اذخل۔ رذیل لوگ۔ کینہ۔ حافی، ننگے پاؤں، ناعل، جوتے پہنے ہوئے۔

(۸۱) فعبد مناف انتم خیر قومکم فلا تشرکوا فی امرکم کل واغل

اے عبد مناف تم اپنی قوم کے بہترین افراد ہو لہذا اپنے معاملات میں طفیلیوں کو شریک نہ کرنا جو بن بلائے محفل شرب میں آجاتے ہیں اور ان کا اس قبیلے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔
 عبد مناف سے مراد ان کی اولاد ہے یہ قبیلہ قریش کی چار شاخیں ہیں:
 ۱۔ ہاشم ۲۔ مطلب ۳۔ عبد شمس ۴۔ نوفل

(۸۲) فقد خفت ان لم یصلح اللہ امرکم تکنونوا کہا کانت احادیث وائل

مجھے خوف ہے کہ اگر اللہ نے تمہارے معاملے کی اصلاح نہ کی تو تم بھی تاریخ کی صفحات میں اسی طرح گم ہو جاؤ گے جس طرح وائل گم ہو گئے احادیث بنی وائل یعنی بکر و تغلب کے واقعات کے بارے میں تاریخ بالکل خاموش ہے۔

یا اس سے مراد عاد و ثمود کے واقعات ہیں اس لیے کہ عرب ان کی روایت کیا کرتے تھے لیکن اب تاریخ ان کے بارے میں گنگ ہے۔

(۸۳) لعبری لقد وهنتم و عجزتم و جئتم بامر هخّی للمفاصل

میری جان کی قسم تم کمزور پڑ گئے ہو اور عاجز و شکست خوردہ ہو گئے ہو اور تم نے ایسا کام کیا جو تمہیں سیدھے راستے سے بہت دور لے گیا۔

دوسرا مصرع ضرب المثل کے طور پر بولا جاتا ہے اس شخص کے لیے جو سیدھے راستے تک نہ پہنچ سکا۔ حقیقت

کو نہ پاسکا۔

(زہرۃ الادباء نقدی)

(۸۴) وَ كُنْتُمْ قَدِيمًا حَطَبٌ قَدَرِ فَاَنْتُمْ الْاَنَ حَطَّابٌ اَقْدَرِ وَ مَرَا جِل

اور تم لوگ پہلے متحد تھے مل جل کر رہتے تھے جیسے ایک دیگ کا ایندھن جو ایک ساتھ ہوتا ہے۔ اور اب تم بکھر گئے ہو متفرق ہو چکے ہو دیگچیاں بھی بہت ہیں اور ان کے لیے ایندھن بھی جدا جدا ہے۔ پہلے تم متحد تھے اب منتشر اور متفرق ہو چکے ہو۔

حطب: حاطب کی جمع ہے وہ شخص جو لڑیاں برائے ایندھن جمع کرتا ہے
الحطاب: لکڑہارا۔ اَقْدَرِ قَدَرِ کی جمع ہے دیگچی یہ مذکر و مونث دونوں طرح آتا ہے۔ مرجل - یہ بھی دیگچی ہے خواہ وہ کسی طرح کی ہو

(۸۵) لِيَهِنَ بَنِي عَبْدِ الْمُنَافِ عَقُوقَهَا وَ خَذَلَانُهَا وَ تَزْكُهَا فِي الْمَعَا قِل

بعض مصادر میں یہ شعر اس طرح ہے۔

لِيَهِنًا بَنِي عَبْدِ مُنَافٍ عَقُوقَنَا وَ خَذَلَانُنَا وَ تَرْكُنَا فِي الْمَعَا قِل

اے عبد مناف کے لوگو! دوسرے لوگوں کی نافرمانی، ان کے ترک کر دینے اور بنی ہاشم کو شعب میں چھوڑ دینے کے باوجود تم نے ہمارا ساتھ دیا ہم اس کے لیے تمہیں مبارک باد پیش کرتے ہیں۔

العقوق۔ العصیان۔ نافرمانی احسان اور شفقت کو ترک کر دینا معاقل معقل کی جمع ہے۔ جیسے منزل۔ ایسی جگہ جہاں جانا منع ہو۔

(۸۶) فَاَنْ يَكُ قَوْمٌ سَرَّهْمَا مَا صَنَعْتُمْ سَيَحْتَلِبُوْهَا لَا قَحًا غَيْرَ بَاهِلٍ

اگر کسی قوم کو تمہارے اس کردار اور طرز عمل کی وجہ سے مسرتیں حاصل ہوتی ہیں تو پھر وہ بھی دودھ دوہیں گے اور تم ان کے دوہنے پر پابندی عائد نہ کر سکو گے۔ جیسی کرنی ویسی بھر نی جس کا جی چاہے گا تم پر حملہ کر دے گا اور تم اسے نہ روک سکو گے۔

ابن ہشام نے اس بیت کو اس طرح روایت کیا ہے۔

فان نك قوماً نَتَّيَّرُ ما صنعتم و تحتلبوها لقحة غير باهل

الاقح گاہن اوٹنی وہ اوٹنی جو حاملہ ہو جائے۔ دودھ دینے والی۔ باهل وہ اوٹنی جس کے تھنوں پر بندش نہ ہو اوٹنی کے تھنوں کو باندھ دیا جاتا تھا کہ نہ ہی دودھ دوہا جاسکے اور نہ ہی اس کا بچہ پی سکے۔

(۸۷) فأبلغ قصيًا أن سينشر امرنا و بشر قصيًا بعدنا بالتخاذل

اے خبر پہنچانے والے تم بنی قصی کو جا کر یہ خبر پہنچا دو کہ وہ دن دور نہیں جب ہر طرف ہمارا غلبہ ہوگا ہمارا امر چار دانگ عالم میں پہنچ جائے گا اور ہمارے بعد بنی قصی تنہا رہ جائیں گے اُن کے اکیلے ہو جانے کی خوش خبری سنا دو کہ کوئی ان کا حامی و ناصر نہ ہوگا۔

بعض مصادر میں فَبَلَّغ ہے۔

بشیر بشارت دے دو۔ یہ ایک طرح کا مذاق اور تمسخر ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ کا قول فبشیر ہم بعدذاب الیم انھیں دردناک عذاب کی خوش خبری دے دو۔

ابلاغ، قول اور علم کے معنی میں ہے، اس کا پھیل جانا، نشر ہونا

(۸۸) ولو طرقت ليلا قصيًا عظيمة اذن مالجأنا دونهم في المداخل

بنی قصی کو غیرت دلا رہے ہیں کہ تم نے مصیبت کے وقت ہمیں تنہا بے یار و مددگار چھوڑ دیا لیکن اگر تم پر کبھی مصیبت کا وقت آیا اور تم آفتوں میں گھر گئے تو ہم تمہارے برعکس تمہیں بے یار و مددگار نہ چھوڑیں گے بلکہ تمہاری مدد کریں گے۔

ہم انھیں تنہا چھوڑ کر اپنے گھروں میں جا کر سکون سے نہیں بیٹھیں گے۔

طرق۔ رات کے وقت آنا عظيمة۔ النازلة الشديدة۔ سخت مصیبت جو نازل ہو اس کی جمع عظام

ہے مداخل مدخل کی جمع ہے داخل ہونے کی جگہ جیسے قلعہ، گھر۔

(۸۹) و لو صدقوا ضربا خلال بيوتهم لكتنا أسي عند النساء المطافل

اور اگر ان کے گھروں کے اندر کوئی جنگ وجدال کے لیے داخل ہوگا تو ہم صاحب اولاد خواتین کے لیے اسوۂ حسنہ بن جائیں گے اور ان کے لیے مددگار ہوں گے۔
بعض مصادر میں المطافل کی جگہ المعاطل ہے اسی اسوۃ کی جمع ہے القدوة المطافل ذوات الاطفال، بچوں والی۔

(۹۰) فان تك كعب من لوى تجمعت فلابد يوماً مرّة من تزايل
اگرچہ کعب بن لوی میں مجدد شرف رہا ہے لیکن آنحضرت ﷺ کی مخالفت اور معاندت کے سبب اور باطل پر جمے اور ڈٹے رہنے کی وجہ سے وہ شرف زائل ہو جائے گا اور یہ لوگ کہیں کے نہ رہیں گے۔
کعب سے مراد بنو کعب بن لوی بن غالب ہیں۔

ابن ہشام نے مصرع اول کو اس طرح لکھا ہے فان لك كعب من لوى صقيبة

(۹۱) وان تك كعب من كعوب كبيرة فلابد يوماً انها في هجاهل
بنی کعب اگرچہ بہت زیادہ فضیلت و شرف کے حامل اور مالک ہیں لیکن ایک وقت آئے گا انکا ذکر زمانے سے محو ہو جائے گا اس لیے کہ انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے جنگ وجدال کا بازار گرم کر رکھا ہے اور ان کی مخالفت پر کمر بستہ ہیں جب کلمۃ اللہ کو بلندی حاصل ہوگی اور دین اسلام تمام ادیان عالم پر غالب آجائے گا اور مشرکین کو یہ بات نہایت ناگوار گزرے گی۔

کعوب کعب کی جمع ہے شرف و فضیلت۔ لابی۔ لامحاله المجاہل۔ جہالت کے مقامات اس کا واحد المَجْهَل ہے۔

(۹۲) وكنا بخير قبل تسويد معشرهم ذبحونا بالمدى والمقاول
ہم نہایت پر سکون اور خیر سے پُر زندگی بسر کر رہے تھے یہاں تک کہ قبائل میں نئے نئے سرداروں نے جنم لیا انھیں سردار تسلیم کر لیا گیا اور انھوں نے ہمیں چھریوں سے ذبح کیا اور اسی پر بس نہیں کیا بلکہ زبان کے کچھ کے بھی لگائے۔ یعنی قول و فعل دونوں اعتبار سے ہمیں ستایا اور ہمیں اذیتیں دیں۔

تسويد سيد بنانا۔ سردار بنانا سود القوم فلاناً قوم نے فلاں شخص کو اپنا سردار بنالیا المدی مدیہ کی جمع ہے چھری اور اسی طرح کی کوئی چیز المقاول جمع مقول یعنی آلہ کلام۔ زبان ایک شاعر نے کہا ہے۔

جراحات السنان لَهَا الیتام و لا یتتام ما جرح اللسان

نیزے کا گھاؤ تو مندل ہو سکتا ہے لیکن زبان کا گھاؤ سدا ہر اہر ہتا ہے۔

(۹۳) فکلّ صدیق وابن أُختٍ نِعْدُهُ لعبری وجدنا عیشہ غیرَ زائل

ہر دوست اور احباب اور ہماری بہن کے فرزند ہم انھیں تیار کر رہے تھے سختیوں اور آزمائشوں کے لیے تو ہم نے اس کا انجام ناپسندیدہ پایا اس لیے کہ وہ ہماری نصرت و حمایت کے لیے کمر بستہ نہیں ہوئے اور ہمیں ان کی حمایت و نصرت حاصل نہیں ہوئی۔ میری زندگی کی قسم ہم نے ان کی زندگی کو زوال پذیر نہیں پایا۔

بعض مصادر میں ہے وجدنا غبہ غیر طائل ہے ابن أُخت القوم قوم کی بہن کا فرزند۔ جسے ان کی عورت نے جنم دیا ہو نِعْدُهُ۔ ٹھہیہ۔ ہم مہیا کرتے ہیں۔

(۹۴) سوی انّ رھطاً من کلاب مُرّة بُراءِ الینا من معقّة خاذل

سوائے کلاب بن مُرّہ کے ایک گروہ کے جو ہماری جانب سے الزام سے پاک ہیں کہ انھوں نے نافرمانی کی ہو اذیت پہنچائی ہو یا ہماری نصرت سے ہاتھ کھینچ لیا ہو۔

رھط۔ آدمی کا اپنا قبیلہ۔ دس آدمیوں کی جماعت۔ بُراء اور بُراء بھی ہے جیسے کریم اور کرام براء بری کی جمع خالص۔ بری۔ الزام سے پاک معقہ۔ بدخلی۔ نافرمانی عاق سے تعلق ہے یا اذیت پہنچانا خاذل۔ مدد سے ہاتھ کھینچ لینے والا۔

(۹۵) بنی اسد لا تُطِرَ قنّ علی الاذی إذا لم یجئی بالحقّ قول لقائل

اے بنی اسد والو! تم اذیتوں اور مشکلات کے ہنگام ازراہ تواضع سر جھکائے ہوئے نہ رہو جب کسی کہنے والے کا قول حق و صداقت کے ساتھ تم تک نہیں پہنچتا۔ تو تم پر لازم ہے کہ حق کی آواز بلند کرو۔

مطبوعہ دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے۔

بنی اسد لا تَطْرَقَنَّ عَلَى الْقَذَى اِذَا لَمْ يَقْل بِالْحَقِّ مَقُول قَائِل

اے بنی اسد کے لوگو تم لوگ ذلت اور ظلم کے موقع پر چپ نہ سادھ لینا اور ذلت کو ہرگز قبول نہ کرنا اور کوئی حق بات نہیں کہتا تو نہ کہے تم کو چاہیے کہ بیاں گ دہل حق کا اعلان کرو۔

بنی اسد سے مراد بنی اسد بن ربیعہ بن نزار ہیں۔

لا تَطْرَفَنَّ مِنَ الْاَطْرَاقِ اِی انتکاس الراس۔ (زہرۃ الادباء نقدی) عاجزی کے سبب سر کا جھکا

دینا

(۹۱) فَنَعَمْ ابْنُ أُخْتِ الْقَوْمِ غَيْرِ مَكْذِب زَهِيرٌ حَسَامًا مَفْرَدًا مِنْ حَمَائِل

ہمارے خاندان کی بہن کا بیٹا کتنا اچھا ہے وہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ نبی پر کذب نہیں ہے زہیر مخزومی ایک ایسی تلوار کی طرح ہے جو نیام سے باہر آگئی ہے۔

أُخْتُ الْقَوْمِ سے مراد عاتکہ بنت عبدالمطلب ہیں جو حضرت ابوطالبؑ کی بہن تھیں۔

زہیر سے مراد ابن امیہ مخزومی ہے اور وہ امّ المؤمنین حضرت امّ سلمہ کا بھائی تھا۔ وہ نبی اکرم ﷺ کے ہاتھوں پر اسلام لایا اور وہ ان افراد میں سے تھا جو قریش کے صحیفہ کو جو انھوں نے بنی ہاشم کے خلاف لکھا تھا اُسے باطل کرنے کے لیے اٹھے تھے۔

الحسام۔ السیف القاطع۔ کاٹنے والی تلوار

(۹۲) أَشْمٌ مِنَ الشَّمِ الْبَهَائِلِ يَنْتَمِي اِلَى حَسْبِ فِي حَوْمَةِ الْمَجْدِ فَاضِل

اور یہ بھی روایت ہے کہ یہ بیت اس طرح ہے۔

اشم من الشم الطوال اذا انتمی ففی حسب فی حومة المجد فاضل

اس شعر میں حضرت ابوطالبؑ نے اپنے بھانجے زہیر کی طرف اشارہ کیا ہے بہترین قبیلے میں شرف و فضیلت کا حامل اصل حسب و نسب سے تعلق رکھنے والا زہیر ہے جو بنی بر صدق باتیں کہہ رہا ہے۔

الْأَشْمُ - السَّيِّدُ ذُو الْإِنْفَةِ الْكَرِيمِ اور الْأَشْمُ اس کی جمع ہے جہالیل جہلول کی جمع ہے۔
الحی الکریم۔ ینتمی۔ ینسب۔ والحسب۔ مفاخر الآباء
حومة الشی معظمه۔ المجد۔ الکرّم والسیّادة

(۹۸) لعمری لقد کلفت وجداً بِأَحْمَدٍ واخوته داب المحبّ الموصل
میری جان کی قسم مجھے احمد کی شدید محبت والفت ودیعت کردی گئی ہے اور ان کے بھائیوں جعفر، عقیل اور علی
کی محبت میرے رگ وریشے میں بسی ہوئی ہے۔

اس شعر میں آنحضرت ﷺ کا اسم گرامی احمد لائے ہیں جیسا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا انا بشارۃ عیسیٰ۔

قرآن کریم میں ارشاد باری ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

يَبْنِيْ اِسْرَآئِيْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ يَدَیَّ مِنَ التَّوْرَةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلِ
يَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اَسْمَہُ أَحْمَدُ (الصف آیت ۶)

آنحضرت کی پرورش آٹھ سال کی عمر سے پچاس سال کی عمر تک حضرت ابوطالبؑ نے کی تھی اس لیے وہی
والد کہلاتے تھے لہذا اپنے بیٹوں طالب عقیل جعفر اور علی کو ان کے بھائیوں کی حیثیت سے متعارف کرایا ہے۔

(۹۹) فلا زال فی الدنیا جمالاً لاهلها و زیناً علی رَعْمِ العدو المخابل
آنحضرت ﷺ ہمیشہ دنیا میں اپنے خاندان والوں کے لیے جمال کا باعث بنے رہے اور فسادِ دشمن کے
مقابلے میں ہمیشہ باعثِ زینت و تفاخر رہے۔

بعض مصادر میں ہے۔ وزیناً لمن والاه ربّ المشاكل
المخابل۔ الْمُفْسِد۔ فساد

(۱۰۰) فمن مثله فی الناس أو من مؤمل اذا قایس الحکام اهل التفاضل
اس شعر کی روایت اس طرح بھی ہے:

فمن مثله فی الناس او من مومل اذا قایس الحکام اهل التفاضل

تمام انسانوں میں احمد جیسا کون ہے جس سے امیدیں وابستہ ہوں اور جب صاحبان اقتدار صاحبان فضل و کرم کا مقابلہ کریں گے تو نبی اکرم ﷺ کو ہی سب سے اعلیٰ افضل اور اشرف پائیں گے۔

(۱۰۱) حلیم رشید عادل غیر طائش یوالی إلہا لیس عنہ بذاہل

احمد مجتبیٰ حلیم الطبع، ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے، انصاف پسند اور غصہ پر قابو پانے والے ہیں۔ وہ خدائے ذوالجلال کو دوست رکھتے ہیں اور اس سے ایک لمحے کے لیے بھی غافل نہیں ہیں۔

بعض مصادر میں لیس عنہ بذاہل کی جگہ لیس عنہ بغافل ہے۔

اس شعر میں حضور انور کی چار صفات کا تذکرہ ہے کہ احمد مجتبیٰ حلیم الطبع ہیں بردبار ہیں حلیم خدا کا نام ہے۔

رشید۔ ہدایت یافتہ اور ہدایت دینے والے ہیں۔

عادل۔ انصاف پسند ہیں اور طیش میں نہیں آتے۔

(۱۰۲) کریم المساعی ماجد ابن ماجد له ارث مجد ثابت غیر ناصل

دین مبین کی ترویج و اشاعت کے لیے ان کی کوششیں لائق تحسین اور قابل تبریک ہیں وہ خود بھی مجدد و کرم کی بلندی پر ہیں اور اس کے فرزند ہیں جو صاحب مجد و کرم تھا انھیں بزرگی اور بڑائی شرف و عظمت وراثت میں ملی ہے یہ بات ثابت اور روز روشن کی طرح عیاں ہے اور اس کے لیے زوال نہیں ہے۔ یہ شعر البدایہ والنہایہ ابن کثیر میں ہے۔

(۱۰۳) فایده رب العباد بنصرہ واطھر دیناً حقہ غیر ناصل

خدائے ذوالجلال نے حضرت احمد مجتبیٰ اور محمد مصطفیٰ کی تائید و نصرت کی ہے اور دین حق کو غلبہ عطا کیا ہے جس کے لیے کوئی زوال نہیں ہے۔

(۱۰۴) فوالله لولا أن أجي بسببة تجر علی اشیاخنا فی المحافل

خدا کی قسم میرا بھتیجا کوئی قابل عار اور بے عزتی کی بات اور پیغام لے کر نہیں آیا جو ہمارے بزرگوں کے درمیان محفلوں میں جاری و ساری رہی ہیں۔ بلکہ یہ توفیق و آشتی اور امن و سلامتی کا پیغام ہے۔

(۱۰۵) وَلَكِنَّا اتَّبَعْنَاهُ عَلَىٰ كُلِّ حَالَةٍ مِنَ الدَّهْرِ جَدًّا غَيْرَ قَوْلِ التَّهَازُلِ
اور ہم نے تو ہر حال میں ان کا اتباع کیا ہے ان کی پیروی کی ہے زمانے کے حالات چاہے کتنے ہی تبدیل
ہوتے رہیں اور یہ قول اور پیغام ہنسی اور مذاق کا پیغام نہیں۔

یہ شعر ”قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي“ (۳۱۔ آل عمران۔ ۳) کی ترجمانی ہے۔ آپ فرمادیجیے کہ
اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میرا اتباع کرو۔

(۱۰۶) وَ دَاسْتَكُمْ مِنَّا رَجَالِ اعْزَّةٍ اِذَا جَرَدُوْا اِيْمَانَهُمْ بِالْمَنَاصِلِ
اور تمہاری حفاظت پر مامور رہے ہمارے ہاں کے وہ سورا جو باعث عز و شرف ہیں جب انہوں نے اپنی
تلواریں نیام سے نکال لیں اور اپنے داسنے ہاتھ میں انھیں اٹھالیا۔

(۱۰۷) لَقَدْ عَلِمُوا اَنْ اِبْنَنَا لَا مَكْذِبَ لَدِيْهِمْ وَ لَا يَعْْنِي لِقَوْلِ الْاَبَاطِلِ
وہ جانتے ہیں انھیں معلوم ہے کہ ہمارے فرزند ارجمند یعنی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے کبھی بھی جھوٹ نہیں
بولاً، غلط بات نہیں کی، ہر ایک اس کی صداقت کا کلمہ پڑھ رہا ہے وہ کفار و مشرکین کے نزدیک جھوٹے نہیں بلکہ سچے
ہیں اور وہ اپنی زبانِ وحی ترجمان سے کبھی بھی کوئی غلط بات نہیں کہتے لہذا وہ جو پیغام لے کر آئے ہیں وہ مبنی بر
صدق ہے۔

اور بعض مصادر میں لَقَدْ عَلِمُوا کی جگہ اَلَمْ تَعْلَمُوا ہے اور لدیہم کی جگہ لدینا ہے

ایک حدیث میں امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں:

كَيْفَ يَكُوْنُ اَبُو طَالِبٍ كَافِرًا وَ هُوَ يَقُوْلُ: لَقَدْ عَلِمُوا اَنْ اِبْنَنَا لَا مُكْذِبَ۔

(الکافی۔ ۱/۴۴۹)

بھلا ابوطالب کافر کس طرح ہو سکتے ہیں جو یہ فرما رہے کہ وہ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے فرزند جھوٹ نہیں
بولتے۔

(۱۰۸) رَجَالٌ كَرَامٌ غَيْرَ مَيِّلٍ مِّمَّا هُمْ اِلَى الْعِزِّ اَبَاءُ كَرَامٍ الْمَخَاصِلِ

یہ وہ جواں مرد افراد ہیں جو باعث عزّت و شرف ہیں وہ رفیع المنزلت ہیں بزدلی ان کے قریب سے بھی نہیں گذری وہ ابّاعن جدّ شرف کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہیں اور تلوار کے دھنی ہیں۔

(۱۰۹) وقفنّالہم حتی تبدّد جمعہم و حسّر عنّا کلّ باغ و جاہل

بعض مصادر میں دَفَعْنَا هُمُوْ وَ قَفْنَالَهُمْ کی جگہ پر ہے

ہم لوگ مخالفین کے سامنے ڈٹ کر مقابلے کے لیے کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ ان کی جمعیت کو منتشر کر دیا اور ہر باغی اور جاہل ہمارے مقابلے میں حسرت و یاس سے اپنی انگلیوں کو چباتا رہا اور ناکامی اس کا مقدر بن گیا۔

(۱۱۰) شباب من المطلبین و ہاشم کبیض السیوف بین ایدی الصیاقل

اولاد عبدالمطلب اور بنی ہاشم کے جوان اُس شمشیر آب دار کی طرح چمک دار اور روشن ہیں جو کسی جواں مرد کے ہاتھ میں چمک رہی ہو۔

من المطلبین سے مراد بنی عبدالمطلب عبدالمطلب کی اولاد ہے بعض مصادر میں من المطلبین ہے اور اس سے مراد قریش کے پانچ قبائل ہیں ۱۔ بنو عبدمناف ۲۔ بنو اسد بن عبدالعزیٰ ۳۔ بنو تیم بن مرہ ۴۔ بنو زہرہ بن کلاب ۵۔ بنو الحرث بن فہر اور انھیں مطّیبین اس لیے کہا جاتا ہے کہ جب بنی عبدمناف نے عبدالدار کے ہاتھوں سے حجابہ۔ رفادۃ لواء اور سقایۃ کا عہدہ لینا چاہا اور بنو عبدالدار نے انکار کر دیا تو بنو عبدمناف نے اپنے حلیفوں بنی اسد و بنی تیم اور بنی زہرہ اور بنی الحرث بن فہر سے اپنے اس امر پر حلف لیا کہ ایک دوسرے کی حمایت سے منہ نہ موڑیں گے پھر انھوں نے خوش بولمائی اور اس میں اپنے ہاتھ تڑکیے اور پھر حلف اٹھایا اور تاکید کے لیے انھوں نے کعبہ کو اپنے ہاتھوں سے مس کیا بنو عبدالدار نے اور ان کے حلیفوں نے دوسرا معاہدہ کیا اور وہ چار قبائل تھے بنو جمح بنو سہم بنو مخزوم اور بنو عدی۔ اس لئے اس کا نام احلاف پڑ گیا۔

حضور اکرم ﷺ اور حضرت ابو بکر مطّیبین میں سے تھے اور حضرت عمر احلاف میں سے تھے۔

(۱۱۱) بضرب تری الفتیان فیہ کانہم ضواری أسود فوق لحم خراذل

ایسی ضرب کے ذریعے جماعت منتشر ہو جائے گی جس میں تم جوانوں کو ایسا پاؤ گے کہ گویا وہ چیر پھاڑ کر

کھانے والے شیر نیستیاں ہیں جنہوں نے گوشت کو کاٹ کاٹ کر ایک دوسرے کے اوپر رکھ دیا ہے۔
ضواری من الحيوانات السبّاع - درندے - الخرکَل - گوشت کا ٹکڑا کہا جاتا ہے - خَرُکَل اللحم
گوشت کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ دیا۔
کعب بن زہیر نے کہا۔

يَغْدُو فَيَلْحَمُ ضِرْغَامِينَ عَيْشَهَا لَحْمٌ مِنَ الْقَوْمِ مَغْفُورٌ خِرَادِيلٌ

(۱۱۲) لِكِنَّنَا نَسْلٌ كَرَامٌ لِسَادَةٍ بِهِمْ يَعْتَلِي الْأَقْوَامُ عِنْدَ التَّطَاوُلِ
ہم بنی جمح کے قبائل کی طرح اشراکیز نہیں ہیں البتہ ہم اس ذریت سے تعلق رکھتے جو سادات کرام ہیں
انہیں کی وساطت سے اقوام فخر و مباہات کر کے اپنی عظمت ثابت کرتی ہیں۔
لکننا استندراک ہے دراصل یہ اس طرح لسنا کشر ار القبائل بنی جمح ہم بنی جمح کے شرانگیز
قبیلوں کی طرح نہیں ہیں۔ نسل، ذریت - سادۃ جمع سائد یعنی سید کی طرف نسبت ہے۔ يعتلی یرتفع بلند
ہوتا ہے التطاول۔ التفاخر باہمی فخر و مباہات۔
بعض مصادر میں يعتلی کی جگہ نعتلی ہے۔
اور بعض روایات میں مصرع ثانی اس طرح ہے۔
بہم نعی الاقوام عند البواطل

(۱۱۳) سَيَعْلَمُ أَهْلُ الضَّغْنِ أَيُّ وَائِيَهُمْ يَفُوزُ وَ يَعْلُو فِي لِيَالٍ قَلَائِلِ
عن قریب کینہ و حسد کرنے والے جان لیں گے کہ میں یا وہ کون کامیابی سے ہم کنار ہوتا ہے اور کچھ ہی دنوں
میں پتا چل جائے گا کہ کون رفعت و بلندی حاصل کرتا ہے۔
ای وائیهہم ای انا و ہم۔ یعنی میں اور وہ سب۔ قلائل جمع قلیل تھوڑے ای وائیهہم مبتدا ہے اور اس کی
خبر یفوز ہے الضغن الحسد۔ حسد و کینہ۔

(۱۱۴) وَ اِيَّهَمْ مَنِيَّ وَ مِنْهُمْ بِسِيفِهِ يُلَاقِي اِذَا مَا حَانَ وَقْتُ التَّنَازُلِ

اور جب میدان جنگ سجے گا اور معرکہ کارزار ہوگا تو اس وقت پتا چل جائے گا کہ مجھ میں اور اُن میں سے کون مقابلے میں آتا ہے اور کون ہے جو کامیابی سے ہم کنار ہوتا ہے۔

اَيُّهُمْ مَنِيَّ وَمِنْهُمْ مَجْهُ فِي اَوْرَانِ فِي سَوْنِ

حَانَ الشَّيْ قَرَبَ وَقْتِهِ اس کا وقت نزدیک آگیا التنازل۔ المبارزة في الحرب میدان کارزار میں جنگ کرنا۔

(۱۱۵) وَمَنْ ذَا يَمِلُ الْحَرْبَ مَنِيَّ وَ مِنْهُمْ وَيُحْمَدُ فِي الْاَفَاقِ فِي قَوْلِ قَائِلِ

جب معرکہ کارزار گرم ہوگا تو میں دیکھ لوں گا کہ تم میں اور ہم میں سے کون جنگ سے زیادہ زچ ہو جاتا ہے پریشان اور خستہ حال ہو چکا ہے اور کون ہے کائنات میں جس کے اوصاف حمیدہ اور اخلاق جمیلہ کا ذکر کیا جا رہا ہے۔ کس کی بہادری اور شجاعت کے چرچے ہیں اور قسیدے پڑھے جا رہے ہیں۔

دوسرے مصادر میں مِنْهُمْ مَنِيَّ کی جگہ ہے اور دوسرے مصرع میں فی کی جگہ من ہے۔

(۱۱۶) فَاصْبِحْ مَنَّا اَحْمَدُ فِي اَرْوَمَةِ تَقْصَرُ مِنْهَا سُوْرَةُ الْمَتَطَاوِلِ

تم دیکھو گے تو تمہیں نظر آجائے گا کہ احمد مجتبیٰ کا مقام ہمارے درمیان خاندانی شرافت اور اصل و نسل کے اعتبار سے اتنا بلند ہے کہ کوئی ان کی ہمسری نہیں کر سکتا کوئی اپنی جگہ کتنا ہی بلند اور رفیع المنزلت کیوں نہ ہو جب آنحضرتؐ کے مقابلے میں آئے گا تو پست اور کوتاہ قد نظر آئے گا۔

الارومة۔ الاصل۔ حقیقت، جڑ، اصل، سورة، المنزلة، منزلت، شرف المتطاول، المتفاخر، باہمی فخر و مباہات، تقصر۔ عاجز ہے۔

بعض مصادر میں دوسرے مصرع میں يقصر عنها ہے۔

(۱۱۷) كَانِي بَهْ فَوْقَ الْجِيَادِ يَقُوْدُهَا اِلَى مَعْشَرِ زَاغُوْا اِلَى كُلِّ بَاطِلِ

حضرت ابوطالبؑ فرماتے ہیں کہ میری بصیرت یہ بتلا رہی ہے اور میں مستقبل میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ میرا بھیجتا

محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ان لوگوں کی اور اس معاشرے کی قیادت کرے گا جو مکمل طور سے باطل کی جانب راغب اور اس سے متصل ہو چکے تھے۔

الجیاد الخیول الکریمۃ۔ اصیل گھوڑے۔ یقودھا۔ یملک امرھا۔ ان کے امر کے مالک ہوں گے
زاغو، مالو، کج ہو گئے ہیں۔ الباطل، ضد الحق، غلط اور نادرست

(۱۱۸) وَ جُدْتُ بِنَفْسِي دُونَهُ وَ حِمِيَّتِهِ وَ دَافَعْتُ عِنْدَهُ بِالذَّرِي وَالْكَلَاكِلِ

میں احمد مجتبیٰ پر اپنی جان نچھاور کر دوں گا اور انکی حمایت و نصرت کے لیے ہمیشہ کمر بستہ رہوں گا اور میں مسلسل ان کی مدافعت کرتا رہوں گا اور اس کے لیے گردن کٹا دوں گا اور اپنی چھاتی کو سامنے کر دوں گا۔
بعض مصادر میں بالذری کی جگہ ”بالظلی“ ہے۔

جدت بنفسی، میں اپنی جان دے دوں گا دونہ ان کے سامنے۔ حمیتہ میں ان کی حمایت کروں گا،
دافعت عنہ، اُن کی جانب سے مدافعت کرتا رہوں گا بالذری، چوٹی پر بلندی پر پہنچ کر، کلاکل، جمع کلاکل،
چھاتی اور سینہ۔

(۱۱۹) وَ لَا شَكَّ أَنَّ اللَّهَ رَافِعُ امْرَةٍ وَ مُعْلِيهِ فِي الدُّنْيَا وَ يَوْمِ التَّخَاذُلِ

اور حضرت ابوطالبؑ غیب کی خبر دیتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ اس میں کسی قسم کے شک و شبہ کی گنجائش نہیں
ہے کہ رب متعال، خدائے ذوالجلال آنحضرتؐ کے امر کو بلندی رفعت اور عظمت عطا کرے گا اور انھیں دنیا اور
آخرت دونوں میں سر بلند اور سرخرو رکھے گا۔

بعض مصادر میں دوسرے مصرع میں یوم التجادل ہے۔

(۱۲۰) كَمَا قَدْ أَرَى فِي الْيَوْمِ وَالْأَمْسِ جَدَّةً وَ وَالِدَةً رَوَّيَاهُمَا خَيْرٌ أَفِيلَ

جس طرح میں آج کے دن اور آنے والے کل میں ان کی عظمت و شان و شوکت کا مشاہدہ کر رہا ہوں اور ان
کے والد اور اُن دونوں کا خواب جو انھوں نے گزشتہ دنوں دیکھا تھا۔

روایت کی ہے السید احمد زینی دحلان نے اپنی کتاب اسنی المطالب فی نجاتہ ابی طالب ص ۱۱ پر انھوں نے کہا

کہ تخریج کی ہے ابو نعیم نے اس طریق سے جوابی بکر بن عبداللہ بن الجہم تک جاتا ہے وہ اپنے والد وہ اپنے جد سے روایت کرتے ہیں انھوں نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ ابوطالبؑ اپنے والد عبدالمطلب کے بارے میں بیان کر رہے تھے کہ انھوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کی پشت پر ایک درخت اُگ گیا ہے جس کی ٹہنی آسمان تک پہنچ گئی ہے اور جس کی شاخیں مشرق و مغرب میں پھیلی ہوئی ہیں اور میں نے اس سے زیادہ چمک دار نور نہیں دیکھا، یہ سورج کی روشنی سے سرگنا بڑھ کر تھا اور میں نے دیکھا کہ عرب و عجم کے باشندے سب اس کے سامنے سربسجود ہیں اور یہ درخت ہر ساعت اپنی نورانیت اور رفعت و عظمت میں اضافہ کر رہا ہے کبھی پوشیدہ ہوتا ہے اور کبھی ظاہر ہو رہا ہے اور میں نے یہ دیکھا کہ قریش کی ایک جماعت اس درخت کو قطع کرنا چاہتی ہے۔ جب وہ اس درخت کے قریب پہنچے تو انھیں ایک جوان نے پکڑ لیا، اس جوان سے زیادہ خوب صورت اور معطر جوان میں نے نہیں دیکھا تھا اور اس (جوان) نے ان کی پیٹھ توڑ دی اور ان کی آنکھیں نکال دیں۔ میں نے اپنا ہاتھ بڑھایا کہ مجھے بھی اس درخت کے نور سے کوئی حصہ مل جائے لیکن میں اس تک رسائی نہ پاسکا تو میں نے کہا یہ نور ان کے حصے میں آئے گا جو اس سے معلق ہو جائے گا میں یہ خواب دیکھ کر خوف زدہ ہو گیا میں قریش کی ایک کاہنہ عورت کے پاس آیا اور میں نے اسے اپنا خواب بتلایا تو میں نے دیکھا کہ کاہنہ کے چہرے کا رنگ تبدیل ہو گیا ہے پھر اس نے کہا اگر تمھارا خواب سچا ہے تو تمھارے صلب سے ایک ایسا فرد پیدا ہوگا جو مشرق و مغرب کا مالک ہوگا اور لوگ جس کے سامنے جھک جائیں گے۔ عبدالمطلب نے ابوطالبؑ سے کہا ہو سکتا ہے کہ تم ہی وہ مولود ہو۔

ابوطالبؑ یہ بات بیان کر رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ مبعوث رسالت ہو گئے اور حضرت ابوطالبؑ فرماتے تھے شجرہ خدا کی قسم! ابوالقاسم امین ہیں۔

جب اُن سے کہا گیا: کیا آپ نے ایمان قبول نہیں کیا؟

تو فرمایا:

”المسبۃ والعار“

دشنام طرازی اور شرم کی وجہ سے۔

وہ یہ بات قریش سے چھپانے کے لیے کہہ رہے تھے کہ قریش یہ سمجھیں کہ ابوطالبؑ انھی لوگوں کے دین پر عمل کر رہے ہیں تاکہ وہ اس طرح نبی اکرم ﷺ کی حمایت کر سکیں اور اگر وہ ظاہراً اعلان کر دیتے تو قریش اتباع

پیغمبر کے سبب حضرت ابوطالبؑ کی بات کو تسلیم نہ کرتے۔

اور اس روایت کو ذکر کیا ہے شیخ صدوق نے بھی اپنی کتاب کمال الدین جلد ۱ / ۱۷۳-۱۷۴ میں اور حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ حضرت ابوطالبؑ مومن تھے لیکن وہ شرک کا اظہار کرتے اور ایمان کو مخفی رکھتے تھے تاکہ وہ پوری طاقت اور استقامت کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی نصرت و حمایت کر سکیں۔

عربہ بلاد عرب کو کہتے ہیں پانچ انبیاء کا تعلق عرب سے ہے اسماعیل، شعیب، صالح، ہود اور حضرت محمد ﷺ۔

حضرت اسماعیل اور حضرت محمد ﷺ حرم کے باشندہ تھے جو بھی جزیرہ عرب میں رہتا ہو اور وہاں کی زبان میں بولتا ہو اسے عرب کہا جاتا ہے ان کے شہروں عربات کی بنا پر انھیں عرب کہا گیا۔ سب سے پہلے اللہ نے جس کی زبان سے عربی زبان بلوائی وہ یعرب بن قحطان تھا وہ یمن کا باپ تھا اور وہ لوگ عرب عاربہ ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ نے عربہ کے بارے میں فرمایا:

و عَرَبَةٌ دَارٌ لَا يَحِلُّ حَرَامُهَا مِنْ النَّاسِ إِلَّا اللَّوْذِيُّ الْحَلَالُ

اور عرب وہ گھر ہے جس کا حرام کبھی حلال نہیں ہوتا لوگوں کے لیے مگر وہ حضرت مصطفیٰ ﷺ کے لیے فتح مکہ کے دن ایک ساعت کے لیے حلال قرار پایا اور پھر قیامت تک کے لیے حرام کر دیا گیا۔

(معجم البلدان ص ۱۰۹ ج ۴ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ ۱۹۹۰)

(۵۸)

تخریج

سیرت ابن اسحاق / ۱۴۸

الديوان المطبوع / ۲۳

قریش بنی ہاشم اور اولاد مطلب کے ساتھ جو سلوک کر رہے تھے اسے دیکھ کر حضرت ابوطالب علیہ السلام نے فرمایا اور انھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت کے لیے دعوت دی اور یہ فرمایا کہ وہ آنحضرت کے لیے سپر بن جائیں وہ لوگ ان کے پاس جمع ہو گئے اور ان کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور حضرت ابوطالبؑ نے انھیں رسول اللہ کی نصرت و حمایت کی دعوت دی تھی اس کے لیے سب تیار ہو گئے سوائے ابولہب کے اور وہ بنی ہاشم کو آنحضرتؐ کے خلاف ابھار رہا تھا اور بنو مطلب کو ہاشم سے نسبت دی جاتی تھی جب انھیں اس معاہدہ کی طرف بلایا گیا جو بنی ہاشم اور بنی مطلب میں تھا سوائے عبد مناف کے فرمایا۔
یہ قصیدہ ”بحر السّرّاج“ میں ہے۔

بنی ہاشم اور اولاد مطلب کو دشمنوں سے مقابلے کی دعوت

(۱) حتی متی نحن علی فترۃ یا ہاشم و القوم فی حَجَفَل

اے بنی ہاشم ذرا یہ بتاؤ کہ ہم کب تک کمزوری دکھائیں گے اور ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں گے اور ہمارے مخالفین اپنی تعداد بڑھاتے رہیں گے یعنی آنحضرتؐ کی مخالفت میں وہ اپنی جمعیت میں اضافہ کر رہے ہیں۔
سیرۃ ابن اسحاق میں علی فترۃ کی جگہ علی فتنۃ ہے اور حَجَفَل کی جگہ محفل ہے الفترۃ الضعف، کمزوری

اور عدم استعداد۔ محفل۔ کثیر لشکر

(۲) یدعون بالخیل علی رقبة مٹا لدی الخوف و فی معزل

ان کا یہ خیال ہے کہ خوف کی وجہ سے ہم کنارہ کش اور الگ تھلگ ہیں اسی لیے وہ گھوڑوں کو ہم سے قتال کے لیے آمادہ اور تیار کر رہے ہیں (ایسا نہیں ہے بلکہ ہم صلح جو اور امن پسند لوگ ہیں)۔ بعض مصادر میں علی کی جگہ لدی ہے۔

الرقبة۔ تحفظ اور حفاظت معزل الگ تھلگ جگہ۔

(۳) کالرجلة السوداء تغلوبها سرعانها فی سبب مهمل

جیسے کالی گھٹا ہے جو بڑھتی چلی آرہی ہے اور گھوڑے تیز رفتاری کے ساتھ ایسے بیابان میں سرپٹ دوڑ رہے ہیں جس سے نکلنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔

سیرت ابن اسحاق میں ہے کالرحبة السوداء یعلوبها اور مَجْهَل کی جگہ محفل ہے لشکر الرجلة راجل کی جمع ہے۔ پیدل چلنے والا۔ علا۔ حد سے تجاوز کرنا۔

سرعان القوم۔ السابقون۔ سبقت لے جانے والے۔ السبب المفازة بیابان دور کی ہموار زمین۔ المَجْهَل۔ صحرا جس میں راستہ نہ ہو۔

(۴) علیهم الترك علی رعة مثل القطا القارب للمنهل

وہ سروں پر خود پہنے ہوئے گھوڑوں پر سوار ایسے چلے آرہے ہیں جیسے قطا پرندہ گھاٹ پر پانی پینے کے لیے آتا ہے۔ یہ لوگ تیاری کر رہے ہیں کہ ہم پر جھپٹ کر وار کر دیں اور اس مقصد کے لیے انھوں نے پوری تیاری کر لی ہے۔

الترك لوہے کا خود رعة گھوڑوں کا گلہ جن کی تعداد بیس یا پچیس ہو القطا اس کا واحد قطة ہے کبوتر کی مانند ایک پرندہ المنهل المورد۔ گھاٹ، صحرا میں پانی پینے کی جگہ

(۵) یا قوم ذودوا عن جاہدکم بكل مقصال علی مُسبیل

اس شعر میں حضرت ابوطالبؑ بنی ہاشم سے مخاطب ہو کر یہ کہتے ہیں: اے میری قوم کے لوگو تم اپنے بہادر لوگوں کے ذریعے شمشیر آبدار لے کر تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر دشمنوں کو بھگا دو اور انھیں دور ہٹا دو۔
 ذاد۔ دھتکار دو۔ ہٹا دو، دور کر دو، مقصال کاٹنے والی تلوار مسبل۔ لمبی دموں والے گھوڑے۔

(۶) حَدِيدُ خَمْسٍ لَهْزٌ خَدَّهٖ مَارِثُ الْاَفْضَلِ لِلْاَفْضَلِ

بنی ہاشم ایسے گھوڑوں پر سوار ہو کر آئیں جو ہمہ صفت موصوف ہوں جن میں پانچوں صفتیں پائی جاتی ہوں جو چھیرے بدن کے ہوں جن کا رخسار بہادری کا عکاس و غماز ہو اور جو گھوڑے وراثتِ اولاد تک پہنچے ہیں ایک صاحبِ فضیلت کے بعد دوسرے صاحبانِ فضیلت تک ان کی رسائی ہوئی ہے۔

اس شعر میں حدید خمس کہہ کر گھوڑے کی دوسری صفات بیان کی گئی ہے حدید خمس گھوڑے کی پانچ صفات آنکھیں، دل، کان، ٹخنہ اور جانور کی اگلی پنڈلی کا پتلا حصہ ٹخنے اور پنڈلی سے اوپر کے حصے کو کہا جاتا ہے۔
 لہز بروزن کتف۔ چھیرا بدن۔ مارث میراث کی جمع اور اس کی قیاسی جمع مواردیث ہے وہ قدیمی امر جو اول سے آخر تک پہنچتا ہے وہ اپنے کرم کی وجہ سے اس میں تصرف نہیں کرتا بلکہ اسی طرح رہنے دیتا ہے تاکہ اولاد اپنے آباء سے وہ بطور میراث حاصل کریں۔

(۷) عَرِيضٌ سِتٌّ لَهَبٌ خَصْرُهُ يُصَانُ بِالتَّنْذِيقِ فِي هَجْدَلٍ

بنی ہاشم جن گھوڑوں پر سوار ہو کر آئیں اُن میں چھ محاسن ہونے چاہئیں ان کی پیشانی روشن، سینہ کشادہ، سُرین بھاری، شکم بھرا ہوا، کمر مضبوط، سبک رفتار، چھیرے بدن والے، پھرتیلے، تیز طرار اور ایسے تیز رفتار کہ میدانِ کارزار میں لغزش نہ کریں۔

اس شعر میں گھوڑے کی چھ صفتیں بیان کی ہیں وہ صفتیں یہ ہیں۔

پیشانی، سینہ، سُرین کے درمیان کا حصہ، بدن کا پچھلا حصہ سُرین، شکم۔ سینے کا چوڑا حصہ،

نہب، اڑنے والا غبار جو آگ سے دھوئیں کی طرح اٹھتا ہے یصان، یحفظ حفاظت کی جاتی ہے۔

التنذیق، تلوار کی تیزی، الخصر، کمر۔ هَجْدَل، میدانِ کارزار۔

(۸) كَمْ قَدْ شَهِدْتُ الْحَرْبَ فِي فَتْيَةٍ عِنْدَ الْوُغَى فِي عِثِيرِ الْقَسْطَلِ

اور میں نے جوانوں کے ساتھ بہت سے معرکے دیکھے ہیں اور میدان کارزار جنگ کے ہنگام گرد و غبار کا سامنا کرنا پڑا ہے یعنی گھمسان کی جنگ ہوتی رہی اور ہم ہمیشہ کامیاب و کامران واپس لوٹے ہیں۔
کم خبر یہ ہے کثرت کے معنی میں یعنی اکثر اور اس کی تیز گم مَرَّةً محذوف ہے فتیہ فتی جمع قلت ہے اور یہ مع کے معنی میں ہے الوغی جنگ عثیر بروزن منبہر، قسطل۔ جنگ میں اٹھنے والا غبار۔

(۹) لَا مُتَنَجِّينَ إِذَا جِئْتَهُمْ وَ فِي هِيَاجِ الْحَرْبِ كَالْأَشْبُلِ

حضرت ابوطالبؑ جو انان بنی ہاشم کی تعریف کر رہے ہیں کہ جب تم اُن کی جانب متوجہ ہوؤ گے اور انھیں بلاؤ گے تو وہ تم سے منہ نہ موڑیں گے اور تمھاری آواز پر لبیک کہتے ہوئے معرکہ کارزار میں آ موجود ہوں گے اور میدان جنگ میں پیشہ شجاعت کے شیروں کی طرح نظر آئیں گے۔

اَمْرُئِ الْقَيْسِ زَمَانَهُ جَاهِلِيَّةٌ كَامْشُورِ شَاعِرٍ كَهُوْرٍ عِزِّهِ كِي تَعْرِيفٍ مِثْلِ كِهْتَا هِي:

مِكْرٍ مِفْقَرٍ مُقْبِلٍ مُدْبِرٍ مَعَا
كَجُلُودِ صَخْرٍ حَطَّه السَّيْلُ مِنْ عَل

(۵۹)

تخریج:

شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۳
الديوان المطبوع/ع ۲۶-۲۸

سيرة ابن اسحاق/ ۱۵۷-۱۵۸
الحجة/ ۲۱۸

حضرت ابوطالب علیہ السلام اپنے خاندان کے ایک قبیلہ سے عتابانہ انداز میں خطاب کر رہے ہیں اور انھیں عداوت کے وبال سے ڈرا رہے ہیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر کی رفعت اور علوم مرتبت کا تذکرہ کر رہے ہیں۔
وہ بنی لوی سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں۔
یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

قوم سے خطاب اور اعلان جنگ

(۱) الا ابلغا عني لويا رسالة بحق ما تغني رسالة مرسل

آگاہ ہو جاؤ اور میری جانب سے بنی لوی کو یہ پیغام پہنچا دو جو حق کا پیغام ہے کیا یہ پیغام جو میں نے بھیجا ہے وہ ناکافی ہے؟ کیا یہ پیغام مفید، سودمند اور منفعت بخش ہوگا؟
لوی سے مراد لوی بن غالب بن فہر ہیں اور مراد اُن کی اولاد ہے۔

(۲) بني عمننا الادين تيماً نخصهم واخواننا من عبد شمس و نوفل

اے ہمارے قریب ترین رشتہ دار تیم کے بیٹو! اے میرے چچا کی اولاد ہمارا اُن سے خصوصی خطاب ہے اور

ہم اپنے بھائیوں بنی عبد شمس اور بنی نوفل سے بھی گفتگو کر رہے ہیں۔

ادنین۔ اقربین، قریبی رشتہ دار۔

تیم سے مراد تیم بن غالب بن فہر، تیم لوی بن غالب کا بھائی ہے۔

اسی لیے ابوطالب نے بنی عمنہ کہا اے ہمارے چچا کے فرزندو! اور بنی عبد شمس اور نوفل کو انہما ہمارے بھائی کہا ہے۔

(۳) أَظَاهَرْتُمْ قَوْمًا عَلَيْنَا اِظْنَةً وَاَمْرًا غَوِيًّا مِنْ غَوَاةٍ وَ جُهْلٍ

تم نے ایسی قوم سے رشتہ ناطہ جوڑا ہے جو ہمارے خلاف ریشہ دوانیوں میں مصروف رہے ہیں اور گم راہ لوگوں اور جاہلوں کے گم راہ کن امور کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔

بعض مصادر میں اِظْنَةً کی جگہ سَفَاهَةٌ اور بعض میں وَلَايَةُ ہے اِظْنَةُ ظَنِّينَ کی جمع ہے مَظْنُونِ کے معنی میں جس پر تہمت لگائی گئی ہو۔ ظاہر تم۔ عَاوَنْتُمْ، تم نے تعاون کیا۔ الْقَوْمِ الْاِظْنَةُ سے مراد بنو بکر بن عبد مناة ہیں جن کا کنانہ سے تعلق ہے۔

حضرت ابوطالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں فرمایا ہے۔

وَقَدْ حَالَفُوا قَوْمًا عَلَيْنَا اِظْنَةً يَعْضُونَ غِيظًا حَلَفْنَا بِالْاَنَامِلِ

(۴) يَقُولُونَ لَوْ اَنَّا قَتَلْنَا مُحَمَّدًا اَقْرَبَ نَوَاصِي هَاشِمٍ بِالتَّذَلُّلِ

وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ ممکن ہو گیا کہ ہم محمد کو قتل کر دیں یا فرض کرو کہ ہم نے محمد کو قتل کر دیا تو اس طرح ہم بنی ہاشم کے اشراف کو زیرِ نگیں بنالیں گے ان کی ناک رگڑوائیں گے اور انھیں ذلت سے دوچار کر دیں گے۔
دیوان مطبوع میں ہے يَقُولُونَ قَدْ قَتَلْنَا بَعْضَ مَصَادِرِمْ يَقُولُونَ اَنَا اَنْ قَتَلْنَا هـ۔

(۵) كَذَبْتُمْ وَ بَيْتَ اللَّهِ يُثْلِمُ رُكْنَهُ وَ مَكَّةَ وَالْاَشْعَارَ فِي كُلِّ مَعْبَلٍ

اللہ کے گھر کی قسم تم نے جھوٹ کہا کہ رکن کعبہ کو منہدم کر دیا جائے گا یا در کھور کن کعبہ کو منہدم نہیں کیا جاسکتا اور

مکہ مکرمہ کی قسم! اس کی عظمت کو کوئی خاک میں نہیں ملا سکتا اور شعائر اللہ کی قسم! وہ جہاں جہاں ہیں انھیں کوئی بھی ختم نہیں کر سکتا۔

(۶) و بالحج او بالنیب تدھی نُخْوَرُه بِمَكَّةَ وَالبیت العتیق المَقْبَل
کیا ان کی خواہش ہے کہ حج ختم ہو جائے اور مکہ مکرمہ میں خون کی ہولی کھیلی جائے جانوروں اور انسانوں کا خون بہایا جائے اور خانہ کعبہ کے تقدس کو پامال کر دیا جائے؟
بعض مصادر میں بیت العتیق کی جگہ والرکن العتیق ہے نیب بوڑھی اونٹنی تدھی خون آلود نُخْوَر
واحد نحر سینہ کا اوپری حصہ عتیق، قدیم، رکن سے مراد حجر اسود ہے۔
غایۃ المطالب میں یہ شعر اس طرح ہے:

و بالحج او بالنیب تدھی نُخْوَرُه بِمُدْمَاةِ الرکن العتیق المَقْبَل

(۷) تنالونه أو تعطفوا دون قتله صوارم تفری کلّ عظم و مفصل
تم لوگ ہرگز ہرگز اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکو گے اور آنحضرتؐ کو قتل نہ کر سکو گے اگر تم نے ایسا ارادہ بھی کیا تو اس سے پہلے ہماری تیز تلواریں اور شمشیر برائے ہر ہڈی اور جوڑوں کو کاٹتی ہوئی گزر جائیں گی اور تم دیکھتے کے دیکھتے رہ جاؤ گے۔

صوارم۔ صارم کی جمع تلوار، شمشیر برائے فری الشی۔ کسی چیز کو ٹکڑے ٹکڑے کر دینا۔

(۸) وتدعوا بارحام وانتم ظلمتم مصالیت فی یومِ اَعْرُ مُحَجَّل
تم خود کو ہمارا رشتہ دار اور عزیز بھی کہتے ہو اور ظلم و ستم بھی روا رکھتے ہو ایسے بہادروں، دلیروں اور شیروں کے مقابلے میں کوئی نہیں آ سکتا۔ جو میدان جنگ میں روشن پیشانی والے اور خوش و خرم افراد ہیں۔

(۹) فَمَهْلًا وَلَمَّا تَنْتَجِ الْحَرْبُ بَكَرَهَا بَيْتِنِ تَمَامِ او بَاخِرِ مُعْجَل

ذرا ٹھہرو، جلدی نہ کرو جنگ چھڑ جانے دو پھر دیکھنا کہ کون کتنے پانی میں ہے کون جلد ہی ہار مان لیتا ہے اور کون حقیقی انجام تک پہنچاتا ہے۔ کون آگے بڑھ جاتا ہے اور کون پیچھے رہ جاتا ہے۔
بکر۔ پہلے مولود کو کہتے ہیں، تئنج، جننا، تین مولود کا الٹا پیدا ہونا شکم مادر سے پہلے ٹانگیں اور پھر سر نکلے جو عیب ہے۔

المعجل۔ وقت سے پہلے ولادت کا ہو جانا اور اس کا زندہ رہنا اور اس کی ماں کو مُعجل کہتے ہیں۔

(۱۰) فانا متی ما نمرّھا بسیوفنا نُجَالِحُ فنعرک من نشاء بکلکل
ہم اپنی تلواروں کے ذریعے عداوت و دشمنی کے ظاہر ہو جانے پر ان کے سینوں کو چھلنی کر دیں گے اور انھیں صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔

جالحہ۔ کاشفہ، اسے ظاہر کرنا، عرک، رگڑ کر مٹا دینا، کلکل، سینہ

(۱۱) و تلقوا ربیع الابطحین محمداً علی ربوة فی راس عنقاء عیطل
جب انھوں نے مکہ و منیٰ کی بہار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قتل کرنا چاہا تو انھوں نے آنحضرتؐ کو اس بلندی پر جلوہ افروز پایا جہاں تک ان کی لمبی گردنیں رسائی نہ پاسکیں۔
بعض مصادر میں عنقاء کی جگہ عیطاء ہے۔

الابطحین۔ الابطح کا تثنیہ ہے اور اس سے مراد مکہ اور منیٰ ہیں، الربیع۔ بارش اور نہر۔ موسم بہار۔
العیطل۔ لمبی گردن والا۔ ربوة۔ چٹان

اور اگر اَبْطَحِین کو جمع مانیں تو مفہوم ہوگا کہ جو حجاز یعنی مکہ و مدینہ اور منیٰ کی بہار ہے اسے اس مقام شامخ پر پایا جہاں تک یہ پہنچ نہ سکے اور نہ ہی انھیں قتل کر سکے۔

(۱۲) تاویٰ الیہ ہاشم ان ہاشما عَرَائِین کعبٍ آخراً بعداً اوّل

آنحضرتؐ کی شخصیت میں اتنی جاذبیت تھی کہ بنی ہاشم نے انھی کے پاس آکر پناہ حاصل کی یقیناً ہاشم تو بنی کعب کے اعلیٰ اور اشرف فرد تھے اوّل سے آخر تک ان کی تمام اولاد حضرت محمد ﷺ کی خدمت میں آکر کیجا

ہوگئی۔

عَرَانِينَ - اشرف لوگ - عَرَانِينَ کی جمع

(۱۳) فَإِنْ كُنْتُمْ تَرْجُونَ قَتْلَ مُحَمَّدٍ فَرُومُوا بِمَا جَعَلْنَا نَقْلَ يَذْبُلُ

اے قریش کے متکبر اور مغرور لوگو! اگر تم یہ چاہتے ہو کہ حضرت محمد ﷺ کو قتل کر دو تو پہلے یہ کام کرو کہ یذبل پہاڑ کو اپنی جمعیت اور طاقت کے بل بوتے پر اس کی جگہ سے ہٹا دو اور تم ایسا کرنے پر قدرت نہیں رکھتے کیوں کہ یہ ناممکن عمل ہے اسی طرح تم حضرت محمد کو بھی قتل نہیں کر سکتے کیوں کہ یہ بھی ناممکن کام ہے۔

یذبل نجد کا مشہور پہاڑ جو یمامہ کے راستے میں ہے۔

(۱۴) فَاِنَا سَنَحْمِيهِ بِكُلِّ طِمْرَةٍ وَذِي مَيْعَةٍ تَهْدِي الْمَرَائِلَ هَيْكَلِ

ہم تو یقیناً حضرت محمد ﷺ کی حمایت و نصرت کریں گے تیز رفتار، کشادہ سینے والے اور بلند و بالا گھوڑوں پر سوار ہو کر اور ان کی مدد سے کبھی بھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

الطمر - الفرس، گھوڑا جو دوڑنے کے لیے تیار ہو۔ ميعة الفرس گھوڑے کا پہلی مرتبہ دوڑنا، مِرْكَل - جانور کو ایڑ لگانے کی جگہ، ہیکل - اونچا گھوڑا

(۱۵) وَكُلُّ رُدَيْنِي ظُمَاءٍ كَعُوبَةٍ وَ عَضْبٍ كَالْمَاضِ الْغَمَامَةِ مِقْصَلِ

ہم معرکہ کارزار میں اس شان و شوکت سے آئیں گے کہ ہمارے ہاتھوں میں ردینی نیزے ہوں گے جو باہمی جڑے ہوئے سخت ہوں گے ان میں کسی قسم کی کمزوری نہ ہوگی جن کی گرہیں خون کی پیاسی ہوں گی اور ایسی چمک دار اور آبدار تلواریں ہوں گی کہ جب ہمارے بہادر اسے لہرائیں گے تو ایک بجلی سی کوند جائے گی اور پھر سروں کے پرے اڑنے لگیں گے۔

الريح الردینی ردینہ کی طرف منسوب ہے قبیلہ سمہر کی ایک عورت تھی جو نیزوں کو سیدھا کرتی تھی (اقرب الموارد) ظمأ، پیاس، کعوب کعب کی جمع نیزوں کے درمیان گرہ۔

العضب - کاٹنے والی تلوار - اومض البرق - بجلی چمکی - المقصل - کاٹنے والی

(۱۶) وکل جرور الذیل زغفٍ مُفَاضَةٍ دِلَاصٍ کھڑھاز الغدیرِ المُسلسل

اور ہمارے توانا اور چست جسموں پر ایسی زرہیں ہوں گی جو طویل ہوں گی وسیع ہوں گی، فراخ ہوں گی، لمبی اور پورے جسموں کو ڈھانپنے والی ہوں گی، اور ایسی نرم و ہموار جیسے تالاب کا پانی موج زن ہو اور لہریں مار رہا ہو۔
جرور الذیل زرہ کی صفت ہے جو طویل اور فراخ ہو زغف لمبی اور پوری زرہ جو مضبوط اور فراخ ہو۔
مفاضہ وسیع زرہ۔

دلاص: چکنی اور نرم اور ہموار،

ھڑھاز: کثیر الہتزاز۔ لہریں مارتا ہوا کثیر پانی موج زن
الغدیر: نہر، تالاب وہ پانی جو سیلاب نے باقی چھوڑ دیا ہو۔

(۱۷) بَأیمان شُمِّ من ذوائبِ ہاشمِ مغاویرِ بالأخطارِ فی کلِّ محفل

بنی ہاشم کے بلند پایہ عالی مرتبت اور سو ماؤں کے ہاتھوں میں جو دینی نیزے ہیں وہ ایسے جنگجوؤں کے ہاتھ میں ہیں کہ وہ جس بزم میں چلے جائیں اس کے لیے خطرہ ہیں جو سامنے آجائے وہ ان کے حملوں سے بچ نہیں سکتا۔
بعض مصادر میں مغاویر کی جگہ مغاویر ہے۔ جو ”مَغُول“ کی جمع ہے جس سے کسی کو ہلاک کیا جائے۔

أَیمان، دائیں طرف شُم ہاشم کی جمع سادات سردار، صاحب شرف و فضیلت

”ذوائب“ ”ذوابة“ کی جمع ”ذوابة القوم“ قوم کا سربراہ مغاویر مغوار کی جمع وہ جنگ جو زیادہ حملہ آور ہو، اخطار خطر کی جمع، ہلاکت کے قریب اور اس کا دوسرا مفہوم شرف اور ارتقاء منزلت ہے۔

(۱۸) هُمْ سَادَةُ السَّادَاتِ فی کلِّ موطنٍ وخیرة ربِّ الناس فی کلِّ معضل

(غایۃ المطالب ص ۱۴۲)

وہی لوگ ہیں جو ہر جگہ ہر مقام پر سیدوں کے سردار ہیں اور جب وہ کسی قسم کی دشواری اور مصیبت کا سامنا ہو تو یہی افراد تمام لوگوں میں سب سے اعلیٰ افضل اور بہتر نظر آتے ہیں یعنی انھیں حلال مشکلات بنایا گیا ہے۔

الخیرة۔ مختار، پسندیدہ، بہترین

المعضل۔ اسم فاعل من اعضل الامر، اِشْتَدَّ۔ امر شدید ہو گیا

(۶۰)

التخریج:

الحجۃ/ ۲۸۱ تفسیر ابی الفتوح ۸/ ۴۷۳ بحار الانوار ۳۵/ ۱۲۸
 الغدیر ۷/ ۳۷۱ یہ اشعار و مطبوعہ دیوان میں نہیں۔

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے فرمایا۔
 یہ اشعار ”بحر خفیف“ میں ہیں۔

رسول کی آمد کا اعلان اور مدد کی تلقین

(۱) قُلْ، لِمَن كَانَ مِنْ كِنَانَةٍ فِي الْعِزِّ وَاهِلِ الْوَدَى وَاهِلِ الْبَعَالَى

جاؤ اور یہ اعلان کر دو ان لوگوں کے سامنے جو بنی کنانہ کے عزت دار سنی اور صاحبان منزلت لوگ اور بلند مرتبہ شخصیات ہیں۔

الندی، الجود، سخاوت، اہل البعالی، بلند مرتبہ شخصیات

اس شعر میں بنی کنانہ کی تین صفات اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ عزت دار، سنی اور بلند مرتبہ افراد

(۲) قَدْ أَتَاكُمْ مِنَ الْمَلِیْكَ رَسُولٌ فَاقْبَلُوهُ بِصَالِحِ الْأَعْمَالِ

یقیناً تمہارے پاس خدائے ذوالجلال، رب متعال کے پاس سے ایک رسول آچکا ہے لہذا اس کی باتوں کو تسلیم کرو، نیک اعمال بجالانے کے لیے۔

(۳) وانصروا احمداً فان من اللہ ۛ رداء علیہ غیر مدال

اور احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی حمایت و نصرت کرو اس لیے کہ ان کے اوپر اللہ کی رحمت کی وہ چادر ہے جو ان سے کوئی نہیں چھین سکتا کوئی ان پر غلبہ نہیں پاسکتا وہی غالب آکر رہیں گے۔

(۶۱)

تخریج:

شرح الکافیہ ۲/۲۵۲
خزانۃ الادب ۱۱/۹

کتاب سیبویہ ۱/۴۷۸
مجمع البیان ۱/۱۲۳، ۵/۲۳۷

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے فرمایا۔
یہ شعر ”بحر الوافر“ میں ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی

(۱) محمد تفد نفسک کل نفس اذا ماخفت من امر تبالا

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر آپ کو کسی تباہی اور دشمنی کے امر کا خوف دامن گیر ہو تو آپ فکر نہ کریں ہر فرد آپ پر اپنی جان قربان کرنے کے لیے تیار ہے۔

بغدادی نے خزانۃ الادب ۱۱/۹ اور ہشام نے شرح الشذور میں کہا ہے کہ اس شعر کے خالق حضرت ابوطالبؑ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم محترم ہیں۔

(۶۲)

تخریج:

الدَّرَّةُ الْغُرَّاءُ - ۱۴۰

شرح ابن ابی الحدید ۴ / ۲۹۴ -

غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب ص ۱۴۰

یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

وَقَالَ فَيَمْنَنْ قَتْلَ رَفِيقِهِ لِأَجْلِ حَبْلِ

اور حضرت ابوطالب ؑ نے اس کے بارے میں کہا جس نے اپنے رفیق کو ایک رسی کی خاطر اپنے عصا سے

مار ڈالا۔

ایک رسی کی خاطر قتل

(۱) أَمِنْ أَجْلِ حَبْلِ ذِي رِمَامٍ عَلَوْتُهُ بِمَنْسَأَةٍ قَدْ جَاءَ حَبْلٌ وَاحِبِلْ

کیا ایک بوسیدہ رسی کی خاطر تم نے اس شخص کو قتل کر دیا اپنے عصا کے ذریعے اب یہ رسی تو گلے کا پھندا بن جائے گی۔

(۲) هَلِّمِ إِلَى حَكَمِ ابْنِ صَخْرَةَ اللَّهِ سِيحْكُمُ فِيمَا بَيْنَنَا ثُمَّ يَعْدِلْ

تم آؤ ہم چلیں حکم ابن صخرہ کی طرف وہی ہمارے درمیان فیصلہ کرے گا پھر وہ عدل سے کام لے گا

ابن صخرہ سے مراد ولید بن مغیرہ ہے اور حضرت ابوطالبؑ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ وہ اُن کے ماموں کا بیٹا ہے ابن ابی الحدید نے کہا ہے کہ ولید بن مغیرہ ذی الجواز میں بیٹھتا تھا اور عکاظ کی جنگوں میں عربوں کے درمیان فیصلے کیا کرتا تھا اور بنی عامر بن لوی کا ایک شخص بنی عبدمناف بن قصی کے کسی شخص کے ساتھ ہم سفر ہوا ایک رسی کے بارے میں ان میں گفتگو چھڑ گئی اس نے عصا اٹھا کر اسے قتل کر دیا اور اس کا خون بہنے لگا ابوطالبؑ بن عبدالمطلب اس کی خاطر اٹھے اور قاتل کو ولید بن مغیرہ کے پاس لے آئے اس نے پچاس قسمیں کھائیں کہ اس نے اس شخص کو قتل نہیں کیا ہے اسی واقعے کو بیان کرنے کے لیے حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار کہے ہیں۔

(۶۳)

تخریج:

النهاية لابن اثیر فی غریب الحدیث والاثر ۵/ ۱۶۲

حضرت ابوطالبؑ رسول اکرم ﷺ کی مدح میں فرمایا۔ اور ان کی نصرت کے لیے کہا۔
یہ اشعار ”بحر بسیط“ میں ہیں۔

حمایت کا برملا اعلان

حتى يجادلکم عنه وحاوہ شیب صنادید لا تذعرهم الأسل

یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ کے بارے میں بڑے بڑے سردار تم سے جھگڑا کریں سفید بالوں والے
بڑے سورما اور بہادر جنھیں تلوار اور نیزے خوف زدہ نہیں کر سکتے۔

الوحواح۔ سردار، رئیس۔ صنادید اس کا واحد صندیہ ہے بہادر سردار
الاسل۔ نیزہ اور ہر تیز اور پتلا لوہا مثلاً تلوار اور چھری وغیرہ۔

(۶۴)

التخریج:

شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۰

ابن اسحاق نے کہا پھر قریش نے یہ جان لیا کہ حضرت ابوطالبؑ نے انکار کر دیا ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے ہرگز ہاتھ نہ کھینچیں گے اور نہ ہی انھیں قریش کے سپرد کریں گے اور انھوں نے دیکھا کہ ابوطالبؑ نے اجماع کر لیا ہے کہ وہ قریش کی مفارقت اور ان سے عداوت مول لیں گے تو وہ عمارہ بن ولید بن مغیرہ مخزومی کو لے کر گئے اور وہ قریش کا نہایت حسین و جمیل جوان تھا۔ انھوں نے کہا اے ابوطالب یہ عمارہ بن ولید ہے قریش کا سب سے زیادہ خوب صورت اور شان دار جوان تم اسے لے لو اور اپنا بیٹا بنا لو یہ تمہارے حوالے ہے اور اپنے اس بھتیجے کو ہمارے سپرد کر دو جس نے تمہارے دین اور تمہارے آباء و اجداد کے دین کی مخالفت کی ہے اور اپنی قوم کی جماعت سے علیحدہ کر دو تا کہ ہم اسے قتل کر دیں وہ ایک شخص کے بدلے میں ایک شخص ہوگا۔

فَقَالَ أَبُو طَالِبٍ وَاللَّهِ مَا أَنْصَفُونِي وَلَا أَنْصَفْتَنِي وَلَكِنَّكَ قَدْ أَجْمَعْتَ عَلَيَّ خِيْلَانِي وَمُظَاهَرَةَ الْقَوْمِ عَلَيَّ فَاصْنَعْ مَا بَدَا لَكَ.

تو حضرت ابوطالبؑ نے کہا خدا کی قسم نہ انھوں نے انصاف کیا اور نہ ہی تم نے مجھ سے انصاف کیا بلکہ تم تو مجھے بے یار و مددگار کرنے کے لیے مجتمع ہوئے ہو اور تم نے قوم کو میرے خلاف کر دیا ہے اب جو بھی تمہارا جی چاہے کرو۔

سیرۃ ابن اسحاق/۱۵۲، طبقات ابن سعد، ج ۱/۱۳۴، انساب الاشراف ۱/۲۳۱ تاریخ طبری ۲/۲۲۰،

مجمع البیان ۴/۲۸۷

ابن اسحاق نے کہا کہ اس وقت قوم (قریش) ان سے علاحدہ ہو گئی اور ان میں کینہ پرورش پانے لگا اور انھوں نے ایک دوسرے کو بلانا اور پکارنا شروع کر دیا اور مسلمانوں میں سے جن لوگوں نے حضرت محمد ﷺ کا اتباع کیا تھا ان کے خلاف قبائل کو ابھارنے اکسانے اور جنگ پر آمادہ کرنے لگے اور ان میں ہر قبیلہ جو دوسرے کے خلاف تھا وہ مسلمانوں کو تکلیفیں پہنچانے لگا اور انھیں دین کے معاملے میں آزمائشوں میں ڈال دیا اور اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو ان کے چچا کے ذریعے مدد و نصرت فراہم کی اور حضرت ابوطالبؑ بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کے مابین کھڑے ہوئے جب یہ دیکھا کہ قریش کا یہ رویہ ہے تو پھر انھیں رسول اللہ کی حمایت و نصرت کی دعوت دی اور ان کے سامنے سینہ سپر ہونے کے لیے انھیں تیار کیا لوگ حضرت ابوطالبؑ کے گرد جمع ہو گئے اور ان کے ساتھ قیام کا اعلان کر دیا اور حضرت ابوطالبؑ نے جس امر کی جانب بلایا تھا اسے لبیک کہا کہ وہ رسول اللہ کا دفاع کریں گے سوائے ابولہب کے اس نے انکار کر دیا وہ ان کے ساتھ اس معاملے میں شریک نہیں ہوا حضرت ابوطالبؑ اس کی طرف اشعار کے ذریعے پیغام بھیجتے رہے اور اسے نصرت کے لیے دعوت دیتے رہے اسی کے بارے میں اشعار کہے جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

یہ شعر ”بحر الوافر“ میں ہے۔

ابولہب کا کردار

(۱) حدیث عن ابی لہب اتانا و کانفہ علی ذاکم رجال

ابولہب کی جانب سے ہم تک یہ بات پہنچی ہے کہ تم میں سے کچھ لوگوں نے اس کی حمایت کی ہے اس بارے میں اس کا ساتھ دیا ہے۔

(۶۵)

تخریج:

لسان العرب - ماڈہ ثوب

امام شافعی نے حضرت ابوطالبؑ کی شان میں کہا ہے۔

یہ شعر ”بحر طویل“ میں ہے۔

امام شافعی مداح ابوطالب

مُشَابَّاً لِّأَفْعَاءِ الْقَبَائِلِ كُلِّهَا تَخْبُّ إِلَيْهِ الْيَعْمَلَاتُ الذَّوَامِلُ

تمام قبائل کے معاملات کی اصلاح کے لیے حضرت ابوطالبؑ کی ذات پناہ گاہ ہے، سب اُن کے پاس اس مقصد کے لیے آتے ہیں یکجا ہوتے ہیں اپنی اپنی تیز رفتار سواریوں پر اُن کے پاس مجتمع ہوتے ہیں اور وہ اُن کے درمیان فیصلے کرتے ہیں۔ اس لیے کہ وہ سید البطحاء ہیں۔

اليَعْمَلَاتُ الذَّوَامِلُ وہ نائقے جو تیز تیر سفر طے کرتے ہیں۔

قافیۃ المیم

(۶۶)

تخریج:

سیرۃ ابن ہشام ۱/ ۲۲۵،
شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۱
البدایۃ والنہایۃ (ابن کثیر) ۳/ ۹۳
اور کچھ ابیات سیرۃ ابن اسحاق میں ہیں ۱۶۴
الغدیۃ ۷/ ۳۹۲
اور یہ اشعار مطبوعہ دیوان میں نہیں ہیں۔ البتہ دیوان ابی طالب عم النبی مرثیہ الدکتور محمد تونسجی ناشر
دار الکتاب العربی کے ص (۷۸/ ۷۹) پر ہے اور یہ کل نو شعر ہیں۔

یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

ابولہب کو دعوت حق اور نصیحت

حضرت ابوطالب ؑ ان اشعار کے ذریعے ابولہب کو نہایت نرم لہجے میں نصرت کی دعوت دے رہے ہیں۔

(۱) وَاِنَّ اَمْرًا اَبُو عُتَيْبَةَ عَمَّه لَفِي رَوْضَةٍ مَا اَنْ يُسَامَ الْمِظَالِمَا

ابوعتیبہ ابولہب کی کنیت ہے۔

اور ایک شخص جو ابو عتیبہ (یعنی ابولہب) کے نام سے موسوم ہے اور رسول اکرم ﷺ کا چچا ہے اگر وہ ظلم و ستم سے باز آجائے اور مخالفت نہ کرے تو وہ خوش بختی کے سرسبز باغ میں ہوگا۔ عیش و آرام کی زندگی بسر کرے گا۔ سورہ روم کی آیت ۱۵ میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے:

فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَهُمْ فِي رَوْضَةٍ يُحْبَرُونَ ﴿١٥﴾

لیکن جو لوگ ایمان لائے اور اعمالِ صالحہ بجالائے وہ باغِ جنت میں شاداں و فرحاں رکھے جائیں گے۔

(۲) اقول له واين منه نصيحتي أبا معتبٍ ثبَّت سوادك قائما

میں ابولہب سے کہہ رہا ہوں لیکن وہ کہاں میری نصیحت کو ماننے والا ہے؟ میں کہوں گا کہ اے ابو معتب تم اپنی شخصیت کا پاس کرو اور اپنی ہستی کو باقی رکھو ایسا کام نہ کرو جس سے تمہاری ذات مجروح ہو۔

(۳) ولا تقبلن الدهر ماعشت خطئة تُسبُّ بها إِمَّا هَبَطَتِ الْمَوَاسِمَا

اور تم ہرگز ہرگز قبول نہ کرنا زمانے سے جب تک زندہ ہو کسی قسم کی جہالت کو جس کی وجہ سے تمہیں دشنام دی جائے یا تم کسی اجتماع میں جاؤ تو تمہیں کسی خفّت اور خجالت کا سامنا ہو۔

(۴) وَ وَلِّ سَبِيلَ الْعِجْزِ غَيْرِكَ مِنْهُمْ فَإِنَّكَ لَمْ تُخْلَقْ عَلَى الْعِجْزِ لِأَزْمَا

کتابِ حجۃ میں ”منہم“ کی جگہ ”فیہم“ ہے۔ اور ”لازما“ کی جگہ ”دائما“ ہے اور تم عاجزی اور درماندگی کا راستہ دوسروں کے لیے چھوڑ دو جن کا تعلق تمہارے غیر سے ہے۔ اس لیے کہ تم عاجزی و درماندگی کے لیے خلق نہیں کیے گئے کہ تم اس سے چمٹے رہو اور اپنے لیے لازم کر لو۔

(۵) وَ حَارِبَ فَإِنَّ الْحَرْبَ نَصْفٌ وَلَنْ تَرَى أَخَا الْحَرْبِ يُعْطَى الْخُسْفَ حَتَّى يَسَالِمَا

اور تم دشمنوں کا ساتھ دینے کے بجائے اُن سے جنگ کرو کیوں کہ جنگ کرنا ہی عدل و انصاف کا تقاضا ہے اور تم ہرگز یہ نہ دیکھو گے کہ جنگ جو ذلت و خواری سے دو چار ہو جب تک وہ ہتھیار نہ ڈال دے۔

النَّصْفُ: الانصاف والعدل، انصاف وعدل، الخُسْفُ: الذُّلُّ ذلت و خواری

(۶) و کیف ولم یجنوا علیک عظیمۃ و لم یخذلوك غائماً أو مُغارِماً

اے ابولہب تم اپنے خاندان والوں کی مخالفت کیوں کر رہے ہو جب کہ انھوں نے تمہارے ساتھ کوئی ناروا سلوک روا نہیں رکھا اور نہ ہی انھوں نے تمہارا ساتھ چھوڑا ہے خواہ فائدہ ہو یا نقصان ہر حال میں تمہارا ساتھ دیا ہے۔

(۷) جزى الله عنا عبد شمس و نوفلا و تیما و مخزوماً عقوباً و ماثماً

اللہ تبارک و تعالیٰ بنی عبد شمس بنی نوفل بنی تیم اور بنی مخزوم کو ان کے گناہوں اور نافرمانیوں کی سزا ضرور دے گا جو انھوں نے ہمارے ساتھ سلوک روا رکھا تھا یعنی انھیں ان کی بدسلوکی اور نافرمانیوں کا بدلہ ضرور ملے گا۔

(۸) بتفریقهم من بعد وُدِّ وُلفۃٍ جماعتنا کیما یَنَالُوا المحارماً

ان لوگوں نے ہماری مؤدّت و الفت کا عہد و پیمان کرنے کے بعد اس سے انحراف کیا اور پراگندہ ہو گئے اور ہماری جماعت سے علاحدگی اختیار کر لی تاکہ وہ ہمیں نقصان پہنچا سکیں۔

(۹) کدبتہم و بیت الله نبزی محمداً ولما تروا يوماً لدى الشعب قائماً

اللہ کے گھر کعبہ اقدس کی قسم! تم نے جھوٹ کہا کہ ہم حضرت محمد ﷺ کو تمہارے حوالے کر دیں گے اور وہ مغلوب ہو جائیں گے اور شعب کے نزدیک تمہیں ہمارا سامنا نہ کرنا پڑے گا۔ ہم ہر صورت میں آنحضرتؐ کا دفاع کریں گے وہ غالب رہیں گے اور کبھی بھی مغلوب نہ ہوں گے۔

(۶۷)

تخریج:

دیوان مطبوعہ ۱۵/۱۶ وغایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب۔ محمد خلیل خطیب۔ ص ۱۴۳

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے یہ قصیدہ خاندان بنی ہاشم کے قبیلے کی مدح سرائی کرتے ہوئے کہا ہے جس میں اُن کی شجاعت کا تذکرہ ہے نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر جمیل بھی ہے جب بنی ہاشم نے قریش سے کیے گئے مقاطعہ کی دستاویز کے لیے آواز بلند کی۔
یہ اشعار ”بحر متقارب“ میں ہیں۔

خاندانِ نبی ہاشم کی مدح سرائی

(۱) سقى الله رهطاً هم بالحجون قيام وقد هَجَعَ النُّومُ

اے اللہ تو ایسے گروہ کو اپنی رحمتوں سے سیراب کر دے جو حجون میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نصرت و حمایت کے لیے قیام کر رہے ہیں اور صحیفہ کو باطل کرنے کی کوششوں میں مصروف ہیں جو قریش نے مقاطعہ کے لیے تحریر کیا تھا جب کہ دوسرے لوگ خواب غفلت میں پڑے ہوئے تھے۔

رہط۔ دس سے کم کی جماعت۔ حجون مکہ کی مشہور پہاڑی ہجج۔ رات کو سونا۔

قرآن میں ہے:

كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ الْإِنسَانِ مَا يَهْجَعُونَ ﴿۱۵﴾ (الذاریات)

وہ رات کے تھوڑے سے حصے میں سویا کرتے ہیں۔

(۲) قَضَوْا مَا قَضَوْا فِي دُجَى لَيْلِهِمْ وَ مُسْتَوِيسُنِ النَّاسِ لَا يَعْلَمُ

بنی ہاشم کے لوگوں نے رات کے اندھیرے میں جو فیصلہ کرنا تھا کر لیا جب کہ دوسرے لوگ جو اونگھ رہے تھے انھیں معاملہ کی کچھ خبر نہ تھی کہ کیا ہو رہا ہے۔
استوسن۔ اخذہ النعاس اسے اونگھ آگئی۔

(۳) بَهَالِيلِ غُرِّ لَهُمْ سُورَةُ يِدَاوِي بِهَا الْاَبْلَجُ الْمُحْرَمُ

یہ فیصلہ کرنے والے بنی ہاشم کے وہ عالی وقار اور ذمہ دار سردار تھے جن میں تمام محاسن جمع تھے ان کی یہ منزلت ہے کہ ان کے ذریعے عاجز و محروم لوگوں کا مدد ہوتا ہے۔
بہالیل بہلول کی جمع وہ سردار جس میں تمام خوبیاں یکجا ہوں
غُرِّ اغر کی جمع ہے۔ قوم کا سردار سورۃ۔ منزلت ابلج۔ جن کی بھنویں چھدری ہوں بعض مصادر میں
الابلح المجرم ہے۔ تھکا ہوا مجرم۔

(۴) كَشْبِهِ الْمَقَاوِلِ عِنْدَ الْحِجْوِ نِ بَلْ هُمْ اَعَزُّ وَ هُمْ اَعْظَمُ

بنی ہاشم کے یہ بہادر، دلیر اور سردار ایسے ہیں جیسے حجون کے نزدیک ملوک و سلاطین ہوں بلکہ یہ لوگ تو اپنی سطوت عظمت اور شان و شوکت میں ان سے زیادہ صاحب فضیلت اور عظیم منزلت کے حامل ہیں۔
المقاویل۔ الملوک

(۵) لَدَى رَجُلٍ مُرْشِدٍ اَمْرَهُ اِلَى الْحَقِّ يَدْعُو وَ يَسْتَعِصِمُ

ایسی ہستی کے نزدیک جو راہنما ہے وہ حق کی دعوت دے رہا ہے وہ اپنے کردار سے انھیں حق کی دعوت دے رہا ہے زبان سے نہیں اور اپنے اخلاق سے لوگوں کو متاثر کر رہا ہے اور پناہ کا طلب گار ہے۔

(۶) فَلَوْلَا حَذَارِي نَشَا سُبَّةٍ يَشِيدُ بِهَا الْحَاسِدُ الْمُفْعِمُ

اگر اچھی یا بری خبر پھیل جانے کا خوف دامن گیر نہ ہوتا جسے حسد کرنے والا جو غم و الم سے بھرا ہوتا ہے وہ خوب بڑھا چڑھا کر بیان کرتا ہے۔

نشا۔ کسی کے بارے میں خبر دینا خواہ اس کا تعلق اچھائی سے ہو یا برائی سے

حذارى۔ خوف کرنا۔ سُبَّةُ العار۔ شرم و حیا

أَشَادَ بِذِكْرِهِ: رفعه بِالثَّنَاءِ عَلَيْهِ۔ اس کی تعریف کر کے اسے رفعت عطا کی۔ مُفْعَم۔ غم و الم سے

بھرا ہوا

(۷) ورهبة عار على أُسْرَتِي إذا ما اتى أرضنا الموسِمُ

اور جو لوگ حج بیت اللہ کے لیے دور دراز سے سفر کر کے آتے ہیں اگر ان لوگوں کے سامنے خاندان کی عزت کا مسئلہ نہ ہوتا اور وہ اپنی شان و شوکت سے خوف زدہ نہ ہوتے۔

الرهبة۔ خوف، ڈر، موسم حج کا اجتماع اور مکے کے بازار کے لیے بھی بولا جاتا ہے اس کی جمع مواسم

ہے۔

(۸) لتأبعته غير ذى مرية وَ لَوْ بَيْنِي ذُو الرِّغْمِ وَالْمَحْرَمِ

تو اس میں کسی شک کی گنجائش نہیں ہے کہ بہت سے لوگ آنحضرت کی آواز پر لبیک کہتے اور ان کی پیروی کرتے چاہے پسند نہ کرنے والوں اور حاجیوں کو کتنا ہی ناگوار گزرتا۔

بعض مصادر میں وَلَوْ سِئِ ذُو الرِّائِي ہے یعنی رائے رکھنے والوں کو جو اپنی مرضی کے مالک ہیں۔

(۹) كَقَوْلِ قَصِي الا اقصروا ولا تَزَكَّبُوا ما به البائم

حضرت ابوطالب قصی کے قول کو پیش کر رہے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ذرا توقف کرو، رک جاؤ اور ایسے امر کی جانب قدم نہ بڑھاؤ جہاں گناہ کی دلدل میں پھنس جانے کا اندیشہ ہو۔

(۱۰) فاننا بمكة قدماً لنا به العز والخطر الاعظم

اور جہاں تک ہمارا تعلق ہے تو زمانہ قدیم سے مکہ مکرمہ میں ہماری عزت کی جاتی ہے ہمارا احترام ملحوظ رکھا

جاتا ہے اور ہم عظیم منزلت کے حامل ہیں۔

(۱۱) وَمِنْ يَكُ فِيهَا لَهُ عِزَّةٌ حَدِيثًا فَعِزُّنَا الْأَقْدَمُ

اور اگر کوئی ایسا ہو جسے اس نئے زمانے میں عزت و احترام مل گیا ہو لیکن ہماری عزت و عظمت تو قدیمی زمانے سے چلی آرہی ہے ہمارا خاندان ہمیشہ سے بڑائی اور بلندی کے مینار پر نظر آ رہا ہے اس نے یہ احترام کوئی نیا حاصل نہیں کیا ہے۔

(۱۲) وَ نَحْنُ بَبِطْحَاءِهَا الرَّاْسُو ن وَالْقَائِدُونَ وَمِنْ يَحْكُمُ

اور ہم ہی بطحاء (مکہ) کے ثابت قدم لوگ قدیمی باشندے ہیں اور قیادت اور سیادت ہمارے ہی پاس ہے اور ہم ہی لوگوں کے مابین حکم (فیصلہ کرنے والے) کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۱۳) نَشَانَا فَكُنَّا قَلِيلًا بِهَا نَحْيِي وَكُنَّا بِهَا نَطْعَمُ

ہم جب پروان چڑھ رہے تھے تو زمانہ قدیم سے ہم مکہ میں قلیل تعداد میں رہے ہیں لیکن ہم سب سے بہتر انداز اور سب سے اعلیٰ کردار کے ساتھ رہے ہیں اور ہم ہی وہ ہیں جو لوگوں کو پناہ دیتے ہیں اور ہم وہ لوگ ہیں جو کھانا کھلایا کرتے ہیں۔

در اصل اس شعر میں اشارہ ہے حضرت ہاشم کی طرف جو ضیافت کرنے اور کھانا کھلانے میں مشہور تھے۔

سلسلہ آباء النبی میں السید احمد الواحدی نے تحریر کیا ہے کہ حضرت ہاشم سخی اور نہایت باہمت اور جری انسان تھے وہ تنگ دست اور کمزور لوگوں سے غافل نہ تھے جب مکہ میں قحط کا سامنا کرنا پڑا اور باشندگان مکہ بھوک اور کھانے کی کمی سے دوچار ہوئے تو آپ اپنے اہل و عیال کے ساتھ سرزمین فلسطین تشریف لے گئے اور وہاں سے آٹا اور کھانے کے اشیاء لے کر مکہ واپس آئے اور روٹیاں پکوا کر اور بکریوں کا گوشت مہیا کر کے لوگوں کے لیے کھانے کا اہتمام کیا اور وہ شور بے میں روٹیاں چور کر کے لوگوں کو کھلایا کرتے تھے اور کعب (گھی شکر اور دودھ میں روٹیاں پکا کر) کھلایا کرتے تھے۔ اسی لیے ہاشم کے لقب سے نوازے گئے۔ (سلسلہ آباء النبی ص ۲۷۱)

بحار الانوار ج ۱۵ ص ۳۸ پر ہے کہ جب ذی الحجہ کا چاند نظر آتا تھا تو حضرت ہاشم لوگوں کو کعبہ کے گرد جمع

ہونے کا حکم دیتے تھے اور اُن سے خطاب فرماتے:

معاشر الناس انکم جیران اللہ...

اے لوگو تم اللہ اور اس کے گھر کے ہمسائے ہو اس مہینہ میں بیت اللہ کی زیارت کرنے والے حاجی حضرات تشریف لائیں گے وہ اللہ کے مہمان ہوں گے اور مہمانوں کی تکریم لازمی ہے اللہ نے تمہیں یہ شرف عطا کیا ہے۔ حضرت ہاشم چڑے کے حوض بنواتے تھے اور اس میں زمزم کا پانی ڈال دیتے تھے اور ہر طرف پانی کا وافر انتظام کرتے تھے اور اُن کا یہ طریقہ تھا کہ ترویہ کے دن سے پہلے انہیں کھانا کھلاتے تھے اور منیٰ سے عرفہ تک ان کے لیے طعام کا بندوبست کرتے تھے ان کے لیے گوشت لگتی اور کھجور کا اہتمام کرتے تھے اور جب لوگ منیٰ سے واپس آتے تھے تو انہیں دودھ پلانے کا انتظام کرتے تھے۔

(۱۴) اذا عض ازم السنین الانا م وحب القتار بها المعدم

جب قحط سالی کی شدت کے سبب لوگ پریشان حال تھے ان کی زندگی دشوار تھی اور فقیر و محتاج لوگ اس دھویں کو دیکھنا چاہتے تھے جو کھانا پکاتے وقت بلند ہوتا ہے۔

عض۔ دانتوں سے کاٹنا۔ ازم شدت السنین۔ قحط سالی

القتار۔ (کھانا پکاتے وقت آگ سے جو دھواں بلند ہوتا ہے۔ المعدم۔ فقیر، محتاج

(۱۵) نمائی شیبہ ساقی الحجیہ ج و مجد منیف الذریٰ معلّم

حضرت ابوطالبؑ فرماتے ایسے قحط کے زمانے میں وہ میرے والد گرامی شیبہ الحمد حضرت عبدالمطلب تھے جنہوں نے حاجیوں کے لیے کھانے پینے کا اہتمام، انتظام اور انصرام کیا تھا اور یہ شرف فضیلت اور عظمت ظاہر و باہر ہے کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے۔

نمائی، رفعنی، مجھے رفعت عطا کی، منیف، مرتفع، بلند۔ الذریٰ، ذر وہ کی جمع ہے بلند منزلت، معلّم، واضح

عبدالمطلب قریش کے سردار تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں جو شرف عطا کیا تھا وہ کسی کو نہیں ملا تھا وہ قحط سالی کے دوران لوگوں کو کھانا کھلاتے تھے یہاں تک کہ پرندوں کو بھی کھلایا کرتے تھے اور پہاڑوں میں وحشی جانوروں کے

لیے بھی کھانے کا اہتمام کرتے تھے حضرت ابوطالبؑ نے کہا:

و نطعم حتى تأكل الطير فضلنا إذا جعلت أیدی البفیضین ترعد

اور ہم کھانا کھلایا کرتے تھے یہاں تک کہ پرندے بھی ہمارا بچا کھچا کھانا کھاتے تھے جب تنگ دستی کے سبب اسخیا اور صاحبان جو دو عطا کے ہاتھ لرزتے تھے۔

شبیبة حضرت عبدالمطلب کا نام ہے اور ان کے متعدد نام تھے جیسے شبیبة الحمد۔ ساقی الحجیج، سیّد البطحاء، ساقی الغیث، غیث الوری فی العام الجذب (قحط سالی کے دوران کائنات کے لیے باران رحمت) ابو السادة العشرة، حافر زمزم (بحار الانوار ۱۵/۱۶۳)

سقایہ کا عہدہ بنی ہاشم سے مخصوص تھا اور یہ لوگ حاجیوں کو ایسا پانی پلاتے تھے جس میں کشمش کی آمیزش ہوتی تھی۔

حضرت عبدالمطلب نے بتوں کی عبادت کا انکار کیا اور اللہ وحدہ لا شریک کی عبادت کو اپنایا انھوں نے نذر پوری کی اور ایسے طریقے رائج کیے جو اللہ تعالیٰ نے آیات قرآنی کے ذریعے واضح کیے ہیں۔ نذر کا پورا کرنا، سو اونٹ دیت میں دینا، محرم سے نکاح نہ کرنا، گھروں میں پشت سے نہ آنا، چور کے ہاتھ کاٹنا۔ لڑکیوں کو زندہ درگور نہ کرنا۔ شراب سے نفرت، زنا کو حرام کرنا، اس کی حد جاری کرنا عریاں طواف نہ کرنا، پاک مال سے حج کرنا، مہمان نوازی کرنا، محترم مہینوں کی تعظیم کرنا وغیرہ۔

(۶۸)

تخریج:

شرح ابن ابی الحدید ۳۲/۳۱۳،
بحار الانوار ۳۵/۹۲
الحدیث ۱۹۶-۱۹۷
الحدیث ۲۸-۲۹
اور کچھ اشعار حماسہ/۱۶ اور مناقب ۱/۶۳ میں ہیں

ان اشعار میں حضرت ابوطالبؑ اپنے خاندان اور قبیلے کے ان لوگوں سے مخاطب ہیں اور ان کی ہجو کی ہے جنہوں نے مقاطعہ کی تحریر کے لیے کوشش کی تھی اور اس امر کو محکم کیا تھا۔
یہ اشعار ”بحر الوافر“ میں ہیں۔

مقاطعہ کی تحریر میں حصہ لینے والوں کی ہجو

(۱) أَرِقْتُ وَ قَدْ تَصَوَّبَتِ النَّجُومُ وَ بِتُّ وَ مَا تُسَالِبُكَ الْهُمُومُ
میں ساری رات بیدار رہا جب کہ ستارے نیچے آ رہے تھے اور میں نے رات اس حال میں بسر کی کہ غم و الم سے میری جنگ ہوتی رہی۔

کتاب الحدیث میں ”و ما تسالیک“ کی جگہ ”لا تسالیک“ ہے۔ ارق - رات کے وقت نیند کا اڑ جانا۔ اچاٹ ہو جانا۔ تصوب۔ نیچے اتر آئے، تسالم۔ صبح و سالم رکھنا

(۲) لَظْمٌ عَشِيرَةٌ ظَلَمُوا وَعَقُّوا وَغَبُّ عَقُوقِهِمْ كَلًّا وَخِيْمٌ

اس خاندان اور قبیلے کی وجہ سے جو ظلم ڈھانے اور کہنا نہ ماننے پر تلا ہوا ہے اور ان کی نافرمانی کا انجام اس گھاس (چارہ) جیسا ہے جس کا کھانا مضر صحت ہوتا ہے۔

(۳) هُمِ انْتَهَكُوا الْمُحَارِمَ مِنْ اَخِيهِمْ وَلَيْسَ لَهُمْ بَغِيرُ اخٍ حَمِيمٍ

یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے بھائی کی حرمت کو پامال کیا ہے اور اُسے اپنے لیے مباح قرار دیا ہے جب کہ ان کی یہ کیفیت ہے کہ وہ خود اپنا دفاع نہیں کر سکتے اور غیر سے حفاظت کے طلب گار ہیں۔
انتہکوا المحارم۔ حرام کا ارتکاب کیا ہے اور محارم محرمہ کی جمع ہے

(۴) اِلَى الرَّحْمَنِ وَالْكَرَمِ اسْتَنْذَمُوا وَكُلٌّ فَعَالِهِمْ دَنْسٌ ذَمِيمٌ

ان لوگوں نے وہ کام انجام دیا ہے جو رحمن اور اس کے کرم کے نزدیک قابل مذمت ہے بلکہ اُن لوگوں کا ہر اقدام اور ہر کام عیب دار اور لائق مذمت ہے اس کی جتنی مذمت کی جائے کم ہے۔

(۵) بَنُو تَيْمٍ تَوَارِثَهَا هُصَيْصٌ وَ مَخْزُومٌ لَهَا مَنَا قَسِيمٌ

بنو تیم وہ ہیں جن کے عمل کو ھصیص نے ناپسند کیا اور اس کی مذمت کی ہے اور بنی مخزوم نے بھی۔ وہ ہمارے حصہ دار ہیں۔

ھصیص تصغیر ہے قریش کے ایک قبیلے کا باپ اور وہ ھصیص بن کعب بن لوی بن غالب ہے (الصحاب ۱۰۶۲/۳) ھصیص یہ ابو مرہ کا بھائی تھا اور اس کی ماں مختبہ بنت شیبان تھی بنو تیم قریش کا ایک قبیلہ تیم بن مرہ ہے جس سے حضرت ابو بکر کا تعلق ہے اور تیم بن غالب بن فہر اور تیم بن قیس بن ثعلبہ بن عکابہ بھی مراد ہو سکتا ہے۔

(۶) فَلَا تَنْهَى غَوَاةَ بَنِي هُصَيْصٍ بَنُو تَيْمٍ، وَكُلُّهُمْ عَدِيْمٌ

ہم بنی ھصیص کے گم راہ لوگوں کو جن میں بنی تیم بھی ہیں منع نہیں کرتے اس لیے کہ سب کے سب احمق اور پر لے درجے کے بے وقوف لوگ ہیں۔

”غواة“ غاوی کی جمع ہے گمراہ لوگ، عَدِیْم: احمق

(۷) و محزوم اقل القوم حلماً اذا طاشت من العدة الحلوم

جب لوگوں میں عقل و خرد کا فقدان ہو جاتا ہے تو ان میں بنی محزوم سب سے کم عقل اور کج فہم نظر آتے ہیں ان لوگوں میں حماقتیں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہیں عقل و خرد کے اعتبار سے بالکل پیچھے ہیں۔

محزوم قبیلہ کا نام ہے۔ حلماً عقل اور اس کی جمع حلوم ہے طاشت تیر کا نشانے سے خطا کرنا اور اوچھاپن۔ جھنجھلاہٹ طاش فلان، ذہب عقلہ اس کی عقل جاتی رہی۔

محزوم بن یثیث قریش سے تعلق تھا زمانہ جاہلیت والوں کا جد ان کا مورث اعلیٰ اس کی نسل سے سعید بن المسیب تابعی ہیں۔

بعض مصادر میں من العدة کی جگہ من الوردہ۔ وردہ کے معنی حماقت کے ہیں۔

(۸) اطاعوا ابن المغيرة و ابن حرب كلا الرجلين مُتَّهِمِ مَلِیم

ان لوگوں نے ولید بن مغیرہ اور ابوسفیان بن حرب کی اطاعت کا دم بھر لیا ہے اس کے زیر نگیں ہو گئے ہیں اور یہ دونوں افراد تہمت یافتہ اور قابل مذمت اور لعنت و ملامت ہیں ان پر طرح طرح کے الزام لگائے جا چکے ہیں یہ لوگ قابل اعتبار اور لائق بھروسہ نہیں ہیں۔

ابن المغیرہ سے مراد ولید بن المغیرہ ہے اور ابن حرب سے مراد ابوسفیان بن حرب ہے۔

متہم جس پر تہمت لگی ہو۔ مَلِیم۔ ایسا عمل انجام دے جو قابل مذمت و لعنت و ملامت ہو۔

(۹) و قالوا خطئة جوراً و مُحَقّاً و بعض القول ابلج مستقیم

انھوں نے ظلم ڈھائے اور ستم کیے اور حماقت کی خاطر جہالت کی باتیں کی ہیں اور ان کی کچھ باتیں واضح اور درست بھی ہیں۔

الخطئة۔ جہالت مشکل معاملہ، ابلج۔ واضح

(۱۰) لنخرج هاشما فيصير منها بلاع بطن زمزم والحطيم

کہ ہم مکہ مکرمہ سے بنی ہاشم کو نکال کر باہر کر دیں اور زمزم اور حطیم کو چٹیل میدان کی طرح بنا دیں یعنی اس کے آثار کو مٹا دیں یہ جو حج بیت اللہ کا مرکز ہے اسے ختم کر دیں۔

بعض مصادر میں ہے ”بطن مکہ والحطیم“ البلقع، چٹیل میدان جہاں کچھ بھی نہ ہو حطیم، دیوار کعبہ، حجر اور مقام ابراہیم کے درمیان کا حصہ جو ۲۵ ہاتھ ہے اس کو حطیم اس لیے کہتے ہیں کہ یہ گناہوں کو گرا دیتا ہے مٹا دیتا ہے، جو اس کی جھوٹی قسم کھائے گا اس کا دین جاتا رہے گا۔

ابوسفیان کے حالات

وہ ابوسفیان صخر بن حرب بن امیہ بن عبد شمس ابن عبد مناف بن قصی قرشی اموی ہے اس کی کنیت ابو حنظلہ ہے وہ واقعہ فیل سے دس سال قبل پیدا ہوا اور فتح مکہ کی رات مسلمان ہوا وہ غزوہ طائف اور حنین میں شریک ہوا نبی اکرم ﷺ نے حنین کی غنیمتوں میں سے اسے سوا نوٹ عطا کیے اور چالیس اوقیہ دیا طائف کی جنگ میں اس کی ایک آنکھ جاتی رہی اور دوسری یرموک میں چلی گئی وہ مدینہ میں آکر رہا اور ۸۸ سال کی عمر میں اسکی وفات ہوئی عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس سے روایت کی ہے ابن عباس اور اس کے بیٹے معاویہ نے۔

(۱۱) فَمَهْلًا قَوْمَنَا لَا تَرْكِبُونَا بِمَظْلَمَةٍ لَهَا أَمْرٌ عَظِيمٌ
اے ہماری قوم کے لوگو! ذرا توقف کرو، ٹھہر جاؤ اور ہمیں کسی غلط روش پر نہ لے جاؤ ایسے ظلم و ستم کی جانب جس کا معاملہ کافی بڑا اور اہم ہو سکتا ہے۔
شرح ابن الحدید میں امر عظیم کی جگہ ”خطب جسیم“ ہے۔

(۱۲) فِينَدَمُ بَعْضُكُمْ وَ يَنْزِلُ بَعْضٌ وَلَيْسَ بِمَفْلَحٍ أَبَدًا ظُلُومٌ
اس عمل کی وجہ سے تم میں سے کچھ لوگ شرمندہ ہو جائیں اور کچھ کو ذلت و خواری کا سامنا کرنا پڑے اور اصلاح کرنے والا ہرگز ظالم نہیں ہو سکتا۔

ظلم کے معنی ہیں وضع الشی فی غیر محلہ کسی چیز کو اصلی جگہ سے ہٹا کر دوسری جگہ رکھنا

(۱۳) فلا والرّاقصات بكل خرق الى معبور مگه لا نریم

قسم ہے دکنی چال چلنے والے اونٹوں کی ہر غیر آباد اور وسیع و عریض زمین سے مکہ مکرمہ کی آبادی کی طرف، یاد رکھو کہ ہم مکہ سے کسی حال میں جدا نہ ہوں گے ہم مکہ کو کسی اور کے رحم و کرم پر نہ چھوڑیں گے۔ ہم اس کی حمایت و حفاظت کے ذمہ دار ہیں۔

(۱۴) طوال الدهر حتى تقتلونا ونقتلكم و تلتقى الخصوم

لمبے عرصے تک یہاں تک کہ تم ہمیں قتل کر دو اور ہم تمہیں قتل کر دیں اور تمہیں دشمنوں کا سامنا کرنا پڑے اور مخالفتیں مول لینی پڑیں۔

(۱۵) ویصرع حوله منا رجال و تمنعه الخوولة والعُوم

نبی اکرم ﷺ کے گرد ہم میں سے مرد میدان اور سوراہا اپنی جانیں قربان کر دیں گے اور ان کے ماموں اور چچا اُن کی حفاظت و حمایت و نصرت کا حق ادا کریں گے۔

خَوُولَةُ، خال کی جمع ہے، ماموں عموم، عم کی جمع ہے چچا
حَوَلَةُ، جانبہ، اور اس کی ضمیر نبی اکرم ﷺ کی طرف راجع ہوتی ہے۔

(۱۶) و يعلم معشر ظلموا وعقوا بِأَنَّهُمْ هُمُ الْخَدُّ اللَّطِيمُ

اور وہ گروہ اور جماعت جس نے رسول اکرم ﷺ پر ظلم ڈھانا چاہا ان کی نافرمانی کی اور ان کے حق کا خیال نہیں رکھا اسے جان لینا چاہیے کہ وہی درحقیقت ایسا رخسار ہے جس پر طمانچہ مارا جائے گا۔ اُسے اس کے کیے کی سزا ملے گی۔

بعض مصادر میں ”الجذ اللطیم“ ہے۔ الخد، الطائفة گروہ، جماعت اللطیم، جس کے ماں باپ مر چکے ہوں۔

(۱۷) ودون محمدٍ مِنّا أُسود لها في كل معركةٍ هبیم

اور محمدؐ کے سامنے سینہ سپر ہونے کے لیے ہماری جانب سے شیر صفت سورما موجود ہیں جن کی ہر معرکے میں دھوم مچی ہوئی ہے اور ان کی بہادری اور دلیری کی داستانیں زبان زدِ خلّاق ہیں۔

اُسود اسد کی جمع ہے شیر، مراد بہادر، سورما

معرکہ، میدانِ جنگ، لڑائی جو میدانی ہو، ہبیم، ہبہبہ، شہرہ

(۱۸) وانا سوف نوردھم حیاضاً یكون شراہم منها الحمیم

اور ہم عن قریب انھیں ایسے حوض پر لے جائیں گے جہاں پر ان کی پیاس بجھانے کے لیے کھولتا ہوا پانی ہوگا۔

حیاض حوض کی جمع، الحمیم۔ کھولتا ہوا پانی

قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ مِّمَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۴۰﴾ (یونس ۴۰)

اور جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ان کے لیے کھولتا ہوا پانی ہے اور اُن کے کفر کی وجہ سے ان کے لیے دردناک عذاب مہیا ہے۔

(۱۹) ارادوا قتل احمد ظالمیہ ولیس بقتله فیہم زعیم

ان لوگوں نے حضرت احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ظالمانہ منصوبہ بنایا۔ ان کا قتل درحقیقت ظلم کرنے کے مترادف ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کرنے میں ان میں سے کوئی بھی ان لوگوں کی کفالت کرنے والا اور ضامن نہیں ہے۔

بعض مصادر میں ظالمیہ کی جگہ ”ظالموۃ“ ہے زعیم کے معنی ہیں کفیل

(۲۰) ودون محمد فتیان قوم هم العرنین والائف الضمیم

اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت و حمایت کے لیے اُن کے سامنے جوانانِ قوم ہیں جو شریف، سردار اور خالص

محبت کرنے والے افراد ہیں۔

اور بعض مصادر میں اس طرح ودون محمد منادی ہے

دن کے وقت جو بزم سچی ہو اور اجتماع قائم ہو یا حب تک وہ بزم میں موجود رہیں اسے ندی کہتے ہیں اور اسی

طرح نادی، ندوہ اور منتدی ہے

عربین۔ سید شریف کو کہتے ہیں۔ انف سردار صمیم۔ خالص بعض مصادر میں ہے۔ منادی

(۶۹)

تخریج:

سیرۃ ابن اسحاق/ ۱۶۰	شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۶،
ایمان ابی طالب/ ۶۹-۳۰	الحجۃ/ ۱۸۸-۱۸۹
کنز الفوائد/ ۸-۷۹	الغدير ۷/ ۳۳۳-۳۳۴
بحار الانوار ۳۵/ ۱۵۹، ۱۷۵،	الديوان المطبوع ۲۸-۳۱

حضرت ابوطالب عليه السلام قریش کے لوگوں کو جنگ کی تباہ کاریوں سے ڈرا رہے ہیں اور انھیں اس بات پر طعنہ دے رہے ہیں کہ وہ سب تکذیب نبی پر ایک دوسرے کی مدد کر رہے ہیں اور ساتھ دے رہے ہیں اور لوگوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے صحیح ہونے سے آگاہ کر رہے ہیں اور انھیں اجازت مرحمت فرما رہے کہ ان کی عمرت کی نصرت کریں۔

یہ اشعار ”نحر الطویل“ میں ہیں۔

دشمنوں کی منصوبہ بندی اور دفاع پیغمبر کا تذکرہ

(۱) الا ما لهم اخر الليل معتم طواني واخرى النجم لماتقحم

میں رات کے آخری حصے تک افکار و آلام میں مبتلا رہتا ہوں جو مجھے گھیرے رہتے ہیں اور آخری ستارہ بھی نظروں سے اوجھل ہونے لگتا ہے لیکن میرے غم و ہم کو تسکین نہیں ملتی۔

معتم، شامل حال، تقحم النجم، ستارہ غائب ہو گیا، الهم۔ حزن و غم طَوَانِي لَفْنِي۔ مجھے گھیرے رہتے ہیں۔

(۲) طَوَانِي وَقَدْ تَأَمَّتْ عَيُونُ كَثِيرَةٍ و سَامِرِ اُخْرٰى قَاعِدٌ لَمْ يُنَوِّمِ
میں ساری رات رنج و غم میں ڈوبا رہتا ہوں جب کہ اکثر آنکھیں نیند کی آغوش میں پرسکون رہتی ہیں اور
دوسری آنکھیں بیدار رہتی ہیں یعنی میں بیدار رہتا ہوں بیٹھ کر رات کاٹ دیتا ہوں جو فکر رسول کے سبب نیند سے
کوسوں دور رہتی ہیں۔

(۳) لَاحِلَامِ اقْوَامِ اَرَادُوا مُحَمَّدًا بَظْلَمِ وَمَنْ لَا يَتَّقِي الْبَغْيَ يُظْلَمِ
قریش کے ان خواب ہائے پریشان کے سبب اور ان بے ہودہ خیالات کی وجہ سے جو انھوں نے حضرت
محمد ﷺ پر ظلم و ستم روا رکھنے کا عزم کر رکھا ہے لیکن انھیں یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ جو شخص دوسروں پر ظلم و ستم سے
پرہیز نہیں کرتا وہ خود ظلم کا شکار ہو جاتا ہے۔

(۴) سَعَوْا سَفْهًا وَاَقْتَادَهُمْ سُوءُ اَمْرِهِمْ عَلٰى خَائِلٍ مِّنْ اَمْرِهِمْ غَيْرِ مُحْكَمِ
یہ حماقت آمیز کوششیں کر رہے ہیں اور ان کے معاملے کی خرابی اور برائی انھیں اس امر پر ابھار رہی ہے اور
ان کی رہنمائی کر رہی ہے وہ اپنے زعم ناقص میں ایسی بات کی تمنا کر رہے ہیں جو غیر پائیدار ہے جس کا حصول ممکن
نہیں۔

اقتاد۔ ان کی قیادت کی۔ خائل۔ من الخیال خیال سے ہے۔ بعض مصادر میں علی خائل کی جگہ علی
فائل ہے جس کا مفہوم کمزور بودا غیر محکم۔ جو غیر محکم۔ کمزور ہو۔

(۵) رُجَاةُ اُمُورٍ لَمْ يَنَالُوا نِظَامَهَا وَاِنْ نَشَدُوا فِي كُلِّ بَدْوٍ وَ مَوْسَمِ
وہ ایسے امور کی تمنا، آرزو اور خواہشیں کر رہے ہیں جن کے نظام کو وہ پانہیں سکتے وہ خواہ ہر صحرا اور آبادی میں
کتنی ہی کوششیں کیوں نہ کریں۔

الرُّجَاةُ، الامل، آرزو، النظام ملاک۔ الامر۔ امر کا انتظام

نظام اس دھاگے کو کہتے ہیں جس میں موتیوں کو پرو دیا جاتا ہے ابو العلاء کہتے ہیں۔

غرائب در جمعت ثم ضيعت وقد ضمّ سلك شملها و نظام

لشدوا، طلبو، طلب کیا، خواہش کی، بدو۔ صحرا موسم، المجتمع۔ اجتماع بالخصوص اجتماع حج یا بازاروں کا اجتماع۔

(۶) يَرْجُونَ منا خُطَّةً دون نيلها ضرابٌ و طعن بالوشيج المَقْوَمِ

وہ لوگ ہم سے اس چیز کا مطالبہ کر رہے ہیں جسے وہ حاصل نہیں کر سکتے جب تک قتل و غارت گری نہ ہو اور نیزوں اور تلواروں کے ساتھ اس کا مقابلہ نہ کیا جائے۔

(۷) يَرْجُونَ ان نسخي بقتل محمد ولم تختضب سمر العوالي من الدّم

وہ امید کیے بیٹھے ہیں کہ ہم آسانی سے انھیں محمد ﷺ کو قتل کرنے کی رخصت دے دیں گے اور ہم اپنے نیزوں اور تلواروں کو ان لوگوں کے خون سے رنگین نہیں کریں گے۔

(۸) كذبتهم و بيت الله حتى تفرقوا جاحم تلقى بالحطيم و زَمَزِمِ

خانہ کعبہ اللہ کے گھر کی قسم تم نے جھوٹ اور غلط کہا کہ تم حضرت محمد ﷺ کو تہ تیغ کر دو گے یہ ممکن نہیں ہے بلکہ تم دیکھو گے حطیم اور زمزم تک تمھاری کھوپڑیاں اڑتی نظر آئیں گی۔

(۹) و تقطع ارحام و تُنسى حليلة حليلاً و يغشى محرّم بعد محرّم

رشتے ناٹے منقطع ہو جائیں گے اور شوہر بیوی ایک دوسرے کو فراموش کر دیں گے۔ قیامت کا منظر ہوگا اور وہ لوگ ایک حرام کے بعد دوسرے حرام کام کا ارتکاب کریں گے۔

(۱۰) وينهض قوم بالحديد اليكم يذبون عن احسابهم كل مجرم

اور بنی ہاشم کے افراد جواں مرد تمھاری طرف لوہے میں ڈوبے ہوئے بڑھ رہے ہوں گے۔ اور وہ ہر مجرم اور خطا کار سے اپنے اعلیٰ حسب اور نسب کا دفاع کریں گے یعنی رسول اکرم ﷺ کی حمایت و نصرت کے لیے بھرپور

مقابلہ کریں گے۔

بعض مصادر میں ”قوم فی الحدید“ ہے۔ مجرم۔ مُذْنِب، گناہ گار

(۱۱) هُمْ الْأُسْدُ أُسْدُ الزَّارَتَيْنِ إِذَا غَدَتِ عَلَى حَنْقٍ لَمْ تَخْشِ أَعْلَامَ مُعَلِّمٍ

یہ جوانان بنی ہاشم پیشہ شجاعت کے شیر ہیں جب صبح کے وقت حملہ آور ہوں تو پھر کسی اعلان کرنے والے کا اعلان انھیں خوف زدہ نہیں کرتا۔

الْأُسْدُ۔ شیر اُسْد کی جمع ہے حَنْق۔ الغیظ غصہ۔ زارَتین، زارۃ واحد گھنا جنگل، غدت، صبح سویرے آنا۔

(۱۲) فَيَا لِبْنِي فَهَرِ افِيقُوا وَلَمْ تَقُمْ نَوَاحٍ قَتَلِي تَدْعِي بِالتَّسَدُّمِ

لہذا اے قریش کے لوگو! اب بھی خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ اور اپنی موت کو آواز نہ دو کہ بعد میں عورتیں ان مقتولین کی لاشوں پر گریہ کناں ہوں اور بلند آواز میں غم و الم کا اظہار کریں۔

النَوَاحِ۔ گریہ کرنے والی عورتیں۔ بعض مصادر میں ”بالتندم“ ہے۔ تدعی۔ افسوس کے ساتھ چیخ و پکار۔

(۱۳) عَلَى مَا مَظَى مِنْ بَغِيكُمْ وَعَقُوقَكُمْ وَغَشْيَانَكُمْ فِي أَمْرِنَا كُلِّ مَآثِمٍ

تمہارے ظلم و ستم اور نافرمانی کی سابقہ روایت جو چلی آرہی ہے اور ہمارے معاملے میں تمہارا عمل دخل ہر طرح کے گناہ کا باعث ہے اور مجرمانہ کارروائی ہے۔

(۱۴) وَظَلَمَ نَبِيٍّ جَاءَ يَدْعُو إِلَى الْهُدَى وَأَمْرًا مِّنْ عِنْدِ ذِي الْعَرْشِ قَيِّمٍ

اور کتنے افسوس کی بات ہے کہ اس نبی اکرم پر ظلم ڈھایا جائے جو رشد و ہدایت اور ایسے امر کی دعوت دے رہا ہے جو صاحب عرش خداوند عالم کی جانب سے آیا ہے اور مستحکم و پائیدار ہے۔

(۱۵) فَلَا تَحْسَبُونَا مَسْلُوبِيهِ وَ مِثْلُهُ إِذَا كَانَ فِي قَوْمٍ فَلَيْسَ بِمُسْلَمٍ

اے قریش کے لوگو تم اس گمان میں نہ رہنا کہ ہم حضرت محمد ﷺ کو تمہارے سپرد کر دیں گے اور ان کا ساتھ نہ دیں گے آنحضرت ﷺ کی شخصیت ایسی عظیم ہے کہ وہ جس قوم میں ہیں وہ انہیں ہرگز تنہا چھوڑنے والی نہیں ہے اور کسی غیر کے سپرد کرنے والی نہیں ہے۔

(۱۶) فہذی معاذیر و تقدمة لکم لئلا تكون الحرب قبل التقدم

میں نے یہ اشعار صرف اس لیے کہے ہیں کہ تم پر اتمام حجت کیا جائے اور ان اشعار کے ذریعے تمہیں بات سمجھا دی جائے تاکہ تم لوگ بغیر سمجھے بوجھے جنگ و جدال کا بازار گرم نہ کرو۔

دوسری روایت کے مطابق یہ شعر اس طرح ہے:

فہذا معاذیر و تقدمة لکم لکی لایکون الحرب قبل التقدم

(۷۰)

تخریج:

ایمان اُبی طالب/ ۳۲، ۳۱۷
بشار الانوار ۳۵/ ۱۶۰
شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۷،
الغدير ۷/ ۳۳۱
(ان تمام مصادر میں اس قصیدے کے ابتدائی پانچ اشعار نہیں ہیں)
الحجۃ/ ۱۸۹-۲۰۱
الديوان المطبوع ۳۱-۳۲
اور کچھ اشعار کنز الفوائد/ ۷۹ میں ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ نے یہ قصیدہ امر صحیفہ (وہ تحریر جو مقاطعہ کے لیے وجود میں آئی) کے بارے میں کہا ہے اور اس قصیدے میں امورِ آخرت سے متعلق حشر و نشر اور ثواب و عقاب وغیرہ کا اقرار ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس عقیدے سے متصف ہستی کو کافر کہا جائے کہ ان کی موت حالت کفر پر ہوئی ہے۔
یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

صفات پیغمبر اور مقاطعہ کرنے والوں کے منصوبے

(۱) لمن اربع اقوين بين القدائم أقمن بمدحاة الرياح الرّمائم

یہ گھر جہاں پر لوگ موسم بہار میں رہائش پذیر تھے اور قدیم زمانے سے اس میں زندگی بسر کر رہے تھے اب یہ ساکنین سے خالی ہیں وہ لوگ کہاں چلے گئے جہاں ہر طرف رونق چہل پہل مسرتیں اور شادمانیاں تھیں اب وہاں

بوسیدہ، ہڈیوں کو ہوا ذرات کی صورت میں اڑا رہی ہے۔

اربع، ربع کی جمع ہے وہ جگہ جہاں موسم بہار گزارتے اور قیام کرتے ہیں
اقوت الدار۔ گھر رہنے والوں سے خالی ہو گیا، قدامت کی جمع پرانے۔ قدیمی ادھوئی البسط۔
خوش ہوئے مدحاً۔ محل الانبساط خوشی کی جگہ الرّمائم من رَمّ العظم۔ ہڈیوں کا بوسیدہ ہو جانا۔

(۲) فكلفت عيني بالبكاء و خلتنی قد انزفت دمعی اليوم بين الاصارم
میری آنکھوں سے اشک رواں ہیں اور مجھے تنہا چھوڑ دیا ہے اور جماعت کے درمیان آج کے دن میں نے
اپنے آنسوؤں کو روک لیا ہے اور اب وہ آنکھوں سے رواں نہیں ہیں۔
انزف الرجل۔ اس کی آنکھ کا پانی خشک ہو گیا الاصارم صیرم کی جمع جماعت، گروہ

(۳) وكيف بكائي في الطلول و قد اتت لها حُقب مذ فارقت أم عاصم
اور بھلا ان باقی ماندہ آثار کو دیکھ کر میرے آنسوؤں کی کیا کیفیت ہوگی جب کہ ام عاصم کو جدا ہوئے ایک
عرصہ گزر گیا جب بچے کچھ آثار دیکھتا ہوں تو اس کی یاد آتی اور ستاتی ہے۔
بعض مصادر میں قد اتت کی جگہ ”قد عفت“ ہے۔
الحُقب۔ اسی سال یا اس سے زیادہ کو کہتے ہیں۔ الطلول اس کا واحد طلل ہے۔ آبادی کے جو آثار باقی
بچے ہوں۔

(۴) غفارية حلت ببولان خلّة فينبع أو حلت بهضب الرّجائم
بنی غفار کے لوگ بصرے کے قریب بولان میں اترے وہاں سے کوچ کر کے یمن کے علاقے خلّة گئے،
خلّة یمن کا ایک علاقہ ینبع رضوی کے دائیں جانب پھر مدینہ کے قریب ینبع میں آکر پڑاؤ ڈالا یا پھر وہاں سے
رحلت کر کے سرخ رنگ کے پہاڑی سلسلوں میں جو وسیع و عریض میں پھیلے ہوئے ہیں گم ہو گئے۔
غفاریہ نسبت ہے بنی غفار کی طرف جو حضرت ابو ذر کی جماعت تھی بولان بصرے کے راستے میں ایک
مقام جہاں سے حاجی گزرتے ہیں۔ حلة۔ یمن کا ایک علاقہ ینبع رضوی کے دائیں جانب مدینہ سے سات مرحلوں

پر ایک شہر ہے جو حسن بن علی کی اولاد کے لیے تھا جہاں انصار رہتے تھے اور قبیلہ جہینہ اور لیث وہاں مقیم تھے وہاں کے چشمے بہت شیریں ہیں۔ الہضب۔ وہ پہاڑ جو زمین کے اوپر پھیلا ہوا ہو۔ الرجام۔ سرخ رنگ کی پہاڑیوں کے سلسلے کو رجام کہا جاتا ہے۔

(۵) فَدَعَّهَا فَقَدْ شَطَّتْ بِهَا غَرَبَةُ النَّوَى وَشَعْتُ لَشَّتِ الْحَيُّ غَيْرُ مَلَائِمِ

ان کا ذکر رہنے دو انھیں تو غریب الوطنی نے دور سے دور تر کر دیا اور قبیلوں کا ایک دوسرے سے جدا ہو جانا قبیلہ کے انتشار کا سبب بن جاتا ہے۔ اور غیر مناسب ہوتا ہے۔

شط بعد۔ دور ہو گئے النوی۔ دوری، الشعث معالے کا پراگندہ ہو جانا

(۶) فَبَلَغَ عَنِ الشَّحْنَاءِ افْنَاءَ غَالِبٍ لَوِيًّا وَتِيًّا عِنْدَ نَصْرِ الْكَرَائِمِ

بنی غالب۔ بنی لوی اور بنی تیم کے عداوت پسند اور بغض و حسد کرنے والے افراد تک یہ بات پہنچا دو جو شریف اور سخی اور نیک افراد کے خلاف اکٹھے ہو رہے ہیں۔ (اس کی خبر بعد والے شعر میں ہے)

الشحناء۔ العداوة والبغضاء عداوت اور بغض و حسد الافناء الجماعة اس کا واحد فَنَوٌ ہے۔

کہاوت ہے افناء الناس یہرعون الى فنائه ویکرعون فی انائه

الکرائم واحد کریم اور کریمۃ شریف سخی۔ پسندیدہ۔

(۷) بِأَثَا سَيُوفِ اللَّهِ وَ الْمَجْدِ كُلِّهِ إِذَا كَانَ صَوْتُ الْقَوْمِ وَحْيَ الْغَمَائِمِ

ہم لوگ اللہ کی تلوار ہیں اور مجد و شرف سب کا سب ہمارے پاس ہے جب کہ قوم کی آواز ایسے بادل کی طرح ہے جس سے کوئی خیر کی امید نہ ہو وحی الغمائم ہو تو مفہوم ہوگا ایسا بادل جو صرف گرج رہا ہو اور برسنے کی کوئی امید نہ ہو۔ بے وقعت۔ ناکارہ۔ الدرۃ الغرّاء میں باثا کی جگہ لَکْنَا ہے۔

بعض مصادر میں وحی کی جگہ وحی ہے

وحی۔ جس کے پاس کوئی خیر نہ ہو۔ الغمائم۔ بادل

(۸) أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ الْقَطِيعَةَ مَائِمٌ وَأَمْرَ بَلَاءٍ قَاتِمٌ غَيْرُ حَازِمٍ

کیا تم جانتے نہیں کہ قطع تعلق کرنا رشتہ ناطہ توڑ دینا کتنا بڑا گناہ ہے اور بہت بڑی مصیبت کا معاملہ ہے۔ بلکہ وہ تو گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے جو دور اندیشی کے منافی ہے۔

(۹) وَإِنْ سَبِيلَ الرَّشْدِ يُعْلَمُ فِي غَدٍ وَإِنْ نَعِيمُ الدَّهْرِ لَيْسَ بِدَائِمٍ

آنے والے کل یعنی قیامت کے دن پتا چل جائے گا کہ کون سیدھی راہ پر گامزن تھا۔ اور یہ بات جان لو کہ دنیا کی تمام نعمتیں فانی ہیں ان کے لیے کسی قسم کا دوام نہیں ہے۔

سبیل۔ راستہ یہ مذکور مونث دونوں طرح استعمال ہوتا ہے۔ الرشْد۔ ہدایت غد سے مراد آخرت اور روز قیامت ہے۔

(۱۰) فَلَا تَسْفَهَنَّ أَحْلَامُكُمْ فِي مُحَمَّدٍ وَلَا تَتَّبِعُوا أَمْرَ الْغَوَاةِ الْأَشَائِمِ

لہذا تم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں اپنی حماقت آمیز باتوں سے پرہیز کرو اور اس سلسلے میں گمراہ لوگوں اور ناشائستہ افراد کی پیروی نہ کرو۔

أَشَائِمِ۔ غیر مبارک، منحوس

(۱۱) تَمْنِيَتُمْ أَنْ تَقْتُلُوهُ وَإِنَّمَا أَمَانِيُّكُمْ تَلَكُمُ كَاخْلَامِ نَائِمٍ

تم نے یہ بے جا تمنا کر رکھی ہے کہ تم حضرت (محمد ﷺ) کو قتل کر دو گے تمہاری یہ خواہش اس خواب کی طرح ہے جو سونے والا دیکھتا ہے اور پھر اُس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔

بقولے شاعر

ع جب آنکھ کھل گئی تو زیاں تھا نہ سود تھا۔

(۱۲) فَانْكُمُ وَاللَّهِ لَا تَقْتُلُونَهُ وَلَمَّا تَرَوْا قَطْفَ اللَّحْيِ وَالْغَلَاصِمِ

خدا کی قسم تم ہرگز انھیں قتل نہیں کر سکتے ابھی تو تم نے گردنوں اور سروں کو کٹتے ہوئے نہیں دیکھا ہے یعنی اگر تم نے ایسا سوچا بھی تو تمہیں اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ہم سے جنگ کرنی ہوگی جس میں گردنیں کٹ جائیں گی اور سراڑ جائیں گے۔ اور گھسان کارن ہوگا۔

بعض مصادر میں الغلاصم کی جگہ الجمجم ہے

(۱۳) وَلَمْ تُبْصِرُوا لِأَحْيَاءِ مِنْكُمْ مَلَا حِمًّا تَحْوُمُ عَلَيْهَا الظُّيْرُ بَعْدَ مَلَا حِمِّ

اور تم حضرت محمد ﷺ کو اس وقت تک قتل نہیں کر سکتے جب تک مختلف قبائل کو جنگ و جدال کرتے ہوئے نہ دیکھ لو کہ جنگ کے بعد گوشت خور پرندے ان کی لاشوں پر منڈلا رہے ہوں۔

ملحمۃ: فتنہ اور آزمائش میں بہت بڑا قتل اور غارت گری

(۱۴) وَتَدْعُوا بِأَرْحَامِ أَوَاصِرُ بَيْنَنَا قَدْ قَطَعَ الْأَرْحَامُ وَقَعُ الصَّوَارِمِ

الصوارم جمع صارم السیف القاطع کاٹنے والی تلوار۔ شمشیر بڑاں

اور جب تک ایسا نہ ہو چکے کہ شدتِ جدال و قتال سے گھبرا کر اور پریشان ہو کر تم رشتہ داریوں اور تعلقات کا واسطہ دینے لگو حالانکہ شمشیر بڑاں تمام قرابت داریوں کو منقطع کر چکی ہوگی۔

(۱۵) وَتَسْمُوْ بِخَيْلٍ بَعْدَ خَيْلٍ تَحْتَهَا إِلَى الرُّوْعِ ابْنَاءُ الْكُهُولِ الْقَبَائِمِ

تم محمد ﷺ کو ہرگز قتل نہ کر سکو گے جب تک سخی سرداروں کے جوان سال فرزند جنگ کے میدان میں گھوڑوں پر سوار ہو کر ایڑ لگاتے ہوئے یکے بعد دیگرے آتے رہیں گے۔

الروء: الحرب۔ جنگ القائم مقام کی جمع وہ سردار جو سخی ہو، الکھول کھل کی جمع وہ شخص جو تیس سال سے متجاوز ہو بعض نے کہا چالیس سال کا ہو گیا ہو

(۱۶) زَعَمْتُمْ بَانَا مُسْلِمُونَ مُحَمَّدًا وَلَهَا نُقَادِفُ دُونَهُ وَ نَزَائِمُ

تم نے یہ سمجھ رکھا ہے، یہ تمہاری خام خیالی ہے کہ ہم محمد ﷺ کو تنہا چھوڑ دیں گے اور ان کے دفاع میں ہم نہ تیر چلائیں گے اور نہ ہی تلوار زنی کریں گے۔ ایسا نہیں ہے بلکہ ہم دشمنوں کے ہر حملہ کا بھرپور جواب دیں گے۔

(۱۷) مِنَ الْبَيْضِ مَفْضَالُ أَبِي عَلِيٍّ الْعَدَى تَمَكُنُ فِي الْفَرْعَيْنِ مِنْ آلِ هَاشِمٍ

روشن اور بہترین خاندان کے فرد کے ذریعے سے جو سب سے اعلیٰ اور افضل ہیں وہ دشمنوں کے سامنے سر

جھکانے والے نہیں ہیں وہ بنی ہاشم کی دو شاخوں یعنی عبدالمطلب اور مطلب کی اولاد کے درمیان بڑی حفاظت سے ہیں۔

البیض الکرام، صاحب شرف، مفضل، کثیر الفضل، بڑا صاحب فضل الفرعین یعنی بنی ہاشم کی دو شاخوں عبدالمطلب اور مطلب کی اولاد کے بہادر اور سورا۔

(۱۸) امین حبیب فی العباد مسوم بخاتم رب قاهر للخواتم

وہ محمد ﷺ جو امانت دار ہیں اور لوگوں میں امین کے نام سے موسوم ہیں تمام بندوں میں صرف وہ محبوب خدا ہیں ان پر خاتمیت کی مہر لگی ہوئی ہے اس رب کی جانب سے جو ہر شے پر غالب ہے اور جس نے انہیں خاتم النبیین کے منصب پر سرفراز کیا ہے۔

بعض مصادر میں حبیب کی جگہ حُجُب۔ مسوم۔ علامت اور نشان لگا دینا

اللہ تبارک و تعالیٰ خاتم النبیین کے بارے میں ارشاد فرمایا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِنْ رَسُولُ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ ۖ (الاحزاب ۳۳)

(۱۹) یرى الناس برهانا عليه و هيبته وما جاهل في قومه مثل عالم

لوگ، عوام الناس آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس میں برہان و دلیل کا مشاہدہ کرتے ہیں اور ان کی ہستی میں ایک خاص رعب و داب نظر آتا ہے اور کسی قوم کا جاہل فرد عالم کی مانند نہیں ہو سکتا۔

قرآن کریم نے اس بات کی وضاحت کی ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۖ (سورہ زمر آیت ۹)

اے نبی آپ فرمادیجیے کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں ان کے برابر ہیں جو علم نہیں رکھتے اور جاہل ہے۔

(۲۰) نبی اتاه الوحي من عند ربه فمن قال لا يقرع بها سن نادم

حضور پر نور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ منصب نبوت کے حامل ہیں ان کے پاس اُن کے رب کی جانب سے

وجی نازل ہوتی ہے اب اگر کوئی شخص اس بات کو تسلیم کر لے گا تو اُسے شرمندگی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔
 قرع السن فی الندامة۔ محاورہ ہے جس کا مفہوم ہے شرمندہ ہونا۔ نادم ہونا۔

(۲۱) تُطِيفُ بِهِ جَرثُومَةُ هَاشِمِيَّةٍ تُذَيِّبُ عَنْهُ كُلَّ عَاتٍ وَ ظَالِمٍ

سرور عالم، فخر آدم و بنی آدم، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے چاروں طرف بنی ہاشم کے جوانوں اور سوراوؤں کا
 ایک گروہ ہے جو ان کی حمایت۔ حفاظت اور مدد و نصرت کرتا رہتا ہے وہ کسی بھی سرکش باغی اور ظالم کو ان کے قریب
 نہیں آنے دیتا۔

جرثومة: فِئَة گروہ، جماعت کو کہا جاتا ہے هُوَ مِنْ جَرْثُومَةِ الْعَرَبِ

تُذَيِّبُ: تَدْفَعُ دور کر دیتا ہے۔

عَاتٍ: سرکش، باغی

(۷۱)

تخریج:

سیرۃ ابن اسحاق/ ۷۷ الحجۃ ۲۸۹-۲۹۱ بحار الانوار ۳۵/۱۳۰ الغدیر ۷/۳۴۴ دیوان المطبوع ۳۴/ع

حضرت ابوطالبؑ نے اس قصیدے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ شام کے شہر بصری کے سفر کا تذکرہ کیا ہے نیز بحیرا راہب کا قصہ بھی بیان کیا ہے۔
یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

سفر بصری اور بحیرہ راہب

(۱) الم ترنی من بعدِ هَمِّ هِمَّتِهِ بِفُرْقَةٍ خَيْرِ الْوَالِدِينَ كِرَامِ

کیا تم نے مجھے نہیں دیکھا کہ جب میں نے شام کی جانب تجارت کے لیے سفر کا ارادہ کیا تھا اور میں اپنے آبائے کرام کی سرزمین کو چھوڑ کر عازم شام تھا۔

اور بعض مصادر میں ہے بِفُرْقَةٍ حَرَمِ آبِئِن كِرَامِ اور یہ بیت الروض لائف ۱/۱۲۰ میں ہے۔
ہم۔ ارادہ، فرقہ، جدائی، کرام کریم کی جمع شریف۔

(۲) بِأَحْمَدٍ لَهَا ان شَدَدْتُ مَطِيَّتِي بِرَحْلِي وَ قَدْ وَدَّعْتُهُ بِسَلَامِ

جب میں نے سفر کی غرض سے اپنی سواری کو تیار کر لیا تھا اور پالان شتر باندھ چکا تھا، اور میں نے احمد کو خدا حافظ کہہ دیا تھا اور سلام کر کے رخصت ہو چکا تھا (کہ اتنے میں احمد میرے بھتیجے میرے سامنے آ گئے)۔
مطیۃ، سواری، رحل۔ پالان

(۳) بکی حُرْنًا وَالْعَيْسُ قَدْ قَلَصَتْ بِنَا وَ قَدْ نَاشَ بِالْكَفَّيْنِ فَضْلَ زَمَامِ

اونٹ ہمیں لے کر روانہ ہوا چاہتے تھے کہ اتنے میں حضرت محمد ﷺ نے آگے بڑھ کر اپنے ہاتھوں سے میرے نائقے کی مہار کو تھام لیا اور گریہ کرنے لگے جب کہ وہ ملول و حزین تھے۔

(۴) ذَكَرْتُ أَبَاهُ ثُمَّ رَقَرْتُ عِبْرَةً تَجُودُ مِنَ الْعَيْنَيْنِ ذَاتَ سَجَامِ

اس ہنگام مجھے ان کے والد عبداللہ یاد آ گئے اور میری آنکھوں میں آنسو ڈبڈبانے لگے اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگ گئی۔

رَقَرْتُ الْعَيْنِ آنکھوں سے آنسو بہنے لگے سَجَمَ الدَّمْعِ سَجَامًا آنسوؤں کی لڑی بن گئی۔

(۵) فَقُلْتُ تَزَحَّلُ رَاشِدًا فِي عُمُومَةٍ مَوَاسِيْنِ فِي الْبَاسَاءِ غَيْرِ لِعَامِ

تو یہ کیفیت دیکھ کر میں نے اپنے بھتیجے حضرت محمد ﷺ سے کہا چلیے تشریف لے چلیے اپنے چچاؤں کے ہم راہ اور ان کی رہنمائی میں چلنے کی تیاری کیجیے جو بغیر حیل و حجت کے بے چون و چرا کے تکلیف کی ہر گھڑی میں جان کی بازی لگا دیں گے۔

(۶) وَ جَاءَ مَعَ الْعَيْرِ الَّتِي رَاخَ رُكْبَهَا شَأْمِي الْهَوَى وَالرَّكْبُ غَيْرَ شَامِ

اور حضرت محمد ﷺ اس قافلے کے ساتھ روانہ ہوئے جس کے سوار شام کی جانب کوچ کر رہے تھے اور سواروں کا شام سے کوئی تعلق نہ تھا یعنی وہ شام کے رہنے والے نہ تھے۔

سہیلی نے پہلے مصرع کی اس طرح روایت کی ہے۔ فَرَحْنَا مَعَ الْعَيْرِ الَّتِي رَاخَ أَهْلَهَا

الْعَيْرِ۔ وہ اونٹ جو سامان تجارت اٹھا کر چلتا ہے۔ الركب راكب کی جمع اونٹ اور گھوڑے کے سوار

(۷) فلما هبطنا ارض بصرى تشرفوا لنا فوق دور ينظرون عظام
جب ہم بصری کی سرزمین پر فروکش ہوئے تو وہاں کے جلیل القدر افراد نے اپنے گھروں کے اوپر سے ہمیں
دیکھنا شروع کیا۔

(۸) فجاء بحیرا عند ذلك حاشداً بطيب شرابٍ عندنا و طعام
تو اس وقت بحیرا ہمارے لیے بہترین کھانے پینے کا انتظام کر کے آیا اس نے ہمارے لیے بہترین کھانے مہیا
کیے تھے۔

(۹) فقال اجمعوا اصحابکم لطعامنا فقلنا جمعنا القوم غیر غلام
بحیرا نے کہا کہ تم اپنے تمام ساتھیوں کو اکٹھا کر کے ہمارے پاس کھانے کے لیے آؤ تو ہم نے جواب دیا کہ
ہم نے سب کو جمع کر لیا ہے سوائے ایک لڑکے کے۔

(۱۰) یتیم فقال اُدعوه ان طعامنا له دونکم من سوقه و امام
جو یتیم (عبداللہ) ہے اس نے کہا کہ اس بچے کو بھی بلاؤ بے شک! ہماری طرف سے اس کے علاوہ طعام ایسا
ہی ہے جیسے عوام آگئے ہوں اور ان کا راہنما اور امام نہ آیا ہو۔

(۱۱) و آلی یمیناً برّةً ان زادنا کثیر علیہ الیوم غیر حرام
اور اس نے قسم کھائی سچی قسم کہ ہمارا کھانا بہت زیادہ اور وافر مقدار میں ہے اور آج کے دن اُن کے لیے
حرام نہیں ہے۔

(۱۲) فلولا الذی خبّرکم عن محمدٍ لکنتم لדיنا الیوم غیر کرام
بحیرا نے کہا اگر تم حضرت محمد ﷺ کے بارے میں یہ نہ بتلاتے کہ تم انھیں اپنے سامان کے پاس چھوڑ آئے
ہو تو تم ہمارے نزدیک غیر محترم ہوتے تمھارا یہ اکرام و احترام اور اس دعوت کا اہتمام صرف انھی کی وجہ سے ہے۔

(۱۳) فَلَمَّا رَأَاهُ مُقْبِلًا نَحْوَ دَارِهِ يُوْقِيهِ حَرَّ الشَّمْسِ ظُلُّ غَمَامٍ

جب بحیرا نے حضرت محمد ﷺ کو اپنے گھر کی طرف آتے ہوئے دیکھا تو کیا دیکھا کہ بادل سایہ فگن ہے اور حضرت محمد ﷺ کو حرارتِ شمس سے بچائے ہوئے ہے۔

(۱۴) حَنَا رَأْسَهُ شَبَهَ السُّجُودِ وَضَمَّهُ إِلَى نَحْرِهِ وَالصَّدْرُ ابْنِ ضِمَامٍ

بحیرا کی نظر جوں ہی آنحضرتؐ پر پڑی تو اس نے اپنے سر کو سجدے کے انداز میں جھکا دیا اور آنحضرتؐ کو اپنے سینے اور گردن سے اچھی طرح لپٹایا۔

(۱۵) وَاَقْبَلَ رَكْبٌ يَطْلُبُونَ الَّذِي رَأَى بِحَيْرًا مِنَ الْاَعْلَامِ وَسَطَ خِيَامٍ

اسی طرح وہ لوگ بھی نبوت کی انھی نشانیوں کو ڈھونڈتے ہوئے خیمے کے درمیان میں آگئے جنہیں بحیرا نے دیکھا تھا یعنی ابر کا سایہ فگن ہونا۔

(۱۶) فَثَارَ الْيَهُمُ خَشِيَّةً لِّعُرَاهُمُ وَكَانُوا ذَوِي بَغْيٍ لَنَا وَعُرَامٍ

بحیرا اُن لوگوں کی طرف تیزی سے لپکا اس ڈر سے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کے ساتھ کوئی شرارت نہ کرنے پائیں اور وہ لوگ ہمارے دشمن اور شرانگیز تھے۔

ثار۔ وہ تیزی سے لپکا خشیۃ۔ ڈر کے مارے عُرَام۔ شرارت

(۱۷) دَرِيسُ وَهَبَامٌ وَقَدْ كَانَ فِيهِمْ زَدِيرٌ وَكُلُّ الْقَوْمِ غَيْرُ نِيَامٍ

احبارِ یہود میں سے دریس، ہہام اور زدیر علاماتِ نبوت دیکھ کر یہ سوچ رہے تھے کہ بنی اسرائیل کے بجائے یہ شرف اور فضیلت بنی ہاشم کو کیوں مل گئی جب کہ قوم کے سب لوگ رات بھر کے جاگے ہوئے معلوم دے رہے تھے۔

(۱۸) فَجَاءُوا وَقَدْ هَمُّوا بِقَتْلِ مُحَمَّدٍ فَرَدُّهُمْ عَنْهُ بِحَسَنِ خِصَامٍ

احبارِ یہود حضرت محمد ﷺ کو قتل کرنے کے ارادے سے آئے تھے بحیرا نے انہیں حسن استدلال سے

سمجھا بھجا کرواپس کر دیا تاکہ وہ آنحضرتؐ کے قتل سے باز آجائیں۔

(۱۹) بتاویلہ التوراة حتی تیقنوا وقال لهم رمتم اشد مرام

بجیرا نے احبار یہود کے سامنے توریت کی ایسی تاویل پیش کی جس سے انھیں اپنی غلطی کا یقین ہو گیا اور بجیرا نے مزید یہ بھی کہا کہ تم نے تو بدترین اور سخت ترین ارادہ اور عزم کیا تھا۔

(۲۰) أتبعون قتلاً للنبي محمد خصصتم على شوم بطول أثم

بجیرا نے ان یہودیوں سے مخاطب ہو کر کہا:

کیا تم لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ تم (اللہ کے) نبی حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو قتل کر دو کیا اس بد بختی اور غلط کام کے لیے تمام لوگوں میں سے صرف تمہیں مخصوص کیا گیا ہے۔

(۲۱) وان الذي نختاره منه مانع سيكفيه منكم كيد كل طغام

بجیرا نے کہا حالانکہ وہ خدا جس نے حضرت محمد ﷺ کو منصب رسالت کے لیے منتخب کیا ہے وہ خود ہی ان کی حفاظت کا انتظام کر رہا ہے وہ عن قریب تم میں سے ہر شریر اور رذیل فرد کے شر سے انھیں بچائے گا۔

بعض مصادر میں یختارہ اور بعض میں اختارہ آیا ہے۔

طغام۔ پست ترین لوگ، رذیل ترین افراد یختارہ۔ اس نے انھیں نبوت کے لیے منتخب کر لیا ہے۔

(۲۲) فذلك من اعلامه و بيانه وليس نهار واضح كظلام

یہ واقعہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی علامات نبوت اور ان کی پہچان سے متعلق تھا اور یہ بات یاد رکھو کہ روز روشن شب تاریک کی مانند نہیں ہوتا۔

بجیرا کے حالات

امام ابن کثیر الہدایہ والنہایہ کے دوسرے حصے میں ۳۴۵ پر فرماتے ہیں:

”بجیرا راہب وہ ہے جس نے رسول اللہ ﷺ میں علامات نبوت کو دیکھا تھا جب کہ

وہ اپنے چچا ابوطالبؑ کے ساتھ اہل مکہ کے تاجروں کے ساتھ شام کی جانب روانہ ہوئے تھے اس وقت آنحضرتؐ کی عمر مبارک بارہ سال تھی، بحیرا نے دیکھا کہ بادل ان پر سایہ فگن ہے، لہذا بحیرا نے ان لوگوں کے لیے طعام کا بندوبست کیا اور انھیں دعوت دی۔“

ابن عساکر نے کہا ہے بحیرا ایک قریہ میں رہتا تھا جس کے اور بصری کے درمیان چھ میل کا فاصلہ تھا جسے دیر بحیرا کہا جاتا ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ زیراء کے پیچھے بلقاء میں منفعہ نامی بستی تھی وہ نصرانی راہب تھا۔ ابن قتیبہ نے کتاب المعارف میں تحریر کیا ہے کہ اسلام سے کچھ ہی پہلے ہاتف کی یہ آواز سنی گئی۔

الا ان خیر اهل الارض ثلاثة بحیرا اور ثاب الشنی والثالث المنتظر وهو الرسول

باشندگان ارض میں تین سب سے بہتر ہیں بحیرا۔ ثاب الشنی اور تیسرا جس کا انتظار کیا جا رہا ہے جو رسول اسلام ہے۔

بحیرا کا واقعہ ابن کثیر، تاریخ طبری، بحار الانوار ج ۱۵ ص ۴۰۹ پر تفصیلی طور سے مرقوم ہے اور پورا واقعہ اسی طرح ہے جیسے حضرت ابوطالبؑ نے نظم کیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ ابوطالبؑ نے اس بارے میں تین قصائد لکھے ہیں:

واقدی نے کہا کہ جب رسول اللہؐ کی عمر ۱۲ سال کی ہوئی تو حضرت ابوطالبؑ انھیں اس قافلے میں لے گئے جو تجارت کی غرض سے شام روانہ ہو رہا تھا، وہ بحیرا راہب کے یہاں اترے اس نے حضرت ابوطالبؑ سے راز داری کے انداز میں کہا جو کہنا تھا اور انھیں حکم دیا کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کریں لہذا ابوطالبؑ اُن کے ساتھ مکہ واپس آ گئے۔

(۷۲)

تخریج:

سیرۃ ابن اسحاق/ ۲۲۲ ایمان ابی طالب/ ۳۸-۳۹- الحجۃ/ ۲۲۱ مجمع البیان ۲/ ۲۸۸ بحار الانوار
۳۵/ ۱۲۳ لنقض/ ۵۱۰-۵۱۱ الغدیر ۷/ ۳۳۱ یہ اشعار مطبوعہ دیوان میں نہیں ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار نجاشی کو مخاطب کرتے ہوئے کہے، اسے آمادہ کیا کہ جو مہاجرین ہجرت کر کے حبشہ تشریف لے گئے ہیں ان سے اچھا برتاؤ کرے اور ان کی مدافعت کرے۔
یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

نجاشی سے نبی کا تعارف اور مسلمانوں کی سفارش

(۱) لیعلم خیأ الناس ان محمداً وزیر لموسیٰ والمسیح ابن مریم

لوگوں میں جو منتخب روزگار ہیں (یعنی نجاشی) انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ بے شک حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ مسیح بن مریم کے وزیر ہیں۔

یعنی وہ جو پیغام لے کر آئے تھے انہی کا بوجھ انہوں نے اٹھایا ہے حضرت موسیٰ کا ذکر کر کے یہودیوں کو متوجہ کیا ہے تاکہ یہودی سمجھ لیں کہ یہ کوئی نیا پیغام نہیں اور حضرت مسیح بن مریم کا ذکر کر کے عیسائیوں کی توجہ مبذول کرائی ہے کہ یہ کوئی نیا پیغام لے کر نہیں آئے بلکہ اسی پیغام کا تہمتہ ہے۔

بعض مصادر میں ”أَتَعْلَمُ مَلِكُ الْحَبَشِ“ ہے۔

(۲) اِنِّی بِالْهُدٰی مِثْلَ الَّذِیْ اٰتٰیَا بِہٖ فَاَمْرَ اللّٰہِ یُہْدٰی و یَعِصِمُ

وہ ہمارے پاس اسی طرح ہدایت کا پیغام لے کر آئے ہیں جس طرح حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ لائے تھے۔
ان میں سے ہر نبی اللہ تبارک و تعالیٰ کے حکم سے ہدایت کا فریضہ انجام دینے والا اور کائنات کو گم راہی اور
ضلالت سے بچانے والا ہے۔

(۳) وَاَنْکُمْ تَتْلُوْنَہٗ فِیْ کِتَابِکُمْ بِصَدَقِیْ حَدِیْثٍ لَا حَدِیْثَ الْمُرْسَلِ

اور تم لوگ تو احمد مجتبیٰ کا تذکرہ اپنی کتابوں توریت، انجیل اور زبور میں پڑھتے رہے ہو کہ یہ داستان بنی
برصدق ہے یہ کوئی اٹکل پچو داستان نہیں ہے جو کسی انسان نے اپنی طرف سے گھڑ لی ہو۔
بعض مصادر میں ”لَا بِصَدَقِی الْمُبَرَّحِمُ“ ہے اور کہیں ”حَدِیْثُ مُرَجَّحٌ“ ہے۔
ارشاد رب العزت ہے:

الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاَوْحٰی الَّذِیْ یُحْدِثُہٗ مَکْتُُوْبًا عِنْدَہُمْ فِی التَّوْرَةِ
وَ الْاِنْجِیْلِ ۙ (۱۵۷ اعراف)

جو لوگ اس رسول، نبی اُوحیٰ کی پیروی کرتے ہیں جن کا ذکر وہ توریت اور انجیل میں تحریر شدہ پاتے ہیں۔
وَ اِذْ قَالَ عِیْسٰی ابْنُ مَرْیَمَ یٰبَنَیْ اِسْرَآءِیْلَ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِلَیْکُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیِّ مِنْ
التَّوْرَةِ وَ مُبَشِّرًا بِرَسُوْلِ یَّآئِیْ مِنْ بَعْدِیْ اَسْمَہٗ اَحْمَدٌ فَلَمَّا جَآءَہُمْ بِالْبَیِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ
مُّبِیْنٌ ۝ (۶۱ الصف)

یاد کیجئے جب عیسیٰ بن مریم نے کہا تھا اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں اور جو
کتاب توریت میرے سامنے موجود ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور بشارت دیتا ہوں ایک رسول کی جو
میرے بعد آئے گا جس کا نام احمد ہے پس جب وہ ان کے پاس واضح دلائل لے کر آئے تو انھوں نے کہا یہ تو کھلا
جادو ہے۔

(۴) فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰہِ نِدَا وَاَسْلَمُوْا فَاِنَّ طَرِیْقَ الْحَقِّ لَیْسَ بِمَظْلَمٍ

لہذا تم لوگ اللہ تبارک و تعالیٰ کی ذات والا صفات میں کسی کو بھی اس کا ہمسر اور شریک قرار نہ دو اور سر

اطاعت خم کر دو (اسلام قبول کر لو) اور یاد رکھو کہ حق کا راستہ تاریک نہیں ہے بلکہ شمس عالم تاب کی مانند روشن اور واضح ہے۔

ارشاد باری ہے:

فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اُنْدَادًا وَاَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۲۲﴾ (بقرہ ۲۲-۵)

پس تم اللہ کے لیے شرکاء قرار نہ دو جب کہ تم جانتے ہو۔

(۵) وَاِنَّكَ مَا تَاتِيكَ مِنَّا عَصَابَةٌ بِفَضْلِكَ اِلَّا اَرْجِعُوْا بِالشُّكْرِ

اور اے بادشاہ! تیری تو یہ خوبی ہے کہ جب بھی ہماری جانب سے کوئی گروہ یا جماعت تیری طرف آتی ہے اور اسے تیرے فضل و کرم کی امید ہوتی ہے تو وہ عزت و تکریم کے ساتھ واپس لوٹتا ہے۔ یہ تیرا طریقہ اور تیری ریت رہی ہے۔

ہجرت حبشہ

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھا کہ مشرکین مکہ مسلمانوں پر ظلم و ستم ڈھا رہے ہیں تو آپ نے ان سے یہ فرمایا کہ وہ حبشہ کی جانب ہجرت کر کے چلے جائیں جہاں کا بادشاہ نجاشی انصاف پسند ہے وہ اچھا سلوک کرے گا۔ پہلی مرتبہ ۱۲ افراد نے ہجرت کی اور دوسری بار ستر افراد نے حضرت جعفر بن ابی طالب کی قیادت میں ہجرت کی جب قریش کو یہ پتا چلا تو انھوں نے عمرو بن العاص اور عمارۃ بن الولید المخزومی کو نجاشی کے پاس ہدایا اور تحائف کے ساتھ بھیجا انھوں نے نجاشی سے کہا کہ ہماری قوم کے احمق اور کم عقل لوگ ہمارے دین سے نکل گئے ہیں وہ ہمارے معبودوں کو برا کہتے ہیں اگر وہ یہاں رہ گئے تو آپ کے دین کو بھی برباد کر دیں گے۔

نجاشی نے حضرت جعفر طیار کو طلب کیا تو انھوں نے بادشاہ سے عرض کی کہ ان لوگوں کا دین درست نہیں یہ پتھروں کو پوجتے ہیں، بتوں سے رشتے ناطے جوڑتے ہیں رشتہ داروں سے تعلقات منقطع کر لیتے ہیں ظلم و ستم ڈھاتے ہیں اور حرام کو حلال کر لیتے ہیں اور اللہ نے ہمارے درمیان ایک نبی کو مبعوث کیا ہے جو عظیم المرتبت اعلیٰ منزلت اور فضیلت و شرف کا مالک ہے وہ سچ بولتا ہے اور اس کا خاندان سب سے اعلیٰ ہے۔ اس نے یہ حکم دیا کہ بتوں کی پرستش کو ترک کر دیا جائے اور ظلم و حرام سے بچا جائے حق پر عمل کیا جائے اور صرف اللہ کی عبادت کی جائے۔

نجاشی نے عمرو بن العاص اور عمارۃ بن ابولید سے کہا کہ تم لوگ واپس چلے جاؤ میں تمھاری قوم کے افراد کی حفاظت کروں گا کیوں کہ وہ صحیح دین پر ہیں اور تم نے غلط دین کو اختیار کر رکھا ہے۔

(۷۳)

تخریج:

ایمان ابی طالب/ ۳۷	الحجۃ/ ۲۷۹	کنز الفوائد/ ۷۹
بحار الانوار ۱۲۵/ ۳۵	الغدير ۳۷۱/ ۷	اور یہ ابیات مطبوعہ دیوان میں نہیں ہیں۔

جب قریش نے سالانہ میلے میں رسول اللہ ﷺ کے خلاف گٹھ جوڑ کیا اور یہ گمان کیا کہ وہ جادوگر ہیں تو حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اس بارے میں فرمایا۔
یہ اشعار ”بحر الکامل“ میں ہیں۔

رسول ساحر نہیں بلکہ نبی ہیں

(۱) زعمت قریش انّ احمد ساحر کذبوا ورب الراقصات الى الحرم

قریش کے لوگوں نے یہ گمان کیا ہے کہ احمد مجتبیٰ ساحر (جادوگر) ہیں ان لوگوں نے یہ بات جھوٹی منسوب کی ہے اور قسم ہے ان اچھلتے کودتے ہوئے اونٹوں کے رب کی جو حرم کی جانب آتے ہیں۔

ارشاد رب العزت ہے:

وَعَجَبُوا أَنْ جَاءَهُمْ مُنْذِرٌ مِنْهُمْ ۚ وَقَالَ الْكُفَرُونَ هَذَا سِحْرٌ كَذَّابٌ ﴿۳۸﴾ (ص ۳۸)

انھیں اس بات پر تعجب ہوا کہ ڈرانے والا خود انھی میں سے آگیا اور کافروں نے کہا یہ برا جھوٹا جادوگر ہے۔

(۲) مَا زِلْتُ اَعْرِفُهُ بِصَدَقِ حَدِيثِهِ وَهُوَ الْاَمِينُ عَلَى الْحَرَائِبِ وَالْحُرُمِ

میں تو انھیں پہچانتا ہوں کہ وہ ہمیشہ سچ بات کہتے ہیں اور وہ ہر حال میں امین ہیں خواہ وہ میدان جنگ سے چھینا ہوا مال ہو یا سرزمین حرم ہو۔

(۳) جَهْتُوهُ لَا سَعْدَ وَاقِعًا بَقَطْرِ بَعْدَهَا وَمَضَتْ مَقَالَتُهُمْ تَسِيرُ إِلَى الْأُمَمِ

قریش کے لوگوں نے نبی اکرم ﷺ پر طرح طرح کے بہتان لگائے تاکہ وہ اس کے بعد چار دانگ عالم میں خوش بخت بن جائیں اور ان کی باتیں دیگر تمام اقوام تک پہنچ جائیں۔

(۷۴)

تخریج:

دیوان مطبوعہ/ ۱۷

یہ اشعار ”بحر البسيط“ میں ہیں۔

حضرت عبدالمطلب کی وفات پر مرثیہ

حضرت ابوطالب علیہ السلام نے اپنے والد حضرت عبدالمطلب کے بارے میں مرثیہ کہا ہے۔

(۱) ابکی العیون واذری دمعها دُرّاً مُصَابُ شَیْبَةِ بَیت الدین والکرم

حضرت عبدالمطلب کی وفات حسرت آیات نے آنکھوں سے سیل اشک رواں کر دیا اور شیبۃ الحمد حضرت عبدالمطلب جو دین و کرم کا مرکز تھے ان کے انتقال پر آنکھیں آنسوؤں کے موتی نچھاور کر رہی ہیں۔

(۲) کان الشجاع الجواد الفرد سُوْدَدَهْ له فضائلُ تعلو سادة الأمم

حضرت عبدالمطلب میدان جنگ کے سب سے باہمت، بہادر، شجاع اور دلیر تھے وہ دولت مندوں میں سب سے بڑے سخی اور فیاض اور منفرد سردار تھے وہ اتنے فضائل اور خوبیوں کے مالک تھے کہ جن کی وجہ سے وہ تمام اقوام کے سرداروں پر فوقیت رکھنے والے اور بلند مرتبت تھے۔

(۳) مَضَى ابو الحارث المامول نَائِلَهْ والمُخْتَشَى صَوْلَةٌ فی الناس بالِنِّقَم

ابو الحارث حضرت عبدالمطلب نے یہاں سے کوچ کیا اور دارِ آخرت کی جانب روانہ ہو گئے اور لوگ جن کی عطا و بخشش اور جود و سخا کی امیدیں رکھا کرتے تھے اور انتقام لینے کے لیے ان کے حملوں سے لوگوں کو خوف محسوس ہوتا ہے۔
ابو الحارث حضرت عبدالمطلب کی کنیت تھی المامول۔ جن سے امید کی جائے۔ نائل عطا و بخشش۔
محتشی۔ معلوم صولۃ۔ حملہ

اور بعض مصادر میں بالنعم کی جگہ والنعم ہے یعنی اونٹ اور بکری اس کی جمع آنعام ہے اور جمع الجمع اَنَاعِیم ہے۔

(۴) هو الرئيس الذى لاخلق يقدمه غداةً يحمى عن الابطال بِالْعَلَمِ

نوٹ: یہ شعر دیوان میں ہے لیکن الدرّة الغراء میں نقل نہیں کیا گیا
حضرت عبدالمطلب ایسے سردار تھے کہ کوئی شخص بھی اس بات کو جان لینے کے بعد کہ وہ باطل سے نبرد آزما ہیں اور حق کا دفاع کر رہے ہیں۔ آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کرتا تھا۔ یعنی وہی علمدار لشکر اور بہادروں کے بہادر تھے۔

(۵) العامرُ البيتِ بَيْتِ اللَّهِ يَمْلُؤُهُ نوراً فيجلُّوا كسوف القحط والظلم

حضرت عبدالمطلب نے اللہ کے گھر خانہ کعبہ کو آباد کر رکھا ہے اور اسے نور سے پر نور کر دیا ہے اور انہی کی کرامت سے قحط سالی اور ظلم و ستم کی گھٹائیں چھٹ گئی ہیں اور ہر طرف ہریالی و تروتازگی اور خوش حالی نظر آرہی ہے اور امن و امان کی فضا قائم ہے۔

(۶) رَبُّ الْفَرَّاشِ بِصَحْنِ الْبَيْتِ تَكْرِمُهُ بِذَلِكَ فَضَّلَ أَهْلَ الْفُخْرِ وَالْقَدَمِ

ان کی تکریم و تعظیم کی یہ کیفیت تھی کہ جب وہ خانہ خدا کی زیارت کو تشریف لاتے تھے تو ان کی عزت و احترام کی خاطر صحن کعبہ میں مخصوص فرش بچھایا جاتا تھا یہی سبب ہے جس کی وجہ سے وہ صاحبانِ فضل و شرف میں ممتاز حیثیت کے مالک ہیں۔

(۷) بكت قريش اباها كلها و على ايامها و حماها الثابت الدعم

قریش کے لوگوں نے حضرت عبدالمطلب کی وفات حسرت آیات پر اس طرح گریہ کیا جس طرح اولاد اپنے

باپ کے مرنے پر گریہ کناں ہوتی ہے اور قوم اپنے لیڈر اور رہنما اور حامی و ناصر کے مرجانے پر آنسو بہاتی ہے۔

(۸) صَفَى ابْنِي وَ جُودِي بِالْأَمْعِ لَهْ اسعدی یا امیمہ الیوم بالسمع

حضرت ابوطالبؑ اپنی دونوں بہنوں صفیہ اور امیمہ سے مخاطب ہو کر فرما رہے ہیں کہ اے صفیہ! تم اپنے باپ کے مرنے پر اور اُس کے دنیا سے چلے جانے پر خوب آنسو بہاؤ اور اے امیمہ! آج کے دن اپنے والد گرامی کی موت پر آنسو بہا کر تم سعادت و خوش بختی کی طلب گار ہو جاؤ۔

اصل دیوان میں ”ابکی“ کی جگہ ”بکی“ ہے۔

صفیہ اور امیمہ حضرت عبدالمطلب کی بیٹیوں کے نام ہیں صفی اور امیم سے جن کی طرف اشارہ کیا ہے۔ ”تا“ کو قاعدہ ترخیم سے حذف کر دیا ہے۔

(۹) تُجَبِّكِ نَسُوَّةً رَهْطٌ مِنْ بَنِي اسدٍ وَالْغُرُّ زُهْرَةٌ بَعْدَ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ

اور تمھارے ساتھ ساتھ بنی اسد اور بنی زہرہ کی مخدرات بھی گریہ کناں ہوں گی پھر سارے عرب و عجم مل کر ان کے فراق پر آنسو بہائیں گے۔

(۱۰) اَلَمْ يَكُنْ زَيْنُ اَهْلِ الْاَرْضِ كُلِّهْمُ وَعَصْمَةُ الْخَلْقِ مِنْ عَادَ وَ مِنْ اَرَمِ

کیا حضرت عبدالمطلب کی ذاتِ عالی صفات تمام روئے زمین کے باشندوں کے لیے زیب و زینت کا موجب نہ تھی؟ اور کیا وہ عاد و ارم جیسے ظالموں سے مخلوقات کی حفاظت و حمایت کا باعث نہ تھے؟ قرآن نے قوم عاد کا تذکرہ کیا ہے:

وَإِلَى عَادٍ أَخَاهُمْ هُودًا (۶۵- اعراف- ۷)

اور قوم عاد کی طرف ان کے بھائی ہود کو بھیجا۔

أَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِعَادٍ ۖ إِرَمَ ذَاتِ الْعِمَادِ ۖ الَّتِي لَمْ يُخْلَقْ مِثْلُهَا فِي الْبِلَادِ ۖ

کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ آپ کے رب نے قوم عاد کے ساتھ کیا کیا؟ جو ارم کہلاتے تھے ستونوں والے دراز قد ان جیسے لوگ دنیا میں پیدا نہیں کیے گئے۔ (۷۸- الفجر- ۸۳۶)

(۷۵)

تخریج:

مروج الذهب ۲/ ۷۸ اکنی والالقب ۱/ ۱۰۴ یہ شعر مطبوعہ دیوان میں نہیں ہے۔

مسعودی نے بیان کیا ہے جو بحث و تکرار معاویہ، عبداللہ بن الکوا اور صعصعہ کے درمیان درشت اور سخت کلامی پرنتج ہوئی تھی ان دونوں نے معاویہ کو غضب ناک کر دیا مسعودی نے کہا کہ معاویہ نے ان دونوں کے جواب میں کہا کہ اگر میں ابوطالبؑ کے اس قول کی طرف رجوع نہ کرتا تو تم دونوں کو قتل کر دیتا۔
قول یہ ہے۔

یہ شعر ”بحر بسیط“ میں ہیں۔

ابوطالب کا قول اور معاویہ

(۱) قَابِلْتُ جَهْلَهُمْ حِلْمًا وَ مَغْفِرَةً وَالْعَفْوُ عَنْ قَدَرَةٍ ضَرَبَ مِنْ الْكَرَمِ

حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا: میں نے ان لوگوں کی جہالت کے مقابلے میں حلم و بردبادی اور مغفرت و بخشش سے کام لیا اور قدرت انتقام کے باوجود معاف کر دینا اور عفو و درگزر سے کام لینا کرم و سخا کی ایک قسم ہے۔
فارسی میں ایک مثل ہے۔ ”جواب جاہلاں باشد نحوشتی“

نوٹ:

حضرت ابوطالبؑ کا کلام اُس دور میں اتنی شہرت پاچکا تھا کہ ہر فرد کو یاد تھا۔ معاویہ جو حضرت علی ابن ابی طالبؑ اور ابوطالبؑ کے مخالفین میں سے تھا وہ بھی حضرت ابوطالبؑ کے شعر کو بطور مثال پیش کر رہا ہے۔

(۷۶)

تخریج:

سیرۃ ابن اسحاق/۱۴۹،	سیرۃ ابن ہشام/۱/۷۰،
البدایۃ والنہایۃ ۲/۱۲۶، ۲۵۸، ۳/۴۹	الحجۃ/۲۹۳
الغدیۃ ۷/۳۶۲	بحار الانوار ۳۵/۱۳۱
مطبوعہ دیوان/۲۴	

یہ قصیدہ حضرت ابوطالبؑ نے اپنی قوم کی تعریف و توصیف میں کہا جب دیکھا کہ پوری قوم ان کے ساتھ مل کر جدوجہد کر رہی ہے اور ان پر مہربان ہے۔ احمد زینی دحلان نے اپنی کتاب اسنی المطالب/۲۱ میں یہ تحریر کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف و توصیف میں لکھے گئے یہ اشعار سب سے نمایاں ہیں، جو اس امر پر دلالت کرتے ہیں کہ حضرت ابوطالبؑ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مُصَدِّق تھے۔
یہ اشعار ”بحر طویل“ میں ہیں۔

قریش کی تعریف و توصیف

(۱) اِذَا اجْتَمَعَتْ يَوْمًا قَرِيشٌ لِمَفْخَرٍ فَعَبْدُ مُنَافٍ سُرَّهَا وَ صَمِيمُهَا

حضرت ابوطالبؑ فرماتے ہیں کہ اگر قریش کے لوگ کسی دن فخر و مباہات کے لیے مجتمع ہوں تو اس اجتماع میں عبد مناف (ہاشم کے والد گرامی) سب سے اعلیٰ، اشرف، افضل اور منفرد نظر آئیں گے۔

(۲) وَاِنْ حُصِّلَتْ اَشْرَافُ كُلِّ قَبِيلَةٍ فَفِي هَاشِمٍ اَشْرَافُهَا وَ قَدِيمُهَا

اور اگر تمام قبائل کے اشراف و اعلام کو یکجا کیا جائے تو ان سب میں حضرت ہاشم کی اولاد سب سے ممتاز اور نمایاں دکھائی دے گی۔

(۳) وَاِنْ فَخَرْتُ يَوْمًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا هُوَ الْمُصْطَفَى مِنْ سِرِّهَا وَ كَرِيمُهَا

اور اگر اولاد بنی ہاشم دیگر قبائل سے فخر و شرف میں مقابل ہو تو یاد رکھو کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ان سب میں اعلیٰ و ارفع، بلند اور بالا نظر آئیں گے۔

ایک حدیث میں آیا ہے جسے جامع ترمذی نے روایت کیا ہے اور اسے صحیح قرار دیا ہے۔

ان الله اصطفى من ولد ابراهيم اسمعيل واصطفى من ولد اسمعيل بنى كنانة واصطفى من بنى كنانة قريشاً واصطفى من قريش بنى هاشم واصطفانى من بنى هاشم۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد ابراہیمؑ میں سے اسمعیلؑ کو اور اولاد اسماعیلؑ میں سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو مصطفیٰ بنایا ہے۔ (حدیث ۳۶۱۴ صحیح ترمذی ص ۹۹، مطبوعہ دار ابن ارقم)

مصطفیٰ کے معنی ہیں۔ پسندیدہ، منتخب، چنا ہوا یہ آنحضرتؐ کا مشہور نام ہے۔

(۴) وَ اقربها قُرْبِي اِلَى اللّٰهِ وَ الَّذِى بِهِ تَكْشِفُ الظُّلُمَاءُ دَرَسًا نُجُومُهَا

یہ شعر نزہۃ الکرام اور بستان العوام/۱۰۱ میں ہے۔

اور ان سب میں سب سے زیادہ قریب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات گرامی قدر ہے جن کی اللہ سے قربت ہے انھی کے توسط سے تاریک رات کا اندھیرا چھٹ گیا ہے اور اس کے آثار مٹ گئے ہیں آنحضرت ﷺ نے شرک و کفر و ظلم کی ظلمتوں کو مٹا کر عالم کو بقعہ نور بنا دیا ہے۔

(۵) تَدَاعَتْ قَرِيشٌ غُثًّا وَ سَمِيْنًا عَلَيْنَا فَلَمْ تَنْظَفَرْ وَ طَاشَتْ حُلُومُهَا

(جن لوگوں کے مقابلے پر) قریش کے اچھے اور برے ہر طرح کے افراد اکٹھے ہو گئے اور انھوں نے

ہمارے خلاف ریشہ دو انیاں شروع کر دیں لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے اور وہ لوگ ہوش و حواس کھو بیٹھے ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔

(۶) وَكُنَّا قَدِيمًا لَا نُقَرُّ ظُلَامَةً إِذَا مَا تَنَوَّا صُعَرَ الْخُدُودِ نُقِيبُهَا

اور زمانہ قدیم سے ہی ہماری یہ روایت رہی ہے کہ ہم نے کبھی بھی ظلم و ستم کو برداشت نہیں کیا ہے اور جب بھی کوئی ہماری جانب کج رُخی اختیار کرتا تھا ہم اسے سیدھا کر دیتے تھے اور ہم ظالم کو کیفر کردار تک پہنچا دیتے تھے۔
الظلامہ، ظلم اور وہ مال جو ظالم تم سے وصول کرے۔ ثنوا۔ موڑ لیا، صعر، از روئے تکبر منہ پھیر لینا اللہ تعالیٰ کا قول ہے

وَلَا تَصْعَرَ خَدَّكَ لِلنَّاسِ.

اور لوگوں سے بے رخی نہ کرنا۔ (۱۸ القمان ۳۱)

(۷) وَ نَحْمِي جَمَاهَا كُلَّ يَوْمٍ كَرِيهَةٍ وَ نَضْرِبُ عَنْ أَجَارِهَا مِنْ يَزُومُهَا

اور جب بھی گھمسان کی لڑائی ہوگی ہم آنحضرت ﷺ کی حمایت و نصرت کے لیے کمر بستہ ہیں ہم ان کا مکمل دفاع کریں گے اور جو بھی ان کی پناہ گاہ کا رخ کرے گا تو ہم اسے وہاں سے مار کر بھگا دیں گے۔

یوم کَرِيهَةٍ۔ جب شدت کی جنگ ہو رہی ہو۔ گھمسان کی لڑائی

اجار۔ اکناف حجر کی جمع، کہا جاتا ہے۔ فلان فی حجر فلان۔ فلاں شخص فلاں کی پناہ میں ہے۔

یروم، قصد کرنا

(۸) بِنَا اِنْتَعَشَ الْعُودَ الذَّوَاءَ وَ اِثْمًا بَاكِنَا فَنَا تَنْدِي وَ تَنْمِي اِرْوَمُهَا

حضرت ابوطالبؑ اس خاندان کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ وہ ہم ہی لوگ ہیں جن کی وجہ سے خشک ٹہنی میں دوبارہ تازگی اور ہریالی آ جاتی ہے اور ہم ہی وہ لوگ ہیں کہ اطراف و جوانب میں ہر درخت کی جڑ اسی سے نمو پاتی ہے اور اسے ہم سے ہی نشوونما ملتی ہے۔

انتعش، دوبارہ جان آگئی، پودا کھل گیا اور اس میں ہریالی آگئی اور دراصل انتعش کے معنی ہیں

وانتعث العاثر۔ پھسلنے والا سنبھل گیا۔

ارتفع۔ بلند ہو گیا

العود الذواء۔ وہ عود جس کی رطوبت ختم ہو جائے تندی۔ ندی سے نکلا ہے تری پالینا
تبی۔ نمو پانا۔ اُروم، جڑ، اصل۔

(۹) لَحَا اللّٰهُ مَحْزُومًا وَ تِيْمًا فَاِنَّمَا يَسَارِعُ فِيْ بَغْضَاءٍ قَوْحَى لِّئِيْمِهَا

یہ شعر نزہۃ الکرام اور بیتان العوام/۱۰۱ میں ہے۔

بنی مخزوم اور بنی تیم پر اللہ کی لعنت و ملامت ہو کہ ان کے خاندان اور قبائل کے لئیم و بد بخت لوگ ہمارے
خاندان سے بغض و حسد میں آگے آگے ہیں اور ہر وقت اسی فکر میں لگے رہتے ہیں۔

(۱۰) هُمْ السَّادَةُ الْاَعْلَوْنَ فِي كُلِّ حَالَةٍ لَهُمْ حُرْمَةٌ لَا يَسْتَطَاعُ قَرُومُهَا

حضرت ابوطالب بنی ہاشم کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہی لوگ سادات کرام ہیں اور ہر حال
میں اعلیٰ و ارفع ہے۔

انہیں وہ عزت و شرف حاصل ہے کہ کسی قبیلے کا شجاع سردار ان کی شجاعت و سیادت کی ہمسری نہیں کر سکتا۔
بعض مصادر میں لہم حرمة کی جگہ لہم صرمة ہے یعنی لوگوں کی جماعت

(۱۱) يُدِيْنُ لَهُمْ كُلُّ الْبَرِيَةِ طَاعَةً وَيَكْرِمُهَا مَا الْاَرْضُ عِنْدِي اَدِيْمُهَا

ایک زمانہ وہ آئے گا کہ ان کی بزرگی اور سرداری کے سامنے پوری کائنات کی گردنیں خم ہوں گی اور زمین کا
چپہ چپہ اور عالم کا گوشہ گوشہ ان کی تکریم و تعظیم کرتا نظر آئے گا۔

(۷۷)

تخریج:

بحار الانوار ۳۵/۳۱ انھوں نے اسے فصول المہمہ سے نقل کیا ہے۔

علی نام رکھنے کی وجہ

جب حضرت ابوطالبؑ نے اپنے بیٹے کا نام علی رکھا تو اس وقت فرمایا:

سمتیہ بعلیٰ کی یدوم له عزّ العلو و فخر العز ادومہ
میں نے ان کا نام علی رکھا ہے تاکہ ان کے لیے رفعت و بلندی کی عزّت دائمی ہو جائے اور عزّت و شرف کا فخر
ہمیشہ انھی کے نام رہے۔

حضرت علی ابن الحسین زین العابدینؑ روایت کرتے ہیں انھوں نے فرمایا: ہم ان دنوں امام حسینؑ کے پاس
تھے کیا دیکھا کہ کچھ عورتیں ایک جگہ جمع ہیں ان میں سے ایک عورت ہمارے پاس آئی، میں نے اس سے
پوچھا تم کون ہو؟

اس نے کہا: میں زیدہ بنت عجلان ہوں میرا تعلق بنی ساعدہ سے ہے۔

میں نے دریافت کیا: کیا تمھارے پاس کوئی ایسی اہم بات ہے جسے تم بیان کرنا چاہتی ہو۔

اس نے کہا:

ہاں! خدا کی قسم؛ مجھ سے بیان کیا اُمّ عمارہ بنت عبادہ بن نضلہ کی صاحبزادی نے اس نے کہا: وہ
عرب کی عورتوں کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی کہ اس نے حضرت ابوطالبؑ کو دیکھا کہ وہ ملول و حزن ہیں

میں نے ان سے استفسار کیا کہ آپ کیسے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ فاطمہ بنت اسد درِ ذرہ میں مبتلا ہیں پھر انھوں نے اُن کا ہاتھ پکڑا اور کعبہ کی طرف لے کر گئے وہ کعبہ کے اندر داخل ہوئے اور انھیں بٹھا دیا پھر انھیں درِ ذرہ ہوا اور انھوں نے علی کرم اللہ وجہہ کو جنم دیا ایک پاک و پاکیزہ بچہ جس سے زیادہ حسین و وجیہ بچہ میں نے نہیں دیکھا تھا اور اس بچے کا نام علی رکھ دیا اور اس وقت حضرت ابوطالبؑ نے فرمایا:

سمتیہ بعلى كى يدوم له من العلو و فخر العزّ ادومه

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور انھیں اٹھا کر ان کی والدہ کے گھر لے گئے اسے فصول المہمہ میں بیان کیا ہے۔ (غایۃ المطالب فی شرح دیوان ابی طالب۔ ص ۱۶۶ مطبوعہ ۱۳۷۱ھ)
اور اسی طرف اشارہ کیا ہے عبدالباقی فاروقی نے عینیۃ العلویہ میں

انت العلّی الذی فوق العُلا رُفعا

ببطن مکّة وسط البیت قد وضمّا

(غایۃ المواعظ النعمان آلوسی، ج ۲، ص ۹۸)

(۷۸)

تخریج:

سیرۃ ابن اسحاق/۱۵۵،	خزانۃ الادب ۳/۲۹۶،
البدایۃ والنہایۃ ۳/۴۲،	دلائل النبوة ۱/۴۳۷
تاریخ الاسلام للذہبی/۱۵۰	بلوغ الارب ۱/۳۲۵
شرح ابن ابی الحدید ۳/۳۱۰،	الکشاف ۲/۱۴،
الحجۃ/۲۵۸/۲۵۸	الطرائف ۱/۳۰۱-۳۰۳
تفسیر ابوالفتوح ۴/۴۰۶، ۴۰۷،	المناقب ۱/۵۸،
بحار الانوار ۳۵/۸۷	الغدیر ۷/۳۳۴
الدیوان المطبوع ۱۲-۱۳	وفی الاصابہ ۴/۱۱۶ صرف تیسرا اور چوتھا شعر

حضرت ابوطالبؑ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے یہ اشعار اس وقت کہے جب قریش نے انہیں خوف زدہ کیا۔

ابن اسحاق نے کہا اور مجھ سے بیان کیا یعقوب بن عتبہ بن المغیرہ نے کہ قریش نے ابوطالبؑ سے جو کہنا تھا وہ کہا حضرت ابوطالبؑ نے رسول اللہ ﷺ کو طلب کیا اور ان سے کہا اے میرے بھتیجے آپ کی قوم کے افراد میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے یہ یہ کہا ہے۔

فَأَبْقِ عَلَىَّ وَ عَلَى نَفْسِكَ وَلَا تَحْمِلْنِي مِنَ الْأَمْرِ مَا لَا أُطِيقُهُ

اے بیٹے! تم مجھ پر اور خود پر رحم کرو اور مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو جسے میں اٹھانہ سکوں۔

تو رسول اللہ ﷺ یہ سمجھے کہ ابوطالبؑ کے سامنے کوئی نیا امر واضح ہو گیا ہے اور وہ اب آنحضرتؐ کی مدد سے پیچھے ہٹ رہے ہیں اور انھیں تنہا چھوڑ رہے ہیں تو آنحضرتؐ نے جواب دیا:

يا عم والله لو وضعوا الشمس في يميني والقمر في شمالي على أن أترك هذا الأمر ما تركته حتى يظهره الله. او اهلك في طلبه.

چچا جان! اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں رکھ دیں اور چاند کو لا کر میرے بائیں ہاتھ میں رکھ دیں کہ میں اس امر سے باز آ جاؤں اور اسے ترک کر دوں میں ہرگز ایسا نہ کروں گا یہاں تک کہ اللہ اس امر کو غلبہ عطا فرمادے یا میں اس راہ میں جان دے دوں۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے وہ اُٹھے اور روانہ ہونے لگے تو ابوطالبؑ نے انھیں آواز دی اور فرمایا:

أقبل يا ابن أخي.

اے میرے بھتیجے آگے آؤ۔

آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں: میں ان کے سامنے آ گیا تو اس وقت ابوطالبؑ نے فرمایا:

امض على امرك و افعل ما احببت فو الله لا أسلمك لشيء أبداً.

اے میرے بھائی کے فرزند! تم اپنا مشن جاری رکھو اور جو بات تمھیں پسند ہے اسے انجام دو، خدا کی قسم! میں تمھیں ہرگز دشمن کے سپرد نہیں کروں گا۔

ابن اسحاق نے کہا یونس نے جو روایت کی ہے اس کے مطابق پھر حضرت ابوطالبؑ نے اس بارے میں یہ اشعار کہے اور انھوں نے چار شعر نقل کیے ہیں۔ (السيرة النبوية من كتاب تاريخ الاسلام الامام الحافظ الذهبي ص ۶۹) یہ اشعار ”نحر الکامل“ میں ہیں۔

قریش کو دندان شکن جواب اور نبی کی حمایت کا اعلان

(۱) و الله لن يصلوا اليك بمجمعهم حتى اوسد في التراب دفينا

خدا کی قسم اے محمد ﷺ! یہ لوگ باہمی گٹھ جوڑ کر کے بھی اپنی جمعیت کے ساتھ ہرگز ہرگز آپ تک نہیں پہنچ سکیں گے میں ہر حال میں آپ کا دفاع کروں گا یہاں تک کہ یہ لوگ مجھے قتل کر کے مٹی تلے دفن کر دیں یعنی جب تک جان میں جان ہے میں آپ کی حمایت و نصرت کرتا رہوں گا اور حفاظت کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

(۲) فاصدع بامرك ما عليك غضاضةً و ابشر بذاك و قرمك عيوناً

بعض نسخوں میں دوسرے مصرع میں ”وقرمك عيوناً“ بھی ہے۔

لہذا آپ علانیہ طور سے بے خوف ہو کر تبلیغ دین جاری رکھیے آپ پر کوئی بھی پابندی عائد نہیں ہے اور اس بات سے خوش ہو جائیں اور اپنی آنکھیں اس امر پر ٹھنڈی کریں یعنی خوش و خرم رہیں کوئی آپ کا بال بیکا نہیں کر سکتا ارشاد رب العزت ہے:

فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿۹۴﴾ (الحجر ۱۵)

چنانچہ آپ کو جو حکم دیا جاتا ہے اسے کھول کر سنا دیں اور مشرکین سے بے رنجی برتیں۔
مطبوعہ دیوان میں یہ شعر اس طرح ہے۔

فَانْقُذْ لَامَرِك مَا عَلَيْكَ غضاضةً فكفى بنا دنيا لَدَيْكَ وَ دِينَا

آپ اپنے حکم کو نافذ کر دیں آپ پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ تمہارے نزدیک جو دین و دنیا ہے ہمارے لیے وہی کافی ہے۔

(۳) ودعوتنی و زعمت أُنْكَ ناصح فلقد صدقت و كنت قبل امینا

اے محمد ﷺ! آپ نے مجھے بھی دین مبین کی دعوت دی ہے اور مجھے یقین کامل ہے آپ میرے ناصح (نصیحت کرنے والے) ہیں آپ کا پیغام مبنی بر صدق و صفا ہے اور آپ تو اس پیغام لانے سے قبل امین کے لقب سے ملقب تھے۔

(۴) و عرضت دینا قد علمتُ بانه من خير ادیان البریة دینا

اور آپ نے ایسا دین مبین پیش کیا جس کے بارے میں جہاں تک میری معلومات ہیں وہ ادیان عالم کے

مقابلے میں بہترین دین ہے آج تک کوئی بھی اس سے بہترین دین اور اس سے بہتر پیغام لے کر نہیں آیا۔

(۵) لولا الملامۃ أو حذارى سُبَّة لَّوَجَدْتَنِي سَمَحًا بِذَاكَ مُبِينًا

بعض نسخوں میں ”مُبِينًا“ کی جگہ ”ضَنِينًا“ ہے۔

اگر ملامت یا گالی گلوچ کا خوف دامن گیر نہ ہوتا تو اے محمد ﷺ آپ مجھے علانیہ طور پر اس دین مبین اور شرع متین کا مُعَلِّن (اعلان کرنے والا) پاتے۔

السید احمد بن زینی دحلان نے اپنی کتاب اسنی المطالب فی نجات ابی طالب ص ۲۵ پر یہ فرمایا ہے۔

قیل ان هذا البيت موضوع کیا گیا ہے کہ یہ شعر موضوع (گھڑا گیا ہے) لوگوں نے اسے حضرت ابوطالبؑ کے اشعار میں داخل کر دیا اور یہ اُن کا کلام نہیں ہے، اور ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ اُن کا کلام ہے قریش کو اندھیرے میں رکھنا ہے کہ وہ یہ سمجھ لیں کہ ابوطالبؑ تو ان کے ساتھ اور ان کے دین پر ہیں اور وہ حضرت محمد ﷺ کا اتباع نہیں کر رہے ہیں تاکہ اس طرح وہ لوگ ابوطالبؑ جو نبی اکرم ﷺ کی حمایت کر رہے ہیں اسے قبول کر لیں اور اُن کی بات مان لیں۔

علامہ امینی نے الغدیر ۷ / ۳۳۴ میں زینی دحلان کا قول نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں:

”اس شعر سے زیادہ سے زیادہ یہ پتا چلتا ہے عار اور گالی گلوچ کا خوف قریش کے افراد سے تھا وہ ڈرتے تھے کہ قریش کے نزدیک ان کی منزلت کم نہ ہو جائے اور ان کے لیے رسول اللہ کی مدد و نصرت ناممکن ہو جائے قریش نے ابوطالبؑ کو دین ظاہر کرنے، دین کو قبول کرنے اور نبی اکرم ﷺ جو کچھ لے کر آئے اس کے اعلان سے روکا تھا۔“

(۷۹)

التخریج:

مطبوعہ دیوان / ۱۹

حضرت ابوطالب علیہ السلام اپنے بھائی ابولہب اور بنی ہاشم کے تمام افراد کو مخاطب کر کے فرما رہے ہیں۔
یہ اشعار ”محر خفیف“ میں ہیں۔

ابولہب اور بنی ہاشم سے خطاب

(۱) قُلْ لِعَبْدِ الْعِزَّىٰ اخِي وَ شَقِيقِي وَ بَنِي هَاشِمٍ جَمِيعًا عَزِيزًا

عبدالعزیٰ سے کہہ دو جو میرا سگ بھائی ہے اور تمام بنی ہاشم کے لوگوں کو یہ بتلا دو جو متفرق مقامات پر ہیں۔
عبدالعزیٰ حضرت ابوطالبؑ کے بھائی ابولہب کا نام تھا اور اس کی والدہ لبنی بنت ہاجر تھی اس کا تعلق بنی ضاطرہ سے تھا ابن الاثیر نے اس کا نام رسول اللہ کا استہزاء کرنے والوں میں لکھا ہے اور کہا ہے ان میں سے ابولہب بھی تھا جو رسول اللہ کا سب سے بڑا مخالف تھا اور مسلمانوں کے خلاف تھا بہت بڑا جھٹلانے والا اور اذیت پہنچانے والوں میں سے تھا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر غلاظت پھینک دیتا تھا ایک دن حضرت حمزہ نے اسے یہ کرتے ہوئے دیکھا تو غلاظت اٹھا کر اس کے سر پر ڈال دی۔

ابولہب نے جب بدر میں مشرکین کی ہزیمت کی خبر سنی تو اس مرض میں جس کا نام مرسہ تھا اس کا انتقال ہو گیا۔

(۲) و صدیقی ابی عمارۃ وَالْإِخْوَانِ طُرّاً وَ أُسْرَتِی اجمعینا

اور میرے دوست ابوعمارہ کو اطلاع دے دو اور میرے تمام بھائیوں کو بتلا دو بلکہ میرے تمام قبیلے اور خاندان والوں تک یہ بات پہنچا دو۔

ابوعمارہ سے مراد ولید بن مغیرہ بن عمرو بن مخزوم ہے اور ولید کی کنیت ابو عبد شمس تھی اور وہ ان سے یکسانیت رکھتا تھا یہ قریش کی مانند تھا اس لیے کہ قریش کے سب لوگ مل کر خانہ کعبہ کا غلاف چڑھاتے تھے اور ولید تنہا یہ کام انجام دیتا تھا

(۳) ان یکن ما اتی بہ احمد الیو مَ سناءً و کان فی الحشر دینا

جو کچھ احمد مجتبیٰ لے کر آئے ہیں اگر آج کے دن اسے رفعت اور منزلت حاصل ہے تو حشر کے دن اس کی حیثیت دین کی ہوگی (جس کے بارے میں سوال کیا جائے گا)

(۴) فاعلموا اننی له ناصرٌ دہری و مُجِزٌ بقولتی خاذلینا

اور تم سب کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ میں حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ناصر و مددگار رہوں گا جب تک میں زندہ ہوں اور جو لوگ ہماری مدد سے ہاتھ کھینچ رہے ہیں ہمیں تنہا چھوڑ رہے ہیں ان کے لیے میرا یہ قول کافی دوائی ہے۔

(۵) فانصروه للرحم وانسب الازد فی وکونوا لہ یداً مُصلتینا

جو لوگ ابھی حلقہ بگوش اسلام نہیں ہیں ان سے میں کہہ رہا ہوں کہ وہ آنحضرت کی مدد و نصرت رشتہ داری اور قرابت داری کی وجہ سے کریں تم سب مل کر اٹھو اور دشمنوں کے خلاف ہاتھ میں تلوار اٹھا لو اور شانے سے شانہ ملا کر دشمن محمدؐ کا مقابلہ کرو۔

(۸۰)

تخریج:

شرح ابن ابی الحدید ۳/ ۳۱۷، الحجۃ/ ۲۲۱-۲۲۲، الغدیر ۷/ ۳۳۵ بحار الانوار ۳۵/ ۱۶۱ مطبوعہ دیوان میں یہ اشعار نہیں ہیں۔

حضرت ابوطالبؑ نے یہ اشعار ناراضگی کی کیفیت میں کہے تھے جب حضرت عثمان بن مظعون کو قریش نے اذیت پہنچائی تھی۔ ان اشعار کی روایت حضرت علیؑ سے کی گئی ہے۔
عثمان بن مظعون حجازی زمانہ جاہلیت میں عرب کے صاحبان عقل و خرد میں سے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جلیل القدر صحابی تھے۔ تیرہ افراد کے بعد مسلمان ہوئے اور ہجرت اولیٰ میں حبشہ کی جاب ہجرت کی ۲ھ میں غزوہ بدر میں شریک ہوئے اور اس کے بعد ان کا انتقال ہوا۔ (اسد الغابۃ ۳/ ۳۸۵ ص ۲/ ۴۲۴)
یہ اشعار ”بحر بسیط“ میں ہیں۔

عثمان ابن مظعون اور قریش کا ظلم

(۱) امن تذکر دھر غیر مامون اصحبت مُکْتَبًا تبکی کمحزون
اے عثمان بن مظعون کیا زمانے کو یاد کر کے آپ خود کو غیر محفوظ سمجھ رہے ہیں؟ اور آپ رنجور و حزن ہیں اور محزون و ملول و غمگین کی طرح آنسو بہا رہے ہیں۔

(۲) اَمَّ عَنْ تَذَكُّرِ اقْوَامٍ ذَوِي سَفِيهِ يَغْشَوْنَ بِالظُّلْمِ مَنْ يَدْعُو اِلَى الدِّينِ

یا آپ اُن سفیہ اور احمق لوگوں کو یاد کر کے رو رہے ہیں جن کا عالم یہ ہے کہ جو بھی دین کی دعوت دیتا ہے اس پر ظلم و ستم ڈھاتے ہیں۔

یہاں دین سے مراد اسلام ہے۔

إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ (آل عمران: ۱۹)

بے شک دین اللہ کے نزدیک اسلام ہے۔

(۳) لَا يَنْتَهَوْنَ عَنِ الْفَحْشَاءِ مَا أَمَرُوا وَ الْغَدْرِ فِيهِمْ سَبِيلٌ غَيْرُ مَأْمُونٍ

انہیں جتنا روکا جاتا ہے وہ برائیوں اور غلط باتوں کے ارتکاب سے باز نہیں آتے اور بے وفائی اور دھوکا دہی تو ان کا شیوہ ہے اس سے محفوظ رہنا بہت مشکل ہے۔ (یہ شعر غایۃ المطالب میں ہے)

(۴) اِلَّا تَرَوْنَ اِذْ لَلَّهِ جَمْعَكُمْ اَتَا غَضَبْنَا لِعِثْمَانَ بْنِ مِطْعُونٍ

کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے تمہاری جماعت کو ذلت و خواری کا حق دار بنایا ہے ہماری ناراضگی کا سبب عثمان بن مظعون ہیں (تم نے جنہیں ستایا ہے)

(۵) وَ نَمْنَعُ الضَّيْمَ مَنْ يَبْغِي مَضِيْمَتَنَا بِكُلِّ مُطَرِدٍ فِي الْكَفِّ مَسْنُونٍ

جو شخص ہم پر ظلم و ستم روا رکھنا چاہے تو ہم اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا بدلہ لینا جانتے ہیں ہم اسے دور کر دیں گے ان لچک دار نیزوں سے جو ہمارے ہاتھوں میں لہرا رہے ہیں۔

مضیبتہ۔ ظلم یہ لفظ ضمیمہ سے بنا ہے مصدر میمی شروع میں بڑھایا گیا۔

مُطَرِد۔ چھوٹا نیزہ

(۶) وَ مُرْهَفَاتٍ كَانَ الْمِلْحُ خَالِطَهَا يَشْفِي بِهَا الدَّاءَ مِنْ هَامِ الْمَجَانِينِ

اور تیز کاٹ والی تلواریں ایسی ہیں گویا کہ ان میں نمک مل گیا ہو۔ ان کے ذریعے سے دیوانوں کی کھوپڑیوں

کا مداوا کیا جاتا ہے۔

مرہفات تیز کاٹ والی تلواریں اس کا واحد مرہف ہے۔ کان المِلح خَالَطَهَا گویا کہ اس میں نمک کی آمیزش ہے۔

عمر بن براقہ الہمدانی نے کہا جیسا کہ شرح ابن ابی الحدید میں ہے۔

و كَيْفَ يَنَامُ اللَّيْلُ مِنْ جُلِّ مَالِهِ حُسَامُ كُلُونِ الْمِلْحَ اَبِيضُ صَارِمُ

بھلا وہ رات کو آرام و سکون سے کیسے سو سکتا ہے جس کی کل پونجی ایسی شمشیر آبدار ہے جو برنگ نمک ہے جس سے دیوانوں کی کھوپڑیوں کا علاج کیا جاتا ہے۔

(۷) حَتَّى تَقَرَّ رِجَالٌ لَّا حُلُومَ لَهَا بَعْدَ الصَّعُوبَةِ بِالْأَسْمَاحِ وَاللَّيْنِ

یہاں تک کہ جن لوگوں کے دماغ خراب ہیں ان کے ہوش ٹھکانے آجائیں مشکلات اور دشواریوں کے بعد ہم نرمی گفتار اور عفو و درگزر سے کام لیں گے۔

(۸) أَوْ تَوْمَنُوا بِكِتَابِ مَنْزِلِ عَجَبٍ عَلٰى نَبِيٍّ كَمُوسَىٰ أَوْ كَذِي النُّونِ

یا تم ایمان لے آؤ اس کتاب پر جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئی ہے جس میں عجیب و غریب واقعات ہیں جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر کتاب نازل ہوئی تھی (جس کا نام توریت تھا) یا وہ پیغام الہی جو حضرت یونس علیہ السلام تک آیا تھا۔

ان کے علاوہ اس وزن اور اس بحر میں دیگر اشعار میں جو ہم کتاب غایۃ الطالب سے نقل کر رہے ہیں۔

(۹) اِذْ يَلْطَمُونَ وَ لَا يَخْشُونَ مَقْلَتَهُ طَعْنًا دِرَاكًا وَ ضَرْبًا غَيْرَ مَرْهُونِ

وہ وقت یاد کرو جب وہ ان کے منہ پر طمانچے مار رہے تھے اور ان لوگوں کو ابن مظعون کی آنکھوں کی کوئی فکر نہ تھی کہ ان کی آنکھ ضائع ہوگئی کیا انھیں خیال نہ تھا کہ اس کے بدلے میں انھیں زبردست اور پے در پے نیزہ زنی اور تلوار بازی کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

(۱۰) فسوف نَجْرِيَهُمْوْ اِنْ لَّمْ نَمُتْ عَجَلًا كَيْلًا بِكَيْلٍ جِزَاءٍ غَيْرِ مَغْبُونِ

اگر ہم زندہ وسلامت رہے اور ہم موت سے جلدی ہم کنار نہ ہوئے تو عن قریب ہم ان قریش والوں سے جلد ہی اس عمل کا بدلہ لیں گے ایسا بدلہ جس میں کوئی دھوکا اور نقصان نہیں ہوگا۔ بھرپور انداز میں ناپ تول کے بدلہ لیں گے۔

او ينتهون عن الامر الذي وقفوا فيه و يرضون منا بعدُ بالدّون

یا یہ کہ وہ جس بات پر اڑے ہیں اس سے باز آجائیں اپنی روش تبدیل کریں اور ہم سے مصالحت کر لیں ورنہ اس کے بعد انہیں نہایت ذلت و خواری کا مقابلہ کرنا پڑے گا۔

(۱۲) يَاقِي بَاْمِرْ جَبَلِيٍّ غَيْرِ ذِي عَوْجٍ كَمَا تَبَيَّنَ فِي آيَاتِ يَاسِيْنِ

آنحضرت ﷺ اس امر کو لے کر آئے ہیں جو واضح اور روشن ہے اس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے جس طرح واضح ہو گیا ہے سورہ یسین کی آیتوں میں۔

لَيْسَ ۙ وَالْقُرْآنِ الْحَكِيمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ عَلٰٓى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ۝

یاسین۔ قسم ہے قرآن کی جو حکمت بھرا ہوا ہے۔ (اے محمدؐ) بے شک آپ پیغمبروں میں ہیں۔ سیدھے راستے پر۔ یہ قرآن اس کا نازل کردہ ہے جو غالب اور مہربان ہے۔

(۸۱)

تخریج:

شرح ابن ابی الحدید ۳/۲۶۹-۲۷۰

الغانی ۹/۵۱،

مطبوعہ دیوان ۲۰-۲۱

خزانة الادب ۱۰/۲۶۳-۲۶۷

یہ اشعار ”محرر خفیف“ میں ہیں۔

مسافر ابن عمر کی موت پر

(۱) لیت شعری مسافر بن ابی عمر - رو و لیت یقولها المحزون

کاش مجھے معلوم ہوتا اے مسافر بن عمرو کہ میں ”لیت“ (اے کاش) کیوں کہہ رہا ہوں اور ”لیت“ تو وہ کہتا ہے جو غم زدہ اور رنجور ہو میں نے جب سے تمہاری موت کی خبر سنی تو مجھ پر یہ کیفیت طاری ہو گئی اور میں نے کہا۔
یہ شعر کتاب سیبویہ ۲/۳۷ اور شرح الکافیہ ۲/۳۶۲ شواہد میں سے ہے۔

اغانی میں ہے مسافر بن ابی عمرو بن امیہ جس کی کنیت ابو امیہ تھی اس کی ماں آمنہ بنت وہب بن ابان بن کلب بن ربیعہ تھی۔ وہ اپنی قوم کا سردار اور سخی تھا وہ مسافروں کے لیے زاد راہ مہیا کرتا تھا لوگوں نے اسے ”ازواد الركب“ کے لقب سے ملقب کیا تھا اس لیے جب بھی کوئی مسافر گزرتا یا محتاج نظر آتا اسے لے کر آتا اس کی خاطر مدارات کرتا اور پھر اسے روانہ کرتا وہ قریش کے شعراء میں مشہور شاعر تھا وہ یہ شعر گنگنا تا رہتا تھا۔

یا من لقلب مقصر ترک المنی لفواتها

اور یہ شعر ان اشعار میں سے ہے جسے اس نے ہند بنت ربیعہ بن عبد شمس کے لیے کہا تھا۔ وہ اس سے محبت

کرتا تھا فاکہ ابن المغیرہ کے طلاق دینے کے بعد مسافر نے اس کے والد سے ہند کا رشتہ مانگا وہ اس کے مال و دولت سے راضی نہیں ہوا یہ نعمان کے پاس آیا اپنے معاملے میں اس سے مدد کا خواستگار ہوا پھر واپس لوٹ آیا سب سے پہلے جس نے ملاقات کی وہ ابوسفیان تھا اس نے یہ بتایا کہ اس نے ہند سے شادی کر لی ہے یہ سن کر وہ بیمار پڑ گیا یہاں تک اس کا پیٹ پھول گیا اس نے اپنے پیٹ کو لوہے سے داغا لیکن داغ کے باوجود گرانی بڑھتی گئی وہ مکہ کے لیے روانہ ہوا۔

مسافر بن عمرو نے مکہ میں نشوونما پائی۔ نعمان بن منذر کے پاس گیا اس نے عزت دی اور اسے اپنا ندیم خاص بنا لیا وہ مکہ واپس آ رہا تھا کہ راستہ میں طبالہ کے مقام پر ہجرت سے ۲۰ سال قبل اس کی وفات ہو گئی۔ قریش کو اس کی موت کی خبر دی گئی تو ابوطالب نے یہ اشعار کہے۔

(۲) ای شیء دھاك اَوْ غَالٍ مَرَّ اَ وَهَلْ اَقْدَمْتَ عَلَیْكَ الْمُنُونُ

اے مسافر بن عمرو یہ بتاؤ کہ تم پر کون سی آفت نازل ہوئی تھی یا کسی چھلاوے نے تمہیں ہلاک کر ڈالا اور کیا موت نے تم پر حملہ کر دیا اور تم موت کے گھاٹ اتر گئے۔

(۳) کَیْفَ کَانَتْ مِذَاقَةُ الْمَوْتِ اِذْ مِتَّ وَمَا ذَا بَعْدَ الْمَمَاتِ یَکُونُ

یہ تو بتاؤ کہ جب تم موت سے ہم کنار ہوئے تو موت کا مذاقہ کیسا تھا اور مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ یعنی حشر نشر اور قیامت وغیرہ کے بارے میں کچھ تو کہو۔

(۴) یَرْجِعُ الرِّکْبُ سَالِمِیْنَ جَمِیْعًا وَ خَلِیْلِ فِی مَرْمَسِیْنِ مَدْفُونُ

یہ شعر کتاب اغانی میں ہے۔

جتنے سوار مسافرت کرتے ہیں تو سب کے سب سلامتی کے ساتھ واپس آ جاتے ہیں، لیکن افسوس کہ میرا دوست منوں مٹی کے نیچے دفن ہے۔

(۵) اَنَا حَامِیْكَ مِثْلُ اَبَائِیْ الزَّهْرِ لَا بَالُكَ التَّی لَا تَهْوُوْ

میں تمہارا حامی و ناصر ہوں اپنے درخشاں آباء و اجداد کی طرح جن کی عزت کبھی پست اور بے وقعت نہیں

ہوگی۔

(۶) مِیْتُ صَدَقَ عَلٰی هَبَالَةٍ اَمْسَیْدُ مَتَّ و من دون ملتفك الحجون

تم جب ہبالہ کے مقام پر پہنچے تو سچ مچ تمہیں موت نے آلیا اور تم حجون مکہ مکرمہ تک نہ پہنچ سکے۔ درمیان میں ہی موت کا فرشتہ آگیا اور تم موت سے ہمکنار ہو گئے۔
معجم البلدان میں یہ شعر اس طرح نقل ہوا ہے۔

مِیْتُ ذَرَّ عَلٰی هَبَالَةٍ قَدْ حَا لَت فِیَا فِی من دونہ و حزون

ابوالفرج نے اغانی میں بھی ایسی ہی روایت کی ہے۔

(۷) بورك المیت الغریب کہا بو رِك نَضَح الرُّمَان والزَّیْتُون

جو لوگ عالم مسافرت میں ”غریب الوطن“ کی حیثیت سے موت سے ہم آغوش ہوتے ہیں تو ان کی موت کو اسی طرح بابرکت قرار دیا گیا ہے جس طرح انار اور زیتون کو نچوڑ کر اس کا عرق باعث برکت ہوتا ہے۔
انار اور زیتون دونوں منفعت بخش پھل ہوتے ہیں۔
یا قوت نے شعر کی یہ روایت کی ہے:

بورك المیت الغریب کہا بو رِك نَضَر الرُّیْحَان و الزَّیْتُون

غریب الوطن اور مسافر اگر حالت سفر میں مرجائے تو اس کو اسی طرح بابرکت قرار دیا گیا ہے جیسے گل بابونہ تروتازہ رہتا ہے اور زیتون ہمیشہ تازگی اور شادابی کا موجب بنتا ہے۔

(۸) کنت بِنِ مَرَّةً و فوقك لافو قُ فَقْد صرّت لیس دونك دون

تمہارا وجود میرے لیے طاقت و قوت تھا اور تم اتنی بلندی پر تھے کہ اس سے زیادہ بلندی کا تصور نہیں کیا جاسکتا
اب مرنے کے بعد تم مٹی کے نیچے چلے گئے جس سے نیچے کوئی نہیں جاتا۔

(۹) کان منك الیقین لیس بشاف کیف اذ رجعتك عندی الظنون

تمھاری صحبت اور دوستی کا یقین میرے لیے کافی اور شافی نہ تھا تو پھر بھلا یہ وہم و گمان جو تمھاری موت کا مجھ تک آپہنچا ہے مجھے کب مطمئن کر سکتا ہے۔ یعنی مجھے تمھاری موت کا یقین نہیں آرہا ہے۔

(۱۰) کنت مولیٰ و صاحباً صادق الحب۔ سرة حقاً و خلّة لا تخون

اے مسافر بن ابی عمرو تم میرے لیے ہمد دیرینہ، دوست، ساتھی، تجربہ کار صادق الودع اور ایسے خلیل عزیز تھے جو کبھی خیانت نہیں کرتا۔

(۱۱) مدرة يدفع الخصوم بايدي و بوجه يزينه العرين

تم قوم کے نمائندہ اور رہنما تھے اور تمام جھگڑوں اور دشمنیوں کا دفاع خود اپنے ہاتھوں سے اور اپنے اس چہرے سے کرتے تھے جسے سرزینت دے رہا ہے۔ یعنی تمھارے تمام فیصلے عقل و خرد پر مبنی ہوا کرتے تھے۔

(۱۲) و کم خلیل رزئتہ و ابن عم و حمیم قضت علیہ البنون

اور بہتر ہے میرے قریبی احباب عم زاد اور جگری دوست ہیں جن کی جدائی اور موت کا صدمہ اور مصیبت میں نے برداشت کی ہے۔

(۱۳) فتعزیت بالتأسی و بالصبر۔ ر و انی بصاحبی لَصْنَيْنِ

اس غم و الم پر میں خود کو تعزیت پیش کرتا ہوں اور صبر کی تلقین کرتا ہوں۔ اور یہ جان لو کہ مجھے اپنے رفیق اور ہمد مسافر بن عمرو کے انتقال پر ملال سے بہت دکھ ہوا ہے۔ جب کہ میں اپنے دوست کے بارے میں بخیل ہوں اور کسی سے حصّہ دار نہیں بنتا۔

(۱۴) فعلیک السلام مئی کثیراً أنفدت ماء ها علیک الشؤون

اے مسافر بن ابی عمرو آپ کی خدمت میں ہم تعزیتی سلام پیش کرتے ہیں اور ہماری ڈھیر ساری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ آنکھیں جتنا گریہ کرنا تھا وہ اپنے آنسو آخری حد تک بہا چکی ہیں آنسو بہاتے بہاتے رگیں سوکھ گئی ہیں۔

قافیۃ الیاء

(۸۲) خانہ کعبہ میں رب سے دعا

تخریج

بحار الانوار ۳۵/۱۰۲،

کافیۃ الطالب / ۴۰۵-۴۰۶

الغدير ۷/۳۴

المناقب ۲/۱۷۴-۱۷۵

یہ اشعار مطبوعہ دیوان میں نہیں ہیں کافیۃ الطالب از حافظ کنجی شافعی / ۴۰۵-۴۰۶ میں ہے اور یہ اصل عبارت ہے۔ نیز حوالے کے لیے ملاحظہ فرمائیے تذکرۃ الخواص ۱۲، الغدير ۶:۲۱-۳۸

جابر بن عبد اللہ الانصاری سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے حضرت علی ابن ابی طالب کی ولادت باسعادت کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا تم نے اے جابر اس بہترین مولود کے بارے میں سوال کیا ہے جس کی ولادت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے مشابہت رکھتی ہے یقیناً اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت علیؑ کو میرے نور سے اور میرے نور کو اپنے نور سے خلق فرمایا تھا اور ہم دونوں ایک ہی نور سے تعلق رکھتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام کے صلب سے ہمیں اصلااب طاہرہ سے ارحام زکیہ تک منتقل کرتا رہا میں جب بھی کسی صلب سے منتقل ہوا تو علیؑ میرے ساتھ ساتھ تھے یہ سلسلہ جاری و ساری رہا یہاں تک کہ میرا نور بہترین رحم یعنی آمنہ تک منتقل ہوا اور علیؑ کا نور بہترین رحم یعنی فاطمہ بنت اسد تک منتقل ہوا اور ہمارے زمانے میں ایک مرد عابد و زاہد تھا جس کا نام مبرم بن دعیب بن شقبان تھا جس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت ۲۷۰ سال تک کی تھی اور اللہ سے ایک مرتبہ بھی اپنی کسی حاجت کے لیے سوال نہیں کیا تھا اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف حضرت ابوطالبؑ کو روانہ کیا جب مبرم نے انھیں دیکھا تو وہ کھڑا ہو گیا ان کی طرف بڑھا اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیا اور اپنے سامنے انھیں بٹھایا پھر ان

سے پوچھا، آپ کون ہیں؟ ابوطالبؑ نے کہا میں تہامہ کا ایک فرد ہوں۔

مبرم: کس تہامہ سے آپ کا تعلق ہے؟

ابوطالب: بنی ہاشم سے

عابد تیزی سے اٹھا اور اس نے ان کی پیشانی کا دوبارہ بوسہ لیا پھر اس نے کہا کہ علی الاعلیٰ (مالک دو جہاں) نے مجھے الہام کیا ہے۔

ابوطالب: کیا الہام کیا ہے؟

مبرم (عابد) کہ تمھاری نسل سے ایک بیٹا ہوگا جو ”ولی اللہ“ ہوگا (ولی خداوند عالم ہوگا)

پس جب وہ شب آئی جس میں علی بن ابی طالبؑ کی ولادت باسعادت ہوئی تو زمین چمک اٹھی اور منور ہو گئی ابوطالبؑ باہر نکلے اور وہ فرما رہے تھے اے لوگو! کعبہ میں ولی خدا پیدا ہوا ہے جب صبح ہوئی تو وہ کعبہ میں آکر یہ فرما رہے تھے۔ (الرجز)

(۱) يَا رَبِّ هَذَا الْغَسَقِيُّ الدُّنْيَىٰ وَ الْقَمَرُ الْمُنْبَلِجُ الْمُضَيَّ

اے اس تیرہ و تاریک رات کے پروردگار اور اس روشن اور چمک دار ماہ کے خالق۔

(۲) بَيْنَ لَنَا مِنْ أَمْرِكَ الْخَفِيِّ مَاذَا تَرَىٰ فِي إِسْمِ ذَا الصَّبِيِّ

تو اپنے امر مخفی سے ہم پر یہ واضح اور آشکار کر دے کہ اس بچے کے نام کے سلسلے میں تیری کیا مرضی ہے۔
فرمایا تو ایک ہاتف کو یہ کہتے ہوئے سنا

(۳) خُصِمَتْ بِالْوَلَدِ الزَّكِيِّ وَالظَّاهِرِ الْمَطْهَرِ الرَّضِيِّ

تمھیں مخصوص کیا گیا (اے ابوطالبؑ اور فاطمہ بنت اسد) ایسے پاک و پاکیزہ بیٹے سے جو طاہر مطہر (پاک) کیا جا چکا) اور پسندیدہ ہے۔

(۴) اِنْ اِسْمُهُ مِنْ شَايِحٍ عَلِيٍّ عَلِيٍّ اِسْتَقَىٰ مِنَ الْعَلِيِّ

بے شک اس کا نام بلند و بالا ذات کی نسبت سے علی رکھا گیا ہے جو اللہ کے نام علی سے مشتق ہے۔

ابوعلیٰ ہمام روایت کرتے ہیں: کہ جب علیؑ کی ولادت ہوئی تو حضرت ابوطالب نے فاطمہ بنت اسد کا ہاتھ تھاما اور علیؑ ان کے سینے پر تھے وہ وادی کی جانب روانہ ہوئے اور بلند آواز میں کہا:

يَا رَبِّ يَا ذَا الْغَسَقِ الدُّجِيِّ وَ الْقَمَرِ الْمُبْتَلِجِ الْمُصِیِّ
بَيِّنْ لَنَا مِنْ حُكْمِكَ الْمَقْصِيَّ مَاذَا تَرَى فِي اسْمِ ذَا الصَّبِيِّ

فرمایا: کوئی چیز آئی جو زمین پر چل رہی تھی جیسے بادل ہو یہاں تک کہ وہ حضرت ابوطالب کے سینے سے چمٹ گئی انھوں نے اسے علی کے ساتھ سینے سے لگا لیا، جب صبح ہوئی تو کیا دیکھا وہ ایک لوح ہے جس میں یہ تحریر تھا۔

خُصِّصْنَا بِالْوَلَدِ الزَّكِيِّ وَ الظَّاهِرِ الْمُنْتَجَبِ الرَّضِيِّ
فَاسْمُهُ مِنْ شَاخِ عَلِيٍّ عَلِيٌّ اشْتَقَّ مِنْ الْعَلِيِّ

فرمایا: ان لوگوں نے لوح کو کعبہ میں آویزاں کر دیا، یہ لوح وہاں رہی یہاں تک کہ ہشام بن عبد الملک نے اسے وہاں سے ہٹا دیا۔ (مناقب ابن شہر آشوب - دارالاضواء ۱۹۹۱ء ج دوم ص ۱۹۹)

ہمیں خبر دی حافظ ابو عبد اللہ محمد بن محمود البخاری نے میں نے بغداد میں ان کے سامنے اس حدیث کو پڑھا میں نے اُن سے کہا کہ میں نے اسے نیشاپور میں صفار کے سامنے پڑھا، مجھ سے میری پھوپھی عائشہ نے بیان کیا، ہمیں خبر دی ابن الشیرازی نے، ہمیں خبر دی حاکم ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ حافظ نیشاپوری نے اس نے کہا کہ:

ولد أمير المؤمنين علي بن أبي طالب بمكة في بيت الله الحرام ليلة الجمعة لثلاث عشرة ليلة خلت من رجب سنة ثلاثين من عام الفيل، ولم يولد قبله ولا بعده مولود في بيت الله تعالى سواه إكراماً له بذلك، وإجلالاً لمحلّه في التعظيم.

امیر المومنین علی ابن ابی طالب مکہ میں اللہ کے محترم گھر میں شب جمعہ تیرہ رجب سن ۳۰ عام الفیل کو پیدا ہوئے اللہ کے محترم گھر (کعبہ) میں نہ پہلے کسی کی ولادت ہوئی اور نہ ہی ان کے بعد کوئی پیدا ہوا، یہ ان کے اکرام و اجلال اور تعظیم و تکریم کی وجہ سے تھا۔ (کفایۃ الطالب فی مناقب علی ابن ابی طالب - گنجی شافعی ص ۷۰۷)

مزید حوالے کے لئے ملاحظہ فرمائیے۔

حیات ابوطالبؑ پر شائع ہونے والی کتب

- (۱) ابوطالب حامی الرسول و ناصرہ۔ للشیخ میرزا نجم الدین الطهرانی (۱۳۹۵ھ۔ مطبوعہ النجف۔ ۱۳۸۰ھ۔
- (۲) ابوطالب عملاق الاسلام الخالد۔ لمحمد علی آسبر۔ ط دار الاصالۃ۔ بیروت۔ مطبوعہ۔ ۱۳۱۱ھ۔
- (۳) ابوطالب عم الرسول۔ لمحمد کامل حسن المحلبی۔ ط المکتب العالمی۔ بیروت۔ (اتر اثنا ۱۲/۱)
- (۴) ابوطالب مومن قریش۔ لعبدالله الخنیزی۔ ط دار التعارف للمطبوعات۔ بیروت۔ ۱۳۹۸ھ۔
- (۵) اثبات اسلام ابی طالب۔ لمحمد معین بن محمد امین الہندی التتوی الحنفی (۱۱۶۱ھ) تراثنا ۱۳/۱۔
- (۶) اخبار ابی طالب و ولده۔ لابی الحسن علی بن محمد المدائنی (۲۲۵ھ) الفہرست لابن الندیم ۱۳۸۔
- (۷) اسنی المطالب فی نجات ابی طالب۔ للسید احمد بن زینی دحلان مفتی الشافعیۃ بمکہ (۱۳۰۳ھ) ط طهران۔
- (۸) ایمان ابی طالب۔ للسید حسین المجتہد الکرکی ۱۰۰۱ھ۔ الذریعة ۵۱۲/۲۔ ۵۱۳۔
- (۹) ایمان ابی طالب۔ للشیخ المفید ابی عبد الله محمد بن محمد بن النعمان (۳۱۳)۔

ط - مؤسسه البعثة - قم، ١٣١٢ هـ

- (١٠) ايمان ابى طالب - لابي على الكوفي احمد بن محمد بن عمار (٣٣٦ هـ) - رجال النجاشي ٢٢٢/١ -
- (١١) ايمان ابى طالب - لأحمد بن القاسم (٣١١ هـ) رجال النجاشي ٢٢٢/١ -
- (١٢) ايمان ابى طالب - للسيد أحمد بن موسى بن طاووس الحسنى الحلبي (٣٥٠ هـ) الذريعة ٥١٣/٢ -
- (١٣) ايمان ابى طالب - لأحمد بن محمد بن أحمد بن طرخان الكندي (٣٥٠ هـ) - رجال النجاشي ٢٢٨/١ -
- (١٣) ايمان ابى طالب - لسهل بن احمد بن عبدالله الديباجي (٣٨٠ هـ) رجال النجاشي ٣١٩/١ -
- (١٥) ايمان ابى طالب - لابي نعيم على بن حمزة البصري التميمي (٣٤٥ هـ) الذريعة ٥١٣/٢ -
- (١٦) ايمان ابى طالب و أحواله و أشعاره - لميرزا محسن بن ميرزا محمد القره داغي التبريزي (القرن ١٣ هـ) الذريعة ٥١٣/٢ -
- (١٤) بحار الانوار للعلامة محمد باقر المجلسي (١١١٠ هـ) ج ٦٨/٣٥، ط بيروت، ١٣٠٣ هـ -
- (١٨) بغية الطالب في إسلام أبي طالب - للسيد المفتي مير محمد عباس التستري الكهنوتي (١٣٠٦ هـ) - الذريعة ١٣٣/٣ -
- (١٩) بغية الطالب في بيان احوال ابى طالب - للسيد محمد بن حيدر الموسوي الحسيني العاملي (القرن ١١ هـ) الذريعة ١٣٥/٣ -
- (٢٠) بغية الطالب لايمان ابى طالب - لجلال الدين عبدالرحمن السيوطي (٩١١ هـ) الذريعة ٥١٠/٣ -
- (٢١) بغية الطالب لايمان ابى طالب - لمحمد بن عبدالرسول البرزنجي الشافعي

- (١١٠٣هـ) تراثناً ٥١/٢.
- (٢٢) البيان عن خيرة الرحمان في ايمان ابي طالب و آباء النبي ﷺ لابي الحسن علي بن بلال المهلبى الازدى - رجال النجاشى ٩٦/٢.
- (٢٣) الحجة على الزاهب الى تكفير ابي طالب - للسيد فخر بن معد الموسوى (٦٣٠هـ) ط - قم، ١٣١٠هـ.
- (٢٤) ديوان ابي طالب و ذكر اسلامه - لأبي نعيم على بن حمزة البصرى التميمى (٣٤٥هـ) الذريعة ٣٢/٩.
- (٢٥) الرغائب في ايمان ابي طالب - للسيد مهدي بن علي الغريفي البحراني، الذريعة ٢٣١/١١.
- (٢٦) شعر ابي طالب - لأبي هفان عبدالله بن احمد بن حرب المَهَزَجِيّ العبدى (القرن ٣هـ) ط النجف - ١٣٥٦هـ.
- (٢٧) الشهاب الثاقب لرجم مكفر ابي طالب - للشيخ ميرزا نجم الدين الطهراني (١٣٥٩هـ) مقدمة ايمان ابي طالب (ط مؤسسة البعثة) ١١/.
- (٢٨) شيخ الابطاح ابوطالب - للسيد محمد علي آل شرف الدين العاملي (١٣٤٢هـ) ط - بغداد، ١٣٣٩هـ.
- (٢٩) شيخ بني هاشم ابوطالب - لعبد العزيز - سيد الأهل - ط سنة ١٣٤١هـ (الذريعة ٢٦٥/١٣).
- (٣٠) ضياء العالمين - لأبي الحسن الشريف الفتوى - الغدير ٢٠٠/٤.
- (٣١) الغدير - لعبد الحسين أحمد الاميني (١٣٩٠هـ) ج ٣٠/٤ - ٣٠٩، ج ٣٠/٨ - ٣٠، ط بيروت، ١٣٠٣هـ.
- (٣٢) فصاحة ابي طالب - لأبي محمد الأطروش الحسن بن علي - رجال النجاشى ١٤١/١.
- (٣٣) فضل ابي طالب و عبد المطلب و أبي النبي ﷺ - لأبي القاسم سعد بن عبدالله

- أبي خلف الأشعرقي القنبي (٢٩٩ أو ٣٠١ هـ) رجال النجاشي ٣٠٣/١.
- (٣٣) فيض الواهب في نجاة أبي طالب - لأحمد فيض بن حاج علي عارف الجوروجي الحنفي (١٣٢٤ هـ). هدية العارفين ١/١٩٥.
- (٣٥) القول الواجب في إيمان أبي طالب - لمحمد علي بن جعفر علي الفصيح الهندي (القرن ١٣ هـ). الذريعة ١٤/٢١٦.
- (٣٦) كتاب في عبد المطلب و عبد الله و أبي طالب - عليهم السلام - للشيخ الصدوق محمد بن علي بن الحسين (٣٨١ هـ) رجال النجاشي ٣١٣/٢.
- (٣٤) كنز الفوائد - لأبي الفتح محمد بن علي الكراچي (٣٣٩ هـ) ط مكتبة المصطفوي، قم فقد العلامة الكراچي فصلاً فيما يدل من اشعار أبي طالب على إيمانه وما ورد فيه من الأحاديث.
- (٣٨) مسألة في إيمان آباء النبي ﷺ - للشيخ أبي يعلى محمد بن الحسن ابن حمزة الجعفرقي خليفة الشيخ المفيد (٣٦٣ هـ). ذكره صاحب الذريعة تحت عنوان إيمان أبي طالب - الذريعة ٢/٥١٢، ٢٠/٣٨٣.
- (٣٩) مقصد الطالب في إيمان آباء النبي ﷺ و عمه أبي طالب - لميرزا حسين بن علي رضا الزباني الكركاني المشهور بمجناب (١٣١١ هـ). الذريعة ٢٢/١١١.
- (٣٠) منية الراغب في إيمان أبي طالب - لمحمد رضا الطبسي النجفي. ترجمه بالفارسيّة محمد مهدي وطبع بطهران.
- (٣١) منية الراغب في إيمان أبي طالب - للسيّد حسين اليزدي الحائري الواعظ (١٣٠٤ هـ). الذريعة ٢٣/٢٠٣.
- (٣٢) منية الطالب في حياة أبي طالب - لحسن بن علي القبانجي الحسيني النجفي. الذريعة ٢٣/٢٠٣.
- (٣٣) مني الطالب في إيمان أبي طالب - لآبي سعيد محمد بن أحمد الخزاعي. الفهرست

لمنتجب الدين / ١٥٤.

(٣٣) مواهب الواهب في فضائل أبي طالب - للشيخ جعفر النقدي (١٣٤٠هـ).

ب النجف، ١٣٣١هـ.

(٣٥) نجاته ابوي النبي ﷺ و خاتمته في نجاته أبي طالب - للسيد محمد بن رسول

البرزنجي الكردتي (١١٠٣هـ). الذريعة ١١/٢.

(٣٦) الياقوتة الحمراء في ايمان سيد البطحاء - للسيد طالب الحسيني آل علي خان

مدني (معاصر). مقدمة ايمان ابي طالب (ط مؤسسة البعثة) / ١٣.